ماہنامہ

کرن

جون 2021

www.pklibrary.com

بانی ——— محمود بابر فیصل
نگران ——— محمود ریاض
مدیرہ ——— نادرہ خاتون
مدیرِ اعلیٰ ——— عامر محمود
نائب مدیرہ ——— شعاع عمیر
مدیرہ خصوصی ——— امت الصبور
اشتہارات ——— خالدہ جیلانی
قانونی مشیر ——— نورالدین سرکی اینڈ کمپنی
ایڈووکیٹس اینڈ لیگل کونسلرز

چاند نگر گروپ آف پبلیکیشنز

کرن

MEMBER
APNS
CPNE
رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز

www.pklibrary.com

حمد، آفسر ماہ پوری 9
نعت، ڈاکٹر محمد مشرف 9

انٹرویو

فرح نادر سے ملاقات، شاہین رشید 10
میری بھی سنیے، حماد فاروقی 15
مقابل ہے آئینہ، فہمیدہ فرخندہ جاوید 19

ناول

دامنِ سحاب، مہوش افتخار 22

مکمل ناول

نمکین پانیوں کا سفر، منعم ملک 102
خبر ہونے تک، سدرہ حیات 160
محبت ابھی باقی ہے، اُمّ ایمان قاضی 44

ناولٹ

جنہیں راستے میں خبر ہوئی، نازیہ کنول نازی 200
بازگشت، صدف آصف 138
دل مل گیا، اُمّ اقصیٰ 82

افسانے

خدمتِ خلق، عنبرین ابدال 39
پرچھائیں، عندلیب زہرا 76
محبت زندہ باد، عذرا فردوس 99
فلسفۂ حیات، فمارہ امداد خان 134
بھیا راجا، مینال ہادی 233
پہناوئی، عمارہ خان 157
ہم نہیں سدھریں گے، مسکان احزام 218
پہلا قدم، نفیسہ سعید 229

ماہنامہ خواتین ڈائجسٹ اور ادارہ خواتین ڈائجسٹ کے تحت شائع ہونے والے پرچوں ماہنامہ شعاع اور ماہنامہ کرن میں شائع ہونے والی ہر تحریر کے حقوق طبع و نقل بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ کسی بھی فرد یا ادارے کے لیے اس کے کسی بھی حصے کی اشاعت یا کسی بھی ٹی وی چینل پہ ڈراما، ڈرامائی تشکیل اور سلسلہ وار قسط کے کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے پبلشر سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بہ صورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔

www.pklibrary.com

واٹس ایپ
03172266944

جون 2021
جلد 43 شمارہ 03
قیمت 80 روپے

زرِ سالانہ بذریعہ رجسٹری
پاکستان (سالانہ) .... 960/- روپے
ایشیا، افریقہ، یورپ .... 18,000 روپے
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا - 20,500 روپے
سالانہ خریداری کے لیے ای میل کریں
subscriptions@khawateendigest.com

کرن کتاب

حسن و صحت، ادارہ 7
بیوٹی باکس، ادارہ 4
معاشرتی اور نفسیاتی مسائل، ادارہ 11
فیشن اور اسٹائل ادارہ 5
اس ماہ کا مضمون، ادارہ 6
کچن اور آپ، گل ریحان 9
کرن کا دسترخوان، خالدہ جیلانی 10

مستقل سلسلے

کرن کرن خوشبو، شعاع عمیر 237
یادوں کے دریچے سے بشریٰ محمود 240
موتی چنتے ہیں، ادارہ 242
نامے میرے نام، مدیرہ کرن 243

خط و کتابت کا پتہ
کرن
37- اردو بازار کراچی

خط و کتابت کا پتہ: ماہنامہ کرن، 37- اردو بازار، کراچی۔
پبلشر آزر ریاض نے ابنِ حسن پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔ مقام: [illegible]
Phone: 32721777, 32726617, 021-32022494 Fax: 92-21-32766872
Email: kiran@khawateendigest.com Website: www.khawateendigest.com

www.pklibrary.com

مدیرہ

کراچی ایک بار پھر موسم کی شدتوں کی لپیٹ میں ہے۔

ایک طرف شدید گرمی، دوسری طرف لوڈ شیڈنگ کا عذاب۔

تنگ اور چھوٹے چھوٹے فلیٹوں میں جہاں تازہ ہوا تو کیا روشنی کا گزر بھی کم ہی ہوتا ہے۔ جنریٹر بھی نہیں لگائے جاسکتے۔ زیادہ دیر تک بجلی غائب رہے تو یو پی ایس بھی کام کرنا بند کردیتے ہیں جبکہ صورت حال یہ ہے کہ چھ سے آٹھ گھنٹوں کی لوڈ شیڈنگ کی جارہی ہے۔ اتنی شدید گرمی میں پنکھوں کے بغیر رہنا اذیت ناک ہے۔

اس میں شک نہیں گلوبل وارننگ کی وجہ سے موسم شدید رخ اختیار کرچکے ہیں لیکن سمندر کنارے واقع ہونے کی بنا پر کراچی کا موسم ہمیشہ معتدل رہتا تھا۔ اتنی شدید گرمی نہیں ہوتی تھی، جتنی پچھلے چند سالوں سے پڑنے لگی ہے۔

درخت گرمی کی شدت کم کرنے اور موسم کو خوش گوار بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں لیکن کراچی میں نئے درخت تو کیا لگائے جاتے، پرانے درخت بھی کاٹ دیے گئے۔ پارک ختم کرکے بلڈنگیں تعمیر کردی گئیں۔ سونے پر سہاگہ سابق میئر کراچی مصطفیٰ کمال نے کوئی کارپس کے بھی درخت لگائے، جو ہمارے ماحول سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ ان درختوں سے موسم خوش گوار ہونے کے بجائے الٹا گرمی کی شدت میں اضافہ ہی ہوا ہے، اس کے علاوہ کئی بیماریوں کا سبب بھی بنے۔

کراچی کا مسئلہ بہت حد تک اہل کراچی کے ہاتھ میں ہے۔ دیانت دار اور اہل قیادت کا انتخاب ہی ان کے مسائل حل کرسکتا ہے۔

اس شمارے میں

☆ اداکارہ ''فرح نادر'' کی شاہین رشید سے ملاقات۔

☆ اداکار ''حماد فاروقی'' کہتے ہیں ''میری بھی سنیے''

☆ اس ماہ ''فہمیدہ فرخندہ جاوید'' کے ''مقابل ہے آئینہ''

☆ ''دامن سحاب'' مہوش افتخار کا سلسلہ۔

☆ ''خبر ہونے تک'' سدرہ حیات کا مکمل ناول۔

☆ منعم ملک کا ناول ''نمکین پانیوں کا سفر''

☆ ''محبت ابھی باقی ہے'' ام ایمان قاضی کا مکمل ناول۔

☆ نازیہ کنول نازی کا ناولٹ ''جنہیں راستے میں خبر ہوئی''

☆ ''بازگشت'' صدف آصف کا ناولٹ۔

☆ ام اقصیٰ کا ناولٹ ''دل مل گیا''

☆ نفیسہ سعید، عندلیب زہرا، عمارہ خان، عمارہ امداد خان، عنبرین ابدال، مسکان احزام، عذرا فردوس اور مینال ہادی کے افسانے اور مستقل سلسلے۔

☆ ''کرن کتاب'' دلچسپ اور معلوماتی مضامین کے ساتھ۔

www.pklibrary.com

حمد

وہی خالقِ جہاں ہے، وہی رازقِ جہاں ہے
وہی بندگی کے لائق، وہی مستحق ثنا کا

وہی نورِ خاک داں ہے، وہی نورِ آسماں ہے
وہی نورِ کہکشاں ہے، وہی نور ہے حرا کا

یہ ہے میرا جزوِ ایماں کہ نگاہ کبریا میں
جو ہے رُتبہ سکندر، وہی مرتبہ گدا کا

یہ اعترافِ مولا کہ ہمیں خبر نہیں ہے
نہ خبر ہے ابتدا کی، نہ پتا ہے انتہا کا

نہ اگر ہو حکم اس کا، نہ رضا ہو اس کی
نہ ہے شجر کا پتا، نہ چلے نفس ہوا کا

جسے چاہے وہ بنائے جسے چاہے وہ بگاڑے
وہی شکر اہلِ ایماں، وہی صبر بے نوا کا

کہیں سرکشی خدا سے، نہ ہمیں مٹا دے افسرؔ
یہی وقت ہے دعا کا، یہی وقت ہے دُعا کا

افسر ماہ پوری

نعت

حسنِ جہاں ہے شانِ محمدؐ کے نور میں
خوشبو رواں ہے شانِ محمدؐ کے نور میں

کون و مکاں میں ہر سو، بے مثل رفعتوں کا
منظر عیاں ہے شانِ محمدؐ کے نور میں

جشنِ جہان دیکھے اشارے بلندیوں کے
عصمت نہاں ہے شانِ محمدؐ کے نور میں

فکر و نظر میں ذکرِ محمدؐ کی ہے بہار
تنویرِ جاں ہے شانِ محمدؐ کے نور میں

اُتری ہے آب و گل میں صداقت کی روشنی
سچ کا سماں ہے شانِ محمدؐ کے نور میں

بکھرا ہے رنگ ہر سُو احساسِ زندگی کا
خوشبو اماں ہے شانِ محمدؐ کے نور میں

انجم یہ حسنِ سچ ہے کہ خالق کی رحمتوں کا
روشن نشان ہے شانِ محمدؐ کے نور میں

ڈاکٹر محمد شریف حسین انجم

www.pklibrary.com

فرح نادر سے ملاقات

شاہین رشید

فرح نادر ایک بہترین فنکارہ ہیں۔ ہر رول کو بڑی خوب صورتی سے نبھاتی ہیں خواہ وہ نگیٹو ہو یا پوزیٹو..... آج کل آپ انہیں ڈرامہ سیریل پھانس میں دیکھ رہے ہوں گے اور رقص بسمل میں بھی.....

''کیسے مزاج ہیں فرح صاحبہ؟''

☆''الحمدللہ۔''

''کیا مصروفیات ہیں؟''

☆''ایک تو گھریلو مصروفیات..... پھر ٹی وی کی تو بس اسی میں دن رات گزر جاتے ہیں۔ ڈرامہ سیریل ''پھانس'' تو آپ دیکھ ہی رہی ہوں گیں۔ مزید کام بھی چل رہا ہے۔ الحمدللہ۔''

''بہت خوب، کچھ اپنے بارے میں بتائیں؟''

☆''میرے والدین نے میرا نام ''کنیز زہرہ'' رکھا تھا اور پیار سے سب فرح کہتے تھے۔ پھر ہوا یہ کہ کنیز زہرہ تو کہیں ادھر ادھر ہو گیا اور فرح سب کے منہ پر چڑھ گیا اور پھر یہی نام میری پہچان بن گیا۔ شادی سے پہلے میں فرح رضوی تھی اور شادی کے بعد میں فرح نادر ہو گئی..... اور میں 14 اکتوبر کو میں نے جنم لیا اور بھئی سال میں کیا رکھا ہے ویسے میرا قد پانچ فٹ دو انچ ہے اور ستارہ ''لبرا'' ہے اور اردو زبان میری مادری زبان ہے..... ہم سات بہن بھائی ہیں۔ ماشاء اللہ سے چھ بھائی اور میں سب کی لاڈلی ایک اکلوتی چھوٹی بہن ہوں..... اور چونکہ میں اکلوتی تھی تو سب لاڈ بھی اٹھاتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں ضدی بہت ہو گئی تھی اور مغرور بھی بہت تھی۔ والدین اور بھائی بہت لاڈ اٹھاتے تھے اور جب بھابیوں کی شادیاں ہو گئیں تو بھابیوں نے میرے لاڈ اٹھائے..... اور ابھی تک اٹھاتی ہیں اور میں بہت خوش نصیب ہوں کہ مجھے اتنی اچھی بھابھیاں ملی ہیں..... اور میری اپنی شادی 1992ء میں ہوئی اور میرے ماشاء اللہ تین بچے ہیں، دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے..... اور ہاں میں نے بی اے کی ڈگری لی ہے۔''

''شوبز میں آمد؟''

☆''شوبز میں آمد اتفاقیہ اور اچانک آئی ہوں اور ایک کمرشل کے ذریعے متعارف ہوئی..... شروع شروع میں بھائیوں نے اعتراض کیا، مگر پھر کچھ عرصے کے بعد سب کچھ ٹھیک ہو گیا، کیونکہ میری ضد کے آگے سب ہار گئے۔ پھر ڈراموں میں اینٹری ہوئی اور پہلا سیریل، خدا کی بستی (نیا والا) تھا راشد سمیع کا..... جس میں میں نے نگیٹو رول کیا اور اسی سے میری پہچان بنی..... اور اس سے پہلے میں نے جاوید فاضل کا کوئی ڈرامہ کیا تھا..... ایک ڈرامہ ''ننھی کی

www.pklibrary.com

نانی'' کیا تھا فرحان جمل کا جو کہ ''ہم'' کا تھا اور اس میں جو کردار میں نے کیا تھا اس کے لیے ہم ٹی وی والوں نے مجھے ایوارڈ کے لیے بھی نامزد کیا تھا۔ ''منی کی نانی'' ایک ٹیلی فلم تھی اس کے بعد پھر سلسلہ چل نکلا اور ڈرامے ملتے گئے اور میں کرتی گئی۔''

◆ ''ابتدا ہی سے نگیٹو رول کر رہی ہیں۔ آپ کی اپنی چوائس ہوتی ہے کیا؟''

☆ ''اتفاق ہے کہ ابتداء ہی نگیٹو رول سے ہوئی اور پھر تو جیسے چھاپ ہی لگ گئی لیکن سچ بتاؤں کہ مجھے خود بھی مزا آتا ہے نگیٹو رول کرنے کا، کیونکہ اس میں پرفارمنس کا مارجن بہت زیادہ ہوتا ہے۔''

◆ ''عام زندگی میں کیسی ہیں؟ نگیٹو یا پازیٹو؟''

☆ ''پازیٹو..... میں کمپرومائز نیچر کی ہوں..... بہت زیادہ اور بہت جلد کمپرومائز کر لیتی ہوں اور سچویشن کو خراب نہیں ہونے دیتی۔ میری کوشش ہوتی ہے کہ کسی بھی رشتے میں کوئی سچویشن خراب ہو رہی ہو تو اسے درست کر دوں..... حد سے زیادہ رحم دل ہوں، نرم دل ہوں۔ دوسروں کے لیے محبت سے بھرا رہتا ہے میرا دل.....''

◆ ''نگیٹو رول کرنے پر گالیاں تو بہت پڑتی ہوں گی؟''

☆ ''جی..... جی بہت گالیاں پڑتی ہیں اور بہت باتیں سنتی ہوں اور یہی تو ہماری کامیابی ہے جو ولن ہوتا ہے یا جو ویمپ ہوتی ہے اس کو گالیاں ہی پڑتی ہیں اور جس میں آپ کو گالیاں پڑیں، بددعائیں ملیں سمجھیں کہ وہ آپ کا ہٹ کردار ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک سیریل ''نور زندگی'' میں میں نے ایک نائکہ کا رول کیا تھا وہ تو اتنا زیادہ مقبول ہوا کہ ایک بار ہائپر اسٹار پر کچھ خواتین نے مجھے روک لیا اور باقاعدہ مجھے بددعائیں دیں۔ یقین کریں پڑھی لکھی برگر فیملی کی خواتین نے مجھے بے بھاؤ کی سنا دی۔ میں نے کہا کہ آپ ڈراموں کو زیادہ سیریس نہ لیا کریں۔ پھر کہنے لگیں کہ آپ تو بہت سافٹ اسپوکن ہیں تو میں نے کہا کہ یہ میری نیچر ہے اور جو کردار میں کرتی ہوں وہ نیچر کے برعکس ہوتے ہیں۔ اسی لیے اس کو کرنے میں مزا آتا ہے اور اسی کو ''اداکاری'' بھی کہتے ہیں۔''

◆ ''اپنی محنت کی پہلی کمائی بہت اہمیت رکھتی ہے، کچھ بتائیں گی اس بارے میں؟''

☆ ''ہاں جی..... کیوں نہیں چیک ملا تھا جو اپنی ماں کے ہاتھ میں رکھ دیا تھا تو انہوں نے اسے میرے ہاتھ میں رکھتے ہوئے کہا کہ یہ تمہاری پہلی کمائی ہے اسے خود استعمال کرو..... اور میاں صاحب نے بھی یہی جملے ادا کیے..... تو پھر میں نے وہ پیسے اپنے بچوں پر خرچ کیے اور اپنے میاں صاحب اور اپنی ماں کے لیے گفٹ لیے۔''

◆ ''اپنے لیے کیا لیا؟''

☆ ''مجھے جیولری پسند ہے اور اس میں انڈین بڑے بڑے جھمکے بہت پسند ہیں کندن کے بھی..... اور ان کا کافی ذخیرہ ہے میرے پاس اور چوڑیاں بہت پسند ہیں تو انہی کی خریداری کی، میک اپ پسند نہیں کیونکہ شوٹ کے لیے ہر وقت میک اپ میں ہی رہنا ہوتا ہے۔ اتنے سالوں میں اتنا میک اپ کر لیا کہ ساری چاہت ختم ہو گئی ہے۔''

www.pklibrary.com

﴾ ''رمضان کے آخری عشرے میں لاک ڈاؤن رہا...... کچھ کہیں گی اس کے بارے میں؟''

☆ ''میں تو بس یہی کہوں گی کہ اللہ تعالیٰ اس موذی مرض سے نجات دے اور ہمارا ملک ترقی کرے۔ لاک ڈاؤن میں تو گھر پر ہی وقت گزرتا ہے۔''

﴾ ''شوبز میں کافی سال ہو گئے آپ کو...... کوئی خاص بات نوٹ کی آپ نے ؟...... کچھ کہنا چاہیں گی؟''

☆ ''شوبز کی ہی نہیں بلکہ میں سب کو ایک بات کہنا چاہوں گی کہ کسی کے لیے برا مت سوچو...... ایک بات جو کسی نے کیا خوب کہی تھی کہ برا مت سوچو، برا مت کہو، برا مت سنو...... مگر ہمارے شوبز میں یہ تینوں چیزیں بہت زیادہ ہیں......اور میری کوشش ہوتی ہے کہ مجھ سے کوئی غلطی نہ ہو، کسی کی دل آزاری نہ ہو...... اور میری دعا ہے کہ میری نیکیاں میری اولادوں کے آگے آئیں وہ ہمیشہ ساتھ اور چین سے رہیں۔ سب کا بھلا سوچیں اللہ آپ کا خود بخود بھلا کر دے گا۔''

﴾ ''شوبز میں آئیں تو جلدی ایڈجسٹ ہو گئیں یا لوگوں کے سامنے کیمروں کے سامنے ابھی بھی ڈر لگتا ہے؟''

☆ ''نہیں جی...... میں تو ابھی تک پوری طرح ایڈجسٹ نہیں ہوئی۔ اور جب پہلی بار کیمرے کے سامنے آئی تو اف بہت ڈری ہوئی تھی...... حالانکہ میں بہت بولڈ رہی ہوں ہمیشہ کیونکہ میں چھ بھائیوں کی اکلوتی بہن ہوں (ماشاء اللہ) تو ہمیشہ سے ٹام بوائے رہی، لڑکوں والے گیمز کھیلے۔ لڑکیوں والی تو کوئی خصوصیت نہیں تھی۔ میں تو بولتی بھی لڑکوں کے انداز میں تھی کہ میں جاؤں گا۔ میں کھاؤں گا وغیرہ...... میں گڑیوں سے نہیں کھیلتی تھی ہارس رائیڈنگ کرتی تھی، سوئمنگ کرتی تھی تو اس وقت کیمرے کے سامنے خوف زدہ تھی اور اب بھی ہوتی ہوں۔ جب بھی کوئی نیا کردار کرنے جا رہی ہوتی ہوں تو لگتا ہے کہ جیسے پہلی بار کیمرے کے سامنے جا رہی ہوں۔ تو ابھی بھی ڈرتی ہوں۔''

﴾ ''ماشاء اللہ کافی سال ہو گئے آپ کو اس فیلڈ میں...... کبھی ڈائریکشن اور پروڈکشن کی طرف رجحان ہوا آپ کو؟''

☆ ''بالکل ہوا......اور جب میں اس فیلڈ میں آئی تو بہ حیثیت اسسٹنٹ ڈائریکٹر کے آئی......اور میں نے معروف ڈائریکٹر ''نین ملہار'' کو اسسٹ کیا تھا اور فرحان تجمل کو بھی اسسٹ کیا تھا، ڈائریکشن میں آنے کا مجھے بہت شوق تھا مگر پھر ایکٹنگ میں ہی اتنی مصروف ہو گئی کہ اس طرف آنے کا موقع ہی نہیں ملا...... لیکن زندگی میں اگر موقع اور وقت ملا تو ضرور اس جانب آؤں گی...... بڑی خواہش ہے کہ ڈرامے اور فلمیں پروڈیوس کروں۔''

﴾ ''فیلڈ میں آئے ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا ہے اور کچھ یاد ہے کہ کتنے ڈرامے کر چکی ہیں؟''

☆ ''مجھے فیلڈ میں آئے ہوئے تقریباً دس بارہ سال ہو گئے ہیں اور یقین کرو کہ اتنے زیادہ ڈرامے کیے ہیں کہ مجھے تو نہ ان کی تعداد یاد ہے اور نہ ہی نام...... تو معذرت کہ نہیں بتا پاؤں گی کہ کتنی ہے تعداد......''

﴾ ''ڈرامہ اچھا کر لیتی ہیں یا کھانا اچھا پکا لیتی ہیں؟''

☆ ''ہنستے ہوئے...... ڈرامہ اسکرین پہ اچھا کر لیتی ہوں اور کھانا گھر پہ اچھا پکا لیتی ہوں۔ شادی سے پہلے کچن سے بہت لگاؤ تھا۔ شادی کے بعد اگرچہ سسرال میں کک تھا مگر پھر بھی میں خود پکایا کرتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے سسرال والے افغانی پٹھان تھے اور انہیں میرے ہاتھ کی پکی ہوئی چیزیں بہت پسند آتی تھیں...... تو میں اکثر کھانا پکا دیا کرتی تھی پہلے بریانی بہت اچھی پکا لیا کرتی تھی۔ مگر اب تو سچ پوچھو کہ کسی کام میں دل ہی نہیں لگتا...... خاص طور پر کھانا پکانے میں۔''

www.pklibrary.com

◆ "کوئی ایسا رول ہے جو نہ کیا ہو اور کرنے کی خواہش ہو؟"

☆ "بہت سارے ایسے رول ہیں جن کو کرنے کی مجھے خواہش ہے اور بے شمار رولز میں ایک رول "پاگل" کا بھی ہے۔ جو میں کرنا چاہتی ہوں۔ جیسے را۔انجھا را۔انجھا میں عمران اشرف نے کیا تھا یعنی ابنارمل کا کردار...... میں نے اولڈ ہاوسز میں بہت سی ایسی خواتین دیکھی ہیں اور میں نے وہاں جا کر ایک ڈرامہ

بھی کیا تھا...... تو جب میں نے ان خواتین کو دیکھا تو ان کی حالت زار پر جو افسوس ہوا وہ تو ہوا...... مگر دل میں خواہش ہوئی کہ ان کو پرفارم کرنے کا موقع بھی ملے......"

◆ "کوئی ایسا کردار کیا جو نا قابل فراموش کہہ سکیں؟"

☆ "کچھ عرصہ قبل ایک سیریل کیا تھا "بھروسا پیار تیرا" اس کے اینڈ میں آ کر میں تھوڑی نفسیاتی ہو گئی تھی تو اپنا وہ کردار مجھے اچھا لگا تھا۔ ایسے رول جس میں اپنی شخصیت سے ہٹ کر کوئی کام کرنا پڑے وہ کردار کرنا اچھا لگتا ہے۔"

◆ "عموماً ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب لوگ تعریف کرتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ واقعی میں نے یہ کردار اچھا کیا تھا؟"

☆ "ایسا تو بہت بار ہوا...... کہ جب لوگوں کی تعریف سے لگا کہ واقعی میں نے یہ کردار اچھا کیا ہے...... ایک سیریل تھا "تیری میری جوڑی" اس میں میں نے گجراتی خاتون کا رول کیا تھا...... وہ بھی بڑا زبردست تھا ایک سیریل "لوان گلشن بہار" میں بہارن کا رول کیا تھا وہ بھی بہت اچھا تھا۔"

◆ "انکار بھی کرتی ہیں؟"

☆ "بالکل کرتی ہوں...... اور جو بولڈ کردار ہوتے ہیں بہت زیادہ...... ان کو کرنے سے انکار کر دیتی ہوں۔ ویسے پسندیدہ رول کے لیے میری خواہش ہے کہ میں "بے نظیر بھٹو" کا رول کروں۔"

◆ "موت کے سین کرنے کیسے لگتے ہیں؟"

☆ "لگتے کیا ہیں...... کرنے پڑتے ہیں اور کافی کیے ہیں میں نے مثلاً ایک بار نماز پڑھتے پڑھتے مرنے کا سین کیا...... اسی طرح ایک ڈرامے میں میری نند میرا گلا دبا کر مجھے مارتی ہے...... تو کیے ہیں میں نے ایسے سین......"

◆ "اپنی اداکاری میں کیا کمی محسوس ہوتی ہے؟"

www.pklibrary.com

☆''بہت کمی محسوس کرتی ہوں کہ بقول خود میرے کہ میں کون سی بہت اچھی آرٹسٹ ہوں..... مجھے تو ہمیشہ ہی لگتا ہے کہ کچھ ٹھیک نہیں کیا میں نے..... اور زیادہ اچھی پرفارمنس دے سکتی تھی مگر جب لوگ تعریف کرتے ہیں تو پھر تھوڑا دل مطمئن ہوجاتا ہے۔ اپنا ڈرامہ دیکھ کر اکثر سوچتی ہوں کہ میں کتنی بری اداکاری کر رہی ہوں اللہ میری توبہ..... ویسے ٹی وی ذرا کم ہی دیکھتی ہوں۔''

﴿''ڈھیروں چینلز میں کس چینل کے پروگرام شوق سے دیکھتی ہیں؟''

☆''میں زیادہ تر ہم، جیو اور اے آر وائی کے بعد اگر کوئی چینل دیکھتی ہوں تو وہ اے پلس ہے ان کے ڈرامے بہت اچھے ہوتے ہیں..... تو بس اگر دیکھتی ہوں تو یہی چینل دیکھتی ہوں۔''

''فیلڈ کی تو کافی باتیں ہوگئیں۔ کچھ نجی زندگی پر بھی بات ہوجائے.....''

﴿''بچپن یاد آتا ہے؟ اچھا تھا..... یا برا؟''

☆''میری بچپن کی ساری یادیں بڑی حسین ہیں..... میری پرورش شہزادیوں کی طرح ہوئی ہے، میں جب اٹھتی تھی تو زمین پر اس وقت تک پاؤں زمین پر نہیں رکھتی تھی جب تک میرے پیروں میں جوتی نہیں پہنا دی جاتی تھی..... میں بچپن کی باتیں سوچ کر بہت انجوائے کرتی ہوں اور جب والدین کے بارے میں سوچتی ہوں تو بہت اداس ہوجاتی ہوں کہ اب وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں..... بہت رونا بھی آتا ہے۔''

﴿''بچپن اور پھر ٹین ایج ..... بہت اچھا گزرا..... اتنے لاڈ پیار اٹھوانے کے بعد جب شادی ہوئی تو.....؟''

☆''ہوں..... شادی کے بعد الحمد للہ اچھا وقت بھی بہت گزارا کرائسس بھی آئے۔ مگر اللہ نے سارے وقت بہت خوش اسلوبی سے گزروا دیے..... اللہ پھر ہمت دے ہی دیتا ہے..... اور آپ کو بتاؤں کہ دوسروں کو خوش کرنے میں اکثر اپنا دل ٹوٹ جاتا تھا مگر کیا کروں کہ دوسروں کو خوش کرنا میری نیچر میں شامل ہے خواہ وہ غریب ہو یا امیر..... مگر پھر بھی کچھ لوگوں نے بہت دل دکھایا ہے میرا.....''

﴿''عموماً ڈراموں میں لوگ چھپ چھپ کر ایک دوسرے کی باتیں سن رہے ہوتے ہیں..... آپ نے بھی کبھی ایسا کیا؟''

☆''ہنستے ہوئے توبہ کریں..... کیونکہ ہماری تربیت ہی ایسی نہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جہاں پھوپھیاں، خالائیں یا بڑی عمر کی خواتین مل کر بیٹھی ہوں تھیں تو ہماری امی ان کے درمیان ہمیں بیٹھنے نہیں دیتی تھیں..... کہتی تھیں کہ جاؤ باہر جا کر کھیلو..... آج کل کے بچے اسی لیے ''کِڈز'' بچے ہوگئے ہیں کہ وہ بڑوں کے درمیان بیٹھتے ہیں۔''

﴿''کبھی نجومی کو ہاتھ دکھایا؟''

☆''کہتے ہیں کہ بہت بڑا گناہ ہے مگر مجھے بہت شوق ہے ہاتھ دکھانے کا..... ستاروں کا حال جاننے کا۔''

﴿''آپ کے بچے اس فیلڈ میں ہیں؟''

☆''ہاں..... میرے چھوٹے بیٹے نے ایک فلم میں کام کیا ہے اور میری بیٹی ماڈلنگ کرتی ہے۔ وہ بھی کچھ ہی عرصے میں ڈراموں کی فیلڈ میں آجائے گی..... اور میرے ان دونوں بچوں نے بچپن میں میرے ساتھ ایک دو سیریلز میں بھی کام کیا ہے اور بڑے بیٹے کو اس فیلڈ سے بالکل بھی لگاؤ نہیں ہے اسے صرف پڑھائی سے دلچسپی ہے۔''

اس کے ساتھ ہی ہم نے فرح نادر سے شکریہ کے ساتھ اجازت چاہی۔

☆☆

www.pklibrary.com

میری بھی سنیئے

حماد فاروقی

شاہین رشید

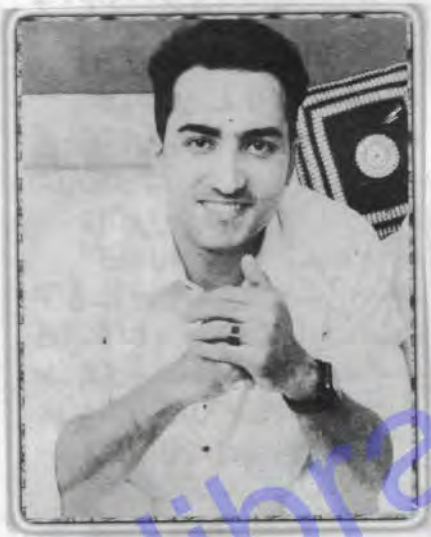

1 ''پورا نام؟''

''حماد فاروقی۔''

2 ''پیدائش؟''

''7 ستمبر 1989ء کراچی۔''

3 ''پیار کا نام؟''

''بہت سے نام ہیں جس کا جو دل چاہتا ہے وہ بلا لیتا ہے۔ ویسے مجھے ''حمو'' پکارا جاتا ہے۔''

4 ''فیملی ممبرز؟''

''والد محسین فاروقی ایک نجی کمپنی میں جاب کرتے تھے اب وہ ریٹائرڈ زندگی گزار رہے ہیں۔ والدہ ''روبینہ محسین'' گھریلو خاتون ہیں..... پڑھی لکھی ہیں، گریجویٹ ہیں، بڑے بھائی کا نام معیز فاروقی پھر ہم دونوں جڑواں بھائی، میں اپنے بھائی فراز سے پندرہ منٹ بڑا ہوں۔ ہمارے بعد ہماری بہن رادیہ سلیمان ہے اور ہم سب کی شادیاں ہو چکی ہیں..... اور ہم سب بہت پیار و محبت کے ساتھ رہتے ہیں۔''

5 ''تعلیم؟''

''میں نے ایم کام کیا ہے۔ تعلیم مکمل ہونے کے بعد میڈیا کے ایک پروجیکٹ کے لیے بینکاک چلا گیا۔ واپس آ کر بھائی کے ساتھ بزنس کے کچھ معاملات دیکھے اور دیکھ رہا ہوں اور ساتھ ساتھ اداکاری پر بھی بھرپور توجہ دے رہا ہوں۔''

6 ''ایک ہی تاریخ پیدائش فرق کیا ہے؟''

''فرق صرف یہ ہے کہ فراز شرارتی نہیں تھا بچپن میں، جبکہ میں بہت شرارتی تھا..... اور بقول فراز کے کہ میں پڑھائی میں بھی اس سے زیادہ اچھا تھا اور غیر نصابی سرگرمیاں بھی مجھے ہی زیادہ بھاتی تھیں۔''

7 ''تعلیمی میدان میں ایک دوسرے کا ساتھ دیا؟''

''بہت بار، ایک بار تو فراز کا پیپر بھی میں نے دیا تھا فراز بن کے۔''

8 ''ایک ہی اسکول ایک ہی کالج ..... مشکل ہوئی؟''

''اسکول تو ہمارے ایک ہی رہے۔ البتہ کالج علیحدہ علیحدہ تھے۔''

9 ''بچپن اور ابھی کی کوئی مشترکہ بات؟''

''ایک تو ہماری مشکلیں ایک جیسی ہیں..... پھر

www.pklibrary.com

ہم بچپن میں اور ابھی بھی کبھی کبھی ایک جیسی ڈریسنگ کر لیتے ہیں۔"

10 "ٹی وی ڈراموں میں بھی کوئی انوکھی بات ہوئی؟"

"جی..... جی بالکل..... وہی بتانا چاہ رہا ہوں ایک بار فراز کی جگہ ڈرامے میں میں نے اس کا کردار ادا کیا اور کسی کو معلوم بھی نہیں ہوا۔"

11 "فنی سفر کا آغاز بھی ایک ساتھ کیا؟"

"نہیں..... میں نے 2010ء میں اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔ جبکہ فراز نے 2016ء میں فنی زندگی کو جوائن کیا۔"

12 "میرا پہلا پروگرام؟"

"فنی زندگی کا آغاز ایک ڈانس سے کیا۔ ایک شو "نچ لے" سیزن 2 اس پروگرام کے ختم ہوتے ہی مجھے ایسا لگا کہ ضرور کسی کی نگاہ مجھ پر گئی ہوگی اور وہ ہی ہوا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد حسن سومرو نے مجھ سے رابطہ کیا..... یوں ٹی وی اسکرین پر میری آمد ہوئی۔"

13 "ٹی وی اسکرین پہ پہلا پروگرام؟"

"ایک ٹیلی فلم تھی "ماں" اور اس کے بعد آہستہ آہستہ فیلڈ میں میری جگہ بنتی چلی گئی۔"

14 "کیمرہ آن ہوا تو؟"

"پہلے پہل تو بہت گھبرایا مگر پھر آہستہ آہستہ کیمرے سے دوستی ہوتی چلی گئی اور اب تو بہت ہی دوستی ہوگئی ہے۔"

15 "گھر والے خوش ہوئے؟"

"یہ تو ہر ایک کے ساتھ ہوتا ہے کہ پہلے مشکل ہوتی ہے پھر آسانی۔ شروع میں والد صاحب ناراض ہوئے۔ پھر آہستہ آہستہ ٹھیک ہوگئے۔"

16 "برے لگتے ہیں وہ لوگ؟"

"جو دوسروں کی ذاتی زندگی میں مداخلت کرتے ہیں، مثلاً جب ہم فیلڈ میں آئے تو دوسروں نے امی ابو کو بہت ورغلایا ہمارے بارے میں۔"

17 "بابا ناراض ہوتے ہیں تو؟"

"جی خراب ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ تو پانچ وقت کے نمازی ہیں اور بیٹے ایک شو میں ڈانس کر رہے تھے۔ تو بس پھر ہم نے سوچ لیا کہ نہیں کریں گے کام۔"

18 "بابا سے کب صلح ہوئی؟"

"تقریباً آٹھ ماہ لگ گئے تھے..... پھر انہوں نے خود ہی تجزیہ کیا کہ فیلڈ بری نہیں ہے اور بچوں کا جہاں رجحان ہے وہ ہی کریں۔"

19 "میری فیوچر پلاننگ؟"

"میری خواہش ہے کہ میں پروڈکشن سائیڈ پر بھی آؤں اور اداکاری کو بطور پروفیشن اپناؤں۔"

20 "کام کی وجہ سے کون متاثر ہوتا ہے فیملی یا نجی زندگی؟"

"کام بھی بہت ضروری ہے اور فیملی کے ساتھ نجی لائف بھی تو دونوں میں توازن رکھنے کی کوشش کرتا ہوں اس لیے متاثر کوئی بھی نہیں ہوتا۔"

21 "کسی ڈرامے میں ایک ساتھ کام کیا؟"

"کسی ڈرامے میں تو نہیں کیا البتہ ایک فلم "دل

www.pklibrary.com

نازنصیب والی" میں ایک ساتھ کام کیا تھا۔"

22 "مشکل ہوئی؟"

"کوئی اور ہوتا ساتھ تو مشکل ہوتی..... مگر بھائی کے ساتھ بالکل بھی نہیں ہوئی۔ کیونکہ جب ہر وقت ساتھ رہیں گے تو کیوں مشکل ہوگی۔"

23 "ایک دوسرے کو اپنا اسکرپٹ دکھاتے ہیں؟"

"ارے جی..... ہم تو ایک دوسرے کو مشورے کے بغیر کوئی پروجیکٹ بھی سائن نہیں کرتے۔"

24 "شادی بھی ایک دوسرے کی پسند سے کی؟"

قہقہہ "نہیں فراز نے اپنی پسند سے شادی کی اور میں نے اپنی بہن کی پسند سے کی۔"

25 "شادی بھی ایک ہی دن ہوئیں؟"

"تقریباً 2017ء 28 نومبر کو میری اور 2017ء 27 نومبر کو فراز کی ہوئی تھی۔ میری بیگم کا نام "ضودیا" ہے اور فراز کی بیگم کا نام "شیزا" ہے۔"

26 "شادی کی کوئی خاص بات؟"

ہنستے ہوئے۔ "ہمارے بچوں کی پیدائش کا سال اور مہینہ بھی ایک ہے۔ میرا بیٹا جس کا نام ہم نے "ذوہان" رکھا وہ 29 ستمبر 2018ء کو پیدا ہوا اور فراز کی بیٹی 6 ستمبر 2018ء کو پیدا ہوئی۔ فراز کی بیٹی کا نام "حورم" ہے۔"

27 "والٹ اگر زمین پر گر جائے تو؟"

"تو پھر سب کچھ گر جائے گا مثلاً پیسے، کارڈز اور کچھ پرچیاں جو خریداری کے وقت ملتی ہیں۔"

28 "اپنی ایک عادت جو ناپسند ہے؟"

"مجھے اکثر غصہ آجاتا ہے۔"

29 "شاپنگ کے وقت کس بات سے چڑ ہوتی ہے؟"

"بارگیننگ سے..... اس سے شاپنگ کا سارا مزا خراب ہو جاتا ہے۔"

30 "زندگی کا یادگار لمحہ؟"

"جب میں باپ بنا تھا۔"

31 "ایک بات جو اپنے سے بڑوں سے سیکھی؟"

"اپنی بڑی بہن سے ہی ایک بات سیکھی ہے کہ چاہے کتنے ہی مصروف کیوں نہ ہو جاؤ اپنی فیملی کو وقت ضرور دینا۔ کیونکہ تب ہی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔"

32 "لاک ڈاؤن میں کیا کیا تھا؟"

"اپنی بیگم کے ساتھ کچن میں ہاتھ بٹاتا تھا۔"

33 "ٹی وی پہ اگر کوئی شو کرنا پڑے تو؟"

"تو ضرور کروں گا اور ایسے شوز کروں گا جو عام شوز سے بہت ہی منفرد ہو۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ دیکھ سکیں۔"

34 "دل بہترین مشورے دیتا ہے یا دماغ؟"

"میرے خیال میں "دل" کیونکہ میں اپنے دل کی بات بہت مانتا ہوں۔"

35 "پسندیدہ کھیل؟"

www.pklibrary.com

بعد لوگ بھول جاتے ہیں تو میرا خیال ہے کہ شہرت کا بہترین ذریعہ ٹی وی ہی ہے۔"

41 "اگرچہ پڑوسیوں سے تعلقات اچھے نہیں ہیں پھر بھی؟"

"پھر بھی میں حالات اور وقت دیکھ کر فیصلہ کروں گا۔ پاکستان سے بڑھ کر کوئی نہیں۔"

42 "وقت سب کچھ سکھا دیتا ہے کیا یہ سچ ہے؟"

"بالکل سچ ہے گھڑی کی ٹک ٹک سے انسان مسلسل سیکھتا ہی ہے۔"

43 "زندگی میں سب کچھ ملا؟"

"سب کچھ مل بھی جائے تو خواہشات جاگتی رہتی ہیں۔ انسان کبھی مکمل نہیں ہوتا، ہر لحاظ سے۔"

44 "پسندیدہ پروفیشن؟"

"یہی شوبز..... لیکن اگر شوبز میں نہ ہوتا تو یقیناً کرکٹ کو ہی اپنا پروفیشن بناتا۔"

45 "سوشل ہیں؟"

"سوشل میں ہوں اور سوشل ورکر بھی ہونا چاہتا ہوں۔ فلاح و بہبود کے کام کرنا چاہتا ہوں۔"

46 "غصہ آتا ہے؟"

"عموماً کسی کے جھوٹ بولنے پر..... اور مجھے معلوم ہو کہ سامنے والا جھوٹ بول رہا ہے۔"

47 "غصے میں ردعمل؟"

"میں کوشش کرتا ہوں کہ سامنے والے سے نرم لہجے میں بات کروں۔"

48 "میری ایکٹرا خوبی؟"

"میں دوسروں کا بہت زیادہ خیال رکھتا ہوں۔"

49 "پسندیدہ موسم؟"

"سردی..... موسم سرما بہت پسند ہے۔"

50 "گھر میں کن کے ساتھ بیٹھ کر سکون ملتا ہے؟"

"اپنے والدین کے ساتھ اپنی فیملی کے ساتھ۔"

"کرکٹ اور صرف کرکٹ..... کوئی میچ مس نہیں کرتا۔"

36 "عشق اور محبت میں فرق؟"

"عشق تو صرف اور صرف اللہ سے ہی ہوتا ہے محبت کی وضاحت کیا کروں۔"

37 "محبت کون سی پائیدار ہوتی ہے؟ شادی سے پہلے کی یا بعد کی؟"

"اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ فراز نے شادی سے پہلے محبت کی اور آج شاندار زندگی گزار رہا ہے اور میں نے شادی کے بعد محبت کی اور میں بھی کامیاب زندگی گزار رہا ہوں۔"

38 "پرستاروں سے میرا رویہ؟"

"بہترین..... خوشی ہوتی ہے پرستاروں سے مل کر۔"

39 "پسندیدہ فنکار؟"

"احد رضا میر، آصف رضا میر، سمبلی علی، نعمان اعجاز، فیصل قریشی، محمد قوی خان اور بہت سے دیگر۔"

40 "شہرت کا بہترین ذریعہ فلم یا ٹی وی؟"

"ٹی وی بہت دنیا دیکھتی ہے اور پسند کرتی ہے اور فلم میں ایک کو مقبولیت ملتی ہے مگر کچھ عرصے کے

☆☆

www.pklibrary.com

مقابل ہے آئینہ

فہمیدہ فرخندہ جاوید

ردا رہ

س ''اصلی نام کیا ہے اور گھر والے کس نام سے پیار میں پکارتے ہیں؟''

ج ''پورا نام شادی سے پہلے فہمیدہ فرخندہ بانو ہے اور جب میں پیدا ہوئی تھی کوک کی بوتل اس وقت چلی تھی تو مجھے پیار سے کوکو کہتے تھے۔ شادی کے بعد فہمیدہ فرخندہ جاوید ہے اور بچے مما کہتے ہیں۔''

س ''آئینہ آپ سے کیا کہتا ہے؟''

ج ''شاید یہ سوال اہم ترین ہے تمام سوالات میں تو جی آئینہ کہہ رہا ہے کہ تم وہی فہمیدہ ہو جو 20 سال کی عمر میں تھیں جب تیکھے نقوش تھے لمبے بال اور گورا رنگ تھا۔ پھول کی کلی کی مانند جسم اور کانٹے دار ہونٹ تھے اور سفید دانت تھے۔ کیا تم وہی ہو؟ مجھے تو تم موٹی نظر آ رہی ہو۔ تمہاری آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے ہیں۔ تمہارا رنگ وقت کے ساتھ گہرا ہو گیا۔ تم گوبھی کا پھول بن گئی۔ تمہارے بال پودینے کی ایک گٹھی کے جتنے ہو گئے۔ تمہاری داڑھیں خراب اور دانت کمزور ہو گئے اور میں آئینے کو کہتی ہوں کہ ہاں میں وہی ہوں جیسے تم نے پہلے کا کہا پہلے ویسی تھی اور اب کا نقشہ جیسا کھینچا میں اب ویسی ہی ہوں، ہاں نظر بھی کمزور ہو گئی ہے مگر کوئی بات نہیں ہر ایک کا اپنا وقت ہوتا ہے کبھی ہمارا بھی وقت تھا۔ ہم اب بھی راضی ہیں یہ زندگی کی منزلیں ہیں جو عبور کرنی ہیں۔''

س ''حسین صورتیں دیکھ کر کیا خیال آتا ہے؟''

ج ''حسین لڑکا ہو تو یہ کہ ''کاش میری بیٹی کا بھی اتنا اچھا اور پیارا شوہر ہو'' اور لڑکی ہو تو یہ کہ ''کاش بیٹے کی بیوی نیک ہونے کے ساتھ ایسی حسین بھی ہو۔''

س ''اگر آپ کے پرس کی تلاشی لی جائے تو؟''

ج ''چند نوٹ، الائچی یا ناز پان یا کوئی دوسری سپاری ملے گی اور اگر شادی کا فنکشن ہو تو سرخی اور کنگا ملے گا کہ میک اپ گھر یا پارلر سے کرواتی ہوں تو اس کی ضرورت دوبارہ کم ہی پڑتی ہے۔''

س ''بھوتوں سے ڈرتی ہیں؟''

ج ''ابھی تک دیکھے نہیں تو ڈرنا کیسا جی۔ ویسے پھر بھی شاید ڈر لگتا ہی ہے۔''

س ''مہمان کیسے اچھے لگتے ہیں؟''

ج ''جو بتا کر آئیں، بلا وجہ تنگ نہ کریں، صفائی کا خیال رکھیں، شور نہ کریں اور ساتھ ساتھ کچھ مدد بھی کروا دیں کام میں ...... اگر کچھ دن قیام کرنا ہو۔ یہ نہیں کہ بیٹھ کر حکم ہی چلاتے رہیں۔''

س ''کھانے میں کیا پسند ہے؟''

ج ''سالن ٹائپ میں کوفتے بھنوا بڑے کا اچار گوشت، چاولوں میں تیز والی تیز مسالے دار بریانی، منہ میں واٹر آ گیا۔ کھٹی چیزوں میں صرف گول گپے میری جان۔ میٹھے میں کریم والی فروٹ چاٹ اور ٹرائفل اور جب کچھ نہ ہو میٹھے میں تو حلوہ، پھر، زردہ، گڑ اور چینی بھی چلے گی کہ کھانے کے بعد منہ میٹھا ہو۔''

س ''اگر ایک دن کی آپ کو حکومت ملے تو کیا کریں گی؟''

ج ''اسلامی قوانین نافذ کروں گی اور سختی سے عمل کرواؤں گی۔ اپنے ملک کو دوسرے ملکوں کا محتاج ہونے کے بجائے خود اشیاء پیدا کرنے کی کوشش

www.pklibrary.com

کروں گی۔ تمام غیر ملکی گند بلا جو ہمارے ملک میں منحوس نیٹ کی صورت میں آتا ہے یہ سسٹم ختم کروں گی۔ ہاں دلی بات کاغذ کی قیمت کو کم کروں گی کہ رسالوں کے صفحات زیادہ ہوں یا حکومت کا رسالوں کے اداروں سے معاہدہ کرواؤں گی کہ تم سستے رسالے کرو ہم تمہارا نقصان پورا کریں گے۔ بھئی جس مواد سے ہمارے معاشرے میں مثبت اثرات مرتب ہوں اور سستا بھی ہو تا کہ لوگ خریدے (مطلب ڈائجسٹ) ہے۔"

س "پسندیدہ شاعر؟"

ج "سیما سراج، پروین شاکر اور شگفتہ شفیق۔"

س "مزاجاً لڑاکا ہیں؟"

ج "نہیں، مجھے تو رونا آجاتا ہے حساس طبیعت ہے میری۔ لڑنے کا ہنر نہیں مجھ میں۔"

س "اگر لوڈ شیڈنگ نہ ہوتی؟"

ج "تو رسالے گرمیوں کی دو پہروں میں کبھی کبھی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے پسینے میں نہ ہو جاتے۔"

س "اللہ کو یاد کرنے کا بہترین وقت؟"

ج "جب آپ تنہائی میں ہوں۔"

س "کفایت شعار ہیں یا فضول خرچ؟"

ج "کفایت شعار ہوں مگر رسالے دل کھول کر لیتی ہوں۔"

س "کیا نام شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں؟"

ج "جی ہاں، ہوتے بھی ہیں اور نہیں بھی ہوتے۔ شاید تب ہی یہ جملے سننے کو ملتے ہیں کہ "نام دیکھو اور کام دیکھو اس کے" اور یہ بھی کہ اس کا نام اس پر پورا اترتا ہے۔"

س "وہ کون سے کام ہے جن کو کرتے ہوئے خیال آئے کہ دنیا کیا کہے گی؟"

ج "سچ کہوں تو بعض اوقات کچھ گناہ بھی ہوتے ہیں جو انسان دنیا کے لوگوں کے ڈر سے نہیں کرتا کہ بدنامی ہوگی۔ ہاں ویسے چھپکلی کی طرح کونوں کھدروں میں چھپ کر لوگوں کی باتیں سننے، چپ چپ کر کے کھانے، جانوروں کی طرح منہ کھول کر ہنسنے، چوری کرنے، آداب کے خلاف کچھ کرنے پر خیال آسکتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے۔"

س "سنسان راستے سے گزرنے کے دوران کتا پیچھے لگ جائے تو کیا کریں گی؟"

ج "ویسے تو چیخیں ماروں گی بچاؤ بچاؤ، کوئی نہ آیا تو کتے کو لات اور مکے مارنے اور اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کروں گی۔ آوارہ کتے کچھ زیادہ ہی تنگ کرتے ہیں۔ ذکر کتوں کا ہے تو ایک واقعہ اپنے گھر کا سنانا ضروری ہے کہ ہمارا مین دروازہ کھلا رہتا ہے اور پردہ ڈلا رہتا ہے اکثر لوسی اور آوارہ کتا ہمارے دروازے سے اندر داخل ہو کر دروازے کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ کیا نرمائیت محسوس ہوتی ہے اسے ہمارے گھر کی سرزمین پر؟ اب ہم دروازہ بند کر کے رکھتے ہیں۔ ایک رات گرمیوں کا ذکر ہے کہ سب اوپر تھے چھت پر۔ بچے کنڈی لگانا بھول گئے چیز لانے کے بعد تو مجھے بھی یاد نہ رہا کنڈی لگانا کہ ایک کتا گھر کے اندر آ گیا اور کمروں تک آ گیا، ہم سب خوف زدہ۔ خیر ہش ہش کر کے تھک گئے مگر جانے کا نام نہ لے۔ چھوٹے بیٹے نے ڈنڈا اٹھایا اور اس پر کوشش کی مگر وہ میری جہیز کی بڑی پیٹی کے نیچے جا کر لیٹ گیا اور نکل نہیں رہا تھا آخر کار بیٹے کا دماغ روشن ہوا اور ڈنڈے پر کپڑا باندھ کر اس میں آگ لگائی اور کتے کو ڈرانے لگا پھر وہ پیٹی کے نیچے سے نکل کر صحن آیا اور صحن میں چلا گیا۔ پاگل کتے نے نہ شور کیا نہ نقصان الٹا اس کا ہی نقصان ہوا کہ آگ نے اس کی کھال کو ذرا سچ کیا تھا آخر کار وہ ڈرتے ڈرتے اور ہم پیچھے اس کے اس کو ڈراتے ڈراتے گھر سے باہر اسے نکلوانے میں کامیاب ہوگئے۔ بہنوں گھر کا مین دروازہ بند کر کے سو ورنہ کتے کی انٹری کی ذمہ دار آپ ہوں گی۔"

س "محبت آپ کی نظر میں کیا ہے؟"

ج "قربانی، عزت، ضرورتوں کا خیال،

www.pklibrary.com

برداشت اور اگر خدا سے ہو تو اس کی فرمانبرداری اور حکم کی تکمیل۔"

س "کن لوگوں کی احسان مند ہیں؟"

ج "ان لوگوں کی جنہوں نے مجھے سکھایا اچھا اپنے تجربات کی روشنی میں یا مجھے تجربات کرنے پڑے ان لوگوں کی وجہ سے جو برے ہیں میرے لیے۔"

س "اپنی تعریف سن کر خوشی ہوتی ہے؟"

ج "جی جی خوشی ہوتی ہے مسکرانے کے ساتھ ساتھ نگاہیں جھک جاتیں اور دل میں خیال آتا ہے کہ اللہ کا کرم ہے یہ میرا اس میں کوئی کمال نہیں۔"

س "ڈرامے دیکھتی ہیں؟"

ج "مجھے پرانے وقت کے ڈرامے پسند ہیں کچھ انفرادیت ہوتی تھی اس وقت ہر موضوع میں۔ اب تو ہر ڈرامے میں بے باکی، محبت، عشق، دھوکا، ساس، نند، بہو یا لڑکا یا لڑکی ان سب میں سے کوئی ایک مظلوم بنا ہوتا ہے۔ کوئی سبق نہیں میرے خیال سے آج کے ڈراموں میں ہمارا وقت اچھا تھا چاہے سادگی اور کم سہولتیں تھیں۔"

س "اگر دوست ناراض ہو جائے تو کیسے مناتی ہیں؟"

ج "اب کہاں دوستیاں رہیں ہاں پہلے جب تھیں دوستیں تو پھر وہ روٹھنا اور منانا چلتا تھا۔ معافی مانگ کر ہی مناتی تھی۔"

س "حقیقی خوشی کب ہوتی ہے؟"

ج "دنیا میں تب ہوتی ہے جب دل اور دماغ بھی خوشی میں خوش ہوں اور ویسے تو بحیثیت انسان جنت میں جا کر ہی حقیقی خوشی ہوگی۔"

س "ستاروں پر یقین رکھتی ہیں؟"

ج "نہیں ہا میں یقین ستاروں پر نہیں رکھتی نہ کوئی ایسا کالم پڑھتی ہوں۔"

س "زندگی سے کیا سبق سیکھا؟"

ج "وقت کے ساتھ ہی عقل اور اپنی حقیقت کا احساس ہوتا ہے۔ یہی زندگی کا سبق ہے اور جتنی جلدی یہ سب مل جائے اتنا ہی انسان کے لیے اچھا ہے۔"

س "کوئی آخری بات؟"

ج "بات نہیں باتیں! زندگی کو طریقے سے گزاریں۔ علم حاصل کریں۔ اولاد کو ڈائجسٹ پڑھوائیں اور ان میں اچھائی، نظم و ضبط، آداب معاشرے، دنیا و آخرت کی کامیابی کے ذرائع کے متعلق علم دیں۔ اپنے بڑوں کی عزت کریں اور کروائیں اور بزرگوں کو وقت دیں ان کے مزاج کے مطابق ہنسی مذاق بھی کریں اور اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں، ہمسائیوں اور تمام مسلمانوں کے لیے مثبت سوچ رکھیں، معاف کر دیں لوگوں کو، آپ ایسے بن جائیں کہ دنیا میں کہ لوگ آپ سے ملنے پر خوش ہوں اور جب دنیا میں نہ ہوں تو لوگ آپ کی تعریف کریں اور آپ کو اچھے الفاظ میں یاد کریں، یہ ہی کامیابی ہے۔ اور ہاں قریبی شمارے میں مجھے جگہ بھی دو نا درہ بہن ورنہ..... ورنہ کیا..... ارے میں پھر بھی آتی رہوں گی چاہے جگہ نہ بھی ملے۔"

☆☆

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے

بہنوں کے لیے خوب صورت ناولز

زرد موسم	راحت جبیں	1000/-
حساب دل رہنے دو	نبیلہ عزیز	400/-
محبت من محرم	سمیرا حمید	400/-
ایک تھی مثال	رخسانہ نگار عدنان	500/-
یہ گلیاں یہ چوبارے	فائزہ افتخار	400/-
دست مسیحا	نگہت سیما	400/-
گل کہسار	فرح بخاری	400/-

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

www.pklibrary.com

مہوش افتخار

دامنِ سحاب

طیبہ کو آٹھ سال، دو ماہ اور تین دن بعد اس وقت اپنا گھر چھوڑنا پڑا جب ان کے ساتھ ان کا ہم سفر نہ رہا۔ نام نہاد اپنوں نے ان کی کم عمری کو بہانہ بنا کر ان کا مشترکہ سسرال میں رہنا غیر مناسب قرار دیا۔ ان کے بھائی خلیل غوری اپنی بہن اور بھانجی حیا کو اپنے گھر لے آئے۔

گردیزی ہاؤس میں شاہ مخدوم گردیزی اپنے دو بیٹوں حاتم گردیزی اور سبحان گردیزی اور بہوئیں زینب اور منیرہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کی ''گردیزی کنسٹرکٹرز'' کے نام سے کنسٹرکشن کمپنی ہے۔ بنیادی طور پر ان کا تعلق ایک بڑے زمین دار گھرانے سے ہے۔

حاتم گردیزی کے دو بیٹے جرار اور ہادی اور ایک بیٹی خولہ ہے جبکہ سبحان گردیزی کی ایک بیٹی سلوٰی ہے۔

زینب کو اپنے بیٹے جرار کے مغرورانہ انداز سخت ناپسند ہیں۔ وہ اپنے دادا کا بے حد لاڈلا ہے بلکہ عادت و اطوار میں بھی ان ہی کا پرتو ہے۔

عباس چچا کے بیٹے نصر نے جو منیرہ کا بھائی ہے، اپنے سالوں کے ساتھ مل کر شاہ مخدوم گردیزی کے آموں کے باغات پر قبضہ کر لیا ہے۔ شاہ مخدوم گردیزی نے اپنے بیٹوں کو عدالتی کارروائی کرنے کا حکم دے دیا ہے۔

www.pklibrary.com

www.pklibrary.com

خلیل غوری کے بے ہوش ہونے پر طیبہ ان کو ہاسپٹل لے کر گئیں تو ڈاکٹر نے بتایا کہ خلیل غوری کو برین ٹیومر ہے۔
جوانی میں حاتم غوری اور خلیل غوری میں گہری دوستی تھی۔ ہاسپٹل میں گیارہ سال بعد حاتم صاحب کو دیکھ کر طیبہ حیران رہ جاتی ہیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔
نصیر اپنی بہن منیرہ کو فون کرتا ہے اور دھمکی دیتا ہے اگر ملک دلاور سے صلح صفائی نہیں کی تو اس کا خمیازہ دشمنی کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔
آقا جان فوراً گاؤں جانے کا فیصلہ کرتے ہیں۔

چھٹی قسط

منیرہ، زینب کو تو بڑی بردباری اور حوصلے سے نہایت مناسب بلکہ کرارا جواب دے کر آئی تھیں مگر کچن سے باہر آتے آتے آنسوان کی آنکھوں سے لڑھک کر تیزی سے گالوں پر بہنے لگے تھے۔ انہیں زینب سے ان سب باتوں کی امید نہیں تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے منہ سے اس درجہ بیگانگی اور شکوے بھری باتیں سن کر انہیں نہ صرف حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا بلکہ ان کے دل کو بھی بے حد تکلیف پہنچی تھی۔
ان کے نزدیک تو وہ سب ایک تھے۔ ایک ہی تناور درخت کی مضبوط اور ہری بھری شاخیں۔ جہاں ایک کا دکھ سب کا دکھ اور ایک کی خوشی سب کی مشترکہ خوشی اور کامیابی تھی۔ مگر زینب کی باتوں نے تو انہیں ساکت کر دیا تھا۔ وہ ان کی اور سبحان گردیزی کی جانب سے اتنی بدگمانی پالے ہوئے تھیں منیرہ کو اندازہ نہ تھا۔ وہ تو آج تک زینب کو اپنی بڑی بہن اور ایک مہربان دوست کا سا درجہ دیتی آئی تھیں۔ اور سچی بات تھی کہ زینب نے بھی آج سے پہلے انہیں کبھی مایوس نہ کیا تھا۔
لیکن پھر اگر ایمان داری سے دیکھا جاتا تو اس سے پہلے کبھی ایسے کڑے امتحان کا وقت ان کے خاندان پر آیا بھی نہیں تھا۔ جہاں محبتوں اور وفاداری، یقین اور بھروسے کی صحیح معنوں میں پرکھ کی جا سکتی۔ اور اب جبکہ ایسی ایک مشکل بھری گھڑی ان پر آپڑی تھی یا یوں کہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہونے کا وقت آ گیا تھا تو شروع راستے میں ہی ان کے قدم ڈگمگانے اور رشتے بدگمانیوں اور خودغرضی کی نظر ہونے لگے تھے۔ کیا یہ تھا شاہ مخدوم گردیزی کے خاندان کا انجام اور ان کے رشتوں کی حقیقت کہ حالات کا ایک تند تھپیڑا بھی برداشت نہ کر پائے تھے اور تنکوں کی طرح بکھرنے کے در پر آ گئے تھے؟
یقیناً نہیں۔ شاہ مخدوم کا نام و مقام اور ان کے دونوں بیٹوں کا اپنے والد کے لیے احترام اور ایک دوسرے کے لیے بے لوث محبت اور بے پناہ یقین اس بات کا متقاضی تھا کہ ان کی بیویاں اور ان کی آنے والی نسلیں بھی اپنے گھر اور گھرانے کی عزت کا مان رکھتیں اور ایک دوسرے کے لیے پیار و محبت اور حوصلے و برداشت کا مظاہرہ کرتیں۔ پھر چاہے اپنے اس گھر کو جوڑے رکھنے کے لیے انہیں ایک دوسرے کی زیادتی کیوں نہ نظر انداز کرنی پڑ جاتی۔ ان سب کو اپنے ظرف وسیع رکھنے تھے۔ اور منیرہ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ برداشت اور درگزر کی اس سمت میں پہلا قدم وہ اٹھائیں گی۔ وہ آج کی زینب کی دل دکھا دینے والی باتوں کو یکسر بھلا دیں گی اور دونوں کے درمیان ہونے والی اس تلخ کلامی کا ذکر سبحان صاحب سے بھی نہیں کریں گی۔
اس نتیجے پر پہنچ کر انہوں نے اپنے آنسو حوصلے سے صاف کیے اور ڈائننگ روم میں داخل ہو گئیں جہاں

www.pklibrary.com

چاروں بچے اپنا ناشتا ختم کیے اسکول جانے کے لیے تیار کھڑے تھے۔

بچوں کو ڈرائیور کے ہمراہ اسکول کے لیے روانہ کر کے وہ اندر آئیں تو لاؤنج میں داخل ہوتے شاہ صاحب کو دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔ وہ آج معمول سے پہلے اپنے کمرے سے باہر چلے آئے تھے۔ بے اختیار منیرہ کی نظروں کے سامنے کل شام کا واقعہ گھوم گیا۔ وہ بے طرح شرمندہ ہو گئیں۔

''السلام علیکم آقا جان۔'' سر پر دوپٹے کا پلو رکھتے ہوئے وہ جھجکتے ہوئے بولیں۔ شاہ مخدوم بے نیازی سے چلتے ہوئے صوفے پر آ بیٹھے۔

''وعلیکم السلام۔ سبحان کہاں ہے؟'' ان کے استفسار پر منیرہ نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ سبحان صاحب عموماً اس وقت تک اٹھ چکے ہوتے تھے۔

''باتھ روم میں ہوں گے آقا جان۔'' وہ دھیرے سے بولیں۔ شاہ صاحب نے ہنکارا بھرتے ہوئے میز پر پڑا اخبار اٹھا لیا۔

''جا کر فٹافٹ ناشتا بنواؤ۔ ہمیں آج جلد نکلنا ہے۔'' اخبار کھولتے ہوئے انہوں نے بنا ان کی طرف دیکھے حکم صادر کیا۔

منیرہ نے بے بس نظروں سے سسر کو دیکھا۔ کاش کہ ان کے اختیار میں ہوتا تو وہ آج اپنے گھر کے کسی بھی فرد کو اس غیر یقینی اور پریشان کن صورت حال کا حصہ نہ بننے دیتیں جہاں کچھ بھی واضح نہ تھا۔ مگر حالات نے ان کے ہاتھ پاؤں کچھ اس طرح سے باندھے تھے کہ وہ چاہ کر بھی کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہ رہی تھیں۔ حتیٰ کہ اپنے پیارے ابا جی کے پاس جانے کی استدعا بھی نہیں کر سکی تھیں۔ حالانکہ ان کا دل اس پل شدت سے چاہ رہا تھا کہ وہ اڑ کر اپنے ماں باپ کے پاس پہنچ جائیں اور انہیں دنیا کی ہر کڑوی کسیلی بات، ہر سخت نگاہ سے بچا لیں۔

''تم نے سنا نہیں میں نے کیا کہا؟'' آقا جان نے اچانک اخبار پہ سے نگاہیں ہٹاتے ہوئے انہیں فہمائشی نظروں سے دیکھا تو وہ بری طرح گڑبڑا گئیں۔

''ج..... جی جا رہی ہوں۔''

وہ پلٹ کر تیز قدموں سے دروازے کی جانب بڑھ گئیں۔ تبھی سیڑھیاں اتر کر زینب لاؤنج میں داخل ہوئیں اور صوفے پر براجمان آقا جان کو دیکھ کر ایک لمحے کو وہ بھی چونک گئیں۔ ان کے سلام کی آواز پہ شاہ مخدوم نے پل بھر کو نظریں اٹھائیں۔

''وعلیکم السلام۔ بہو میرے کمرے میں جاؤ اور جا کر سفر کی مختصر سی تیاری کر کے ایک بیگ بنا دو۔''

''جی بہتر۔'' زینب اندر کی تمام تر جھنجلاہٹ اور پریشانی دباتے ہوئے ان کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کچھ بھی کر کے آقا جان کا گاؤں جانے کا ارادہ ملتوی کروا دیں۔ آقا جان کا فیصلہ بدلنا شاید اس لمحے گردیزی ہاؤس کے ہر فرد کی خواہش تھی پھر چاہے سب کی اپنی اپنی وجوہات کیوں نہ تھیں، مقصد بہرکیف ایک ہی تھا۔

ناشتے کی تیاری اپنے آخری مراحل میں تھی جب حاتم اور سبحان صاحب آگے پیچھے چلتے لاؤنج میں داخل ہوئے۔ شاہ صاحب کو وہاں بیٹھا دیکھ کر وہ دونوں ان کے پاس چلے آئے۔

''سبحان!''

''جی آقا جان۔''

''نصر کا نمبر ملاؤ۔'' انہوں نے کارڈلیس اٹھا کر ان کی جانب بڑھایا تو سبحان گردیزی نے ایک نظر حاتم صاحب کو دیکھا اور پھر فون لے کر نصر کے گھر کا نمبر ملانے لگے۔ تیسری ہی بیل پہ فون اٹھنے کے ساتھ نصر گردیزی

www.pklibrary.com

کی آواز لائن پر سنائی دی تو سبحان صاحب نے بنا کچھ کہے فون منتظر بیٹھے شاہ صاحب کو پکڑا دیا۔
شاہ مخدوم چند لمحے نصر کی ہیلو ہیلو سنتے رہے اور پھر جب بولے تو لہجے میں تلوار کی سی کاٹ تھی۔
''آواز سے تو اب بھی کسی مرد کا ہی گمان ہوتا ہے۔ لیکن کل جو حرکت تو نے کی ہے ناں نصر، اس کے بعد میں الجھ گیا ہوں کہ آیا تو مرد بھی ہے یا نہیں؟''
''ت..... تایا جی؟'' اس کی آواز بے اختیار لڑکھڑائی تو شاہ مخدوم کے لب پل بھر کو سختی سے ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے۔ وہ جب بھی انہیں اس رشتے سے پکارتا تھا ان کا خون نئے سرے سے کھول اٹھتا تھا۔
''ہاں بچے بدقسمتی سے اب تک تیرا تایا ہی ہوں۔ لیکن تو فکر نہ کرنا، میں آج یہ نام نہاد رشتہ بھی ہمیشہ کے لیے ختم کرنے گاؤں آ رہا ہوں۔'' سرد لہجے میں کہتے ہوئے انہوں نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائی تو ایک لمحے کو لائن پر خاموشی چھا گئی۔ یقیناً دوسری طرف لگنے والا جھٹکا شدید تھا۔
''آپ گاؤں آ رہے ہیں؟'' چند لمحوں کے توقف کے بعد نصر نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔
شاہ صاحب استہزائیہ انداز میں مسکرا دیے۔
''صرف میں نہیں میرے بیٹے بھی آ رہے ہیں۔ اور تیری پیٹھ پیچھے نہیں بلکہ مردوں کی طرح تجھے بتا کر آ رہے ہیں۔ بہت شوق ہے ناں تجھے ہماری بہو بیٹیوں کے ہاتھ ہمیں پیغام بھجوانے کا؟'' وہ غرائے۔ ''اب دیکھ تجھے میں اس زحمت سے کیسے نجات دلاتا ہوں۔ اگر ہمت ہے تو اپنے مالکوں کے جتنے بھی پیغامات ہمیں دینے ہیں ناں، آج پورے گاؤں اور خاندان کے سامنے منہ در منہ آ کر دے جانا۔ اور اگر اتنا دم خم نہیں تو ایک تحریری معافی نامہ بھیج دینا۔ میں اسے تیری اور تیرے مالکوں کی بزدلی اور بے غیرتی کے ثبوت کے طور پر پنچایت میں پیش کر دوں گا۔'' وہ شعلے برساتے لہجے میں بولے تو نصر یک لخت بھڑک اٹھا۔
''آپ میرے خلاف پنچایت بٹھائیں گے؟''
''بٹھاؤں گا نہیں بٹھا رہا ہوں۔ اپنے باپ کی اولاد ہے تو آج دوپہر میری حویلی پہنچ جانا۔ سمجھے۔'' اپنے مخصوص دبنگ انداز میں بات مکمل کرتے انہوں نے رابطہ منقطع کر ڈالا۔
ایک پل کو لاؤنج میں سناٹا چھا گیا۔ شاہ صاحب کے ہاتھوں نصر کی اس تاریخی بے عزتی پہ حاتم اور سبحان صاحب دونوں مسکرا دیے۔ ان کے دل صحیح معنوں میں اندر تک ٹھنڈے ہو گئے تھے۔
''سبحان!'' چند لمحے خود پر قابو پانے کے بعد وہ سبحان صاحب کی طرف پلٹے تو وہ پوری طرح ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔
''جی۔''
''عباس کو فون کر کے ہمارے آنے کی اطلاع دے دو۔ اسے کہو کہ آج دوپہر میں حویلی پہنچ جائے۔ فضل داد سے بھی کہہ دو کہ وہ ہماری طرف سے خاندان کے سبھی مردوں اور علاقے کے معتبرین کو مطلع کر دے کہ آج میں نصر کے خلاف پنچایت بٹھانے والا ہوں اس لیے سب حویلی آ جائیں۔''
''جی بہتر۔'' سبحان گردیزی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پریشان نظروں سے بڑے بھائی کی طرف دیکھا۔ حاتم صاحب نے اک گہری سانس لی۔
''آقا جان!'' ان کے پکارنے پر شاہ مخدوم کی نگاہیں حاتم صاحب پر آ ٹھہریں۔
''آپ نے اب تک جو بھی کیا ہے بالکل ٹھیک کیا ہے۔ نصر جیسے بے حمیت انسان کو، کہ جسے نہ بڑوں کا لحاظ ہے اور نہ بہنوں، بیٹیوں کی شرم، جتنی بھی لعن طعن کی جائے کم ہے۔ میں آپ کے ساتھ بنا کسی پس و پیش کے صد فیصد متفق ہوں کہ یہ شخص کسی رعایت کا مستحق نہیں۔ لیکن آقا جان آپ کے بھائی اس سارے قصے میں اتنے ہی

www.pklibrary.com

بے قصور ہیں جتنا کہ ہم اور آپ۔

میرے نزدیک آپ کی بہترین خوبیوں میں سے ایک خوبی آپ کا انصاف ہے۔ میں نے آپ کو کبھی کسی کے ساتھ ناانصافی کرتے ہوئے، کسی کی حق تلفی کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بلکہ اکثر حق دار کو آپ نے اس کے حق سے بڑھ کر ہی دیا ہے، اس کے ساتھ زیادتی بھی نہیں کی۔ اس لیے میں آج امید کرتا ہوں کہ آپ نصر کے حصے کی ذلت، اس کے حصے کی رسوائی کم از کم عباس چچا کے دامن میں نہیں ڈالیں گے۔ انہیں ایسی کسی بات کے لیے معتوب نہیں ٹھہرائیں گے جس کے وہ ذمہ دار نہیں۔ ورنہ یہ آپ کی جانب سے اپنے چھوٹے بھائی کے حق میں بہت بڑی زیادتی ہو جائے گی۔"

ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے حاتم صاحب رسان سے بولے تو شاہ مخدوم گردیزی کتنی ہی دیر خاموشی سے بیٹے کا چہرہ تکتے رہے اور پھر دھیرے سے اثبات میں سر ہلاتے نگاہوں کا زاویہ بدل گئے۔

ان کے اس ردِعمل پہ جہاں حاتم صاحب نے سکون کا سانس لیا وہیں سبحان گردیزی نے بھی شکر کا کلمہ ادا کیا۔ بھائی کو ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے انہوں نے بے اختیار لاؤنج کے دروازے میں کھڑی ہوئیں منیرہ کو دیکھا، جن کے چہرے پر پھیلا اطمینان اور آنکھوں سے بہتے تشکر کے آنسو اس بات کے غماز تھے کہ وہ ساری بات سن چکی تھیں۔

☆☆☆

طیبہ اسکول پہنچیں تو ایڈمنسٹریشن بلاک میں بسیط کی ٹیچر اور ان کی دوست، عائزہ، ان کی منتظر تھیں۔ سلام دعا کے بعد عائزہ کی نظر ان کے چہرے پر ٹھہری تو وہ بے اختیار بات کرتے کرتے رک گئیں۔

"کیا بات ہے، تمہارا منہ کیوں اترا ہوا ہے؟"

"بس یار....." طیبہ پھیکا سا مسکرائیں۔ "بھائی جاب کے لیے نہیں مان رہے۔"

"ہیں؟ اتنے اچھے اور ویل رپیوٹڈ اسکول میں بھی جاب کے لیے نہیں مان رہے؟" عائزہ کی حیرت بجا تھی۔ طیبہ نادم سی ہو کر نظریں چرا گئیں۔

ایک تو عائزہ نے ان کے پرزور اصرار پر اپنے متبادل کے طور پر ان کا نام لیا تھا اور اب وہی انہیں آخری وقت پر ہری جھنڈی دکھانے اور انہیں ان کی ہیڈ کے سامنے شرمندہ کرنے پر تل گئی تھیں۔ مگر وہ بھی کیا کرتیں آج جس طرح سے خلیل غوری نے ان سے بات کی تھی ان کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔ ساری خوشی، سارے عزم پر جیسے پانی پھر گیا تھا۔ ان کا سارا راستہ آنسو پیتے اور اپنے اندر چھڑی تکرار سے نبرد آزما ہوتے گزرا تھا۔ کتنی بار دل میں اپنے ارادے کو ترک کرنے اور گھر واپس جانے کا خیال آیا تھا مگر پھر عائزہ کی عزت اور اپنی زبان کا سوچ کر وہ مارے باندھے یہاں تک چلی آئی تھیں۔ لیکن جو اوس ارمانوں پر پڑی تھی اس کا عکس بھلا وہ کیسے چہرے سے مٹا پاتیں؟ مجھی اب پژمردہ اور شرمندہ سی سہیلی کے سامنے کھڑی تھیں۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ میڈم سے معذرت کر لوں۔ تمہارے پاس تو ابھی دن ہیں اور مجھے یقین ہے کہ تمہیں اپنا متبادل ڈھونڈنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوگی۔" ان کی جانب دیکھتی طیبہ بوجھل سے لہجے میں بولیں۔ عائزہ نے انہیں خفگی سے گھورا۔

"فضول باتیں مت کرو۔ مجھے پتا ہے کہ تم اس جاب کے لیے کتنی پرجوش ہو۔ خبردار جو میڈم کے سامنے کوئی بے وقوفی کی تو....."

"تم سمجھ نہیں رہی عائزہ۔ خلیل بھائی بالکل بھی میرے جاب کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ وہ مجھ سے بری طرح ناراض ہو گئے ہیں۔"

www.pklibrary.com

''مان جائیں گے وہ۔ باپ بھائیوں کو منانا کوئی اتنی مشکل بات نہیں ہوتی۔ اب تم سیدھی طرح اندر چلو۔ اور اچھے سے انٹرویو دو۔ میڈم تمہارا ہی انتظار کر رہی ہیں۔'' وہ ان کی کسی بھی بات کو خاطر میں لائے بنا انہیں آفس کی جانب دھکیلتے ہوئے بولیں تو طیبہ بے بسی سے سامنے موجود دروازے کو دیکھتے اک گہری سانس لے کر رہ گئیں۔

☆☆☆

زینب غصے اور بے بسی میں گھری آقا جان کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ یہ ٹھیک تھا کہ وہ اس معاملے میں روزِ اول سے اس بات کی حامی رہی تھیں کہ ان دونوں بھائیوں کو آقا جان کی مرضی کے خلاف جا کر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔ لیکن اس روز بہ روز بگڑتی اور الجھتی ہوئی صورت حال نے ان کے اندر نئے واہموں اور اندیشوں کو جگا دیا تھا جس کے بعد ان کی پہلی ترجیح ان کے شوہر کی سلامتی اور ان کے بچوں کی حفاظت بن گئی تھی۔ باقی ہر رشتہ اور ہر شخص جیسے خود بہ خود ثانوی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔

لیکن چونکہ وہ چاہ کر بھی اس معاملے میں کچھ بھی کرنے سے قاصر تھیں اس لیے ان کی جھلاہٹ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ انہیں گھر کے ہر فرد سے چڑ سی ہونے لگی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے انتہائی کوفت کے عالم میں آقا جان کی دیوار گیر الماری کھولی اور بیزاری سے ان کے سفری بیگوں میں سے ایک نسبتاً چھوٹا بیگ نکال کر بیڈ پہ دھر دیا۔

دو جوڑے، تولیہ اور ضرورت کی ایک دو چیزیں مزید رکھنے کے بعد انہوں نے الماری بند کی تھی اور ان کی بیڈ سائیڈ ٹیبل کی دراز کھول کر کھڑی ہو گئیں۔ ان کی دوائیں، نظر کا چشمہ، تسبیح اور نماز کی ٹوپی نکال کر وہ جونہی پلٹیں ان کی نظر سائیڈ ٹیبل کے اوپر رکھی جیولر کی رسید سے جا ٹکرائی۔ فطری سے تجسس نے ان کے اندر سر اٹھایا تو وہ ہاتھ میں پکڑی چیزیں نیچے رکھتے ہوئے رسید کھول کر دیکھنے لگیں۔ وہ ایک لاکٹ سیٹ اور ایک عدد ہیرے کی انگوٹھی کی خریداری کی رسید تھی۔ زینب بے اختیار چونک گئیں۔ یہ خریداری بھلا آقا جان نے کب اور کس کے لیے کی تھی؟ الجھتے ہوئے انہوں نے جونہی تاریخ پر نظر ڈالی انہیں حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ رسید پر گزشتہ روز کی تاریخ درج تھی۔

''تو کیا آقا جان نے ان زیورات کی خریداری کل کی تھی؟ لیکن کس وقت؟'' پریشان نظروں سے رسید کو دیکھتے ہوئے وہ بیڈ پر ٹک گئیں۔ سبھی ان کے ذہن میں اک جھماکا سا ہوا اور انہیں کل کا وہ منظر یاد آیا جب ان کے بازار جانے کا سن کر آقا جان نہ صرف چونک اٹھے تھے بلکہ خلافِ معمول انہوں نے زینب سے ان کے بازار جانے کا مقصد بھی پوچھا تھا۔ اور جب انہوں نے آقا جان سے سوال کیا تھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں تب انہوں نے احمد عباس کے ساتھ اپنے کسی مشترکہ دوست کی عیادت کے لیے جانے کا بتایا تھا۔ مگر جب زینب احمد چچا کی طرف پہنچی تھیں تو وہ اپنے گھر پر تھے۔ نہ تو ان کا کوئی دوست بیمار تھا اور نہ ہی وہ آقا جان کے ساتھ کہیں جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔

آقا جان کی غلط بیانی کا اندازہ تو زینب کو ہو گیا تھا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ انہیں اس غلط بیانی کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔ کیا وہ نہیں چاہتے تھے کہ منیرہ یا زینب کو ان کے جیولر پہ جانے کا علم ہو؟ حالانکہ ان کے گھر میں زیورات کی خریداری تو کوئی اتنی بڑی بات نہ تھی۔ اللہ نے انہیں اتنا دے رکھا تھا کہ وہ اور منیرہ اکثر و بیشتر کچھ نہ کچھ بنواتی رہتی تھیں۔ خود آقا جان بھی اہم موقعوں پر اپنی بہوؤں اور دونوں پوتیوں، سلوٹی اور خولہ، کو سونے کی کوئی نا کوئی چیز دیتے رہتے تھے۔ پھر بھلا کل کی اس خریداری میں ایسی کون سی خاص بات تھی کہ وہ اس کا ذکر کسی سے بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ کیا یہ زیور گھر میں سے کسی کے لیے نہیں تھے؟ اور اگر ایسا تھا تو پھر کس کے لیے

www.pklibrary.com

تھے؟ پریشانی سے سوچتے ہوئے انہوں نے اپنی پیشانی مسلی تھی۔ مگر کوئی سرا ہاتھ آ کے نہیں دیا تھا۔
تنگ آ کر انہوں نے رسید واپس رکھی تھی اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کی جھنجلاہٹ اور بیزاری میں یکا یک کچھ اور اضافہ ہو گیا تھا۔

☆☆☆

طیبہ کا انٹرویو حسب توقع بے حد اچھا رہا تھا۔ اپائنٹمنٹ لیٹر کے ساتھ ہی انہیں اگلے روز سے آنے کا کہہ دیا گیا تھا تاکہ وہ عائزہ سے ان کے معمولات اور ذمہ داریاں سمجھ سکیں۔ میڈم عطیہ کی ہدایت پر ان کا ایک ہفتے کا ٹریننگ سیشن تھا جو انہیں عائزہ کے ساتھ رہ کر مکمل کرنا تھا۔ جس کے بعد عائزہ کی چھٹیاں شروع ہو جاتی تھیں اور طیبہ کو ان کی جگہ پر چارج سنبھال لینا تھا۔

میڈم سے یہ ساری ہدایات سنتے اور اپائنٹمنٹ لیٹر لیتے طیبہ کی پریشانی دوچند ہو گئی تھی۔ ان کی یہاں پر جاب پکی ہو گئی تھی اور گھر میں، خلیل غوری کی ناراضی نے ساری صورت حال کو اچانک ہی غیر یقینی بنا دیا تھا۔ کل تک جو راستہ طیبہ کو بہت آسان اور سیدھا لگ رہا تھا وہ آج اچانک ہی الجھ گیا تھا۔ اور اس الجھن نے انہیں اپنی کامیابی اور جاب ملنے کی خوشی کو ڈھنگ سے محسوس بھی نہیں کرنے دیا تھا۔

پریشانی اور بجھے ہوئے دل کے ساتھ، وہ عائزہ کی ڈھیروں تسلیوں کو خاموشی سے سنتے ہوئے، گھر کے لیے نکل کھڑی ہوئی تھیں۔ رکشے کی تلاش میں وہ اسکول کی عمارت سے متصل پارکنگ لاٹ میں بنے شیڈ کے نیچے آ کھڑی ہوئی تھیں جب ایک جانی پہچانی گاڑی اپنی طرف آتی دیکھ کر طیبہ پہلے حیران اور پھر شدید غصے میں آ گئی تھیں۔ لب بھینچے انہوں نے خوں خوار نظروں سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے شخص کو دیکھا تھا اور دھوپ کی پروا کیے بنا تیز قدموں سے چلنا شروع کر دیا تھا۔ ان کی اس حرکت پہ خلیل غوری بے اختیار مسکرا دیے تھے۔ اگلے ہی لمحے انہوں نے ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھایا اور آنِ واحد میں انہیں جا لیا تھا۔

''گاڑی میں بیٹھو بیا۔'' ان کے ساتھ ساتھ گاڑی چلاتے وہ کھڑکی میں سے بولے۔ طیبہ ان سنی کرتی ناک کی سیدھ میں چلتی رہیں۔

''بیا!'' انہوں نے تنبیہی انداز میں پکارا۔ طیبہ نے رخ موڑ کر انہیں تیز نگاہوں سے گھورا۔

''اپنے کام سے کام رکھیں۔ مجھے مخاطب کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔''

''ٹھیک ہے نہیں کرتا۔ مگر تم آ کر گاڑی میں بیٹھو۔''

''بالکل بھی نہیں۔ میں آپ کی گاڑی میں قدم بھی نہیں رکھوں گی۔'' قطعیت سے کہتی وہ ایک جھٹکے سے چہرہ واپس موڑ گئیں۔

خلیل صاحب کی ہنسی چھوٹ گئی۔ یوں تیرا میرا کرتی وہ انہیں حیا کی ماں نہیں بلکہ اس کی چھوٹی بہن لگی تھیں۔

ان کے ہنسنے پر طیبہ نے پلٹ کر انہیں غصے سے دیکھا۔ خلیل صاحب نے فی الفور گلا کھنکارتے ہوئے ہنسی دبائی۔

''ٹھیک ہے مت بیٹھو۔ مگر پھر میں بھی آج دوا نہیں کھاؤں گا۔'' خود پہ سنجیدگی طاری کرتے ہوئے انہوں نے ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تو طیبہ کے اٹھتے قدم ایک جھٹکے سے رک گئے۔

''آپ مجھے بلیک میل کر رہے ہیں؟''

جواباً خلیل صاحب شانوں کو خفیف سی جنبش دیتے ونڈ اسکرین کے پار نگاہیں جما گئے۔ طیبہ نے بے یقینی سے انہیں دیکھا اور پھر تن فن کرتی گاڑی میں آ بیٹھیں۔ گاڑی کا دروازہ انتقاماً زور سے بند کیا گیا تو خلیل غوری

www.pklibrary.com

نے ''سی'' کی آواز کے ساتھ شرارت سے کان میں انگلی گھمائی۔

''کیسا رہا انٹرویو؟'' گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے انہوں نے طیبہ کو مسکراتی نظروں سے دیکھا جو کھڑکی کی جانب منہ کیے بیٹھی تھیں۔

''آپ سے مطلب؟'' دوسری طرف سے تنک کر جواب موصول ہوا۔ خلیل غوری بے اختیار ہنس پڑے۔

''اچھا بابا آئی ایم سوری۔'' ان کی بات پر طیبہ غصے سے پلٹیں۔

''سوری؟ سوری کا مطلب بھی پتا ہے آپ کو؟ میں شرطیہ کہہ سکتی ہوں کہ نہ تو آپ کو خود سے اپنی غلطی کا احساس ہوا ہوگا اور نہ ہی اسے سدھارنے کا کوئی خیال آپ کے دل میں آیا ہوگا۔ آپ کو اپنی زیادتی کا احساس دلانے والی اور یہاں بھیجنے والی صرف اور صرف بھابھی ہیں۔''

''ارے واہ! کتنی اچھی طرح جانتی ہو تم ایک دوسرے کو۔''

ان کی ساری باتوں کے جواب میں خلیل صاحب مزے سے بولے تو طیبہ بھونچکی نظروں سے انہیں دیکھ کر رہ گئیں۔ اگلے ہی پل وہ سرخ چہرہ لیے شدید طیش کے عالم میں رخ موڑ گئیں تو خلیل غوری کا قہقہہ گاڑی میں گونج اٹھا۔ انہیں طیبہ کو تنگ کر کے بے حد مزا آ رہا تھا۔

''قسم سے بیا! یوں لڑتی بھڑتی، شور مچاتی تم بالکل حیا کی چھوٹی بہن لگ رہی ہو۔ وہ بھی اڑیل والی۔'' ہنستے ہوئے انہوں نے پیار سے انہیں چھیڑا مگر وہ اینٹھی بیٹھی رہیں۔ ناچار خلیل صاحب کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔

''اچھا یار! معاف کر دو! ٹھیک ہے مجھے اپنی غلطی کا احساس خود سے نہیں ہوا تھا مگر یہ بھی سچ ہے کہ جب مونا نے مجھے تمہاری جاب کی ساری تفصیل بتائی تو مجھے نہ صرف اپنے رویے بلکہ اپنی جلد بازی پر بھی افسوس ہوا۔ ساتھ ہی اس بات کی بھی خوشی ہوئی کہ کم از کم میری بہن کے نزدیک میری ترجیحات..... اس کی ذاتی پسند ناپسند سے بڑھ کر ہیں بھی تو تم نے کسی دفتر میں اپلائی نہیں کیا۔ مجھے تم پر فخر ہے میری جان!'' انہوں نے آگے بڑھ کر نرمی سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا تو طیبہ کا سارا غصہ، سارا ملال ہوا میں کہیں غائب ہو گیا۔ بے اختیار پلٹتے ہوئے انہوں نے محبت سے ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

''آپ کی ترجیحات میرے لیے میری پسند نہیں، بلکہ میری زندگی سے بھی بڑھ کر ہیں بھائی۔ آپ میرا مان، میرا فخر ہیں اور کوئی اپنے فخر کو کبھی شرمندہ کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔'' عقیدت سے تکتے ہوئے وہ انہیں اتنے اونچے درجے پر بٹھا گئیں کہ خلیل غوری کے پاس، اپنی بہن کی اس درجہ محبت کو لوٹانے کے لیے، الفاظ نہ رہے۔ ان کی آنکھیں بے اختیار ڈبڈبا گئیں۔

''خوش رہو، سلامت رہو۔'' بھرائی آواز کے ساتھ وہ فقط اتنا ہی کہہ پائے تھے۔

☆☆☆

آقا جان کے حکم پہ ڈرائیور نے ان کی ذاتی لینڈ کروزر سفر کے لیے تیار کی تھی۔ وہ تینوں، زینب اور منیرہ کے ہمراہ چلتے پورچ میں آئے تو ڈرائیور نے آگے بڑھ کر چابی حاتم گردیزی کے حوالے کر دی۔ اس تبادلے کو دیکھ کر زینب کی پریشانی ناچاہتے ہوئے بھی دوچند ہو گئی۔

''بہتر ہوتا اگر آپ لوگ کچھ بندے ساتھ لے جاتے۔'' وہ پریشان سی بولیں تو شاہ مخدوم نے بے تاثر نظروں سے بہو کی طرف دیکھا۔

''ہم نے جو ساتھ لینا تھا وہ لے لیا ہے۔ تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔'' وہ سپاٹ لہجے میں بولے۔ زینب بے طرح شرمندہ ہو گئیں۔ شاہ صاحب بیٹوں کی جانب پلٹے۔

''تم دونوں کی تیاری مکمل ہے ناں؟'' ان کا اشارہ اسلحے کی طرف تھا۔

www.pklibrary.com

"بے فکر رہیں۔" حاتم صاحب مطمئن سے بولے تو شاہ صاحب کے چہرے پر بھی اطمینان در آیا۔

"چلو پھر بسم اللہ کرو۔" وہ گاڑی کی طرف بڑھے تو ڈرائیور نے سرعت سے آگے بڑھ کر ان کے لیے دروازہ کھولا۔ انہیں گاڑی میں سوار ہوتا دیکھ کر حاتم گردیزی زینب اور منیرہ کی جانب پلٹے۔

"تم لوگ اپنا خیال رکھنا۔ میں نے گھر کے باہر دو گارڈز اور کھڑے کروا دیے ہیں۔ ہماری کوشش ہوگی کہ آج کی تاریخ میں ہی یہ معاملہ نپٹا کر شام تک وہاں سے نکل جائیں۔ لیکن اگر دیر سویر ہو جائے تو پریشان مت ہونا۔" شوہر کی بات پر زینب نخی سے مسکرائیں۔

"ہونہہ! سب سے بڑی پریشانی تو ہمارے گھر میں موجود ہے۔ اس کے آگے بھلا یہ چھوٹی موٹی پریشانیاں کیا معنی رکھتی ہیں۔" ایک کاٹ دار نظر منیرہ پر ڈالتے ہوئے وہ غصے میں بھری پلٹ کر اندر کی طرف بڑھ گئیں تو حاتم صاحب بھائی اور بھابھی کے سامنے شرمندہ ہو گئے۔

"اس کی بات کا برا نہ منانا۔ حالات نے شاید ہم سب کو ہی تناؤ کا شکار بنا دیا ہے۔" انہوں نے منیرہ کو دیکھتے ہوئے وضاحت دی۔ وہ پھیکا سا مسکرا دیں۔

"میں سمجھ سکتی ہوں۔ آپ پریشان مت ہوں اور خیر سے سفر کے لیے نکلیں۔ اللہ پاک آپ سب کو اپنی امان میں رکھے۔"

"آمین۔" الوداعی کلمات کہتے وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے گاڑی میں جا بیٹھے۔۔

منیرہ نے آنکھوں میں پھیلتی نمی چپکے سے اپنے آنچل کے کونے میں سمیٹ لی اور ڈوبتے دل کے ساتھ ان کی گاڑی کو گیٹ سے باہر نکلتا دیکھنے لگیں۔

چوکیدار کے گیٹ بند کرتے ہی فضا میں ایک بوجھل سی خاموشی چھا گئی۔ منیرہ پژمردہ سی اس خاموشی کا حصہ بنی لاؤنج میں رکھے صوفے پر آ کر ڈھے سی گئیں۔ سینے میں مقید ان کا دل اس پل کسی بے بس پنچھی کی مانند اپنے گھر جانے کے لیے پھڑ پھڑا رہا تھا۔ وہ بے چین سی دونوں ہاتھوں میں سر گرا گئیں۔

اچانک ایک خیال آنے پر انہوں نے سر اٹھاتے ہوئے اپنے اردگرد دیکھا اور جونہی ان کی نظر ایک طرف پڑے کارڈلیس سے ٹکرائی وہ سرعت سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ فون ہاتھ میں لیے وہ تیزی سے اپنے کمرے میں چلی آئیں۔ دروازہ بند کرتے ہوئے انہوں نے بے قراری سے اپنی حویلی کا نمبر ملایا اور لب کاٹتے ہوئے فون کان سے لگایا۔

"ہیلو!" چند جاں گسل لمحوں کے بعد ایک نرم و شفیق لہجہ ان کی سماعتوں سے ٹکرایا تو خود پر بٹھایا گیا صبر اور حوصلے کا ہر پہرا اپنے آپ ٹوٹ گیا۔

"اب..... ابا جی!" ایک سسکی سی ان کے لبوں سے ٹوٹ کر فضا میں بکھری تو دوسری طرف موجود عباس گردیزی پوری جان سے متوجہ ہو گئے۔

"منیرہ!" ان کی پکار پر منیرہ بری طرح رو دیں۔ عباس صاحب کی پریشانی میں اضافہ ہو گیا۔

"منیرہ! خود کو سنبھالو میرے بچے۔" وہ حوصلے سے بولے تو منیرہ روتے ہوئے اپنا سر تھام گئیں۔

"کیسے سنبھالوں ابا جی؟ ہماری عزت دو کوڑی کی بھی نہیں رہی۔ آج..... آج ساری دنیا ہمارا تماشا دیکھنے کو اکٹھی ہونے والی ہے۔" ان کی بات پر اک بے بس و بوجھل سانس آہ بن کر عباس گردیزی کے اندر سے نکلی۔

"بس پتر ہمارے نصیب۔ جس بدبخت کو اس عزت کا پاس دار ہونا چاہیے تھا جب وہی اسے رسوا اور بے مول کرنے پر اتر آیا ہو تو تماشا تو بنے گا ناں میرے بچے۔" وہ افسردگی سے بولے۔

منیرہ نے مارے کرب کے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔

www.pklibrary.com

''لیکن میں ایک بات کے لیے اپنے رب کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے میری بچی کے نصیب میں سبحان جیسا سلجھا ہوا اور نیک بچہ لکھا ہے۔ ورنہ اگر نصر جیسا کوئی گرا ہوا اور کم ظرف انسان ہوتا تو کب کا مجھے اور تمھیں ذلیل وخوار کر چکا ہوتا۔ مگر وہ فرشتہ صفت بچہ تو مجھ سے بڑھ کر میرے لیے پریشان ہے۔''

''آ..... آپ کی بات ہوئی تھی سبحان سے؟'' انہوں نے اپنے آنسو پونچھے۔

''ہاں۔ تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا بیٹا کہ نصر نے تمھیں فون کر کے دھمکایا ہے؟''

''کیا بتاتی ابا جی۔ اور جنہیں بتایا اس کا بھی کیا فائدہ ہوا؟ بجائے اس مصیبت کو اپنے گلے سے نکالنے کے وہ اس پاس داری کو مزید ہوا دینے چل پڑے ہیں۔''

ان کی بات پر عباس صاحب نے اک گہری سانس لی۔

''میرے نزدیک وہ لوگ حق بجانب ہیں بیٹا۔ کوئی بھی غیرت مند شخص اپنی بہو بیٹیوں پہ آئی آنچ برداشت نہیں کر سکتا۔ آج اگر وہ نصر کی اس حرکت کو نظر انداز کر دیتے ہیں تو یہ اس کے حوصلے کو بڑھانے والی بات ہو گی۔ دشمنی کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں بچے۔ چادر اور چار دیواری کی پاس داری دونوں فریقین پر عائد ہوتی ہے۔ اور پھر نصر تو نجانے کب سے بھائی جی کے صبر کو آزما رہا ہے۔ ایک دن تو انہوں نے بالآخر پھٹنا ہی تھا۔''

ہمیشہ کی طرح انہوں نے خدا لگتی کہی تو منیرہ خاموش ہو گئیں۔ صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہنے کا یہ حوصلہ ان بہن بھائیوں میں اپنے ماں باپ سے ہی تو آیا تھا، وگرنہ کون آج کے زمانے میں علی الاعلان اپنی اولاد کو غلط اور کسی دوسرے کو صحیح قرار دیتا ہے؟

''سچ میں ابا جی، نصر بھائی جی اس قابل نہیں تھے کہ انہیں آپ جیسا نیک اور چاہنے والا باپ ملتا۔ وہ کتنے بدنصیب ہیں کہ انہوں نے آپ کی قدر نہ کی۔''

''تم بیٹی ہو ناں اسے لیے ایسا کہہ رہی ہو۔ اسے تو پتا نہیں مجھ سے کون کون سی شکایتیں ہیں۔'' وہ تلخی سے مسکرائے تو منیرہ جیسے پھٹ پڑیں۔

''بھاڑ میں جائیں وہ اور ان کی شکایتیں۔ ان کی خود غرضی نے نہ تو انہیں کبھی اچھا بیٹا بننے دیا، نہ اچھا بھائی اور نہ ہی اچھا انسان۔ آپ دیکھنا ابا جی، یہ ملک جن کے بھائی جی تلوے چاٹتے پھرتے ہیں، وہ انہیں کیسے بد انجام سے دوچار کریں گے۔''

''نہیں پتر! یہ اس کے برے کرم ہیں جو اسے کسی برے انجام سے دوچار کریں گے۔ مگر کیا کروں؟ باپ ہوں ناں۔ اسے منہ بھر کے بد دعا دینے کو بھی دل نہیں چاہتا۔ بس ہر دم اللہ سے یہی دعا کرتا ہوں کہ وہ اسے ہدایت دے دے اور مجھ بوڑھے کے حال پر اپنا رحم وکرم کر دے۔''

بات کرتے کرتے ان کا گلہ بے اختیار رندھ گیا تو ان کی اس درجہ اعلا ظرفی پہ منیرہ کی آنکھیں نئے سرے سے بھر آئیں۔ اولاد چاہے کتنی بری کیوں نہ ہو ماں باپ کے لیے جیتے جی اس سے منہ موڑ لینا ممکن ہی نہیں۔

''امی کیسی ہیں؟'' انہوں نے دوپٹے سے آنکھیں صاف کیں۔

''کیسی ہو گی؟ بیٹھی ہے حال سے بے حال ہوئی۔'' وہ پھیکا سا مسکرائے۔ منیرہ اک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئیں۔

''ابا جی! آج وہاں جو کچھ بھی ہو گا آپ نے اسے کسی طور نہ تو دل پر لینا ہے اور نہ ہی اس معاملے میں خود کو کبھی قصور وار گردانا ہے۔ آپ نصر بھائی جی کے کسی بھی عمل کے لیے جواب دہ نہیں۔ تایا جی جانیں اور ان کے مخالفین جانیں۔ آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

''میرے چاہنے یا نا چاہنے سے کیا ہوتا ہے بچے؟ اولاد کے برے کرم ماں باپ کو از خود دنیا کے کٹہرے

www.pklibrary.com

میں لا کھڑا کرتے ہیں۔ رہ گیا نصر تو یہ اس کا یہ اپنا بویا ہوا بیج ہے سو اب فصل بھی اسے ساری دنیا کے سامنے کاٹنی ہوگی۔'' وہ ملول سے بولے۔ منیرہ دلگرفتہ سی خاموش ہوگئیں۔

بیج ہے..... جو بوئے بیج ببول کا وہ آم کہاں سے کھائے؟ یہ دن نصر گردیزی کا اپنا بلایا ہوا تھا مگر افسوس کہ جس طرح گیہوں کے ساتھ گھن بھی پستا ہے بالکل اسی طرح وہ سب بھی ان کے غلط کاموں کا خمیازہ بھگتنے پر مجبور تھے جس کے نتیجے میں ان کی خوشیاں، سکون اور عزت بھی داؤ پر لگ گیا تھا۔

☆☆☆

بسیط، ایلیا اور حیا کی اسکول سے آمد کے ساتھ ہی گھر میں اک ہلچل سی مچ گئی تھی۔ بسیط نے آتے ہی طیبہ کو کچن میں گھیر لیا تھا۔ پیچھے پیچھے حیا اور ایلیا بھی اندر چلی آئی تھیں۔

''پھپھو! آپ آج میرے اسکول آئی تھیں ناں؟'' اس کا انداز تصدیقی تھا یوں جیسے سارے راستے حیا اور ایلیا کے ساتھ اسی بحث میں الجھا رہا ہو۔

اس کی بات پر طیبہ شرارت سے مسکرا دیں۔ انہوں نے فی الحال بچوں سے اپنی جاب کا ذکر نہیں کیا تھا۔ وہ چاہتی تھیں کہ پہلے سارے معاملات طے پا جائیں پھر ہی وہ انہیں اس بارے میں آگاہ کریں۔

''اگر میں کہوں کہ نہیں، تو؟'' وہ روٹی توے پر سے اتارتے ہوئے بولیں تو دونوں حیا اور ایلیا، بسیط کو چڑاتے ہوئے خوشی کے مارے اچھلنے لگیں۔

''اور اگر میں کہوں کہ ہاں، تو؟'' طیبہ چولہا بند کرتی ان کی جانب پلٹیں تو جہاں حیا اور ایلیا کا جشن بیچ میں رک گیا وہیں بسیط ان کی شرارت سمجھ گیا۔

''پھپھو! سچ بتائیں ناں!،، وہ ٹھنکا۔

''آئی تھی بابا..... آئی تھی۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اب کی بار بسیط صاحب نے ہوا میں چھلانگ لگائی۔

''یاہو! بس..... بس میں جیت گیا۔ اب پھپھو میری کلاس ٹیچر بنیں گی۔'' اس کی خوشی دیدنی تھی۔ حیا منہ بسورتی ماں کے پاس چلی آئی۔

''مما! بسیط بھائی سچ کہہ رہے ہیں کیا؟ اب آپ ان کی کلاس ٹیچر بنیں گی؟''

''جی بیٹا۔ میں نے ان کے اسکول میں جاب کر لی ہے ناں۔'' وہ اس کے سامنے دوزانو بیٹھتے ہوئے پیار سے بولیں تو حیا کا موڈ بری طرح آف ہوگیا۔

''کیوں؟ آپ نے میرے اور ایلی کے اسکول میں جاب کیوں نہیں کی؟'' اس نے شکوے بھری نظروں سے ماں کو دیکھا۔

''بیٹا آپ کے اسکول والوں کو ابھی نئی ٹیچر کی ضرورت نہیں تھی ناں اس لیے میں وہاں نہیں گئی۔''

ان کی بات پر حیا تھم سی گئی۔ چند لمحے خاموشی سے غور کرنے کے بعد اسے ساری صورت حال سمجھ میں آئی تو اس نے بردباری سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ہاں۔ آپ خود سے تو نہیں آسکتی ناں۔'' وہ پرسوچ لہجے میں بولی۔ طیبہ نے اپنی امڈتی مسکراہٹ کا گلا گھونٹا۔

''ایسا ہی ہے۔'' وہ مصنوعی سنجیدگی سے بولیں۔

''بس تو پھر ٹھیک ہے آپ بسیط بھائی کے اسکول میں جاب کر لیں۔'' ناراضی دور ہوتے ہی اس نے کھلے دل سے انہیں اجازت دی۔ طیبہ ہنس پڑیں۔

www.pklibrary.com

''بہت شکریہ اماں جان۔'' انہوں نے بی کا منہ چوما۔

''میں کل سب کو بتاؤں گا کہ میری پھپھو ہماری نئی کلاس ٹیچر ہیں۔'' بسیط جوش سے بولا۔

''جی نہیں آپ ایسا کوئی کام نہیں کریں گے۔ وہاں میں صرف آپ کی ٹیچر ہوں گی۔ ورنہ سب کہیں گے کہ اس کی پھپھو اسے فیورز دیتی ہیں اور ایگزامز میں پاس کرتی ہیں۔'' طیبہ بھتیجے کی جانب پلٹیں۔

''تو کیا آپ نہیں کریں گی؟'' اچھلتے کودتے بسیط کو لگنے والا جھٹکا شدید تھا۔ اس کی صورت دیکھ کر جہاں طیبہ کی ہنسی چھوٹی وہیں اندر آتے خلیل اور میمونہ بھی ہنس پڑے۔

''واہ! کیا کہنے ہیں صاحبزادے۔ یعنی ابھی پھوپھی نے اسکول میں قدم بھی نہیں رکھا اور آپ لائن برابر کر رہے ہیں۔'' خلیل صاحب نے شرارت سے بیٹے کو دیکھا۔

''ہاں تو اگر پھپھو نے یہ بھی نہیں کیا تو مجھے کیا فائدہ ہوا ان کی جاب کا؟'' وہ شانے اچکاتے ہوئے بھرپور سنجیدگی سے بولا تو اس کا جواب ان تینوں کو پہلے حیران اور پھر ہنسنے پر مجبور کر گیا۔

''توبہ کس قدر ہوشیار ہے یہ آج کل کی پود۔'' میمونہ آنکھوں میں حیرت لیے بولیں۔

''دیکھ لیں بھائی، ایک بس آپ ہی میری جاب سے استفادہ حاصل نہیں کر رہے ورنہ دنیا کیسے اپنے مطلب کے لیے کانٹیکٹ استعمال کرتی ہے۔'' طیبہ نے مسکراتے ہوئے بھائی کو چھیڑا۔

''قسم سے ہم تو واقعی الو کے الو ہی رہ گئے۔'' وہ حیرت بھری مسکراہٹ لیے بے یقینی سے بولے۔

ان کے تاثرات پر طیبہ کو ہنسی آ گئی۔ ان دونوں بہن بھائی کو یوں ہنستا مسکراتا دیکھ کر میمونہ کے اندر تک اطمینان پھیل گیا۔ ان کے گھر کی رونق اور برکت اس پرخلوص اور بے لوث ساتھ سے ہی تو تھی۔ اس ساتھ میں کبھی کوئی دراڑ آئی یہ انہیں مر کے بھی گوارا نہ تھا۔

☆☆☆

اپنے علاقے کی حدود میں داخل ہوتے ہی فضل داد مسلح بندوں سمیت ان کا منتظر تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے گارڈز کی دو گاڑیاں ان کے دائیں بائیں دوڑنے لگی تھیں۔ گاؤں کے کچے راستوں پر دھول اڑاتا ان کا طاقت سے بھرپور قافلہ دور سے دیکھنے والوں کو اپنی جانب متوجہ کر رہا تھا۔ ان کے حویلی پہنچنے سے پہلے ہی ان کی آمد کی خبر پورے گاؤں میں پھیل گئی تھی۔ جہاں ویسے ہی صبح سے شاہ مخدوم کے پیغام نے سنسنی پھیلا رکھی تھی۔

شاہ صاحب اپنے بھتیجے کے خلاف پنچایت بٹھانے والے تھے، یہ خبر جس نے بھی سنی تھی پہلے حیران اور پھر بری طرح متجسس ہو گیا تھا۔ گو کہ شاہوں اور ملکوں کے درمیان چھڑی ناجائز قبضے کی جنگ کا علم تو سبھی کو تھا مگر اس معاملے میں ایسا کون سا نیا موڑ آیا تھا کہ جس نے شاہ مخدوم گردیزی کے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا تھا، اسے جاننے کے لیے سبھی بے چین تھے۔ ماحول میں ایک عجیب ہلچل سی تھی جسے حاتم گردیزی سمیت سبحان گردیزی نے بھی باآسانی محسوس کر لیا تھا۔

حویلی کا پھاٹک ان کی آمد سے پہلے ہی وا کر دیا گیا تھا۔ گارڈز کی گاڑیاں ازخود پھاٹک کے باہر رک گئی تھیں جبکہ حاتم صاحب اپنی لینڈ کروزر سیدھی اندر لے گئے تھے جہاں وسیع پورچ میں عباس گردیزی، ان کے باقی تینوں دامادوں اور چوہدری بخت کی گاڑیاں پہلے سے کھڑی تھیں۔ ان کی گاڑی کے رکتے ہی اندر موجود سبھی مرد عباس چچا کی معیت میں باہر چلے آئے تھے۔

فضل داد نے مستعدی سے آگے بڑھ کر شاہ صاحب کی طرف کا دروازہ کھولا تھا۔ شاہ مخدوم نے نیچے اترتے ہوئے سامنے کھڑے بھائی کی طرف دیکھا تھا جن کا پژمردہ چہرہ ان کا حالِ دل باخوبی بیان کر رہا تھا۔ نظریں ملنے پر عباس گردیزی جھجکتے ہوئے مسکرائے تھے۔ یقیناً وہ اسی ادھیڑبن میں تھے کہ آیا ہمیشہ کی طرح

www.pklibrary.com

آگے بڑھ کر بڑے بھائی کا استقبال کریں یا چپ چاپ کھڑے رہیں۔ان کی اس جھجک کو شاہ صاحب سمیت وہاں موجود سبھی افراد نے محسوس کرلیا تھا۔ماحول میں اچانک ہی ایک عجیب سا تناؤ در آیا تھا۔سبحان صاحب نے پریشان نظروں سے ساتھ کھڑے بھائی کو دیکھا تھا۔تبھی شاہ صاحب کی دبنگ آواز نے وہاں چھائی خاموشی کو بکھیر دیا تھا۔

''وہیں کھڑے رہو گے عباس، یا آگے آکر ملو گے بھی؟''

ان کے سوال پہ جہاں عباس گردیزی نے چونک کر ان کی جانب دیکھا تھا وہیں باقی سب کے چہروں کی رونق بھی بحال ہوگئی تھی۔عباس چچا مسکراتے ہوئے آگے بڑھے تھے۔اور اگلے ہی لمحے بھائی کے سینے سے جا لگے تھے۔اس منظر پہ سبحان و حاتم دونوں نے سکون کا سانس لیا تھا۔اب وہ اس محاظ پہ بے فکر ہو کے لڑ سکتے تھے۔

ایک دوسرے سے سلام دعا کے بعد سبھی اندر کی جانب چل دیے تھے۔ماسوائے چوہدری بخت کے جو قصداً اپنے دونوں دوستوں کے ہمراہ باہر ہی رک گئے تھے۔

''یہ سب کیا ہے لالے؟''انہوں نے سوالیہ نظروں سے حاتم گردیزی کی طرف دیکھا۔

''آقا جان کے ہاتھوں نصر کی شامت ہے اور کیا۔''وہ مسکرائے۔

''مگر کس بات پر؟''بخت نے الجھ کر پوچھا۔

''تو نے وہ کہاوت سنی ہے ناں بخت کہ جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کا رخ کرتا ہے۔بس وہی نصر کے ساتھ بھی ہوا ہے۔اس نے گردیزی ہاؤس فون کرنے کی غلطی کی تھی اور اب وہی غلطی اس کے گلے پڑ گئی ہے۔''

''کیا مطلب؟''بخت چوہدری نے چونک کر انہیں دیکھا۔

ان کے سوال پر حاتم صاحب نے پوری بات انہیں کہہ سنائی۔ساری تفصیل سن کر بخت ہکا بکا رہ گئے۔

''حد ہوتی ہے ذلالت کی۔یعنی اور کوئی نہیں ملا تو اپنی ہی سگی بہن کو دھمکانے کھڑا ہو گیا۔یار اسے کوئی شرم، غیرت ہے کہ نہیں؟''وہ پیشانی پر بل لیے گویا ہوئے۔حاتم صاحب کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''یہی تلاشنے تو ہم بھی یہاں آئے ہیں کہ آیا تھوڑی بہت شرم بچی ہے یا بالکل ہی بیچ کھائی ہے۔''

''مجھے یقین ہے، ساری ہی فارغ کر چکا ہے یہ بے غیرت۔ورنہ یہ حرکتیں تھوڑی کرتا پھرتا۔''بخت جل کر بولے۔

ان کے انداز پہ سبحان صاحب نا چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑے۔

''آپ دونوں بھی ناں۔''ان کی بات پر بخت اور حاتم دونوں نے انہیں دیکھا اور پھر خود بھی ہنس دیے۔

''ویسے سننے میں آیا ہے کہ چاچا جی کے اس پیغام نے ملکوں کے درمیان ''ترکھلی'' مچا دی ہے۔سارے ہی آگ بگولا ہوئے بیٹھے ہیں۔ان کا پورا ٹولا آج نصر کے ساتھ یہاں آنے کا ارادہ رکھتا ہے۔''

بخت کی اطلاع پر حاتم صاحب کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

''آئیں۔ایک نہیں سو بندے لے کر آئیں۔بہت اچھا ہو گا جب نہ صرف ہمارے گاؤں بلکہ پورے علاقے کے معتبرین کے سامنے ان کی گری ہوئی حرکتیں کھلیں گی۔کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہیں گے یہ بلیک میلر۔''

''وہ سب تو ٹھیک ہے مگر آج تک یہ جو کچھ بھی کرتے رہے پس پردہ کرتے رہے۔تم لوگوں کی شرافت نے ان کی حرکتوں کو زبان زدِ عام نہیں ہونے دیا۔مگر یاد رکھنا! آج کے بعد یہ لوگ کھلی دشمنی پر اتر آئیں گے۔وہ اس تذلیل کو اتنی آسانی سے جانے نہیں دیں گے۔''

www.pklibrary.com

''جانتا ہوں۔'' حاتم صاحب بے تاثر لہجے میں بولے۔ ''اور ہم اس کے لیے تیار بھی ہیں۔ ویسے بھی وہ پہلے کون سے ہمارے دوست تھے یار؟ رہا نصر تو اس سے بھی بس منافقت کا رشتہ تھا۔ اور میرے نزدیک منافقت کی رشتے داری سے کھری دشمنی کئی درجے بہتر ہے۔ کم از کم آپ کو پتا تو ہوتا ہے کہ کون آپ کا دوست ہے اور کون آپ کا دشمن۔''

ان کی بات پہ چوہدری بخت نے اثبات میں سر ہلایا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے فضل داد مہمان خانے کا دروازہ کھول کر باہر چلا آیا۔

''سرکار! آپ لوگوں کو شاہ صاحب اندر بلا رہے ہیں۔'' وہ مؤدب سا بولا تو وہ تینوں ایک ساتھ اندر کی جانب بڑھ گئے۔

تھوڑی ہی دیر میں خاندان کے سبھی مرد اور علاقے کے تمام معززین حویلی میں جمع ہو گئے۔ مہمانوں کی تواضع کے ساتھ ہی شاہ صاحب نے پنچایت کا باقاعدہ آغاز کرنا چاہا تھا جب فضل داد نے آ کر نصر گردیزی اور ملکوں کی آمد کے بارے میں مطلع کیا تھا۔ اس اطلاع کے ساتھ ہی ماحول میں تناؤ در آیا تھا۔

''ان کی اچھے طریقے سے تلاشی لو اور پھر انہیں اندر بھیجو۔'' شاہ مخدوم کے حکم پہ فضل داد اثبات میں سر ہلاتا واپس جانے کو تھا جب مہمان خانے کا دروازہ دھاڑ کی آواز سے کھول کر ملک دلاور اپنے بھائیوں، بہنوئیوں اور نصر گردیزی کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا۔ اس کی اس بدتہذیبی پہ شاہ مخدوم نے غضب ناک نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا جو اپنے انداز و اطوار سے ہی چھٹا ہوا غنڈہ لگ رہا تھا۔

''مانا کہ انسانوں میں اٹھنے بیٹھنے کی تمیز نہیں ہے تم لوگوں کو، مگر شاہ مخدوم کی حویلی میں قدم رکھنے سے پہلے اگر تھوڑی سی تہذیب ادھار لے لیتے تو آج اتنے معتبر لوگوں کے درمیان جنگلی نہ لگتے۔'' وہ سرد لہجے میں بولے تو اس کھلی عزت افزائی پر ملک دلاور کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ لیکن اگلے ہی لمحے وہ خود پہ قابو پاتا استہزائیہ لہجے میں بولا۔

''غلط فہمی ہے آپ کی سرکار۔ نہ تو ہم جنگلی ہیں اور نہ آپ معتبر۔ بات صرف اتنی ہے کہ ہم دشمنوں کے دشمن اور یاروں کے یار ہیں..... یہ پیغام تو غالباً آپ کو مل چکا ہوگا۔ مگر آپ کی خواہش پر سوچا کیوں نہ چل کر ایک بار منہ در منہ بھی دے آئیں۔ کیوں یہی کہا تھا ناں شاہ صاحب آپ نے؟'' ان کے مقابل شست سنبھالتے ہوئے وہ ڈھٹائی سے مسکرایا تو شاہ مخدوم کے لب سختی سے ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے۔

''کہا تو میں نے اور بھی بہت کچھ تھا، مگر تم سے نہیں۔ اس بزدل سے!'' وہ نصر کی جانب پلٹے۔ ''کیوں نصر! تجھ میں ہمارا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی یا مالکوں کے بغیر تجھے کہیں آنے جانے کی اجازت نہیں، جو یہ بارات اٹھا لایا ہے؟'' چہرے پہ لاعلمی سجائے انہوں نے اچانک انتہائی سادگی سے استفسار کیا تو تمام حاضرین محفل دبی دبی سی ہنسی ہنس دیے۔ ان کا یہ وار نصر کے ساتھ ساتھ ملکوں کو بھی سلگا گیا۔

''آپ اس طرح سے ہمارے بہنوئی سے بات نہیں کر سکتے۔'' ملک دلاور ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا تو شاہ مخدوم گردیزی کا غصہ عود کر آیا۔

''اپنی اوقات میں رہو لڑکے۔'' وہ اس زور سے گرجے کہ ساری مجلس پہ سناٹا چھا گیا۔ ''یہ مت بھولو کہ تم کہاں کھڑے ہو اور کس سے مخاطب ہو۔ میں اگر چاہوں تو ابھی اسی وقت نصر کے ٹکڑے اڑا دوں اور کوئی مجھے روک نہیں سکے گا۔ حتیٰ کہ اس کا باپ بھی نہیں کیونکہ میں اس کے باپ کا بھی بڑا بھائی ہوں سو تم کس کھیت کی مولی ہو؟'' انہوں نے شعلے برساتی نظروں سے اسے دیکھا تو ملک دلاور خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ شاہ صاحب نے اپنی نگاہوں کا رخ ایک بار پھر نصر کی جانب کیا۔

''اور تجھ پہ لعنت ہو نصر! جو آج اپنے خاندان کی صف میں بیٹھنے کے بجائے ہمارے مخالفین کے ساتھ کھڑا

www.pklibrary.com

ہے۔'' انہوں نے قہر برساتی نظروں سے اس ناہنجار کو دیکھا۔ ان کی بات پہ نصر گردیزی کا بیگانگی بھرا چہرہ کچھ اور بیگانہ ہو گیا۔

''مخالفین ہوں گے یہ آپ کے لیے۔ میرے لیے تو یہ میرے اپنے ہیں۔'' وہ بدلحاظی سے بولا۔ اس کے لہجے کا اکھڑپن حاتم صاحب کا صبر آزما گیا۔ ان کا دل چاہا کہ وہ کسی کا بھی لحاظ کیے بنا اسے دھنک کر رکھ دیں۔ مگر بزرگوں کی موجودگی ان کے ہاتھ پاؤں باندھے دے رہی تھی۔ جبھی وہ فقط مٹھیاں بھینچ کر رہ گئے۔

''بہت خوب!'' شاہ صاحب کی آواز ابھری۔ ''تو پھر کیوں نہیں تُو اپنے ہی منہ سے اپنے ان سگوں کے کارنامے سارے علاقے کو سناتا کہ ذرا انہیں بھی تو پتا چلے ناں کہ آج یہ سب یہاں کیوں بلائے گئے ہیں۔''

شاہ صاحب طنزیہ انداز میں مسکرائے تو نصر خفیف سا ہو کر نظریں چرا گیا۔ اس کی پل بھر کی خفت شاہ مخدوم کی مسکراہٹ گہری کر گئی۔

''شاید مجھے ان کے اور اپنے کارنامے بتاتے ہوئے شرم آ رہی ہے۔ چل کوئی بات نہیں میں بتائے دیتا ہوں۔ مگر پھر نہ کہنا کہ پہل کا موقع نہیں دیا گیا۔'' تنبیہی انداز میں کہتے وہ تمام حاضرینِ محفل کی جانب پلٹنے کو تھے جب ملک دلاور بول اٹھا۔

''کیا بتائیں گے آپ؟ یہ کہ ہم نے آپ کے باغوں پر قبضہ کر رکھا ہے۔ ہاں تو کر رکھا ہے۔'' اس نے ڈھٹائی سے کندھے اچکائے۔ ''آپ نے بھی تو جواباً ہمیں عدالتی کارروائی کی دھمکی دے رکھی ہے ناں۔ پھر اب رولا کس بات کا ہے؟'' اس کے لب و لہجے کی گستاخی حاتم صاحب کا دماغ گھما گئی۔

''وہ تمہارے باپ کا مال نہیں ہے جسے تم نے ہڑپ کر رکھا ہے۔'' وہ بھڑک کر بولے۔ ان کا یوں تڑپ اٹھنا ملک دلاور جیسے کمینے انسان کو مزا دے گیا۔ وہ انہیں سلگانے کو مزید پھیل کر بیٹھ گیا۔

''تمہارے تو باپ کا مال ہے ناں حاتم گردیزی۔ ہمت ہے تو آ کر چھڑوا لو۔'' ان کی آنکھوں میں دیکھتا وہ چیلنجنگ انداز میں مسکرایا تو حاتم سمیت سبحان گردیزی بھی اپنا ضبط کھو بیٹھے۔

''تیری تو.....'' سرعت سے اپنی جگہ سے اٹھتے سبحان گردیزی اس کی جانب لپکے تو ہال میں یک لخت ہلچل سی مچ گئی۔ دلاور سمیت اس کے بھائی بندے بھی آن واحد میں مشتعل سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ چوہدری بخت نے تیر کی سی تیزی سے اٹھتے ہوئے سبحان صاحب کا بازو تھاما۔

''چھوڑو، چھوڑو مجھے! آج میں ان چوروں اور ڈاکوؤں کو بتا تا ہوں کہ یہ کتنے پانی میں ہیں۔'' وہ غصے میں بپھرے خود کو چھڑاتے ہوئے گرجے تو بخت کے ماموں چوہدری حق نواز کا صبر جواب دے گیا۔

''اگر تم لوگ اپنی اپنی جگہ پر واپس نہیں بیٹھے تو میں اسے اپنی اور یہاں موجود ہر شخص کی توہین سمجھتے ہوئے، یہ بیٹھک چھوڑ جاؤں گا۔'' انہوں نے بآوازِ بلند تنبیہ کی تو بخت نے بامشکل تمام انہیں کھینچ کر واپس بٹھایا۔ سبحان گردیزی کا چہرہ انگارے کی طرح دھک رہا تھا اور سانس دھونکنی کی مانند چل رہی تھی۔ ان کی خون آشام نگاہیں تا حال ملک دلاور پر جمی تھیں۔

''اور دلاورے! تو کیا سمجھ رہا ہے کہ تیری یہ سینہ زوری ہمیں دکھائی نہیں دے رہی؟'' چوہدری حق نواز غصے سے ملک دلاور کی جانب پلٹے۔ ''ہم نا صرف تیری منہ زوری دیکھ رہے ہیں بلکہ تیرے اکسانے والے انداز بھی باخوبی سمجھ رہے ہیں۔ باخدا اگر ہمارے اصول ہماری راہ میں حائل نہ ہوتے تو ہم سب مل کر لمحہ نہ لگاتے اور تجھے تیرے آدمیوں سمیت شاہ صاحب کے باغوں سے اٹھا کر باہر پھینک دیتے۔ پھر دیکھتے کہ تو ہمارا کیا بگاڑ لیتا۔''

ان کے علاقے کا یہ اصول تھا کہ دو فریقین کے جھگڑے میں تیسرا کوئی دخل نہیں دے سکتا تھا۔ یہ اصول بھی معاملے کو مزید بگڑنے اور پھیلنے سے بچانے کے لیے رائج کیا گیا تھا۔ تاکہ بات متعلقہ افراد تک محدود رہ کر ختم

www.pklibrary.com

گروائی جا سکے۔ مگر اس قصے میں ملک دلاور جیسے شر پسند کو اس پابندی نے بڑی تقویت فراہم کی تھی۔ جبھی تو وہ کھلے بندوں شیر ہوا بیٹھا تھا۔

''اسی بات کا تو اسے زعم ہے ماما جی۔'' بخت چوہدری اک تیز نظر دلاور پر ڈالتے ہوئے غصے سے بولے۔

''آپ یقین کریں کہ میں نے اس کے اور نصر کے کہنے پر اپنے گھر حاتم اور سبحان کو بلوایا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ عدالت سے باہر تصفیہ چاہتے ہیں۔ مگر جب حاتم اور سبحان آ کر ان کے روبرو بیٹھے تو پتا ہے انہوں نے تصفیے کے نام پر کیا مانگا؟''

''کیا؟'' حق نواز چونکے۔

''دو کروڑ روپے۔''

''کیا.....'' بخت چوہدری کے انکشاف پہ سب بھونچکے رہ گئے۔ بے اختیار سب کی ملامتی نظریں نصر اور ملکوں پر جا ٹھہریں جو یوں اچانک مرکزِ نگاہ بننے پر بغلیں جھانکنے پر مجبور ہو گئے۔

''اور بات صرف یہیں نہیں ختم ہوتی حق نواز۔'' شاہ مخدوم نے سلسلہ کلام جوڑا۔ ''میری آپ سب کو آج یہاں بلانے اور نصر کے خلاف پنچائیت بٹھانے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس تاوان طلبی کے بعد جب میرے بیٹوں نے انہیں ٹکا سا جواب دے دیا تو بجائے اس کے کہ یہ لوگ اپنی بچی کھچی عزت لپیٹ کر ایک طرف ہو جاتے انہوں نے نصر کو مہرہ بنا کر نہ صرف میرے گھر پہ فون کیا بلکہ میری بہو، عباس کی بیٹی، کو اپنی مانگ پوری ہونے کی صورت میں سنگین نتائج کی دھمکیاں بھی دیں۔ اب آپ سب مجھے بتائیں کہ بھلا کون غیرت مند شخص اس بات کی اجازت دے گا کہ کوئی ایرا غیرا ان کی بہو بیٹیوں تک رسائی حاصل کرے۔ انہیں مردوں کے جھگڑے میں گھسیٹے، پریشان اور حراساں کرے؟ کون اس جرأت کو برداشت کرے گا؟'' انہوں نے ایک نظر ساری مجلس پر ڈالی تو سبھی یک زبان ہو کر بول اٹھے۔

''کوئی بھی نہیں۔'' ان سب کو اپنے خلاف جاتا دیکھ کر نصر بری طرح سٹپٹا گیا۔

''وہ کوئی غیر نہیں بہن ہے میری۔ میں جب چاہے اس سے بات کر سکتا ہوں، ملنے جا سکتا ہوں۔'' اس نے اپنی صفائی دی۔

''واہ! کیا کہنے ہیں تیرے۔ جب ہم تیرے اپنے نہیں رہے تو ہماری بچی کیسے تیری بہن رہی؟ اور بالفرض اگر تجھے اپنی بہن کا اتنا ہی خیال ہے تو، تو کیسا بھائی ہے جو اپنی ماں جائی کے سہاگ اور اس کے گھر کو اجاڑنے کی دھمکیاں دے رہا ہے؟ اسے زندگی بھر کی دشمنی کے ڈراوے دے رہا ہے؟ ہاں؟'' شاہ مخدوم نے کڑے لہجے میں سوال کیے۔ نصر گردیزی لب بھینچے خاموش ہو گیا۔ شاہ صاحب کی کاٹ دار نگاہیں ملک دلاور پر جا ٹھہریں۔

''اور تم.....'' انہوں نے انگلی اٹھائی۔ ''مردانگی کا یہ ڈھونگ رچانا بند کرو۔ کیونکہ اگر تم کسی اصل نسل کے ہوتے تو کسی کا روپیا ہڑپنے کے لیے ان کی عورتوں کا سہارا لینے جیسی بزدلانہ اور گری ہوئی حرکت نہ کرتے۔''

''کیا.....؟ کیا کہا؟'' ملک دلاور کی آنکھیں خون رنگ ہو گئیں۔ ''میں کسی اصل نسل کا نہیں؟'' سرد لہجے میں دھراتا وہ زخمی بھڑیے کی مانند غراتا ہوا سیدھا ہو بیٹھا۔ اس کے پورے وجود سے اک آگ سی نکل رہی تھی اور اس آگ میں اس نے اپنے ہر ایک دشمن کو جلا کر راکھ کر دینے کی ٹھان لی تھی۔

☆☆

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

www.pklibrary.com

عنبرین آیدال

خدمت خلق

www.pklibrary.com

گاڑی اونچے نیچے کچے راستے پر دھول اڑاتی سبک روی سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔

"اب تو اے سی نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔" مسز رحمان نے اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے پر ہوا دیتے ہوئے کہا۔ "مسز نومان! ناٹ فیئر، ہمیں خدمت خلق کا شوق تو ہے لیکن اتنا بھی نہیں کہ اتنے دور دراز علاقے میں اتنا دشوار گزار سفر کرتے۔ اس سفر نے تو میرے اندر تک سب کچھ ہلا کر رکھ دیا ہے۔"

"نہ جانے کیسے یہ لوگ یہاں رہتے اور کیسے بستے ہیں؟ کیسے اتنا مشکل سفر کرتے ہیں۔" مسز فروا نے بیزاری سے کہا۔

"ڈاکٹر ثمینہ نے کہا ہے۔ ہم جتنا دور دراز علاقوں کو کور کریں گے۔ اتنا ہی ہمیں فائدہ ہوگا۔ اور پبلسٹی بھی ملے گی۔ لیکن مجھے خود بھی اندازہ نہیں تھا۔ راستہ اس قدر مشکل اور دشوار ہوگا۔" مسز رحمان نے بیزاری سے کہا۔ اور وین کے باہر دیکھنے لگیں۔

"بس میڈم جی! اب تو پندرہ سے بیس منٹ کا راستہ ہی رہ گیا ہے۔ ڈرائیور نے اپنے پان زدہ نشانوں والے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے انہیں مطلع کیا۔

"ارے یار! دیکھو ذرا میرا میک اپ تو ٹھیک ہے۔ اتنا تھوڑا ٹائم رہ گیا ہے۔" مسز فروا کو اپنے میک اپ کی فکر ہوئی۔

سب نے مل کر مسز فروا کی طرف دیکھا۔ اور زوردار قہقہہ وین میں گونجا۔ مسز فروا نے کھسیا کر اپنے ہینڈ بیگ سے چھوٹا سا شیشہ نکالا۔

لپ اسٹک ہونٹوں سے نکل کر باہر پھیلی ہوئی تھی۔ اور پورا چہرہ دھبے زدہ بنا ہوا تھا۔ آنکھوں کے نیچے لگا ہوا کاجل پھیل کر ان کے چہرے کو خاصا مضحکہ خیز بنا رہا تھا۔ وہ اچھی خاصی جو کر لگ رہی تھیں۔

"ابھی ٹھیک کرتی ہوں۔" انہوں نے جلدی سے کہا اور پرس میں سے چیزیں میک اپ کا سامان نکالنے لگیں۔

مسز فروا آپ اتنا میک اپ کرتی ہی کیوں ہیں؟ جب آپ کو میک اپ کیری کرنا ہی نہیں آتا۔" زارا نے پیچھے سے آواز لگائی۔

زارا کی بات پہ سب ایک بار پھر ہنسنے لگے۔

"اے پرکٹی مرغی، چپ کر کے بیٹھا کرو۔" مسز فروا نے زارا کے شولڈر کٹ بالوں پر طنز کرتے ہوئے کہا۔

زارا نے مسز رحمان کی اور گنائزیشن کو حال ہی میں جوائن کیا تھا۔ جو انہوں نے "غریب دوست" کے نام سے بنا رکھی تھی۔ وہ غریب لوگوں کا ڈیٹا اکٹھا کر کے اسے غیر ملکی این جی اوز کو بھیجتی تھیں۔ ان کا کام پاکستان کے پسماندہ ترین علاقوں کی خواتین کے مسائل کو دیکھنا، اُن کو حالات حاضرہ سے باخبر کرنا اور ان کے اندر حالات سے بغاوت کر دینے کی صلاحیت کو بیدار کرنا تھا۔

آخر کار گاڑی زوردار جھٹکے سے رکی۔

"کیا ہوا؟" مسز فروا نے اپنا میک اپ کرتا ہاتھ روک کر پوچھا۔

"میڈم جی! ہم ڈاکٹر ثمینہ کے کلینک پہنچ چکے ہیں۔" ڈرائیور نے ان سب کی حالت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔ اور ایک بار پھر اپنے دانتوں کی نمائش کی۔

"اُف! ایک تو اس ڈرائیور کی منحوس مسکراہٹ زہر سے بھی زیادہ بری ہے۔" زارا نے دل ہی دل میں کہا۔ اور وین سے نیچے اتر آئی۔

"زہے نصیب۔" ڈاکٹر ثمینہ خود انہیں ریسیو کرنے کے لیے باہر آ کر کھڑی تھیں۔

"اتنی دور ڈاکٹر ثمینہ!" مسز نعمان نے شکوہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ثمینہ سے گلے ملتے ہوئے کہا۔

"میڈم! کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔ دور کا سفر ہے۔ تو کیا ہوا۔ آپ کی ایسی کورنگ ہو گی۔ ایسی ایسی چیزیں ملیں گے۔ کہ آپ کی جو ساری سفر کی تکان ہے وہ اڑن چھو ہو جائے گی۔" ڈاکٹر ثمینہ نے ہنستے ہوئے کہا اور انہیں اپنے کلینک

www.pklibrary.com

کے ساتھ ہی بنی اپنی رہائش گاہ میں لے آئیں۔

☆☆☆

ہاتھ منہ دھو کر کھانے کے بعد چائے کا دور چل رہا تھا۔ جب مسز رحمان نے ڈاکٹر ثمینہ سے استفسار کیا۔

"لوگوں کی چھوڑیں۔ مجھے سے پوچھیں۔ میں کیسے مینج کر رہی ہوں۔ میں تو آپ کے حکم پر یہاں رکی ہوئی ہوں۔ آج کا دن گزر جائے مجھے یقین ہے آپ مجھے یہاں رکنے کا نہیں کہیں گی۔" ڈاکٹر ثمینہ نے معنی خیز نظروں سے مسز رحمان کو دیکھا۔

"ضرور ضرور۔ کیوں نہیں۔" مسز رحمان نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہمیں بھی تو کوئی فائدہ ہو۔ سرکار کی نوکری میں۔"

ڈاکٹر ثمینہ نے خوشامد سے ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا۔

"آپ بالکل فکر مت کریں۔ ہم تو آپ کی خدمت کے لیے ہی تو بیٹھے ہیں۔"

مسز رحمان کے کہنے پہ سب کا مشترکہ قہقہہ گونجا۔

"اس علاقے کو ہم کور کر لیں۔ ڈیٹا مکمل ہو جائے۔ تو میں جلد ہی رحمان سے کہہ تمہارا ٹرانسفر کسی اور شہر میں کروا دوں گی۔" انہوں نے زارا کی طرف دیکھا۔ "اب ہماری جو ینگ لیڈیز ہیں، ہم ان سے کام لیں گے۔"

"کیوں نہیں میڈم۔" زارا مسکرائی، اور ادائے بے نیازی سے اپنے بالوں کو پیچھے کی طرف جھٹک کر ڈاکٹر ثمینہ سے مخاطب ہوئی۔

"ڈاکٹر ثمینہ یہاں کے کیا مسائل ہیں۔"

"ارے بیٹا! کوئی ایک مسئلہ ہوا تو بتاؤں نا۔ مسئلے ہی مسئلے ہیں یہاں تو نہ صحت کی سہولیات ہیں۔ اور نہ ہی پانی کی فراوانی۔ اور یہاں کا سب سے بڑا مسئلہ یہاں کی عورتوں کے یکے بعد دیگرے بچوں کی پیدائش ہے۔ بچوں کی پیدائش میں وقفہ تو جیسے جرم ہے یہاں۔ انتہائی غربت کے باوجود ہر گھر میں آٹھ سے دس بچے آرام سے ملیں گے۔ زیادہ کی کوئی حد نہیں ڈاکٹر ثمینہ نے بتایا۔

"کیا؟" مسز فروا نے حیران ہو کر ڈاکٹر ثمینہ کی طرف دیکھا۔ "یہاں کی خواتین کو کیا کوئی اور کام نہیں ہے۔ جتنی غربت اتنی ہی بچے۔"

وہ سب حقیقتاً حیران ہوئیں۔

"تو اور کیا اتنی جہالت ہے اس علاقے میں؟" ثمینہ نے سر جھٹک کر نخوت سے کہا۔

"خیر ہمیں ان مسائل کیا لینا ہے۔ ہمیں تو اپنا کام کرنا ہے۔" مسز رحمان نے معنی خیز نظروں سے ڈاکٹر ثمینہ کو دیکھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیں۔

"ڈاکٹر ثمینہ! آپ نے سب انتظام کر رکھا ہے نا۔ ہمیں آج ہی واپسی کے لیے بھی نکلنا ہے۔" زارا نے فکر مندی سے استفسار کیا۔

"جی سب انتظام ہو گیا ہے۔ ساتھ گھر میں ہی تمام عورتوں کو بٹھایا گیا ہے۔ آپ لوگ چائے سے فارغ ہو جائیں۔ پھر ہم چلتے ہیں۔" ڈاکٹر ثمینہ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"گڈ۔" مسز عدیل نے کہہ کر چائے کا کپ لبوں سے لگا لیا۔

☆☆☆

مٹی اور گارے سے بنی دیوار میں لگا چھوٹا سا لکڑی کا بوسیدہ دروازہ نصب تھا۔

جسے وہ سب پار کر کے اندر چلی آئیں۔ تو سامنے بڑا سا صاف صحن تھا۔ جس کے اختتام پر برآمدہ اور دو کمرے بنے ہوئے تھے۔ اور ایک کونے میں بھینسیں اور بکریاں بندھی ہوئی تھی۔ صاف ستھرا ہونے کے باوجود گوبر کی بو جیسے فضا میں رچی بسی ہوئی تھی۔ ان سب خواتین نے بے ساختہ اپنے منہ پر دوپٹا رکھ لیا۔ ڈاکٹر ثمینہ نے ان سے خاص طور شلوار قمیص اور دوپٹا اوڑھنے کی تاکید کی تھی۔

وہ سب آگے بڑھیں تو برآمدے میں چھ سات لکڑی کی کرسیاں پڑی تھیں۔ اور زمین پر چٹائی

www.pklibrary.com

بچھائے چالیس سے پچاس عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔

''سلام ڈاکٹر صاحب!'' وہ عورتیں ثمینہ کو دیکھ کر احترام سے سلام کرنے لگیں۔

سب کے بیٹھ جانے کے بعد ڈاکٹر ثمینہ کھڑی ہوئیں۔

''یہ میری دوشیزہ ہیں۔ اور ایک این جی او کہ تحت کام کرتی ہیں۔ تاکہ آپ جیسی خواتین کو بہتر زندگی گزارنے اور آپ کے مسائل کا حل ڈھونڈنے میں آپ کی مدد کر سکیں۔ میں نے ان کو آپ کے مسائل کے بارے میں بتایا۔ تو یہ اپنے قیمتی وقت میں سے ٹائم نکال کر یہاں تشریف لائی ہیں تاکہ آپ کو آپ کے حقوق سے آگاہ کیا جائے۔ اور اس کے علاوہ میں نے پرزور اپیل بھی کی ہے کہ یہاں پانی کے کنویں جلد کھدوا کر دیے جائیں۔ اور ساتھ ہی سرکاری پانی کی لائن کا بھی انتظام کیا جائے۔ تاکہ آپ لوگوں کا سب سے بڑا مسئلہ پانی کی کمی کو پورا کیا جا سکے۔ آبادی کے لحاظ سے یہاں پانی ناکافی ہے۔ اور ان شاء اللہ ہم جلد ہی اس مسئلے پر قابو پا لیں گے۔ اس کے علاوہ آپ کے جو بھی ذاتی مسائل ہیں زارا کو اپنی اپنی شکایت بعد میں لکھوا دینا آپ کی درخواست حکام بالا اور متعلقہ اداروں تک پہنچا دی جائے گی۔'' ڈاکٹر ثمینہ نے کہا تو سب عورتیں خوشی سے تالیاں بجانے لگیں۔

''اب میں مسز رحمان سے کہوں گی آپ سے خود بات کریں۔'' ڈاکٹر ثمینہ نے مسکرا کر مسز رحمان کی طرف دیکھا۔

''میں ٹھیک لگ رہی ہوں نا۔'' مسز رحمان نے کرسی سے اٹھتے ہوئے اپنا دوپٹا ٹھیک کرتے ہوئے مسز فروا سے استفسار کیا۔

''اے ون'' مسز فروا نے انہیں تسلی دی۔ تو وہ مسکراتے ہوئے ڈاکٹر ثمینہ کے پاس آ کر کھڑی ہو گئیں۔

''بہنوں ڈاکٹر ثمینہ درد دل رکھنے والی خاتون ہیں۔ میری جب بھی ان سے بات ہوتی ہے۔ وہ آپ کے بارے میں بات کرتی ہیں اور مجھ سے یہاں آنے کے لیے پرزور اپیل کرتی ہیں۔ ان کے کہنے پر میں اور میری ٹیم اپنے مصروف ترین وقت میں سے ٹائم نکال کر خود کو یہاں آنے سے روک نہیں پائے۔ آپ کے جو مسائل ہیں۔ جیسے پانی کا مسئلہ اور صحت کے مسائل۔ وہ میں جلد از جلد دور کرنے کی کوشش کروں گی۔ لیکن میری بہنوں کچھ چیزیں آپ کے اپنے ہاتھ میں بھی ہے۔ جو چیزیں میرے بس میں ہیں ان شاء اللہ ان پر جلد کام شروع ہو جائے گا۔ اور جو آپ کے ہاتھ میں ہے اس کو پورا کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ جیسے کہ آبادی کو کنٹرول رکھنا۔ خود کو اچھی خوراک دیں گے۔ تو اچھی صحت ملے گی۔ زیادہ بچے زیادہ ذمہ داری کم بچے مطلب خوش حالی۔ پہلے آپ کو اپنے حقوق کے بارے میں جاننے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے تو آپ کی زندگی آپ کی مرضی ہونی چاہیے۔ کسی کو کوئی حق نہیں آپ پر زبردستی اپنا حکم چلائے۔

آپ پسند کی شادی کرنا چاہتی ہیں، کریں۔ یہ آپ کا حق ہے۔ اور اسلام نے آپ کو یہ حق دیا ہے۔ اسلام میں کہیں بھی نہیں ہے۔ کہ آپ بھیڑ بکریوں کی طرح اپنی زندگی گزار دیں۔ آپ نے مرد کی حاکمیت برداشت نہیں کرنی۔ آپ خود دیکھیے اپنے آپ کو۔ گھر کے کام یا بچے..... کیا یہی آپ کی زندگی ہے۔ اور یہی آپ کی مرضی؟''

مسز رحمان بولتے بولتے اسی جگہ آ گئیں۔ جہاں لانا ان کی ڈیوٹی تھی۔ وہ غریب اور ان پڑھ عورتیں ان کی بات سے اتفاق کرتی نظر آنے لگیں۔

''آپ کو اپنی زندگی کو اپنی مرضی سے جینا ہے۔ میں ہر چھ ماہ کے بعد آپ کے پاس آؤں گی۔ آپ کو بہادر بننا ہے ہماری طرح ہم جیسا جینا ہے۔ زندگی کی تمام سہولیات پہ آپ کا بھی حق ہے۔''

انہوں نے مسکراتے ہوئے ان خواتین پر ایک طائرانہ نظر ڈالی وہ سب ان سے بے حد متاثر نظر آ رہی تھیں۔ ان کا مقصد بھی یہی تھا۔ پاکستان کی عورتوں کو بغاوت کا درس دینا۔ اسی طرح کے کام کرنے کے ہی تو انہیں غیر ملکی این جی اوز سے ڈالر ملتے تھے۔ ان کا یہ گھناؤنا کاروبار خدمت خلق کے نام سے مشہور تھا۔ ظاہری بھی واہ، واہ۔ اندر سے بھی مالا مال۔

مسز رحمان نے مسکرا کر اب مسز نعمان کو اشارہ کیا۔

www.pklibrary.com

''بالکل میری بہنوں آپ کوئی چیز نہیں ہیں۔''
مسز نعمان نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔
''جس نے جب چاہا جہاں چاہا فٹ کر دیا۔
ارے، عورت پاور کا نام ہے۔ آپ نے وعدہ کرنا ہے
آپ نے جھکنا نہیں مردوں کے سامنے۔ اگر کوئی
زبردستی کرے تو آپ نے ان کے خلاف اٹھ کھڑے
ہونا ہے۔'' مسز نعمان ان سے وعدہ لیا۔
وہ سب عورتیں ان کی باتوں سے متفق ہو کر بازو
اٹھا کر ان کے حق میں نعرے لگانے لگیں۔ اور ان
نعروں کی گونج اس وقت اور بھی زیادہ ہو گئی جب مسز
فروا نے اٹھ کر پانچ پانچ سو کے نوٹ ان عورتوں کو
تقسیم کیے۔
''ہم آپ کے لیے گفٹ نہیں لا سکے یہ ہماری
طرف سے چھوٹا سے گفٹ ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ
ہمارا کارڈ بھی ہے۔ اس پہ ہمارا فون نمبر درج ہے۔
آپ کے ساتھ کوئی بھی ظلم یا زیادتی ہو۔ یا آپ کے
بچوں کے ساتھ۔ آپ نے وقت ضائع کیے بنا ہم
سے رابطہ کرنا ہے۔ اور ہمارا پیغام گاؤں کی اور ارد گرد
کی خواتین کو بھی پہنچانا ہے۔ ہم جلد آپ کے پاس پھر
آئیں گے۔'' مسز رحمان مسکرائیں۔
دیہاتی خواتین پیسے دیکھ کر خوشی سے نہال ہو
گئیں۔ اور نہ آنے والی عورتوں کی قسمت پہ افسوس
کرنے لگیں۔
''اس کے علاوہ کوئی اور مسئلہ ہے تو آپ ان کو
لکھوا دیں۔'' مسز فروا نے زارا کی طرف اشارہ کیا۔
اور وہ سب ایک گھنٹے کے بعد ڈاکٹر ثمینہ کے گھر
واپس آ گئے۔

☆☆☆

''واہ مسز رحمان کیا بات ہے آپ کی.....! قسم
سے آپ نے تو کمال کر دیا۔ ویل ڈن۔'' ڈاکٹر ثمینہ
نے ان کی پیٹھ تھپکی۔
''بس ایک بات مجھے اچھی نہیں لگی۔'' مسز فروا
نے منہ بنا کر کہا۔
''وہ کیا؟'' مسز فروا کہنے پر سب انہیں دیکھنے لگے۔

''آپ نے فضول ہی پیسے دلوا دیے۔ پیسے
دیتے ہوئے تو جان نکل رہی تھی۔ کیا ضرورت تھی بھلا
اتنا حاتم طائی بننے کی۔ مسز فروا نے ناراضی بھرے
لہجے میں کہا۔
''یار! پہلی بار ہم اس گاؤں میں آئے ہیں۔ مفت
کے پیسے کی چمک اور خوشبو اچھے اچھوں کو مدہوش کرتی
ہے۔۔ فکر مت کرو، یہ پیسے ہمیں سود سمیت واپس ملیں
گے۔ مسز رحمان نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔ تو مسز
فروا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
''چلو چلنے کی تیاری کرو۔''
مجھے تو ان جاہل عورتوں سے گلے ملتے ہوئے
اتنی کراہیت آ رہی تھی۔ مگر پیسہ اور عزت کمانا کون سا
آسان کام ہے۔'' مسز کامل کے کہنے پر وہ سب قہقہہ
لگا کر ہنس پڑیں۔
''او کے۔ اپنا خیال رکھنا اور مجھے اپ ڈیٹ کرتی
رہنا۔ اور بیچ بیچ میں آپ بھی ان عورتوں کی برین واشنگ
کرتی رہنا۔ اور ڈاکٹر ثمینہ آپ کا کام بھی ہو جائے گا۔''
مسز رحمان ان سے گلے ملتے ہوئے کہا۔
''چلو زارا۔'' اب وہ زارا کی طرف پلٹیں۔
''جی میڈم۔''
زارا نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور اپنے ہاتھ میں
پکڑی کاپی جس پہ تھوڑی دیر پہلے دیہاتی خواتین کی
شکایات لکھی گئی تھیں۔ زارا نے پھاڑ کر گرا دیں۔ اور
جلدی سے وین میں بیٹھ گئی۔ سب کام اچھے سے
ہو گیا۔ اب تو گھر جا کر خوب آرام کرنا ہے۔
وین کے چلتے ہی یہ سب خواتین نے اپنے سیل
فون میں لی گئیں ان غریب خواتین کی پکس اپنی این
جی او کو واٹس ایپ اور سوشل میڈیا پر اپلوڈ کرنے
لگیں۔ وہ سب بہت خوش تھیں۔ ان کا ٹور کامیاب
رہا تھا۔ واہ واہ کے ساتھ غیر ملکی کرنسی بھی تو اُن کے
اکاؤنٹ میں منتقل ہونی تھی۔

☆☆

www.pklibrary.com

اُمِ ایمان قاضی

محبت اب بھی باقی ہے

"آہا..... بڑی خوشبویں اٹھ رہی ہیں باورچی خانے سے، کیا بنا رہی ہیں چچی؟"

کچن میں داخل ہوتے ہی اس نے ایک لمبی سانس لے کر مختلف پکوانوں کی مہک کو اپنے اندر اتارا تھا۔

"آپ کے اور میرے نصیب کہاں جو مہمانوں سے پہلے ہم ان کھانوں کے خوشبو بھی اپنے اندر اتار سکیں۔ اس لیے ابھی جو دو تین لمبی لمبی سانسیں لی ہیں وہ فوراً سے پیشتر واپس نکالیے سعدی بھائی....."

"بکو مت تم نکمے لڑکے، کام کرتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے اور زبان کا جتنا چاہے استعمال کروالو..... آجاؤ، سوری یہاں رکھ دو یہ سامان! تمہاری پھپھو آرہی ہیں ناں لاہور سے تو اس لیے ذرا اہتمام کیا ہوا ہے تم بیٹھو کھانا کھا کر جانا....." ثریا نے بارہ سالہ سلمان کو تیکھی نظروں سے دیکھ کر سعدی سے کہا جو کہ دیوار پار گھر میں ہی رہتا تھا، ان کے جیٹھ کا بیٹا تھا اور جہاں انہوں نے بڑی بیٹی بھی بیاہی ہوئی تھی۔

"ہاں جی ضرور، نیکی اور پوچھ پوچھ..... ضرور کھاؤں گا کھانا۔ یہ بتائیں چچی، پھپھو اکیلی آرہی ہیں یا ان کے اکلوتے چشم و چراغ بھی ساتھ ہوں گے۔"

کن انکھیوں سے بے نیازی سے میوے کاٹتی صلہ پر نظر ڈالی اور خود چھوٹی ٹیبل کے گرد کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا اور سلمان کی پیش کردہ گاجر کو نہایت عقیدت سے تھام کر کھاتے ہوئے بولا۔

مکمل ناول

www.pklibrary.com

www.pklibrary.com

"پتا نہیں پوری بات کا تو مجھے نہیں پتا مگر تمہارے دادا کی دکانوں کی فروخت کا معاملہ ہے کوئی، اسی حوالے سے بھائی بہن میں گفتگو ہو رہی تھی۔ میری عادت کا تو تمہیں پتا ہے، تمہارے چچا خود کچھ بتا دیں تو بتا دیں، میں نہیں کسی معاملے میں پڑتی..... اور یہ نہیں پتا کہ کس کے ساتھ آ رہی ہیں، بس آنے کا بتایا تھا کال کر کے۔" چچی جان سادگی سے بولیں۔

"تمہیں بھوک لگی ہو تو کچھ نکال دوں کھانے کے لیے۔" انہوں نے بریانی کا دم چیک کیا تھا۔

"ارے نہیں چچی جان! ابھی کچھ دیر قبل ہی بھابھی جان کے ہاتھ کے مزیدار، خستہ پراٹھوں کا ناشتا کیا ہے۔ ابھی بھوک نہیں ہے۔ لیکن بریانی ضرور کھاؤں گا آپ کے ہاتھ کی۔ تھوڑی دیر تک۔"

"دیکھ لی آپ کی محبت سعدی بھائی! میں تو ایک نوالہ بھی آپ کے بنا کھانا گناہ تصور کرتا ہوں۔ جس کا ثبوت آپ کے ہاتھ میں موجود یہ تازہ اور سرخ گاجر ہے جو میں نے اپنے حصے کا رزق بچا کر آپ کو دیا ہے اور آپ ہیں کہ خستہ اور مزیدار پراٹھے کھلانا تو دور کی بات مجھے یاد کیے بغیر کھا گئے۔" سلمان نے لہجہ انتہائی دکھی بنایا۔

"تم بھوکے، ندیدے، پیٹو! صبح شہد اور مکھن کے ساتھ پراٹھا اور دودھ پتی کا ناشتا کس نے کیا اور چار گھنٹوں سے ہم نے اگر یہ چار پانچ ڈشز تیار کر لیں تو تیاری کے مراحل میں آدھے سے زیادہ چکھنے چکھنے میں تم کھا چکے ہو..... اور انداز ایسا ہے جیسے صدیوں سے بھوکے بیٹھے ہو....." صلہ نے میوے کاٹنے والی چھری سے اشارہ کرتے ہوئے آنکھیں دکھائی تھیں۔

"سعدی بچے! اب اگر آ ہی گئے تو اس کو لے جا کر کہیں گھما پھرا لاؤ..... کوئی فزیکل ایکٹیویٹی نہیں ہے اس کی..... کھانا، لیپ ٹاپ اور زبان کا استعمال..... میں تو تنگ آ گئی ہوں اس کی غیر صحت مندانہ روٹین سے..... اوپر سے ایسے ایسے عورتانہ مشورے دیتا ہے ہر معاملے میں کہ میں خود حیران رہ جاتی ہوں کہ ایسی ایسی باتیں آتی کہاں سے ہیں اس کے ذہن میں۔" ثریا عاجز آ کر بولیں۔

"دیکھ لی آپ نے اپنے جگری یار کی ویلیو اس گھر میں کیا ہے۔ ان خواتین کے بھلے کو ہی کہتا ہوں جو کہتا ہوں۔"

"اچھا اچھا یار! اس ٹاپک پر بعد میں بات کرتے ہیں، نکال نا ذرا کرکٹ کٹ اپنی..... ہو جائے ایک میچ....."

"آج نہیں سعدی بھائی! سات ڈگری سینٹی گریڈ ہے آج ٹمپریچر..... سردی میں کیوں اکڑا کے مارنا چاہتے ہیں مجھے، میں تو آپ کو اپنا حقیقی خیر خواہ سمجھتا تھا۔" سلمان کے گول مٹول چہرے پر خوف سا چھا گیا اتنی سردی میں باہر جانے کا سن کر.....

"کم آن یار! مرد بنو مرد..... باہر صحن میں ہی جا کر کھیلنا ہے، میں کون سا تمہیں سیاچن پر بھیجنے والا ہوں۔ اب تک کھایا پیا ہضم ہو گا تو ہی اگلا کچھ کھانے کے قابل ہوں گے نا....." سعدی کرسی پیچھے کرتا کھڑا ہو گیا۔

"میرا تو ایسے ہی ہضم ہو جاتا ہے سعدی بھائی! آپ فکر نہ کریں۔" سلمان تو سچ مچ گھبرا گیا۔

"سلمان اٹھ رہے ہو یا میں ہاتھ پکڑ کر اٹھا لے جاؤں تمہیں۔"

"اٹھ رہا ہوں۔" اس کے دوٹوک انداز پر سلمان نے مرے مرے انداز میں کہا۔

"قسم سے دشمنوں کی صف میں کھڑے ہو کر آپ نے اپنے دوست کے ہی دانت کھٹے کر دیے۔" سلمان نے جاتے جاتے صلہ کو کینہ توز نظروں سے دیکھتے ہوئے سعدی سے شکوہ کیا۔ جواباً صلہ نے زبان نکال کر اسے چڑایا تھا۔

"کتنی بار کہا ہے کہ تم بھی بچے کے ساتھ بچی مت بن جایا کرو۔ میٹھا دیکھو اب فریزر سے نکال کر فریج میں رکھ دو۔"

"بچہ کہہ کر بچوں کی توہین مت کریں اپنے

www.pklibrary.com

لاڈلے کی۔ پورا ایک گھاگ اور جہاندیدہ آدمی چھپا بیٹھا ہے اس موٹو کے اندر....." نروٹھے پن سے کہتی وہ فریج کی جانب آئی۔

"اپنے باپ کے آگے ہی سیدھے ہوتے ہو تم دونوں..... بھائی، بہن تو لگتے ہی نہیں، دشمن ہوں جیسے ایک دوسرے کے۔" جھنجھلا کر کہتے ہوئے وہ سالن کی طرف متوجہ ہوئیں۔

☆☆☆

پھپھو نے خوب لپٹا لپٹا کر ان دونوں بہن بھائیوں کو پیار کیا۔

"ہوشیار باش! اس گرم جوشی کے مظاہرے میں مجھے کسی سازش کی بو آ رہی ہے۔" سلمان صلہ کے کان میں گھسا تھا۔ جواباً اس نے اس کی پسلیوں میں اپنی کہنی ماری۔ سلمان کراہ کر رہ گیا۔

"یہ میرے سلمان کے ٹراؤزر شرٹس، صلہ کے لیے پرس اور بھابھی آپ کے لیے گرم شال اور بھائی جان کے لیے کوٹ....." کھانا کھانے کے بعد پھپھو نے ایک ایک کر کے سب کے گفٹس نکالے۔

"میرے لیے کچھ نہیں لائیں پھپھو آپ؟"

سعدی جس نے کچھ دیر قبل ہی پہنچ کر سلمان کو جذباتی کمک فراہم کی تھی، نے معصومیت کے ریکارڈ توڑتے ہوئے کہا۔ پھپھو گڑبڑا سی گئیں۔

"آں ہاں..... تم تو بڑے ہو گئے چندا! یہ تو بچے ہیں ان کو خوش کرنے کو لے آئی ورنہ میرے لیے تم سب برابر ہو....."

"جی جی، بجا فرمایا آپ نے، کوئی شک ہی نہیں آپ کی محبت پر ہمیں۔"

"اور جہانزیب بھائی! کیا کر رہے ہیں آج کل.....؟" قدرے کم گو سے جہانزیب سے اچانک ہی مخاطب ہوا تھا وہ۔

"اپنے باپ کے کاروبار کو آگے پھیلا رہا ہے میرا بچہ! کاروں کا شوروم ہے خیر سے اپنا....." پھپھو نے فخر سے کہا۔ جہانزیب بھی مسکرا دیا جبکہ چچا خلیل نے بے ساختہ اس کو کاروبار میں ترقی کی دعا دی تھی۔

اتنے میں صلہ سب کے لیے چائے لے کر آئی۔

"جیتی رہو، جیتی رہو کتنی بڑی اور پیاری ہو گئی ہے ہماری صلہ تو، چار سال پہلے تک تو گڑیا سی دکھتی تھی۔"

"ایک بار اور سازش کی بو آئی ہے پارٹنر....." سلمان بسکٹوں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے سعدی سے سرگوشی میں گویا ہوا۔

صلہ نے اسے ایک کے بعد ایک بسکٹ اٹھاتے دیکھ کر خوں خوار نظروں سے اسے گھورا اور بسکٹوں کی پلیٹ پھپھو کے آگے کھسکا کر ان کو بہت پیار سے پیشکش کی۔ پھپھو نہال ہی تو ہو گئیں۔ چچا اب جہانزیب سے باتیں کر رہے تھے جب کہ پھپھو سعدی کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"تم کیا کر رہے ہو آج کل؟ اور ارباز کیا کرتا ہے۔ چار سال پہلے تو چھوٹی سی پرچون کی دکان تھی۔"

"اسی دکان کو ہی تھوڑا سا بڑھا لیا ہے..... ایم بی اے کا آخری سال ہے۔ صبح یونی جاتا ہوں۔ شام کو بھائی کے ساتھ دکان سنبھالتا ہوں۔"

"ہم..... اچھی بات ہے! لیکن چھوٹی موٹی دکانوں سے گھر کا خرچ کہاں چلتا ہے۔ کوئی چھوٹا موٹا کاروبار ہی شروع کر لو تم لوگ..... آج کل تو لوگ رشتہ دیتے اور لیتے وقت خاندان کی بیک گراؤنڈ ضرور دیکھتے ہیں اب ایک بار تو خلیل نے ترس کھا لیا مرحوم بھائی کا خیال کر لیا کہ نہ کچھ دیکھا نہ بھالا، بیٹی پکڑ کر دے دی ہر بار تو ایسا کرنے سے رہا ناں....."

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں پھپھو جان! زوار بھائی جیسا لڑکا تو ہم چراغ لے کر بھی ڈھونڈتے تب بھی نہ ملتا ہمیں..... ہماری بہن ماشاء اللہ بہت خوش ہے اس گھر میں، ہماری تائی نے بیٹی بنا کر رکھا ہوا ہے نبیلہ آپی کو..... دولت سب کچھ نہیں ہوتی، سکون اہم ہوتا ہے....." سلمان نے ایسے انداز میں کہا کہ پھپھو ناگواری سے اسے دیکھ کر رہ گئیں جو کہ اپنی ذہین ایکسرے کرتی آنکھوں اور بے زبان کی وجہ سے کچھ

www.pklibrary.com

خاص پسند نہ آرہا تھا انہیں۔

"کیا بات ہو رہی ہے بھئی سکون اور دولت کی....." خلیل صاحب کے کانوں میں سلمان کی بات کے کچھ آخری الفاظ ٹکرائے تھے۔

"کچھ نہیں ابا! پھپھو کو ایک پتے کی بات بتا رہا تھا....." سلمان کی بے نیازی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

"اچھا بھئی میں چلتا ہوں۔ چکر لگائیے گا پھپھو! وہ بھی آپ کے بھائی کا گھر ہے..... مگر شاید رشتے بھی تب تک سلامت رہتے ہیں جب تک ان کو سنبھالنے والے زندہ رہیں۔" سعدی اٹھتا ہوا بولا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں....." پھپھو گڑبڑا کر بولیں۔ جبکہ سلمان بھی سعدی کے ساتھ ہی نکل آیا تھا۔

☆☆☆

"میں شرطیہ کہہ رہا ہوں کہ یہ جو سارا سامان پھپھو بطور تحائف لائی ہیں۔ لندن مارکیٹ عرف لنڈا بازار سے خرید کر لائی ہیں۔ آخر کو میری عمر کے شعور کے سات سال لندن مارکیٹ کو دن میں دو دفعہ کراس کرتے ہوئے گزرے ہیں اسکول جاتے وقت اور اسکول سے واپس آتے وقت..... وہ مخصوص خوشبو اتنی سرایت کر چکی ہے میرے اندر کہ وہاں کے دکانداروں کو اتنا پتا نہیں چلتا وہاں سے ریلیٹڈ چیزوں کی مخصوص خوشبو کا جتنا مجھے پتا چلتا ہے۔" سلمان نے پڑھتے پڑھتے اچانک کتاب سے سر اٹھا کر مدبر بن کر کہا۔

صلہ نے خشمگیں نظروں سے اسے گھور کر ثریا کو دیکھا جو ان دونوں کو دودھ دینے آئی ہوئی تھیں انہوں نے آگے بڑھ کر جلدی سے کھلا ہوا دروازہ بند کر دیا۔

"خدا کے لیے سلمان..... خدا کے لیے چپ کر جاؤ! مجھے سمجھ میں نہیں آتا تمہاری زبان کے آگے جو خندق ہے اسے کیسے بند کروں؟ جو بات جب دماغ میں آتی ہے، بک دیتے ہو..... اگر ایسا ہے بھی پھر بھی ہمیں مذاق اڑانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ تحفہ، تحفہ ہوتا ہے۔ دس روپے کا ہو یا دس لاکھ کا..... ان کا دل تو کیا ناں کچھ لانے کو....." وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گئیں اور بے بسی سے اسے سمجھانے لگیں۔

"نہیں نہیں..... پھپھو کے تحفے کو اتنا ڈی گریڈ نہ کریں کہ دس روپے کے برابر اس کی ویلیو لے آئیں۔ پانچ پانچ سو کی رینج میں تو ہے ایک ایک تحفہ..... آخر کو میرے سارے دوست مجھے خریداری کے لیے ساتھ لے جاتے ہیں میری معصوم شکل سے دکان دار جلدی مان جاتے ہیں ناں اس لیے....."

"اور آپ اگر چاہتی ہیں کہ میں اس سال امتحان میں فیل نہ ہوں تو اس کو پلیز یا تو اپنے کمرے میں شفٹ کریں تاکہ ابا کے سامنے اس کی زبان اور پیٹ کچھ کنٹرول میں رہ سکے ورنہ میرا دماغ پلپلا کر دیا ہے فضول باتیں کر کر کے اور اماں یقین کریں آپ نے اگر اس کے کھانے پر کوئی پابندی نہ لگائی تو یہ کھا کھا کر کسی دن غبارے کی طرف پھٹ جائے گا۔" صلہ نے زچ آ کر کہا۔

"لیکن پھٹنے سے پہلے اماں کو یہ ضرور بتا کر جاؤں گا۔ کہ یہ جو قینچی بن کر اس وقت میری شکایتیں کر رہی ہے تو کم از کم جو بھی کرتا ہوں ڈنکے کی چوٹ پر کرتا ہے، تمہاری طرح ماں باپ کی آنکھوں میں دھول جھونک کر نہیں۔"

اس کی بات پر جہاں صلہ کے منہ کے زاویے بگڑ گئے وہاں ثریا نے سر تھام لیا اس کی فضول گوئی پر۔

"یہ جو فیل ہونے کا خطرہ ہے میری وجہ سے نہیں ہے بلکہ میٹرس اٹھا کر چیک کریں میڈم کا ایک سے بڑھ کر ایک ناول ملے گا وہاں اور ان سے چار نویں نکور رسالے جو مجھ سے منگوا کر اب مجھ سے ہی طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لی ہیں۔"

"فکر مت کرو..... وہ میں صفائی کے وقت صبح ہی نکال لیے تھے اور ان کا بندوبست بھی کر دیا تھا۔"

"کیا کر دیا اماں آپ نے..... رسالوں کی تو خیر ہے۔ ناول تو لائبریری کے تھے..... تم سے تو میں پوچھ لوں گی موٹو....." وہ پریشانی سے بولی۔

www.pklibrary.com

"وہ تو میں نے واپس بھجوا دیے اور جس نے تمہیں لا کر دیے اس کی بھی خوب کلاس لی ہے۔ کل صبح ناشتے پر میں نے سارا معاملہ تمہارے ابا کے سامنے رکھ دینا ہے وہ جانیں اور تم جانو کیونکہ جہاں بات اسٹڈیز کی آجائے وہاں میں کوئی کمپرومائز نہیں کر سکتی۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ لہجہ انتہائی سنجیدہ تھا جس سے ان دونوں کی جان جاتی تھی۔

"اماں..... پلیز میری پیاری اماں! کیا ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتی ہیں۔ یہ دیکھیں میں نے کان پکڑ لیے ہیں۔ وعدہ آئندہ اپنی پیاری صلہ سے اگر لڑائی کی تو....."

سلمان نے جیسے ہی آگے بڑھ کر صلہ کے کان پکڑے۔ دونوں کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

"ڈرامے باز نہ ہو تو....."

"اماں! مونو ٹھیک کہہ رہا ہے..... پہل میں نے کی تھی اس کی شکایت لگانے میں آئندہ لڑائی نہیں ہوگی اور پلیز پلیز میرے رسالے واپس کر دیں۔ میں نے ابھی پڑھا ایک بھی نہیں۔ پرامس، اسٹڈیز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ پہلے بھی شکایت ہوئی ہے آپ کو؟ اب بھی نہیں ہوگی۔" اس نے سلمان کے گرد بازو حمائل کر کے کہا۔ دونوں بہن بھائی منٹوں میں شیر و شکر ہو گئے۔ ثریا دونوں کے خالی گلاس لے کر مسکراتے ہوئے واپس چلی گئی تھیں۔

☆☆☆

"تم گھنے، میسنے، میر جعفر..... کزن میرے ہو یا اماں کے..... دوست میرے ہو یا اماں کے....." وہ لڑاکا طیارہ بنی اس کے سر پر کھڑی تھی جب مسکراتے ہوئے نبیلہ اندر آئی۔

"کیا ہے صلہ! کیوں اس غریب کی شامت بلا رہی ہو۔ کبھی بہن سے ملنے مت آنا۔ جب بھی آنا سعدی سے لڑنے ہی آنا۔ اب کیا ہو گیا ہے.....؟"

نبیلہ نے مسکرا کر پوچھا۔ وہ ان کی طرف مڑی اور ناولوں والا سارا قصہ کہہ سنایا۔

"کیا ہوتا یہ مکر جاتا کہ اسے نہیں پتا کہ یہ ناولز کہاں سے آئے، یا اگر اماں کے سامنے اگل بھی دیا تھا تو مجھے ہی لا دیتا دوبارہ، دو سو روپے رکشہ والے کو دیے تھے لائبریری جانے کے۔ یہ ایک تو مجھے لے کے نہیں گیا وہاں، فاریہ کے ساتھ جانا پڑا تھا، اس کم بخت نے چاٹ اور آئسکریم کی شرط بھی رکھ دی ساتھ وہ بھی ساتھ پوری کرنی پڑی۔"

"ہاں تو جھوٹ کی سزا تو ملنی چاہیے ناں....."

اس کے بولنے پر صلہ نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا تھا۔

"دیکھا ابھی بھی آپ اس کی سائیڈ لے رہی ہیں۔" اس نے نبیلہ کو جتاتے ہوئے کہا۔

"یار! تمہیں تو پتا ہے کہ تم سے کزن شپ، فرینڈ شپ اور جتنی جتنی شپس ہیں ان کے تقاضے ایک طرف چچی جان جیسی معصوم خاتون سے میں جھوٹ نہیں بول سکتا....."

"اچھا اب تم غصہ تھوک دو۔ میں سعدی کو کہوں گی یہ تمہارے ساتھ لے جا کر دوبارہ وہ بکس ایشو کروا دے گا۔" نبیلہ ایشو کروا دے گا۔ نبیلہ سیز فائر کراتے ہوئے بولیں۔

"ناں..... بالکل نہیں اس کو کہیں نکالے سات سو پچاس روپے پہلے۔"

"ہیں..... وہ کس خوشی میں بھئی۔" وہ سن کر اچھل ہی تو پڑا۔

"سات سو پچاس..... واہ واہ، کتنے مزے سے کہہ دیا تم نے..... تم تو صرف آرڈر کرتی ہو اور ایک چھوڑ نجانے کتنے سات سو پچاس روپے کیسے تمہیں مل جاتے ہیں۔ اور بی بی ہم ہاتھوں سے کما کر کھانے والے لوگ ہیں۔ ہمیں پتا ہے سات سو پچاس روپے کیسے اور کس مشقت سے کمائے جاتے ہیں۔ یہ لو اپنے ناولز تھوڑا سا ستانا چاہ رہا تھا تمہیں بس۔ اب اتنا دماغ کھایا ہے میرا تو ایک پیالی چائے تو حق بنتا ہے میرا....." اس نے سائیڈ ٹیبل کی دراز کھول کر تینوں ناولز نکال کر اس کے ہاتھ میں پکڑائے۔

"ویسے یہ سات سو پچاس روپے کس مد میں

www.pklibrary.com

تھے۔"

"دو سو رکشے کا کرایہ ہو گیا، پانچ سو پچاس جو ہم دونوں نے چاٹ اور آئسکریم کھائی اس کے تھے۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"چلو تم دونوں بیٹھو! میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔ پھر بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" نبیلہ آپی نے سیز فائر کرایا۔

"گاجر کا حلوہ بھی لے آیئے گا جو رات بنایا تھا۔ محترمہ سمجھتی ہیں کہ ان سے بہتر کوئی کچھ بنا ہی نہیں سکتا اور اس بات کا طعنہ بھی دے دیتی ہیں اکثر۔"

"میں نے کب طعنہ دیا تمہیں جھوٹے انسان!"

"چھوڑو جانے دو..... معاف کیا یہ بتاؤ پھپھو جان ہیں کہ چلی گئیں؟"

"ابھی ہیں ادھر ادھر رشتہ داروں سے مل رہی ہیں سنو اس دفعہ کیوں نہ چھٹیوں میں پھپھو کے ہاں چلیں کبھی گئے ہی نہیں..... ہر بار اتنی منتیں کر کے جاتی ہیں۔" وہ جوش سے بولی۔

"مجھے اپنی چھٹیاں فضول ضائع کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے، ویسے بھی تم لوگوں کو ہی منتیں کرتی ہیں، ہم سے ایسا کوئی رشتہ روا رکھا ہی نہیں انہوں نے....."

وہ دوبارہ سے اپنے لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوا۔

"میں تو ضرور جاؤں گی اس بار پکا ارادہ ہے میرا..... جہانزیب بھائی نے پرامس کیا ہے کہ وہ خوب گھمائیں گے مجھے پورا لاہور۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے پکے ارادے بنانے کی، نبیلہ بھابھی سے کہہ کر کچھ اچھا سا پروگرام ڈن کرتے ہیں دو تین دن کا..... مری کا چکر ہی لگا لیتے ہیں۔" اس کا بے وقوفانہ ارادہ سن کر سعدی نے جھٹ سے کہا۔ صلہ اسی میں خوش ہو گئی۔

"یہ ہوئی نا بات..... لاہور کا پروگرام پھر کبھی ڈن کر لیں گے۔"

"یہ لیجیے جناب گرما گرم گاجر کا حلوہ اور چائے۔" نبیلہ آپی ڈرائی فروٹ لے کر آ رہی ہیں۔"

سلمان نے چائے کی ٹرے کے ہمراہ انٹری دی۔

"گھر میں تو پھپھو جان کوئی جائیدادوں کے قصے کھولے بیٹھی ہیں ابا کے ساتھ..... ذرا بھی مزا نہیں آ رہا تھا گھر پر....." اس نے چائے کی ٹرے رکھ کر دونوں کو چائے کا کپ پکڑایا۔ خود گاجر کے حلوے کی بڑی ساری پلیٹ اٹھائی۔

"رکو تم ذرا، میں خود ڈال کے دیتی ہوں۔ موٹو تمہیں تم نے تو سارا خود چٹ کر جانا ہے۔"

"بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے صلہ آپی! آپ دونوں کے لیے نکال رہا تھا، چھوٹوں کے ہوتے ہوئے بڑے سروکریں۔ اب یہ اچھی بات تو نہیں ہے ناں....."

اس نے پینترا بدل کر دو چھوٹی پلیٹیں اٹھائی تھیں اور بادل ناخواستہ دونوں کو تھوڑا تھوڑا گاجر کا حلوہ ڈال کر دیا۔ باقی بچا گاجر کا حلوہ ایک بار پھر اٹھا لیا۔

"اب اجازت ہے..... لے سکتا ہوں؟" طنزیہ انداز سے صلہ سے پوچھا گیا۔

"کھاؤ یار کھاؤ، موج کرو، یہی تو دن ہوتے ہیں کھانے کے..... کھانے کے لیے کیسی اجازت۔" سعدی کے خوش دلی سے کہنے پر سلمان کی باچھیں کھل گئیں اور وہ پوری طرح حلوے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

☆☆☆

"وہ تو ٹھیک ہے آپا..... آپ کا حق ہے ابا کی دکانوں پر، مگر آج تک نہ تو آپ نے ایسا کوئی ارادہ ظاہر کیا، نہ کسی اور نے، تو میرے ہی مشورے پر ارباز نے دونوں دکانوں کی درمیانی دیوار گرا کر مکان کو بڑھا لیا ہے پیش نظر مقصد یہی تھا کہ جیسے ہی میرے پاس پیسا اس کے پاس رقم ہوئی ایک بندہ دکانیں خرید کر باقی دو لوگوں کو ان کے حصے کی رقم دے دے گا۔ ابھی تو نئی نئی دکانداری ہے، زور سارا سرمایہ اسی میں صرف کر چکا ہے اور میں نے اپنی ریٹائرمنٹ سے جو روپیہ ملا ہے اس میں سے تقریباً رقم کا تو بچوں کے نام

www.pklibrary.com

پر ایک فلیٹ لیا ہے۔ باقی ماندہ رقم حج کے لیے جمع کرا چکا ہوں۔ آپ بھی ماشاء اللہ سے معاشی حوالے سے مضبوط ہیں۔ فی الحال کوئی ایسی خاص ضرورت بھی نہیں ہے۔ آپ کو کچھ عرصہ انتظار کرلیں، جیسے ہی کوئی راہ دکھتی ہے میں آپ کو بتاتا ہوں۔'' خلیل احمد سنجیدگی سے بولے۔

ماں کا اشارہ پاتے ہی جہانزیب گویا ہوا۔

''وہ تو ٹھیک ہے ماموں جان! ہم بھی ابھی بات نہ کرتے نہ اپنے حق کی بابت سوال کرتے۔ بات دراصل یہ ہے کہ آپ کے شاید علم میں نہ ہو کہ پاپا کا پہلے صرف موٹر سائیکلز کی خرید و فروخت کا بزنس تھا۔ جب سے ہم نے گاڑیوں کا بزنس شروع کیا ہے تو اس میں سرمایہ لگانے کے لیے ہمیں اچھا خاصا قرض لینا پڑا ہے جس کی ادائیگی کا مسئلہ ہے اب..... آپ کو تو پتا ہے کہ کاروبار میں انوسٹمنٹ جتنی بھی کی جائے پھل بھی اتنا ہی ملتا ہے لیکن فوری نہیں ..... بس اسی لیے۔''

خلیل احمد پرسوچ انداز میں اس کی بات سنتے رہے پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے گویا ہوئے۔

''میرے حج کے ٹکٹ کی قرعہ اندازی ایک دو ہفتے میں متوقع ہے..... مولا نے کرم کردیا تو بلاوا آجائے گا۔ ابھی قسمت میں نہ ہوا تو دس ایک لاکھ تو وہ رقم ہمیں واپسی ملے گی جو ہم نے جمع کروائی ہوئی ہے۔ اتنے میں میں دکانوں کی قیمت لگوا لیتا ہوں۔ آپ لوگوں کا جتنا بھی حصہ بنا اس کے مطابق رقم کا بندوبست کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ بس کچھ دن انتظار کیجیے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے خلیل! لیکن اگر تمہارا اور ثریا کا نام قرعہ اندازی میں نام نکل آیا پھر.....؟'' پھپھو کے انداز میں خدشہ بول رہا تھا۔ خلیل احمد کو تھوڑا سا ناگوار محسوس ہوا۔ مگر پھر بھی وہ نظر انداز کر کے بولے۔

''ارے آپا! یہ سعادت تو نصیب والوں کو ملتی ہے۔ ہماری تو اٹھتے بیٹھتے یہی دعا ہے کہ بلاوا آجائے پھر بھی میں کچھ نہ کچھ کروں گا آپ کے لیے..... آپ فکر نہ کریں۔'' خلیل احمد نے بات سمیٹی، پھپھو نے اطمینان بھری سانس لی تھی۔

☆☆☆

''نبیلہ آپی..... نبیلہ آپی.....'' وہ دروازے سے ہی پکارتی ہوئی آئی تھی۔

''کچن میں آجاؤ صلہ!.....''

نبیلہ آپی نے کہا تھا۔ وہ اسی طرف بڑھ آئی۔ مگر دروازے سے داخل ہوتے ہی حلق میں جیسے کسی نے مرچیں پھونک دی تھیں۔ وہ گلا پکڑ کر بے ساختہ دہری ہو کر کھانسنے لگی۔ کچن میں موجود سب افراد جن میں سلمان بھی شامل تھا، اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔''

''اوہو! اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ آگ جلانے کے باعث اوپر سارا دھواں جمع ہوا ہوتا ہے، کچن میں داخل ہوتے ہی نیچے بیٹھ جانا چاہیے۔'' سلمان سب سے پہلے بولا۔

''ہاں تو ابھی تو داخل ہی ہوئی تھی۔ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہو بندہ پھر ہی اٹھنے بیٹھنے کا سوچتا ہے۔'' وہ کھانستے ہوئے بولی۔

''ویسے صلہ آپی! آپ جیسے بے وقوف لوگوں کو چاہیے آپ یہاں کے کچن میں انٹری ہی پنجوں کے بل دیا کریں۔''

''بکو مت تم..... اور تائی جان! دنیا چاند پر پہنچ گئی ہے اور آپ لوگ پھر سے غاروں والے پتھروں کے دور میں چلے گئے ہیں۔ اب کہاں رہ گیا ہے وہ آگ جلانے والا زمانہ.....'' نیچے بچھی چٹائی پر بیٹھی صلہ نے نخوت سے ناک چڑھا کر کہا۔

''بس بیٹا! بہت پہلے تمہاری دادی جب گاؤں سے آئیں یہاں تو وہاں کے سارے طور طریقے اپنے ساتھ ہی لے آئیں۔ پھر اللہ بخشے تمہارے تایا کہتے تھے کہ سردیوں کا مزا ہی تب ہے جب گھر میں آگ جلا کر رکھی جائے۔ پھر کھانے کا مزا ہی آگ پر پکنے کے بعد آتا ہے۔ وہ تو کھانا بننے کے بعد بھی کتنی کتنی دیر اسی کچن میں گزار دیتے تھے ان کے

www.pklibrary.com

گزرنے کے بعد پھر ہم بھی عادی ہو گئے۔ نبیلہ کے آنے پر میں نے کچن جدید انداز میں سیٹ کر دینا چاہا تو اس نے کہا کہ تائی جان یہ گھر جیسے دادی کے زمانے سے چل رہا ہے ویسے ہی چلنے دیں کیونکہ مجھے یہ سب ایسے ہی پسند ہے۔" تائی جان بے چاری صلہ کے انداز سے خفت زدہ ہو کر بولیں۔

"ارے اماں! آپ تو ایسے شرمندہ ہو رہی ہیں جیسے ہم نے آگ جلا کر کوئی جرم کر دیا ہو۔" سعدی کو صلہ کا لہجہ بہت برا لگا تھا اس پل۔

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو...... یہ بتاؤ صلہ! مولی والے پراٹھے بنا رہی ہوں آج سلمان اور سعدی کی فرمائش پر...... تمہارے لیے بنا دوں۔" نبیلہ نے پراٹھا بیلتے ہوئے کہا۔

"دل تو چاہ رہا ہے آپی، لیکن اتنی زیادہ کیلوریز افورڈ نہیں کر سکتی۔" اس نے بے چارگی سے کہا۔ تائی جان فوراً بولیں۔

"یہ کیا بات ہوئی بھئی کہ اس موئی کیلوریز کے چکر میں مالک کی بنائی نعمتوں سے خود کو دور کر لو۔ ویسے بھی کون سا موٹی ہو تم...... اور ہو بھی چلنے پھرنے والی بچی تو نہیں بڑھے گا وزن تمہارا، بنا دو نبیلہ بہن کو پراٹھا۔"

"اچھا ٹھیک ہے لیکن ذرا جلدی کریں میں جس کام سے آئی تھی وہ تو بھول ہی گئی۔ اماں نے بلایا ہے آپ کو بازار سے کچھ گفٹس منگوائے ہیں پھپھو کی فیملی کے لیے وہ فائنل کروانے ہیں آپ سے۔"

اب کے اس کا موڈ کچھ بہتر تھا۔ پراٹھے نبیلہ آپی نے بنائے تھے اس کے بعد چائے تائی امی نے خود ہی بنائی تھی۔ وہ ایک کھلا سا کمرا تھا جس کے درمیان میں مٹی کا چولہا بنا ہوا تھا اور سردیوں میں تقریباً سارا دن ہی تائی اور نبیلہ کے علاوہ گھر کے باقی افراد بھی وہیں محفل جمائے رکھتے۔ چاروں طرف پلاسٹک کی شیٹ کے اوپر موٹی موٹی دریاں بچھائی گئی تھیں کبھی کبھار سعدی اور زوار تکیہ ڈال کر وہیں لیٹ بھی جایا کرتے تھے۔ دائیں سائیڈ پر بڑی ساری شیلف بنی ہوئی تھی جس کے نیچے بنے کیبنٹس میں کچن کا سارا سامان موجود تھا۔ کونے میں سنک بھی لگا ہوا تھا۔ خلیل احمد جس دن آ جاتے خوب محفل جمتی تھی۔ سلمان کا تو یہاں خوب دل لگتا تھا۔ عموماً وہ اپنے گھر کے بجائے یہاں ہی زیادہ پایا جاتا تھا۔

☆☆☆

"اب کیا سوچا آپ نے آپا کے مطالبے کے بارے میں۔" ثریا ان کے لیے چائے لے کر آئیں تو ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہمم! واقعی یہ ایک توجہ طلب مسئلہ ہے۔ آپا کا مطالبہ ناجائز نہیں ہے لیکن مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنی جلدی اور اچانک بات کریں گی۔ سوچتے ہیں اس بارے میں بھی کچھ...... میں کچھ اور سوچ رہا تھا اس وقت......" وہ پرسوچ انداز میں بولے تھے۔

"وہ کیا......"

"آپا نے جاتے جاتے جہانزیب کے لیے صلہ کا ہاتھ مانگ لیا۔ ساتھ ہی بڑے مان اور اصرار سے کہہ گئی ہیں کہ ایک بیٹی بھائی کے گھر دی ہے تو اب بہن کو بھی خوش کریں۔"

"ہاں مگر آپ نے بتایا نہیں کہ بھائی صاحب اور آپ نے ساتھ بیٹھ کر برسوں پہلے ایک فیصلہ کیا تھا دونوں بچیوں کے حوالے سے اور ہم سب خوش اور مطمئن ہیں اس رشتے سے۔ بھابھی بیگم نے بھی پچھلے دنوں مجھے کہا تھا کہ صلہ کا امتحان ہوتے ہی وہ نبیلہ کے ساتھ شادی کی باقاعدہ بات کرنے آئیں گی۔" ثریا نے حیرت سے کہا۔

"ہمم! بتایا تھا ان کو مگر انہوں نے ان سنی کر دی میری بات اور رونے لگیں کہ بہن کو کاٹ کر الگ کر دیا دونوں بھائیوں نے...... بچوں کے رشتے آپس میں کرنے سے رشتوں اور فاصلوں کی دوری ختم ہوتی ہے۔"

"خون کے رشتوں میں کیسی دوری اور فاصلہ...... وہ آپ کی بہن ہیں اور بہن ہی رہیں گی۔ آپ کو اسی وقت انکار کر دینا چاہیے تھا تا کہ وہ کسی آس

www.pklibrary.com

میں نہ رہتیں۔" وہ قدرے تشویش سے بولیں۔

"میری بہن اتنے سالوں بعد میرے گھر آئیں اس لیے صاف انکار نہ کرسکا۔ میں بس یہ چاہ رہا ہوں کہ ایک بار صلہ سے پوچھ لیتے ہیں پھر جو فیصلہ وہ کرے ہمیں منظور ہوگا۔ اس کے دونوں بچے دیکھے بھالے ہیں پھر زندگی بھی تو اسی نے گزارنی ہے۔ پتا نہیں کیوں مجھے لگتا ہے صلہ ویسی سوچ نہیں رکھتی جیسے نبیلہ کی ہے ورنہ میرے لیے تو دونوں بچے برابر ہیں۔ ایک بھانجا ہے، ایک بھتیجا، ایک طرح سے دیکھا جائے تو سعدی میرے دل کے زیادہ قریب ہے۔"

"جیسے آپ کی مرضی اور مجھے یقین ہے کہ صلہ کا ووٹ بھی سعدی کے حق میں ہوگا جتنا بھی لڑلے وہ اس سے، دونوں بہن بھائی اس کے مشورے کے بغیر کچھ بھی نہیں کرتے۔" ثریا نے اطمینان سے کہا۔

خلیل احمد پرسوچ انداز میں سر ہلا کر رہ گئے۔

☆☆☆

"کیا کہہ رہی ہو تم بے وقوف لڑکی....."

اس کی بات سنتے ہی نبیلہ نے سر پیٹ لیا کہ صلہ نے اپنے ازلی لاابالی انداز میں بتایا تھا کہ اماں نے اس سے جہانزیب اور سعدی کے رشتے کی بات کی ہے اور وہ جہانزیب کے رشتے کے لیے ہاں کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، ہاں یہ اور بات ہے کہ اس نے ابھی اماں کو اپنا حتمی فیصلہ نہیں سنایا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا! تمہاری پڑھائی ڈسٹرب نہ ہو اور ذہن میں ایسا ویسا کچھ نہ آجائے اس لیے تم سے یہ بات مخفی رکھی گئی کہ دادی اپنی زندگی میں ہی ہم دونوں کی بات تایا کے گھر طے کر کے گئی تھیں سعدی بھی جانتا ہے یہ بات اور سب سے بڑی بات وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ ہم سب بھی یہی چاہتے ہیں اور تم چلی ہو نئے رشتے بنانے..... پھپھو کو یہ بات کرنی ہی نہیں چاہیے تھی جب وہ یہ بات جانتی بھی تھیں۔" نبیلہ کو اس سے زیادہ پھپھو پر غصہ آیا۔

"نبیلہ آپی! زندگی محبت کے سہارے نہیں گزرتی نا..... سعدی بہت اچھا انسان ہے مگر ابھی اس کے کیریئر کی شروعات بھی نہیں ہوئی، بنانے میں تو بہت ٹائم لگ جائے گا۔ آپ سب سے بہت محبت ہے مجھے مگر میں آپ جتنی صابر ہوں نہ باہمت، گرمی میں مجھے اے سی کے بغیر نیند نہیں آتی اور آپ لوگوں کے گھر دور دور تک اس کی چانسز نہیں ہیں آگ پر کچھ پکانا تو ایک طرف میں تو آپ کو اور تائی کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتی ہوں کہ آپ کھانا پکانے کے ساتھ ساتھ اسے ہینڈل کیسے کر لیتی ہیں..... اماں نے مجھے گھر داری میں طاق کر دیا ہے مگر میں آپ کی طرح گھر داری میں ٹھن چکر نہیں بنے رہنا چاہتی کہ ناشتے کے بعد صفائی، برتن، جھاڑو پھر دوپہر کا کھانا پھر شام کا..... نہ بھئی جبکہ پھپھو کے گھر ایسا کوئی سین نہیں ہے۔ دو دو گاڑیاں ہیں۔ جما جمایا بزنس ہے کھانا پھپھو خود بناتی ہیں مگر دیگر کاموں کے لیے ملازمین ہیں۔"

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی صلہ کہ تم اتنی میٹریلسٹک ہو....." اسے حیرت سے دیکھتے نبیلہ تاسف سے بولیں۔

"اسے حقیقت پسندی کہتے ہیں..... اور اگر میں ابھی پھپھو کو بھی ہاں کرنے کا نہیں کہہ رہی اماں کو..... ہوسکتا ہے کوئی اور اچھا اور بہتر رشتہ آجائے میرے ایگزیم تک....." وہ مزے سے ٹانگیں ہلاتی ہوئی بولی۔

"آسائشیں اہم نہیں ہوتیں پاگل لڑکی! گھر اور دل کا سکون اہم ہوتا ہے باقی سب جو انسان کے نصیب کا ہوتا ہے اسے ہر حال ملنا ہی ہوتا ہے اور میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ میں اپنے آپ کو دنیا کی خوش نصیب ترین عورت تصور کرتی ہوں جس کا شوہر اس پر جان چھڑکتا ہے، ساس صدقے واری جاتی ہے، بھائیوں جیسا دیور بڑی بہن جیسا مان اور محبت دیتا ہے۔ باقی زندگی میں اونچ نیچ تو چلتی ہی رہتی ہے۔ آج مادی آسائشات نہیں بھی ہیں تب بھی مجھے ان کی محرومی کا احساس افسردہ نہیں کرتا جو میسر ہے، میں تو اس پر ہر وقت اپنے مالک کا شکر بجالاتی

www.pklibrary.com

ہوں۔"

"ہمم! ٹھیک ہے آپ خوش تو ہم سب بھی خوش لیکن میں ویسا نہیں سوچتی جیسا آپ سوچتی ہیں، میرا خیال ہے کہ چھوٹی سی اس زندگی کو کم از کم اس وقت تو ہرگز بھی ترس ترس کر نہیں گزارنا چاہیے جب قسمت آپ کو کچھ حاصل کرنے کا موقع بھی دے رہی ہو..... چلیں اب اچھی سی چائے پلائیں مجھے یا پھر میرے ساتھ گھر چلیں۔ میں اپنے ہاتھ کی چائے پلاتی ہوں آپ کو....." اس نے اپنا موقف واضح کرتے ہوئے بات کو سمیٹا۔

"میں لے آتی ہوں چائے..... شام کو میں اور زوار اکٹھے آئیں گے گھر..... ابا نے بلوایا ہے زوار کو....." نبیلہ اٹھتے ہوئے بولیں صلہ سر ہلا کر رہ گئی۔

☆☆☆

نبیلہ کی بات سن کر وہ اتنا خاموش ہو گیا کہ اسے بولنا پڑا۔

"تم کچھ بول نہیں رہے سعدی! تمہیں غصہ نہیں آ رہا یہ سب سن کر، میں اپنی سی کوشش کر چکی، اب تمہیں اس سے بات کرنی ہوگی۔"

اس کے انداز میں بے چینی نمایاں تھی جیسے چاہتی ہو کہ صلہ کی رائے کسی طریقے سے تبدیل کر دے۔

"وہ چھوٹی بچی تو نہیں ہے بھابھی، جس کو چاکلیٹ یا لالی پاپ کا لالچ دے کر اس کو بہلا لوں۔ وہ ایک پڑھی لکھی اور باشعور لڑکی ہے، اپنا اچھا برا اچھی طرح جانتی ہے اور یہ جو سب وہ کہہ رہی ہے..... کچھ ایسا غلط نہیں لگی ہے۔" وہ پھیکا سا مسکرا کر بولا۔

"مگر لازمی نہیں کہ ہر پڑھا لکھا اور باشعور شخص سمجھ دار بھی ہو اور دانشمندانہ فیصلہ بھی کرے۔ تمہاری ڈگری مکمل ہونے والی ہے۔ ان شاء اللہ اچھی جاب بھی مل جائے گی پھر ہمارا اپنا چھوٹا موٹا ہی سہی بزنس بھی ہے جو بھلے ابھی ابتدائی مراحل میں ہے مگر وہ ہمیشہ ایسا نہیں رہے گا جبکہ پھپھو جانے کیوں مجھے ویسی نہیں دکھائی دیتیں جیسی ہیں۔ مادیت پرستی کی اس سے بڑھ کر اور مثال کیا ہوگی کہ تایا کا جب تک عروج رہا انہوں نے خوب محبت جتائی اور مجھے تو یاد ہے وہ جب بھی آتی تھیں۔ یہیں قیام کرتی تھیں۔ ہمارے گھر صرف کچھ دیر کے لیے آتیں اور بس..... تایا کی وفات کے بعد جیسے ہی مالی حالات بگڑے، مضبوط تعلقات کی دوڑ بھی اس کے ساتھ ٹوٹ گئی اور خون کا رشتہ محض نام کو رہ گیا۔ ابا کے منہ سے بھی ایک بار نکل گیا تھا کہ میری بہن کو بھی ویسا ہی شوہر اور سسرال ملا ہے جیسی وہ خود ہے..... جوڑ بنانے والا بھی دیکھ کر ہی بناتا ہے..... میں نے پوچھا ابا! کیا مطلب؟ کیسے لوگ.....؟ تو وہ ٹال گئے تھے۔" نبیلہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھیں۔

"پھر تم بات کرو گے ناں.....؟" نبیلہ نے ایک بار پھر پوچھا۔

وہ مسکرایا اور پھر بولا۔

"آپ کے دل کی تسلی کے لیے ایک کوشش کر لوں گا حالانکہ مجھے اپنا بھرم اور انا اپنی محبت سے بڑھ کر عزیز ہے۔"

"محبت میں انا نہیں ہونی چاہیے سعدی۔"

"بالکل بھابھی! آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن ذات کا شخص تو انا کے بغیر ادھورا ہے ناں....."

"بہرحال آپ فکر مت کریں سب سے زیادہ زور تو تقدیر کا چلتا ہے ناں انسان پر..... ہم تو کوشش ہی کر سکتے ہیں۔ آپ نے کر لی، میں بھی کر دوں گا آگے جو مالک نے کاتب تقدیر میں درج کر رکھا ہے، ہوگا تو وہی....."

اب کے اس کا انداز نبیلہ کو تسلی دلانے والا تھا۔ وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

☆☆☆

ایک خوش گوار سی رونق اس وقت خلیل احمد کے گھر کا حصہ تھی کہ حج کی قرعہ اندازی میں ان کا اور ثریا کا نام آیا تھا۔ دونوں گھروں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ

www.pklibrary.com

گئی تھی۔ تائی کے گھر والے سب مٹھائی لے کر مبارک باد دینے آئے تھے۔ ثریا نے کھانے تک سب کو روک لیا تھا۔ آج تو بہت دنوں بعد زوار بھی کسی محفل کا حصہ بنا تھا ورنہ جب سے اس پر معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ پڑا تھا، کم کم ہی کسی پروگرام میں شریک ہوتا تھا۔ آتے ہی اس نے چوری سے ایک لفافہ صلہ کے ہاتھ میں پکڑایا تھا جسے دیکھ کر سلمان کو خوب تجسس ہوا۔ مزید یہ کہ جیسے ہی صلہ نے لفافہ میں سے اسے چلغوزوں کی جھلک دکھائی اس کے آنکھیں پھٹنے کے قریب ہوگئیں۔ صلہ لفافہ لے کر رفو چکر ہوگئی تھی کہ ثریا اسے خوب ڈانٹتی تھیں جب وہ ارباز سے خوب خوب فرمائشیں کیا کرتی تھی۔ اگر وہ خود موجود ہوتا تو ہنس کر کہتا۔

"مت روکا کریں اسے چچی! ہماری بہن تو ہے نہیں۔ اس کو دیکھ کر اپنی اس کمی کو پورا کرتے ہیں پھر یاد نہیں کہ ابا صلہ سے کتنا پیار کرتے تھے، سلمان ابھی چھوٹا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ یہ کمی بھی محسوس نہ کرے کہ اس کا کوئی بڑا بھائی نہیں ہے۔"

ثریا اس وقت تو چپ ہو جاتیں مگر بعد میں اسے سمجھاتی تھیں جو زوار سے کبھی کوئی بھی فرمائش کرنے سے باز نہ آئی تھی ان کے بار بار کہنے کے باوجود اور اس وقت بھی چلغوزوں والا لفافہ ثریا کی نظر سے بچانے کے لیے ہی اندر بھاگ گئی تھی۔

"یار پارٹنر! ایک عرصہ گزرنے کے بعد احساس ہوا ہے کہ انسان کو دوستی کسی اسٹوڈنٹ سے نہیں کرنی چاہیے، کسی بزنس مین سے ہی کرنی چاہیے بھلے اس کا کاروبار چھوٹا موٹا ہی سہی، کچھ نہ کچھ پرافٹ تو دیتا ہی ہوگا۔ پچھلے ہفتے کٹ کیٹ کا ڈبا، اس ہفتے چلغوزے، اس سے پہلے ایمور کا وینیلا فلیور....." وہ خوب دکھی ہو کر بولا۔

سعدی جو اس بات کے پس منظر سے ناواقف تھا، اس کی بات سن کر حیران رہ گیا۔

"تم ناں سلمان کسی وقت بالکل بونگیاں ہی مارنے لگتے ہو۔ مجال ہے جو تمہارے اس سنہری قول کا کچھ مطلب بھی میری سمجھ میں آیا ہو۔"

"حق ہا! چلغوزوں کا پیکٹ دیکھ لیتے تو کچھ کیا لکھ سمجھ میں آجاتا میری بات کا....." وہ اداسی سے بولا۔

"یہ ڈرامے چھوڑو پارٹنر! یہ بتاؤ کل تم گیم کلب کس خوشی میں اور کس کی اجازت سے گئے تھے.....؟" اس کا لہجہ تشویشی ہوگیا۔

"باپ رے! آپ کی آنکھیں ہیں یا ایکسرے مشین، بس پانچ منٹ کے لیے ہی گیا تھا اور آہستہ بولیں ابا نے سن لیا تو یہیں الٹا لٹکا دیں گے۔" اس نے زوار بھائی سے باتیں کرتے ہوئے خلیل احمد کو دیکھ کر بھیگی بلی بنتے ہوئے کہا۔

"الٹا لٹکانا کون سا مشکل کام ہے میں خود بھی کرلوں گا چچا کو تکلیف دیے بغیر، اگر مجھے اگلی بار یہ اطلاع ملی تو....."

اب کی بار سعدی کا لہجہ نہایت سخت تھا۔ سلمان نے مری مری آواز میں جی کرتے ہوئے من بھر کا سر ہلایا تھا۔ اسی پل نبیلہ نے کھانا لگنے کی اطلاع دی تھی۔

☆☆☆

"چچا جان! پتا نہیں کیوں مجھے یہ سب مناسب نہیں لگ رہا۔ ابا کی وفات کے بعد جس طرح آپ نے مجھے اور میرے خاندان کو مالی، جذباتی، اخلاقی ہر سہارا دیا اس کا احسان میں مرتے دم تک نہیں اتار سکتا..... اب یہ سب! پھپھو کا تقاضا بے جا نہیں ہے، آپ مجھے بتاتے، میں دکان کا ایک حصہ بیچ دیتا۔ آپ کو یہ سب نہ کرنا پڑتا....."

"تمہارا کاروبار ہی تو متاثر نہیں کرنا چاہ رہا زوار اور یہ کیا بات کی تم نے غیروں والی، میں تمہارے باپ کی جگہ پر ہی نہیں ہوں صرف، مجھے اپنا باپ سمجھو میں نے اپنے بچوں میں اور تم لوگوں میں کبھی کوئی فرق نہیں سمجھا..... یہ مکان نہ میں نے بنوایا، نہ تمہارے ابا نے، تم لوگوں کے دادا نے بنوایا تھا۔ جس کے بعد میں دو حصے کر دیے گئے تھے۔ میں

www.pklibrary.com

نے اوپر والا پورشن اچھے دنوں میں شاید اسی لیے بنوایا تھا کہ تم پوری توجہ اپنے کاروبار پر دو اور مزید اس حوالے سے میں نے کچھ نہیں سننا......"

"مگر چچا جان......!"

وہ تذبذب کا شکار تھے کہ حج پر جانے سے پہلے پہلے خلیل احمد نے زوار نے اور سعدی والا پورشن بیچ کر ان کے پورے خاندان کو فوراً اپنے گھر کے اوپر والے پورشن میں شفٹ ہونے کو کہا تھا کہ واقعی پرانے وقتوں کے بنے گھر کو خلیل احمد نے تو جدید تقاضوں کے مطابق ڈبل اسٹوری بنوالیا تھا مگر تایا کی طویل بیماری نے ان کو مہلت نہ دی تھی سو تائی کا پورشن اب بھی خستہ حال تھا۔ جبکہ خلیل احمد کا گھر جیسے نیچے بنا ہوا تھا اوپر بھی اسی نقشے کے مطابق بنایا گیا تھا۔ ایک ہفتے کے اندر اندر جہاں زوار کا خاندان اوپر شفٹ ہوا تھا وہاں خلیل نے ایک پارٹی کو تایا والا گھر دکھا دیا تھا اور گھر کی فروخت کا زبانی کلامی معاملہ تقریباً طے ہو چکا تھا۔ کاغذی کارروائی ہونی باقی تھی۔ سلمان اس سارے سلسلے میں سب سے زیادہ پرجوش تھا۔

☆☆☆

"ارے تم! مجھے تو ابا نے پک کرنے آنا تھا......"

وہ جیسے ہی کالج سے باہر آئی، بائیک پر موجود سعدی کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

"ہاں، آج چچا اور بھائی نے مکان کی فروخت کے سلسلے میں کچھ ضروری کام نپٹانے تھے سو وہاں جانا تھا۔ مجھے کہا کہ تمہیں واپسی پر پک کرلوں اور مجھے ایک بات بھی کرنی تھی تم سے۔" وہ بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"ایک شرط پر بات سنوں گی۔ میری فیورٹ آئس کریم اور چاٹ کھلاؤ گے۔" صلہ اس کے پیچھے بیٹھتے ہی بولی۔ سعدی نے بغیر کچھ کہے بائیک آگے بڑھا دی تھی۔

"ہیں! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں، اتنی آسانی سے میری بات مان لی۔" اس کے انداز میں بے حد حیرت تھی۔ مگر خلاف توقع وہ خاموش ہی رہا تھا یہاں تک کہ اس نے صلہ کو اس کے پسندیدہ گول گپے کھلانے کے بعد اب آئس کریم کھلائی تھی جس کے لیے وہ دونوں آئس کریم پارلر آ گئے تھے۔

"اب بتاؤ کہ یہ جہانزیب کے رشتہ کا کیا سین ہے؟"

"وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔"

آئس کریم منہ کی طرف لے جاتا۔ چمچہ ہوا ہی میں معلق رہ گیا اس کا جب اس نے یہ غیر متوقع بات کی"

"اب تو یہ پرانی بات ہوگئی اور میں نے نبیلہ آپی کو اپنے خیالات بتا دیے تھے۔ مجھے نہیں لگتا کہ دوبارہ یہ بات زیر بحث لانے کی ضرورت ہے۔"

وہ دوبارہ انہماک سے آئسکریم کھانے لگی۔

"ہاں تو انہی نبیلہ بھابھی نے تمہیں میرے خیالات بھی بتائے ہوں گے۔ اور دادی کے حیات ہوتے ہوئے جو رشتے ناتے طے کیے گئے ان کی بابت بھی بتایا ہوگا۔ انہوں نے مجھے تمہارے خیالات بھی بتا دیے ہیں لیکن میں پھر بھی سمجھتا ہوں کہ مجھے بات کرنی چاہیے کیونکہ جس طرح انسان اپنی زندگی اور کیریئر کے حوالے سے ایک گول سیٹ کرتا ہے اور پھر اسے حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگ جاتا ہے اسی طرح میں نے بہت سال پہلے اپنے کیریئر کے حوالے سے ہی نہیں زندگی کے حوالے سے ایک گول سیٹ کیا تھا جس میں میں اکیلا نہیں تھا ابا، دادی، چچا کے علاوہ اماں اور چچی بھی شامل تھیں۔ اب ایک تم اکیلی ان سب کی آرزو اور خواب کو ختم نہیں کر سکتیں۔ میں محبت کے بلند و بانگ دعوے نہیں کرتا لیکن جو ہمارا رشتہ ہے، جو تعلق ہے اس حوالے سے نہ سہی، ایک کزن، ایک اچھا دوست ہونے کے ناتے اتنی درخواست تو کر سکتا ہوں کہ مجھے کچھ وقت دو جب تک میری جاب نہ ہو جائے......کم از کم دو سال، حسب خواہش جاب نہ بھی ملی تو زوار بھائی کے ساتھ مل کر کاروبار کو اسٹیبلش کرنے کی کوشش کروں گا۔

www.pklibrary.com

یقین کرو جس دن مجھے احساس ہوا کہ میں تمہاری خواہشات پوری کرنے کے قابل نہیں ہوسکتا اسی روز تمہیں اپنے وعدے اور رشتے سے آزاد کردوں گا۔"

"اف بھئی! تم ہو یا آپی..... میری بات سن کر ایسے فلسفی بن گئے کہ تم لوگوں کی باتیں سن کر مجھے رونا آگیا قسم سے۔ اور میں آپی کو بھی بتا چکی، تمہیں بھی بتا رہی ہوں کہ میں نے زندگی گزارنے کی کچھ ترجیحات سیٹ کی ہیں جن کا اظہار آپی کے سامنے کردیا اور تم لوگ سمجھے کہ جیسے میں شادی کرنے ہی چل پڑی ہوں فوراً..... میرے فائنل ایگزیم میں چھ ماہ رہ گئے ہیں۔ اس کے بعد شاید میرا مزید اسٹڈیز کا ارادہ بن جائے تو ڈیر کزن، جاؤ تمہیں وقت دیا جتنا تم نے کہا، کیا یاد کرو گے کس سخی سے پالا پڑا تھا..... مگر....."

"مگر.....؟" سعدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایک عدد ناول پلس آئس کریم..... زیادہ نہیں۔" انداز اب بھی شاہانہ تھا۔

"او کے ڈن..... اگرچہ تم ہر بار ایسے ہی موقعوں پر ثابت کردیتی ہو کہ تم سلمان دی گریٹ کی بہن ہو۔"

"یہ کمپلیمنٹ ہے یا انسلٹ؟" کڑے لہجے میں استفسار ہوا۔

"آف کورس کمپلیمنٹ..... تمہاری اور تمہارے بھائی کی انسلٹ کرنے والا جی دار ابھی دنیا میں پیدا ہی کہاں ہوا ہے۔"

اس نے ویٹر کو بل کے لیے اشارہ کرتے ہوئے خوش دلی سے کہا۔ صلہ نے گردن اکڑا کر کسی اعزاز کی طرح اس تعریف کو وصول کیا تھا۔

☆☆☆

"یہ میں کیا سن رہی ہوں صلہ! یہ جو تمہاری پل میں تولہ، پل میں ماشہ والی طبیعت ہے ناں یہ مجھے سخت بری لگتی ہے۔" نبیلہ نے اس کے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی....." سلمان نے لقمہ دیا۔

"آپ ناں شادی کے بعد کچھ زیادہ ہی بڑی بی بن گئی ہیں تائی جی کی صحبت میں رہ رہ کر۔ اس لیے تو کھیلنے کودنے اور انجوائے کرنے کی عمر میں آپ اس عمر کے تقاضے نہیں پورے کررہیں بلکہ انہی کے رنگ میں رنگ گئی ہیں۔ اب ہمیں دیکھ لیں، اماں کی لاکھ محبت میں رہ لیں مگر اپنی زندگی کے خوابوں اور خواہشات پر کوئی کمپرومائز نہیں....."

"ہاں بس صبح وشام ذرا ذرا بے عزتی پروگرام برداشت کرنا پڑتا ہے۔" ایک بار پھر سلمان نے صلہ کی بات کو آگے بڑھایا۔

"ایک تو تم دونوں جب ساتھ ہو تو بات کرنے والا مشکل میں پڑ جاتا ہے۔" نبیلہ نے بے زاری سے کہا پھر مزید گویا ئی ہوئیں۔ "اماں بتا رہی تھیں کہ تم اماں، ابا کے حج پر چلے جانے کے بعد پھپھو کے ساتھ لاہور جانے کا ارادہ رکھتی ہو یہ نئی کیا سوجھی؟"

"صرف یہ نہیں نبیلہ آپی، میں بھی ساتھ جارہا ہوں اور یہ نئی ہمیں نہیں سوجھی، پھپھو کو سوجھی ہے، ہم نے تو بس فیصلہ پر مہر لگا دی ہے۔ کچھ دن مزا کریں گے، گھومیں گے، پھریں گے، پھر آپ کے سینہ پر مونگ دلنے واپس آجائیں گے۔ یہ اور بات ہے کہ پھپھو جان نے صرف صلہ کا کہا تھا، لیکن آپ کو تو پتا ہے کہ صلہ کی میری زندگی میں کتنی اہمیت ہے، اس سے لڑے بغیر نہ مجھے کھانا ہضم ہوتا ہے، نہ نیند آتی ہے۔"

"اور ابا..... ابا نے اجازت دے دی۔" سلمان بے چارگی سے بولا۔

"ہاں دے دی..... ابا کی بہن ہیں، کوئی دشمن تو نہیں ہے کہ منع کردیتے۔"

"اچھا بابا! اب تم دونوں نے فیصلہ کر ہی لیا ہے تو چلے جانا مگر پلیز جلدی آنے کی کوشش کرنا۔ میں بہت مس کروں گی تم سب کو، اماں، ابا بھی نہیں ہوں گے اور تم لوگ بھی۔"

"ارے آپی ڈیئر! فکر ہی نہ کریں میری عادت کا تو آپ کو پتا ہی ہے کہ اپنے گھر کے سوا کم ہی کہیں

www.pklibrary.com

اور جی لگتا ہے۔ ساتھ ہی صلہ کو بھی گھسیٹ لاؤں گا۔"

مگر بات مکمل کرتے ہی صلہ کی طرف سے ایک زوردار دھپ اس کی کمر پر رسید کی گئی تھی۔

"موٹو! کتنی بار تمہاری موٹی عقل میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی ہے کہ میرے بارے میں بات کرتے ہوئے الفاظ کا استعمال ذرا دھیان سے کیا کرو۔ گھسیٹ لاؤں گا۔ میں کوئی بھیڑ، بکری ہوں۔"

"مجھے تو ایسے ہی لگتا ہے، مطلب ہے آئندہ احتیاط کروں گا باجی۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر زور سے بولا۔

"مسخرے ہو تم دونوں بھی....." نبیلہ نے ہنس کر کہا تو دونوں کورنش بجالائے۔

☆☆☆

پھپھو کا گھر ان دونوں کی توقع سے کہیں زیادہ شاندار تھا۔ پورچ میں کھڑی دو بہترین گاڑیاں پھپھو کی مالی حالت کو ظاہر کر رہی تھیں۔ پہلے تو پھپھو نے فون پر خلیل احمد سے صلہ کو اپنے گھر کچھ دن قیام کے لیے اجازت لی تھی مگر خلیل احمد اور ثریا کے حج روانگی سے ایک روز پہلے ہی وہ اچانک جہانزیب کے ہمراہ آئی تھیں کہ بھائی، بھابھی سے ملنا بھی مقصود تھا نیز وہ صلہ کو بھی ساتھ ہی لے جانے کی غرض سے آئی تھیں۔ سلمان کے جانے کا سنا تو فوراً بولیں۔

"ضرور چلو بھئی، لیکن خیال رہے کہ پندرہ بیس دن سے پہلے نہیں بھیجنا میں نے صلہ کو۔ یہ نہ ہو تم جاتے ہی واپسی کی رٹ لگا دو۔"

"کیوں پھپھو! آپ ایسا کیا کرنے والی ہیں میرے ساتھ کہ میں فوراً واپس آنے کی رٹ لگا دوں گا۔ ورنہ سچ تو یہ ہے کہ میں صلہ آپی سے بھی زیادہ ایکسائیٹڈ ہوں آپ کے گھر جانے کے لیے آپ نہیں چاہتیں تو پھر ٹھیک ہے، رہنے دیتے ہیں۔" اس نے آنکھیں پٹپٹا کر کہا۔

"توبہ ہے لڑکے! بات کا بتنگڑ بنانا تو کوئی تم سے سیکھے..... میرا کیا مطلب تھا اور تم نے کیا مطلب نکال لیا....." انہوں نے سلمان کو گھورتے ہوئے کہا۔

"چھوڑیں آپا! اس کی تو مذاق کی عادت ہے۔ آپ دل پر نہ لیں۔" خلیل احمد نے خوش دلی سے کہا۔ ثریا نے الگ دونوں کو بلا کر نصیحت کی تھی۔

"دیکھو سلمان! تمہاری تائی کے گھر کی بات اور ہے۔ تم دونوں وہیں پلے بڑھے ہو، پھر وہ لوگ کچھ اور طبیعت کے ہیں لیکن اب تم ایک مختلف جگہ اور ماحول پر جا رہے ہو تو مہربانی کر کے اپنی زبان کو کم ہی تکلیف دینا۔ کسی کے معاملے میں کچھ بھی بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہن کو تنگ مت کرنا۔ میں کسی قسم کی کوئی شکایت نہ سنوں..... میں روزانہ صلہ سے تمہاری رپورٹ لوں گی۔"

"کمال ہے، پھپھو کا گھر نہ ہو گیا کوئی محاذ ہو گیا جس کے بارے میں ابھی آدھا گھنٹہ پہلے ابا نے اتنی نصیحتیں کیں کہ ساری زندگی میں نہیں کی ہوں گی اور مجھے یہ بتائیں آپ دونوں اماں اور ابا، مجھے ہی کیوں نصیحتیں کیے جا رہے ہیں، حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ میں نے کبھی کوئی بات وجہ اور نتیجہ اخذ کیے بغیر کبھی منہ سے نہیں نکالی۔ فوری طور پر بھلے مجھے اس بات کے لیے ڈانٹ پڑی ہو لیکن بعد میں میری اس بات کو سچ ہوتے بھی دیکھا گیا ہے۔" اس نے منہ پھلا کر گلہ کیا۔ ثریا بے اختیار مسکرا دی تھیں اس کا انداز دیکھ کر۔

"ادھر آؤ میرے فلاسفر!" انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس بٹھایا۔

"انسان توقعات وہیں پر وابستہ کرتا ہے، جہاں پر اسے امید ہوتی ہے..... تم تو میرے بہت پیارے بیٹے ہو۔"

"دیکھ لو! تم سے پیاری اماں کو اتنی بھی امید نہیں ہے کہ اپنا کوئی دکھ سکھ بانٹ سکیں۔ یہ سنہرا اعزاز بھی میرے حصے میں آیا ہے۔" اس نے چہک کر صلہ سے کہا۔

☆☆☆

"ارے تم اٹھ بھی گئے۔"

www.pklibrary.com

کچن میں اسے جھانکتے دیکھ کر ناشتے بنانے کے لوازمات اکٹھے کرتے ہوئے چونکی تھیں۔ سلمان اندر آ گیا تھا۔

"ہم لوگ تو نماز کے وقت ہی اٹھ جاتے ہیں پھپھو! پہلے تو ابا کو دروازہ بجا کر ہمیں جگانا پڑتا تھا۔ اب تو نماز کے وقت اٹھنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ صلہ تو نماز پڑھ کے سو جاتی ہے دوبارہ اور اس بات کے لیے اماں سے اکثر ڈانٹ بھی کھاتی ہے۔ میں سعدی بھائی کے ساتھ واک کرنے جاتا ہوں۔ اماں کہتی ہیں کہ ان کو میری یہ عادت بہت پسند ہے مگر آپ کے گھر مجھے ایسا کوئی سین نظر نہیں آیا مطلب نماز کا، نہ پھپھا جان نظر آئے نہ جہانزیب بھائی۔ مجھے راستوں کا پتا نہیں ورنہ اکیلا ہی نماز کے لیے نکل پڑتا، اس لیے گھر پر ہی پڑھ لی اور ہاں جائے نماز بھی نہیں ملی وہ بھی رکھوا دیجیے گا ہمارے کمرے میں صبح تو الماری سے دھلی ہوئی چادر نکال لائی تھی صلہ۔"

سلمان نے حسب عادت ویسے ہی تفصیل بتائی جیسے عموماً ثریا کو بتایا کرتا تھا یہ دیکھے بغیر کہ اس کی ان باتوں پر پھپھو کا موڈ کچھ خاص خوشگوار نہ تھا۔

"تمہارے پھپھا تو جب سے دل کے مریض ہوئے ہیں۔ بہت احتیاط برتتی ہے ڈاکٹر نے، اپنے کمرے میں ہی نماز ادا کر لیتے ہیں۔ جہانزیب تو اتنا مصروف رہتا ہے اپنے بزنس میں کہ اسے کھانا کھانے کا بمشکل وقت ملتا ہے۔"

سلمان تو ان کی نماز کے لیے یہ بے تکی اور انوکھی توجیہات سن کر حیران ہی رہ گیا اور ایک لمبا وعظ ان کے گوش گزار کرنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ثریا کی نصیحت نے ایک دم ذہن کے کواڑوں پر زور دار دستک دی تھی کہ کسی کے ذاتی معاملے میں ہرگز دخل اندازی مت کرنا بلکہ بولنا بھی مت۔ سو خاصا بدمزا ہو کر وہیں کچن میں رکھے خوب صورت اور نفیس ڈائننگ سیٹ کی ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا اگرچہ پھپھو کے گھر میں الگ سے ایک بڑا اور شاندار ڈائننگ ہال بھی موجود تھا۔

"ناشتے میں کیا ہے پھپھو! مجھے تو واک کے بعد بہت زیادہ بھوک لگتی ہے۔"

"سوری اماں! مگر میں اپنی بھوک کے معاملے میں کوئی کمپرومائز نہیں کر سکتا کہ اس معاملے میں بولنا اور دخل اندازی کرنا میرا حق ہے کہ یہ بھلے پھپھو کے گھر کا معاملہ ہے مگر جڑا ہوا تو مجھ سے ہے ناں....."

اس نے دل ہی دل میں ثریا سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا کر رہی ہیں پھپھو؟ لائیں میں بھی کچھ ہیلپ کرا دوں آپ کی، اماں کی بھی بہت بار مدد کرتا ہوں۔" کھانے پینے کے ہر حوالے اور سلسلے پر گہری نظر رکھنے والا سلمان زیادہ دیر نچلا بیٹھ ہی نہیں سکتا تھا سو دوبارہ ان کے پاس آ کھڑا ہوا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں یہ وائٹ باؤل میں سے سارے آلو نکال کر ریڈ باؤل میں ڈالو اس کے بعد یہ پلاسٹک والے ڈبے میں جو پانچ چھ بوٹیاں پڑی ہیں ان کا ریشہ ریشہ الگ کر کے ریڈ باؤل میں ڈالو اور تین انڈے ڈال کر پھینٹ دو مجھے، میں نمک مرچ خود ڈال لوں گی۔ یہ نہ ہو کہ تم سے کچھ کمی بیشی ہو جائے تو جہانزیب کے ابا زیادہ مسالا پسند نہیں کرتے۔" پھپھو مصروف لہجے میں تیزی سے پیاز کاٹتے ہوئے بولیں۔

"یہ کون سا آملیٹ ہے پھپھو! میں نے تو آج پہلی بار دیکھا ہے۔"

اس کے انداز میں بے حد حیرت تھی، تاہم اس نے آلو ریڈ باؤل میں چمچ کے ساتھ ڈال دیے۔

"ارے میری جان! یہاں رہو گے تو اپنی پھپھو کی صلاحیتوں کے معترف نہ ہو کر گئے تو کہنا۔ ہم سے تو بھئی فضول خرچی نہ دیکھی جاتی ہے نہ ہی چیزوں اور رزق کا زیاں برداشت ہوتا ہے پرسوں تمہارے پھپھا کہیں سے کھانا کھا کے آ گئے تھے جہانزیب لیٹ آیا تھا مگر میں نے سالن تو تین لوگوں کے حساب سے بنایا تھا۔ یہ آلو کا سالن بچ گیا اور کل والے سالن میں سے یہ پانچ بوٹیاں بچ گئی تھیں تو آج مکس آملیٹ بن

www.pklibrary.com

جائے گا پیاز ڈال کے۔"

پھپھو کے فخریہ اور پرمسرت انداز میں بتا گئی ریسپی پر سلمان کے آنکھوں کے ڈیلے ابل کر باہر آنے کو تھے، اس کے بوٹیوں کو ریشہ ریشہ کرتے ہاتھ بے جان ہو گئے۔ اس کو پتا نہیں تھا کہ پھپھو کے گھر کے قیام کے دوران ایسے ہی دل دہلا دینے والے انکشافات اب اسے قدم قدم پر ملنے والے تھے۔

☆☆☆

"کیا ہوا موٹو! اداس کیوں ہو رہے ہو؟ ابھی تو اماں، ابا کو گئے صرف ایک دن ہی ہوا ہے۔" ناشتہ کے بعد وہ دونوں جیسے ہی اپنے کمرے میں آئے جو ان کو قیام کے لیے دیا گیا تھا صلہ اس کا ڈھیلا ڈھالا انداز دیکھ کر چونک گئی۔

"پھپھو نے کہا ہے کہ تیار ہو جائیں ہم، وہ ہمیں آج گھمانے لے جانے والی ہیں۔"

صلہ نے اس کو خوش کرنے کی غرض سے کہا کہ جتنی زیادہ لڑائی ہوتی تھی ان کے بیچ محبت اور دوستی بھی ڈبل تھی۔ اسے اداس دیکھ کر صلہ خود ہی اپنی لڑائی اور ناراضی ختم کر دیتی تھی۔

"صلہ! تمہیں پتا ہے کہ جس مزیدار ناشتے کے گن گا گا کر تم نے پھپھو کا دو کلو خون بڑھا دیا وہ کیسے بنایا انہوں نے ......" سلمان کی آواز صدمے سے لبریز تھی۔

"اف سلمان! اب پرائے گھر آ کر تو اپنے کھانے پینے کے متعلق ویوز اپنے اندر ہی رکھو......" صلہ نے بیگ سے اپنا سوٹ نکالتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔

"نہیں ناں، سنو تو سہی صلہ! اماں بھی رات کے بچے سالن کے اکثر سینڈوچز بنا دیتی ہیں ہمیں اس میں کوئی بری بات نہیں ہے۔ انہوں نے تو تین تین دن کا سالن سنبھال کے رکھا ہوا تھا اور جو پراٹھے مزے مزے لے لے کر تم کھا رہی تھیں۔ وہ رات کی روٹیاں تھیں ہاٹ پاٹ میں رکھی ہوئیں، پھپھو نے ان کو نکال کر پانی لگا کر نرم کیا پھر گرم توے پر ڈال کر گھی لگایا اور پراٹھوں کا نام دے دیا۔ افسوس ناک تو یہ تھا میرے لیے کہ آج کا وہ آملیٹ بھی بچ گیا ہے جو یقیناً دوپہر میں یا کل صبح ناشتے میں پھر کھلانے والی ہیں صلہ گھر واپس نہ چلیں...... کیا خیال ہے......؟"

سلمان تو اتنے سارے صدمات وہ بھی کھانے پینے کے حوالے سے برداشت ہی نہ کر پا رہا تھا سو گھبرا کر بولا۔

"پاگل ہوئے ہو، واپس چلیں...... کتنا مذاق اڑایا جائے گا جب فوراً واپس آنے کی وجہ پتا چلے گی سب کو...... کیا کہیں گے سب کہ کیسے نندیدے ہیں ہم صرف اچھے کھانے کو بنیاد بنا کر واپس آ گئے فوراً ہی۔ ایک آدھ دن بھی نہ رکا گیا۔ اور وہ تمہارا پارٹنر جو ہماری سب سے زیادہ مخالفت کر رہا تھا یہاں آنے کے لیے۔ اس نے تو اپنی ڈائری میں لکھ لیا ہے اور عمر بھر طعنے دے دے کے ذلیل کرنا ہے۔ اب آئے ہیں تو کچھ دن رہ کے ہی جائیں گے اور پورا لاہور گھومے بغیر تو میں ہرگز واپس نہیں جانے والی چاہے پھپھو مجھے فاقے کیوں نہ کروائیں۔" اس نے دو ٹوک کہا۔

"ویسے سلمان! زندگی کا ہر واقعہ انسانی زندگی میں ایسے ہی رونما نہیں ہوتا اس میں ضرور ہمارے لیے کوئی سبق چھپا ہوتا ہے۔ یقیناً یہ سبق تمہارے لیے ہے۔ تم جو اماں کی بنائی ہر چیز پر سو سو اعتراض کرتے ہو، نبیلہ آپی کا ہر کھانا پوری طرح ٹھونس لینے کے بعد بھی تمہارے منہ سے اس کے لیے کوئی نہ کوئی نقص ضرور نکلتا ہے تو اب جب گھر جائیں گے تو صحیح قدر آئے گی تمہیں ہر چیز کی......" صلہ نے اسے لتاڑا۔

"صرف میرے لیے کیوں، تمہارے لیے بھی کوئی سبق ہو گا اس میں، میں تو سمجھ چکا اور دل میں بھی تہیہ کر لیا ہے کہ اماں جیسے ہی آئیں گی ان کی قدم بوسی کر کے ہاتھ چوموں گا جو میرے دل کی بات چہرہ دیکھ کے سمجھ جاتی ہیں اور مجال ہے جو کبھی مجھے رات کا بچا سالن تک دیا ہو، ہمیشہ خود کھا لیتی ہیں ہاں۔

www.pklibrary.com

تمہارے لیے کیا سبق ہے وہ تمہیں خود ڈھونڈنا ہے۔"

اس نے من بھر کا سر ہلایا اور ماں سے متعلق جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

"جہانزیب بھائی نہیں چل رہے پھپھو ہمارے ساتھ....."

پھپھو جب جاتے ہوئے گھر کے لاک وغیرہ چیک کر رہی تھیں تو سلمان نے پوچھا، کہ پھپھو آج انہیں گھمانے کے ارادے سے باہر لیے جا رہی تھیں۔

"ارے بچے! اس کے پاس اتنا وقت کہاں کہ ان چونچلوں میں لگا رہے۔ مگر فکر نہ کرو تمہاری پھپھو کس لیے ہے، گھمائیں گی ناں تمہیں خوب۔" انہوں نے تسلی دی۔

"تو کیا ہم ڈرائیور کے ساتھ جائیں گے.....؟"

"کیوں ڈرائیور کے ساتھ کیوں؟ تمہیں اپنی پھپھو کی صلاحیتوں پر شک ہے کیا..... ایک عرصہ رہی ہوں اس شہر میں، چپا چپا دیکھ رکھا ہے میں نے....." انہوں نے فخریہ کہا اور ان دونوں کے ہمراہ لاؤنج کا مین ڈور لاک کر کے باہر پورچ میں آ گئیں۔

"اس کا مطلب آپ کو ڈرائیونگ آتی ہے..... ؟ کمال ہے؟ آپ تو واقعی پوشیدہ صلاحیتوں کی مالک ہیں۔ ابا تو صلہ کو بھی ڈرائیونگ سیکھنے کے کہتے ہیں کہ گھر پر کوئی مرد نہ ہو تو کسی ضروری کام کے سلسلے میں بندہ ڈرائیور کے انتظار میں بیٹھا نہ رہے۔" سلمان جوش سے بولا اور جا کر پہلی گاڑی کے پاس کھڑا ہو گیا۔

"نہ بھئی! مجھے تو خوف آتا ہے ایسے کاموں سے میں تو رکشے میں بیٹھ کر بھی لاحول پڑھتی رہتی ہوں۔ موئے جہاز بنا کر اڑاتے ہیں؟ اب تم یہاں کیوں رک گئے، آگے چلو۔" ابھی تو رکشے والوں سے اچھی خاصی چخ چخ کرنی پڑے گی۔ ان کے نخرے بھی آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔"

"رک ..... رک شا پھپھو! تو یہ گاڑی؟ میرا مطلب ہے ہم آپ کی گاڑی پر نہیں جا رہے.....؟"

سلمان کی آواز حیرت سے پھٹ گئی اور صلہ بھی پھپھو کی بات پر ان کو عجیب نظروں سے دیکھے گئی۔

"ارے نہیں بھئی! ایک تو تم سوال بہت کرتے ہو..... شالیمار جانے کا رکشا ڈھائی سو لے گا اور مینار پاکستان کا تین سو تک۔ ایسے میں اب کون ہزار پندرہ سو کا پٹرول پھونکے گاڑی میں..... پھر ہماری گاڑیاں کوئی ایسی سستی نہیں ہیں کہ ان کٹی پھٹی سڑکوں پر چلا کر برباد کی جائیں۔" انہوں نے بے نیازی سے کہا اور ٹھک سے مین گیٹ کو یہ بڑا تالا لگا کر اس کا لاک ایک بار پھر ٹھونک بجا کر چیک کیا۔

"بجا فرمایا پھپھو آپ نے۔ یقیناً آپ کے اصول سنہری لفظوں میں لکھوائے جانے کے قابل ہیں اور زندگی گزارنے کے اصولوں کے تو کیا ہی کہنے..... کیوں صلہ آپی.....!" سلمان نے صلہ کو کہنی ماری۔

"ہاں ناں....." پھپھو نے فخریہ کہا۔

"رکشا..... رکو رکشا!" سلمان کو جیسے ہی ایک رکشا نظر آیا اس نے اشارے سے اسے روکا۔

"ارے میاں! ایک تو بہت اتاؤلے ہو تم ہر معاملے میں ..... یہاں نہیں روکنا تھا رکشے کو۔ جاؤ بھیا جاؤ ہم نے نہیں لینا رکشا....." انہوں نے منتظر نظروں سے خود کو دیکھتے رکشہ والے کو بے زاری سے بھگایا۔

"صلہ آپی! مجھے پکڑو۔" میں گرنے والا ہوں، یہ سوچ کر کہ یہ خاتون ہمیں شالیمار تک پیدل چلانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔" سلمان نے کراہ کر صلہ کے کان میں سرگوشی کی۔

"کک..... کیوں پھپھو! آپ نے ابھی خود کہا کہ رکشا لے لیں گے۔" صلہ منمنائی۔

"ہاں تو لیں گے ناں آگے چل کے ہر کام کرنے کا کچھ طریقہ ہوتا ہے، ایسے ہی نہیں منہ اٹھا کر بغیر سوچے سمجھے کر لیا جاتا..... یہاں سے تو یہ کم بخت پانچ سو سے کم کی بات نہ کرتا۔ یہ بلاک کراس کر کے دو روڈز چل پڑیں گے پھر آگے سے رکشا لیں گے۔

www.pklibrary.com

تب ہی جا کے ڈھائی سو پر مانے گا۔"

پھپھو کی بے نیازی اب بھی قابل دید تھی۔ یہ سن کر سلمان دھپ سے زمین پر گرا اور چت لیٹ کر دم سادھ لی۔

"ہائے میرے اللہ! یہ کیا ہو گیا بچے کو میں بھائی کو کیا جواب دوں گی؟ اے صلہ دیکھ تو..... ابھی تو ٹھیک ٹھاک باتیں کر رہا تھا۔" پھپھو گھبرا کر اس کے پاس ہی بیٹھ کر اس کے پھولے پھولے گالوں پر چانٹے رسید کرتے ہوئے بولیں۔

"سلمان! اٹھ کے کھڑے ہو جاؤ فوراً ورنہ لوگوں کا لحاظ کیے بغیر میں نے جو تا رسید کرنا ہے اور آج جوتا بھی میں نے ہیل والا پہنا ہوا ہے۔" صلہ کے کڑک کر کہنے پر وہ کپڑے جھاڑتا فوراً کھڑا ہو گیا۔

"ہائے میں مر گئی! ابھی کے ابھی بتا دو مجھے۔ یہ تو میرا محلہ ہے تم نے ڈرامہ کر لیا یا مذاق، چل گیا۔ کہیں جا کے ایسا ویسا کچھ کر لو تو لوگوں نے تو بغیر چھان بین کیے مجھے ہی دھر لینا ہے۔ ہمارے ملک کی عوام تو ویسے بڑی جذباتی ہے، معاملہ کی تفتیش بعد میں کرتی ہے بندے کو مار مار کر ادھ موا پہلے کر دیتی ہے۔" پھپھو نے اچھا خاصا برا مان کر سلمان سے کہا۔

"نہیں کرے گا پھپھو، ایسا کچھ..... آپ چلیں۔" صلہ نے خفگی سے سلمان کو گھورا۔

"ویسے میاں! بات ہے سیدھی، تم الکلوتے ہو شاید اس لیے بھیا نے اچھا خاصا بگاڑ دیا ہے تمہیں جو منہ میں آئے بول دیتے ہو، جو دل میں آئے کر ڈالتے ہو..... یہ اچھے بچوں والے کام نہیں ہیں۔"

"ابھی تو میں نے کچھ کہا ہی نہیں صرف سوچا ہے، کچھ کیا ہی نہیں صرف ارادہ کیا ہے صلہ آپی! میرا اس خاتون کے ساتھ گزارا نا ممکن ہوتا جا رہا ہے۔" وہ صلہ کے کان میں منمنایا۔

"چپ کرو! اس نے ڈپٹ کر اسے چپ کرایا تھا۔"

"پھپھو! جھوٹ بولنے والے کی زبان کو گرم سلاخوں سے داغا جائے گا۔" اس نے پھولی سانس کے ساتھ کہا تھا۔

"ہاں تو اپنے کیے کی سزا تو بھگتنی ہی پڑے گی میاں! ایسے ہی ہوں گے یہ حساب کتاب کے معاملے، میں تو اس لیے صاف بات ہی کرتی ہوں، بھلا کسی کو اچھی لگے یا بری....."

انہوں نے فوراً کہا جبکہ سلمان نے بے چارگی سے صلہ کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر بھی کم و بیش ویسے ہی تاثرات تھے کہ پھپھو نے ایک بلاک اور دو سڑکیں کراس کر کے رکشا لینے کو کہا تھا اور خدا گواہ تھا کہ دو بلاک اور نہ جانے کتنی سڑکیں گزر چکی تھیں اور جھوٹ والی بات سلمان نے پھپھو کے اسی دھوکے کے تناظر میں کہی تھی جسے پھپھو نے درخور اعتنا ہی نہ جانا تھا۔

خدا خدا کر کے آخر پھپھو نے آدھا گھنٹہ تین رکشہ والوں کے دماغ کی دہی بنانے کے بعد چوتھے کو اپنی مرضی کے کرائے پر راضی کر ہی لیا تھا جبھی رکشے والے کا موڈ اتنا خراب ہوا کہ اس کی رکشے کی اسپیڈ سے لگ رہا تھا کہ وہ اس خاتون کو آج اوپر پہنچانے کا پورا ارادہ رکھتا ہے، بھلے اس کار خیر میں اس کی جان کیوں نہ چلی جائے۔

"اے ہے میاں! گھر کا غصہ گھر پر چھوڑ کر آیا کرو، غریب عوام کو پہلے مسائل کیا کم ہیں کہ تمہاری زیادتی بھی برداشت کریں آرام سے چلو ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے۔" آخر پھپھو بول ہی پڑیں تو رکشے والے نے سامنے والے شیشے میں سے ایک کینہ توز نظر ان پر ڈالتے ہوئے رکشے کی اسپیڈ ذرا کم کر دی تھی۔

سلمان اور صلہ نے سکون کی سانس لی تھی۔

"ویسے پھپھو! ایک بات تو بتائیں کہ جب آپ لوگ گاڑی کی سواری ہی نہیں کرتے۔ آپ رکشوں پر خوار ہوتی ہیں، پھپھا اور جہانزیب بھائی ایک ہی بائیک سے مستفید ہوتے ہیں تو اتنا خرچا کیوں کر ڈالا آپ نے۔" سلمان نے کب سے دل میں ابلتا سوال آخر اگل ہی ڈالا تھا۔ جواب بھی پھپھو کا ویسا ہی تھا جیسے ان کے کم و بیش سابقہ اقوال ان کی

www.pklibrary.com

سماعتوں کی نظر ہوئے تھے۔

"ارے بچے! تم لوگ کیا جانو اس جھوٹی دنیا کے اصول، رشتہ کیتے اور دیتے وقت لڑکا اور لڑکی پر اتنا دھیان نہیں ہوتا کم بختوں کا جتنا گھر کی حالت اور گاڑی کے ماڈل پر ہوتا ہے۔ تمہاری آپی کے رشتے کے لیے بہت پاپڑ بیلے میں نے مگر جو ایک بار آیا وہ پلٹ کر نہ آیا پھر جیسے ہی پرانا محلہ چھوڑ کر ہم نے وہ گھر بیچ کر یہ گھر لیا۔ ایک دو رشتے آ ہی گئے تھے، پھر تمہارے پھپھا کے دماغ میں ایک آئیڈیا آیا کہ شوروم سے ایک دو گاڑیاں گھر ٹھہرا لیتے ہیں ویسے بھی گاہک یہاں بھی آ کر دیکھ جاتے ہیں۔ مگر اس کا فائدہ یہ ہوا کہ یاسمین کا رشتہ بھی ایک اچھے گھر میں بھی ہو ہی گیا اور جہانزیب کے لیے بھی کئی لوگ امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔"

"ہائے، بے چارے بدقسمت لوگ..... کاش میں ان سے مل سکتا۔" سلمان بڑبڑایا۔

"مگر میں کوئی پاگل تھوڑی ہوں جو ایرے غیروں کی بیٹی کو بہو بنالوں گی۔ میں تو اپنے خاندان سے بہولاؤں گی چھان پھٹک کر۔" پھپھو نے پیار سے صلہ کو دیکھ کر کہا تھا۔

"ویسے پھپھو! میری دور رس نگاہوں نے دیکھ لیا ہے کہ آپ کے گھر سے جڑنے کے بعد آپ کے داماد اور متوقع بہو کا نام سنہرے حرفوں میں لکھا جانے والا ہے، ایک دنیا ان کی برداشت اور صبر کی داد دینے والی ہے، اور آپ کی کفایت شعاری، سلیقہ مندی اور گہری سوچ کے دنیا میں ڈنکے بجنے والے ہیں۔"

"ماں صدقے کیسا ادب و آداب والا بچہ ہے آمین آمین۔" پھپھو نے بات کی گہرائی میں جائے بغیر صرف سلمان کے الفاظ پر دھیان دیا اور اس کی بلائیں ہی لے ڈالیں۔

☆☆☆

"جی جی ابا! بہت مزے میں ہیں بہت عیش میں اتنا شاندار استقبال اتنی خاطر مدارت۔ صلہ آپی اور میں تو اس وقت حیرانی کی آخری حد سے گزر رہے ہیں کہ دنیا میں کسی کی ایسے عزت بھی کی جا سکتی ہے۔" سلمان نے مبالغہ آرائی کی حد کر دی تھی جبکہ صلہ مسلسل اس سے موبائل لینے کے لیے ہاتھ بڑھا رہی تھی۔

جب سے اماں ابا گئے تھے ان سے آج رابطہ ہو پایا تھا کہ اس سے پہلے انہوں نے صرف اپنے خیریت سے پہنچنے کا فون کیا تھا بس، اب جیسے ہی عمرہ کے فرض سے سبکدوش ہوئے تھے تو فوراً ہی بچوں سے بات کی تھی۔

"اماں! آپ وہاں بیٹھ کر بھی وہی باتیں کر رہی ہیں جو یہاں کر کے گئی تھیں نیا ملک ہے تو باتوں اور نصیحتوں میں بھی نیا پن لائیں ناں۔" وہ اب یقیناً اماں سے بات کر رہا تھا۔ صلہ سے صبر نہ ہوا تو موبائل اس سے جھپٹ کر کان سے لگایا تھا۔

"جی جی اماں..... بالکل ٹھیک ہیں۔"

"جی بہت خیال رکھ رہی ہیں۔"

سلمان کو آنکھوں سے اشارہ کیا تھا اس نے۔

"خدا کی قسم، اماں ابا کو پھپھو کے کسی اور فعل کی نہیں ایک مینار پاکستان کی سیر کا ہی احوال بتا دیں تو ابھی کے ابھی ٹکٹ کٹا کے یہاں پہنچ جائیں گے مگر عمرہ جیسا اہم فریضہ ادا کرنے گئے ہیں تو اس لیے زندگی میں پہلی بار سلمان بن خلیل نے صبر کا گھونٹ پیا ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"نہیں ایاں! کوئی رابطہ نہیں کیا، وہاں پر کیسی محبت جتائی جاتی ہے ہم سے اور ایک فون کال تک نہیں کی ہمیں کہ کیسے ہیں؟ کیا کر رہے ہیں؟ ایک میسج آیا تھا کل کہ کیسے ہو تم لوگ..... خوب مزے ہو رہے ہوں گے۔ اس لیے ڈسٹرب نہیں کرتی۔" بس اتنی تھی ان کی محبت....." صلہ یقیناً آپی نبیلہ کے بارے میں بات کر رہی تھی۔

"نہیں ہم نے بھی کال نہیں کی..... بس اماں جیسے ہی موڈ بنا، چل پڑیں گے گھر..... بہت یاد آ رہے ہیں آپ لوگ۔" وہ واقعی ان کو بہت مس کر رہے تھے۔

"جی جی اماں! پھر بات ہوگی....." وہ یقیناً

www.pklibrary.com

بات کا اختتام کر رہی تھی۔

☆☆☆

"یہ لو سعدی سے بات کرو....."

نبیلہ بھابھی اس کے کمرے میں آئی تھیں اور موبائل پکڑایا تھا۔ سعدی نے موبائل ہاتھ میں لے کر کانوں سے لگایا اس کی چہکتی آواز بہت دنوں بعد سنی تھی تو ایک بھلا سا احساس ہوا تھا۔

"آپ تو لگتا ہے انتظار ہی کر رہے تھے ہمارے جانے کا، اس لیے نہ کوئی کال یا میسج، خیر ہم بھی کم مزے میں نہیں ہیں۔ پہلے تو کچھ دنوں رکنے کا ارادہ تھا ہمارا یہاں، اب سوچ رہے ہیں کہ لمبا ہی اسٹے کر ڈالیں اماں ابا کے آنے پر ہی واپس آئیں۔" صلہ نے جتایا۔

"واہ بھئی! یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے کہ آپ لوگ مزے میں ہیں، بس اسی لیے ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا ہم نے، ویسے بھی آپ لوگ کون سے دیار غیر میں تھے جو بات بے بات فون کھڑکایا جاتا۔ پیاری پھپھو اتنے پیار سے لے کے گئی تھیں تو پیار سے ہی رکھا ہوگا ناں..... ویسے پیاری پھپھو کے پیارے سپوت کیسے ہیں؟ لاہور گھمایا یا نہیں.....؟"

آگے بھی سعدی تھا۔

"ایسا ویسا.....! ان چار دنوں میں چپا چپا دکھا ڈالا جہانزیب بھائی نے ہمیں۔" وہ اندر سے خوب جل بھن کر بولی۔

"ہمم! ان کو ہماری پروا نہیں ہے تو ہم بھی مرے نہیں جا رہے ان سے بات چیت کو..... اب تو میری بھی ضد ہے کہ اماں ابا کے آنے تک یہیں رہنا ہے۔"

صلہ نے دل ہی دل میں مصمم ارادہ باندھا۔ وہ جو اس انتظار میں تھی کہ نبیلہ آپی، زوار بھائی، سعدی تائی سب اداس ہو گئے ہوں گے ان کے بغیر اور جیسے ہی رابطہ کریں گے فوراً ہی واپسی کا کہیں گے تو وہ ان پر احسان جتاتے ہوئے واپسی کی کرے گی کہ مزا تو خوب آ رہا تھا مگر آپ کے اصرار پر واپس آنا پڑا۔

اب ایسا کوئی ردعمل دوسری طرف سے نہ پا کر وہ جل ہی تو گئی تھی کہ ایسے ہی تو ایسے ہی سہی..... وہ بھی اب ان کو احساس نہیں دلانے والی تھی کہ وہ ان چار دنوں میں ان سب کو کتنا مس کر چکی تھی۔ سعدی کو چڑانے کے لیے اس نے جہانزیب بھائی اور پھپھو کی توجہ اور خاطر مدارت کے ایسے ایسے قصے تک نمک مرچ لگا کر بیان کیے کہ پھپھو خود بھی سن لیتیں تو یقیناً بے ہوش ہو جاتیں۔

سعدی سن کر اندر سے کڑھتا رہا اور اوپر سے اس کو چڑاتا بھی رہا تھا۔

☆☆☆

"واؤ پھپھو! سو مچ بیوٹی فل....."

جگر جگر کرتے بیش قیمت زیورات دیکھ کر صلہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔

"سارے اصلی ہیں! اور مجھے تو ڈائمنڈ کے لگ رہے ہیں۔" اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔

"ہاں تو اور کیا..... بیٹی اپنے نصیب کا جتنا تھا لے گئی، اب تو جو کچھ ہے، بیٹے کا ہی ہے۔" اس کا اشتیاق دیکھ کر پھپھو نے تفصیل بتائی تھی کہ ایک سیٹ کی قیمت لاکھوں میں تھی اور ان میں سے ایک جڑاؤ سیٹ ہیرے کا تھا۔ باقی دو بھاری سیٹ بھی دیکھنے کے قابل تھے۔

"میں تو چاہتی ہوں کہ تمہیں اس گھر میں بیٹی بنا کر لے آؤں۔ تمہارے ابا کے کانوں میں بات ڈال کے آئی تھی ہم تو چراغ سحری ہیں۔ اب مجھے کہ تب کچھ پتا نہیں۔ بیٹی ہے تو دیار غیر میں جو بہو بن کے آئے گی، اسی نے ہی سنبھالنا ہے..... سب کچھ اسی کا ہے، اس لیے میں چاہتی ہوں اپنی راجدھانی اپنی بچی کے ہاتھ سونپ کر خود اللہ اللہ کروں ..... تمہارے ابا نے حج سے واپس آ کر جواب دینا ہے تم سے پوچھ کر اب تم سے تو کچھ چھپا ہوا نہیں ہے ہمارا گھر، کاروبار، سب کچھ..... ہمارے حق میں جواب دو گی تو خود بھی سکھی رہو گی اور ماں باپ بھی شاد رہیں گے ورنہ نبیلہ کا حشر دیکھ کر دل کڑھتا ہے میرا،

www.pklibrary.com

کیسی پھولوں سی بچی رول دی زردار کے پلے باندھ کے..... کیسا رنگ روپ ہوتا تھا۔ کیسا ہو گیا غربت کی دھوپ سہتے سہتے۔"

"غربت کی دھوپ..... واہ کیا اصطلاح نکالی ہے پھپھو آپ نے..... ویسے زندگی کے ہر رنگ کے عنوان کیا ہی خوب کھلتے ہیں آپ کی زبان سے، کون سہہ رہا ہے غربت کی دھوپ اور یہ کیا اصلی زیور ہیں؟ واہ پھپھو! ایک بات تو مان گیا میں بھی، ایسی طرز زندگی سے لوگ بھلے خودکشی کرنے پر مجبور ہو جائیں، آپ نے مال تو خوب ہی بنا لیا ہے۔"

سلمان جو ابھی ابھی کمرے میں آیا تھا۔ توصیفی انداز میں بولا۔

"ایک تو تمہاری باتیں میرے سر پر سے گزرتی ہیں اور بولا بھی ذرا آہستہ کرو۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں، اس لیے تو میں گھر میں ملازم رکھنے کے بھی خلاف ہوں۔ کم بخت کام کم کرتے ہیں۔ ٹوہ زیادہ لیتے پھرتے ہیں انہوں نے جلدی جلدی زیورات کے ڈبے اٹھا کر سیف میں رکھے اور اس کو لاک کر دیا۔"

"ویسے پھپھو! دیواریں تو انسان بناتا ہے اور کیسی غفلت دکھا جاتا ہے کہ دیواروں کے صرف کان ہی بناتا ہے، آنکھیں، ناک، ہاتھ، پاؤں کچھ بھی نہیں بناتا۔ لو بھلا صرف سن ہی لیں گی بے چاری، کسی کو بتانے کی کوشش میں ہلکان ہی ہوتی رہتی ہوں گی عمر بھر کہ بے چاریوں کے دوسرے اعضا ہی نہیں۔"

"ایک تو تمہارا دماغ اور باتیں سمجھنے کے لیے کوئی اسپیشل دماغ اور بندہ چاہیے..... پتا نہیں کون سی بات کہاں سے پکڑ کر کہانی ہی بنا ڈالتے ہو حسب معمول سلمان کی بات سے وہ الجھ گئی تھیں اور بیزاری سے بولی تھیں۔"

☆☆☆

"یہ..... یہ کس کا گھر ہے اتنا خوب صورت۔"

صلہ کی آنکھیں وہ خوب صورت گھر دیکھ کر پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"آف کورس میرا..... مگر شادی کے بعد میری ہونے والی بیوی کا کہ میں شادی کے بعد یہ گھر اپنی بیوی کو گفٹ میں دینے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

جہانزیب نے اس کے تاثرات دیکھ کر فخر سے کہا۔

"مگر جہانزیب بھائی! آپ کا تو پھپھو والا گھر بھی بہت خوب صورت ہے اتنا بڑا آپ کو کیا ضرورت تھی دوسرا گھر لینے کی....."

"سو تو ہے صلہ! مگر یاسمین آپی اب اپنے شوہر کے ساتھ پاکستان شفٹ ہونے کا ارادہ رکھتی ہیں اور اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ڈپریشن کا شکار ہیں پاپا، ممی کا ارادہ ہے کہ ان دونوں میاں بیوی کو اپنے ساتھ رکھیں گے، مگر میں تھوڑا آئسولیٹڈ پرسن ہوں مجھے اپنے پرائیویسی اور لائف میں کسی قسم کی دخل اندازی پسند نہیں ہے سو میں شادی کے بعد یہاں شفٹ ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ وہاں بھی چکر لگا لیا کروں گا....."

جہانزیب نے اپنا ارادہ بیان کیا تو صلہ ستائش سے سر ہلا کر رہ گئی ابھی اس کے گھر پر اتنے خوب صورت گھر کا فسوں برقرار تھا کہ جہانزیب بھائی اسے شہر کے بہترین ریسٹورینٹ میں کھانا کھلانے لے گئے۔

کاش کہ سلمان پھپھو کے ساتھ ان کے دیور کے گھر نہ گیا ہوتا تو خوب مزے کرتا اور جہانزیب بھائی کے حوالے سے اس کے سارے خیالات تبدیل ہو جاتے اور میں بھی بے وقوف ہوں جو خواہ مخواہ سعدی کی باتوں میں آ کر جذباتی ہو گئی اور اس سے انتظار کا وعدہ کر لیا۔ لیکن ہر انسان کو حق ہے کہ وہ اپنا بھلا سوچے، مجھے بھی جو بہتر لگے گا، وہی کروں گی اب ایک وعدے کے پیچھے یہ نہ ہو، میں کوئی غلط فیصلہ کر بیٹھوں۔"

"کیا ہوا صلہ! کہاں کھو گئیں.....؟" جہانزیب نے چمچ بجا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

"کچھ نہیں..... بس میں سوچ رہی تھی کہ سلمان ہوتا تو بہت خوش ہوتا۔"

www.pklibrary.com

"چلو کوئی بات نہیں، نیکسٹ ٹائم اسے بھی ساتھ ہی لے آئیں گے۔"

سلمان کے نام پر حلق کڑوا ہو گیا تھا جہانزیب کا کہ وہ چھٹانک بھر کا لڑکا ان کے پورے گھر بھر کو سخت ناپسند تھا جو مذاق مذاق میں اگلے کا جیسے دماغ پڑھ کر سارے پول کھول دیا کرتا تھا۔ کل ہی اسے امی نے بتایا تھا کہ اگر سلمان نہ ہوتا تو صلہ کو شیشے میں اتارنا ان کا بائیں ہاتھ کا کھیل تھا اور اب چونکہ خلیل احمد نے صلہ کی رائے سے ہی ان کے حق میں یا خلاف فیصلہ دینا تھا سو طے یہی پایا تھا کہ صلہ کو ہی رام کیا جائے اور آج کا یہ خصوصی ٹچ اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ اگرچہ سلمان کو جہانزیب کے چچا کے گھر لے جانے کے لیے (صلہ کے بغیر) پھپھو کو دانتوں پسینے آ گئے تھے۔

"یہ..... یہ کیا ہے۔" جیسے ہی ایک مخملی کیس جہانزیب نے اس کے سامنے ٹیبل پر رکھ کر مسکرا کر تمہارے لیے کہا وہ گڑبڑا گئی۔

"کھول کر دیکھو! تمہارے لیے ہے۔" وہ جیسے پہیلیاں بجھوانے پر آ گئے۔

صلہ نے آہستہ سے وہ ڈبیا اپنی طرف کھسکا کر اسے کھولا۔ اندر انتہائی خوب صورت جگمگ کرتی ڈائمنڈ رنگ دیکھ کر دنگ رہ گئی۔

"واؤ! بہت خوب صورت ہے۔"

"ہاں! مگر تم سے زیادہ نہیں۔" ان کا لہجہ گمبھیر ہوا صلہ جہانزیب سے ڈائریکٹ ایسی بات کی توقع نہیں کر رہی تھی جبھی گھبرا گئی۔"

"مگر جہانزیب بھائی! میں..... میں یہ کیسے لے سکتی ہوں، اتنی قیمتی ہے یہ اور پھر رنگ کا مطلب.....؟" اس نے نظریں جھکا کر بات ادھوری چھوڑی۔

"نہیں اتنی قیمتی نہیں ہے۔ مگر جب تم اسے پہنو گی، تب ضرور قیمتی بلکہ انمول ہو جائے گی..... اور یہ بھائی وائی کیا ہوتا ہے بھئی.....! ماموں جان ہمارا رشتہ طے کر کے گئے ہیں۔ بس رسمی سی ہاں باقی ہے، وہ بھی تم سے پوچھ کر..... باقاعدہ منگنی کے لیے تو ممی نے اسپیشل زیور آرڈر کیا ہوا ہے۔ یہ تو میرے دل کی خوشی ہے۔ پلیز اسے پہن لو، یا تم چاہ رہی ہو کہ میں پہناؤں تو یہ لو....." انہوں نے شرارت سے کہہ کر ڈبیا اٹھانی چاہی۔

"نہیں نہیں..... میں، میں پہن رہی ہوں۔ مگر جہانزیب....." وہ اب بھی ہچکچا رہی تھی۔

"وہ جہانزیب! میں چاہ رہی تھی کہ اماں، ابا آ جاتے تو یہ سب تب ہی مناسب تھا کہ اماں کو بتائے بغیر میں نے کوئی کام کبھی بھی نہیں کیا۔"

"اوکم آن صلہ! ہر بات اماں کو بتانے کی تھوڑی ہوتی ہے۔ پھر یہ بات تو خالصتاً تمہاری اور میری ہے..... تم بے شک ان کو بتا دینا مگر ابھی تو پہن لو ناں، یا تمہیں کوئی اعتراض ہے اس رشتے پر، اس لیے اتنا آرگیو کر رہی ہو۔" جہانزیب کے لہجے میں ہلکی سی کرختگی در آئی۔

"نہیں نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ لیں..... یہ آپ کی خوشی کے لیے میں نے پہن لی اب خوش۔" اس نے جلدی انگوٹھی کیس میں سے نکال کر اپنی انگلی میں سجائی۔

"تھینک یو..... تھینک یو صلہ اس اعتبار کے لیے میں جانتا تھا تم مجھے انکار ہرگز نہیں کرو گی....." اس نے اس کا ہاتھ، ہاتھ میں لے کر اسے ایک لمحہ کے لیے غور سے دیکھا پھر چھوڑ دیا۔

"میرا خیال ہے اب گھر چلنا چاہیے۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔"

صلہ کو ایسے لگ رہا تھا جیسے انگوٹھی پہن کر اس نے کچھ غلط کر لیا ہو۔ سوچ سمجھ نہ آنے پر اٹھ کھڑی ہوئی۔

جہانزیب نے سر ہلاتے ہوئے ویٹر کو بل کے لیے اشارہ کیا تھا۔

☆☆☆

"صلہ آپی! یہ لو ملک شیک پیو، اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ وہ اصطلاحات جو ہم اب تک پڑھتے آئے ہیں یا سنتے اور دیکھتے آئے ہیں۔ وہ

www.pklibrary.com

سب کی سب غلط تھیں، ہمارا تجربہ اور تعلیم پھپھو کے گھر آ کر سب زیرو ہو گئیں۔"

سلمان نے صلہ کو دودھ کا گلاس پکڑاتے ہوئے اپنے مخصوص فلسفیانہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب سلمان بھی تو سیدھی بات کر لیا کرو، تمہیں تو پھپھو کے گھر کی ہر بات پر اعتراض ہو رہا ہے ورنہ اتنی بھی بری نہیں ہیں پھپھو اور یہ کیسا ملک شیک بنایا ہے سلمان..... بہت نکمے ہو گئے تم یہاں آ کر باتیں چاہے جتنی بنوالو..... تم ہی پی لو، میں نہیں پی رہی۔" صلہ نے دو گھونٹ پی کر گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بھائی کو جھاڑا۔

"یہی تو المیہ ہے صلہ آپی کہ آپ کا بھائی بات ہمیشہ سچی اور کھری کرتا ہے، وقت پر کوئی توجہ دیتا نہیں ہے اور بعد میں وہ بات سولہ آنے سچ نکلنے پر سب مان بھی جاتے ہیں۔ مگر لیکر پیٹنے کا فائدہ، جب سانپ ہی نکل گیا۔ اب وہ واقعہ سنو جس کی وجہ سے مجھے اتنی لمبی تمہید باندھنی پڑی۔"

"مختصر بات کرو سلمان! مجھے نیند آ رہی ہے۔ سونا چاہ رہی ہوں میں....." اس نے بالوں سے کیچر اتارا اور تکیہ سیدھا کیا۔

"پھپھو کو جب سے پتا چلا ہے کہ میں اماں کی کچن میں کام میں ہیلپ کرتا ہوں۔ مانو نوکرانی ہی تصور کر لیا ہے مجھے، بس سالن میں چمچہ ہلاتی ہیں خاتون۔ سبزی کٹوانے سے لے کر گوشت دھلوانے تک کا سارا کام مجھ سے کرواتی ہیں۔"

"پتا ہے مجھے، بتایا تھا تم نے، آگے چلو....." اس نے جماہی لے کر کہا۔

"آج میں نے کہا کہ پھپھو جہاں اتنے کام میں کر لیتا ہوں، ملک شیک بھی بنا لوں گا، میں اور صلہ ملک شیک پیتے ہیں..... ایسے دودھ نہیں پیا جاتا ہم سے..... خاتون پراسرار سا مسکرائیں پھر بولیں۔ ہاں ہاں کیوں نہیں ملک شیک تو میں نے بنا کر رکھ دیا ہے..... چلو میں خود گلاس میں نکال دیتی ہوں، تم ہو تو اچھے بچے مگر چیزوں کا زیاں زیادہ کرتے ہو..... یہاں شہر میں دودھ بھی سونے کے بھاؤ ملتا ہے..... خیر یہ کہہ کر کچن میں میرے ساتھ آئیں۔ فریج میں سے جگ میں رکھے دودھ کو ناپ کر پونا، پونا گلاس دودھ نکالا اور ٹرے میں رکھ دیا۔ میں نے کہا پھپھو، آپ نے کہا تھا ملک شیک بنا رکھا ہے تو جانتی ہو، کیا کہا....." سلمان جیسے کسی صدمے کے زیر اثر تھا۔

"کہا فریج میں آم لے کر رکھتی ہوں، دودھ کھلا رکھ چھوڑتی ہوں۔ آم کی ساری خوشبو دودھ میں چلی جاتی ہے۔ ذائقہ اور خوشبو ہی تو ہوتی ہے آم کی، وہ تو پوری ایسے ہی ہو جاتی ہے اور رہا گاڑھے پن کا سوال تو ایک سو چالیس روپے کلو دودھ گاڑھا ہی ہوتا ہے۔"

"اور میٹھا....."

کچھ دیر اس صدمے کے زیر اثر رہنے کے بعد میری آواز نکلی تو پھپھو نے فرمایا۔

"نہ بابا..... میٹھا تو نراز ہر ہے ہمارے خاندان کے لیے..... شوگر کی بیماری کم بخت خواہ مخواہ گلے پڑتی پھر رہی ہے ہم نے عرصہ ہوا چینی کا داخلہ ممنوع کر رکھا ہے اپنے گھر میں..... اور ہاں اسے سی لگا ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ تم لوگ وقت بے وقت چلائے رکھو آج کل تو ویسے بھی موسم میں خنکی در آئی ہے۔ پنکھا ہی بہت ہے۔ یہ بھاری بھاری رقموں کے بل دیکھ دیکھ کر تو تمہارے پھپھا دل کے مریض بن گئے ہیں۔"

"صلہ آپی! روز اپنے دل کو سمجھاتا ہوں کہ یار انجوائے کروا انجوائے، ایسی شخصیات اور ایسے واقعات بڑے انمول ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی ہی ہاتھ آتے ہیں۔ مگر یہ دل اور دماغ ہیں یہ ہر بار نئے سرے سے ٹھوم جاتے ہیں..... اور اب یہ اے سی یہ بند کمرہ، وہ بھی اتنا چھوٹا، صرف پنکھے کی ہوا کیا خاک اثر کرے گی۔ مجھے فون ملا دو، اماں، ابا کی یاد آ رہی ہے....." وہ ہونٹ لٹکا کر بولا۔

"سو جاؤ سلمان! اس وقت وہ عشا کی نماز

www.pklibrary.com

پریشان ہو جائیں گے۔ مت پریشان ہوا کرو چھوٹی چھوٹی باتوں پر اور اماں، ابا کو بھی مت بتایا کرو۔"

"اب اتنا بھی پاگل نہیں ہوں۔" سلمان برا مان گیا۔

"اچھا ابھی سونا نہیں ہے، ابھی تو میں نے اس سفر کی روداد سنانی ہے تمہیں جو آج پھپھو کی معیت میں میں نے ان کے دیور کے گھر تک کا کیا..... ویسے صلہ آپی! ان گزرے کچھ دنوں کی روداد اگر میں لکھوں تو میری کتاب عالمگیر شہرت حاصل کرے اور اگر جو فلم بناؤں تو ایسی کامیابی حاصل کرے جو آج تک کسی نے دیکھی نہ سنی....."

"نہیں نہیں پلیز۔ وہ روداد میں کل سن لوں گی۔ ابھی میں سونے کا ارادہ رکھتی ہوں بس....."

وہ باقاعدہ لیٹ گئی اور آنکھوں پر بازو رکھ لیا مبادا سلمان کوئی نئی کہانی لے کر بیٹھ جائے کہ وہ ابھی جہانزیب کے کہے الفاظ میں کچھ دن کھوئے رہنا چاہتی تھی۔

☆☆☆

"تم..... تم بس فوراً واپس آؤ صلہ!" غصے میں نبیلہ آپی کے منہ سے صرف یہی نکل سکا تھا۔

"اماں، ابا نے تمہیں صرف تھوڑے دن وہاں رہ کر گھومنے پھرنے کی اجازت دی تھی..... اور تم ان کی غیر موجودگی میں اتنی خودسر ہو گئی کہ اپنا رشتہ ہی طے کر لیا..... ایسا تو نہ کبھی ہمارے گھر کا ماحول تھا، نہ تربیت ..... تم فوراً سے بیشتر وہ انگوٹھی جہانزیب کو واپس کرو....."

نبیلہ آپی کا بس نہیں چل رہا تھا اس بے وقوف کی گردن دبا دیتیں۔ صلہ تو ان کا اتنا غصہ محسوس کر کے تلملا گئی کہ وہ جو اتنی محبت اور توجہ پا کر مسرور سی تھی اور اپنی خوشی میں جذبات میں بھی شریک کرنا چاہ رہی تھی، اس کو نہ جانے کیا کچھ سننے کی امید تھی، تعریف، حسرت اور ستائش کے الفاظ، مگر ان سب کے الٹ جواب پا کر تنک کر بولی۔

"میں نے رشتہ طے نہیں کیا آپی! ابا اور اماں کر کے گئے تھے خود، ہاں بس رسمی سی ہاں ان کی واپسی پر متوقع ہے۔ یہ انگوٹھی بھی جہانزیب نے مجھے منگنی یا رشتہ طے ہونے کے سلسلے میں نہیں پہنائی ہے، بس ایک چھوٹا سا گفٹ ہے ان کی طرف سے منگنی پر تو پھپھو قیمتی سیٹ دینے کا ارادہ رکھتی ہیں آپ کے اس ردعمل سے نہ جانے کیوں مجھے لگ رہا ہے کہ آپ مجھ سے جیلس ہو رہی ہیں۔ جبکہ میں آپ سے کچھ اور ہی توقعات لگائے ہوئے تھی۔ خیر یہ میری زندگی ہے تو فیصلہ بھی میرا ہونا چاہیے۔ میں ابا کو خود اپنی مرضی بتا دوں گی۔"

وہ تو جیسے بدلی ہوئی صلہ تھی۔ نبیلہ نے حیرت سے بند موبائل پر نگاہ ڈالی جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ یہ جو بات چیت ابھی ابھی اس کی سماعتوں میں پڑی وہ واقعی اس کی لاڈلی صلہ نے کی تھی۔

"کیا ہوا بھابھی! کیوں پریشان بیٹھی ہیں؟ کوئی رابطہ ہوا پھر چچا جان اور چچی جان سے.....؟" سعدی جو اسی پل اندر آیا تھا۔ اسے ایک طرح گم صم بیٹھے چونک گیا کہ خلیل احمد اور ثریا سے تین دن سے کوئی رابطہ نہیں ہو پایا تھا اور وہ زیادہ پریشان بھی نہ ہوتے اگر تین دن پہلے ان کو حرم پاک میں موسم کی خرابی کے باعث حادثے کے بعد بھگدڑ کی اطلاع ملی تھی اور اس سے محض دو گھنٹے پہلے ہی ان لوگوں نے ان سے اور صلہ اور سلمان سے بات کی تھی اس کے بعد سے رابطہ منقطع تھا۔ سلمان اور صلہ کو اندازہ بھی نہیں تھا کہ ان کے گھر والے خلیل اور ثریا کی خیریت کی اطلاع نہ ملنے پر کس قدر قیامت سے گزر رہے تھے۔

"صلہ کی کال تھی....." نبیلہ نے آہستہ سے بتایا۔

"ان کو ابھی مت بتایئے گا بھابھی! گھر سے دور ہو انسان تو ایسی صورت حال میں زیادہ پریشان ہوتا ہے۔" سعدی کی فکر پر وہ اسے صرف دیکھ کر رہ گئیں۔

www.pklibrary.com

''کیا ہوا بھابھی! کیا کوئی اور بات بھی ہے؟'' اس نے ان کا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

''تم ان لوگوں کو وہاں سے لے آؤ سعدی! آج ہی چلے جاؤ..... صلہ کی باتوں میں جہانزیب کا تذکرہ کچھ زیادہ ہی آنے لگا ہے بلکہ اس نے اسے گفٹ تک بھی دے ڈالا ہے۔''

''ارے بھابھی! کوئی بات نہیں وہ بھی ویسے ہی آپس میں کزن ہیں جیسے ہم..... اس میں کون سی پریشانی والی بات ہے اور آپ کی لاڈلی نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے پکا والا اس لیے وہ کم از کم جہانزیب کو اس حوالے سے نہیں لے رہی، جیسا آپ سمجھ رہی ہیں.....''

سعدی نے ان کی پریشانی کو کم کرنا چاہا۔

نبیلہ اسے بتا نہ سکیں کہ ان کی بے وقوف اور مادیت پرست بہن نے کسی بھی وعدے کو درخور اعتنا نہ جانتے ہوئے نئے تعلقات اور رشتوں کی نئی بنیاد ڈال دی تھی اور وہ ایک وعدے پر ہی مطمئن ہو کر اس کی طرف سے صفائیاں پیش کر رہا تھا۔

☆☆☆

''بس بچے ایسے ہیرا سے بچے تو سب کی نظروں میں آجاتے ہیں۔ اب اس کم بخت نے تاڑ لیا ہے میرے بچے کو اور شادی کرنا چاہتا ہے جہانزیب کی اپنی بیٹی سے اس کے لیے سارا فرض بھی معاف کرنے کو تیار ہے ورنہ اس نے دھمکی دی ہے کہ ہمارا گھر، گاڑیاں شوروم سب نیلام کرا دے گا۔ ہاں جب ہم یہ بتائیں گے کہ ہمارا بیٹا نکاح شدہ ہے تو وہ اپنی بیٹی کی شادی کا خیال جہانزیب سے کرنے سے باز رہے گا۔'' پھپھو مغموم سی بولیں۔

''اب کیا ہوگا پھپھو! اتنا بڑا قرض جہانزیب کیسے دیں گے؟'' صلہ بھی فکرمندی سے بولی۔

''ارے بیٹا! قرض تو اتار دیں گے ہم، جیسے ہی تمہارے ابا آئیں گے، اپنا آبائی مکان یا دکانیں بیچ کے ہمیں اپنا حصہ دے دیں گے۔ مگر یہ جو اس نے کڑی شرط رکھی ہے اس سے نکلنے کا ایک ہی حل سوچا ہے ہم نے کہ اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں ہے اور وہ خبیث صبر بھی نہیں کر رہا..... ایسا ہو جائے تو خود ہی چپ ہو کے بیٹھ جائے گا.....''

''ہاں تو ضرور کریں، ایسا کچھ جس سے وہ سب بھول جائے۔'' صلہ بے تابی سے بولی۔

''ایسے کیسے کر دیں چندا! اس کے لیے بھی تو تمہارا تعاون درکار ہے۔'' وہ چاپلوسی سے بولیں۔

''کیسا تعاون پھپھو! مجھے بتائیں میں ایسا کیا کر سکتی ہوں.....؟'' وہ حیرت سے بولی۔

پھپھو نے ذرا آگے ہو کر اس کے کان میں جیسے ہی وہ طریقہ بتایا۔ صلہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کو ہو گئیں۔

''مم..... مگر پھپھو میں کیسے اتنا بڑا قدم، اماں، ابا کے بغیر.....''

''ارے میری چندا! ان کی تو فکر ہی نہ کرو۔ بھائی سے بات ہو گئی تھی میری، انہوں نے ہاں کا عندیہ بھی دبے لفظوں میں دے دیا تھا۔ اب یہ مسئلہ ہو گیا ہے تو ایسا کرنا ضروری ہے ورنہ وہ مکار انسان میرے بچے پر آنکھیں گاڑے بیٹھا ہے، میں ہوں ناں، سب سنبھال لوں گی۔ بھائی کو جیسے ہی میرے مسئلے کا پتا چلے گا وہ کچھ نہیں کہیں گے، کون سا ہم شادی کرنے لگے ہیں وہ تو بھائی، بھابھی آجائیں گے، تمہارے امتحانوں کے بعد کریں گے خیر سے..... یہ ایک نکاح ہی تو ہے، میں بھی تمہیں مجبور نہ کرتی اگر یہ معاملہ نہیں اٹھتا تو..... ویسے بھی آج نہیں تو کل یہ منصب تو تمہارا ہی ہے ناں۔''

''پھپھو! نبیلہ آپی اور زوار بھائی سے بات.....''

''ارے چھوڑو صلہ! جب میں ذمہ لے رہی ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ بھائی، بھابھی کو قائل کرنے کی ساری ذمہ داری میری ہے نبیلہ بے شک تمہاری بہن ہے مگر اب وہ ایک بیاہی عورت ہے اس کی سوچ اور عمل سب ایک دوسرے گھر سے جڑے ہیں۔ پھر تمہاری تائی ہے بھی تمہاری امیدوار، اپنے

www.pklibrary.com

نکھے بیٹے کے لیے جیسے ہی سنے گی کوئی نیا رخنہ ڈال دے گی، تم کا ہے کو پریشان ہوتی ہو۔ ارے تم سے زیادہ لاڈلی ہوں تمہارے ابا کی۔" مجھ سے تو ناراضی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بس تم تیار رہنا شام کو بازار چلیں گے نکاح کا سوٹ لینے سلمان کو بھنک مت پڑنے دینا وہ ذرا اور طرح کا بچہ ہے ہم پھر بعد میں اسے سب کچھ بتادیں گے ٹھیک ہے ناں۔"

پھپھو نے مزید اس کی تائید چاہی تھی۔ صلہ نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

☆☆☆

"پلیز بھابھی! روئیں مت حوصلہ کریں اللہ بہتری کرے گا آپ ایسے ہمت ہاریں گی تو صلہ اور سلمان کو کون سنبھالے گا۔"

"مجھے عجیب عجیب سے خیال آ رہے ہیں سعدی ...... جس ہوٹل میں وہ رہائش پذیر تھے۔ حادثے کے بعد سے وہ لوگ اس میں نہیں آئے وہاں پر بھی ان لوگوں کا کسی کو پتا نہیں ہے پتا نہیں کیسی کیسی افواہیں جنم لے رہی ہیں۔ میرا دل پھٹ رہا ہے۔" وہ اور زیادہ رو دی تھیں۔

"بس کرو نبیلہ! اللہ سے اچھے کی امید رکھتے ہیں میں نے استخارہ کیا ہے بھائی اور بھابھی کی گمشدگی کے حوالے سے اور مجھے بہت اچھا اور مثبت اشارہ آیا ہے میرا دل کہتا ہے کہ وہ لوگ جہاں بھی ہوں گے خیریت سے ہوں گے اور ان شاء اللہ جلد ہی ہمارے پاس ہوں گے۔" تائی اماں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"بھائی آج اسٹیٹ ایجنٹ سے بھی ملے تھے وہ لوگ بھی اپنے گروپ کے گمشدہ لوگوں کی تلاش میں کوشاں ہیں ...... اور اب بھی وہ ایمبیسی گئے ہیں تاکہ وہاں بھی اس مسئلے کے حل کے لیے آواز اٹھا سکیں۔" سعدی بولا۔

نبیلہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنے آنسو پونچھے۔

سعدی! میرے خیال میں تمہیں صلہ اور سلمان کو واپس لے آنا چاہیے۔ مجھے نہیں لگتا کہ اب ان سے اس بات کو چھپانا مناسب ہوگا ...... صلہ تو لاابالی سی ہے مگر سلمان اس سے زیادہ میچورٹی رکھتا ہے مگر دونوں کو جیسے ہی پتا چلا، مجھ پر خفا ہوں گے۔ تم آج ہی ان کو لینے نکل جاؤ۔" نبیلہ نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ سعدی نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"تھوڑا سا صبر کرو بیٹا! زوار کو واپس آ لینے دو، دیکھو کیا خبر لاتا ہے پھر اس کے آتے ہی سعدی کو بھیج دیں گے بچوں کو لینے کے لیے ......"

تائی اماں نے کہا تو نبیلہ نے تائیدی انداز میں سر ہلا دیا تھا۔

☆☆☆

"صلہ آپی! پتا نہیں کیوں تم مجھے کچھ دنوں سے مشکوک سی، پراسراری اور عجیب سی لگ رہی ہو...... شاید پھپھو کی محبت کا اثر ہے۔"

"تمہیں تو ہر انسان ہی ایسا لگتا ہے یہ اور بات ہے کہ مجھ پر اس قسم کی نظر اب ڈالی ہے تم نے۔"

"نہیں صلہ آپی! میں آپ سے عمر میں چھوٹا ضرور ہوں مگر میرا تجربہ اور دیکھنے کی وسعت آپ سے کہیں زیادہ ہے اس لیے میری صلاحیتوں پر شک کر کے مجھے جذباتی مت کرو۔" وہ ناراضی سے بولا۔

"اور مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ مسلسل ایک ہفتے سے پھپھو اپنے سسرالی رشتہ داروں کے گھر مجھے روزانہ لے جاتی ہیں، تمہیں گھر پر چھوڑ کر، اس میں کیا لاجک ہے۔ اور عین ہمارے جانے کے وقت تمہارے اچانک سر میں درد کیوں شروع ہو جاتا ہے۔ مجھے نہیں پتا میں بور ہو گیا ہوں اب ...... میں نے گھر جانا ہے۔ مجھے سب بہت یاد آ رہے ہیں۔ اماں، ابا نے بھی دوبارہ ہی کال کی بس، پھر تو جیسے بھول ہی گئے ہمیں۔" وہ اداسی سے بولا۔

"چلیں جائیں گے گھر بھی سلمان، گھر کہیں بھاگا نہیں جا رہا تھا اور سچ پوچھو تو مزا بھی اب آ رہا ہے یہاں ......"

"اس لیے تو مجھے آپ کی دماغی حالت پر شبہ ہو رہا ہے کہ پھپھو کے ساتھ رہ کر بندہ زچ ہو سکتا ہے، تنگ آ سکتا ہے، اپنے بال نوچنے پر مجبور کر سکتا ہے مگر

pklibrary.com

www.pklibrary.com

جس کو پھپھو کی معیت میں مزا آجائے اس کو پھر ڈاکٹر کی ضرورت ہوتی ہے۔" وہ منہ بنا کر بولا۔

"اچھا ناں، بس کچھ دن کی بات ہے پھر چلتے ہیں۔ گھر ویسے بھی تمہاری کلاسز اسٹارٹ ہونے والی ہیں اور جن کی تم کو یاد ستا رہی ہے ناں، کبھی ایک کال کر کے بھی پوچھا..... دیکھ لی سب کی محبت میں نے، نبیلہ آپی کو چھوڑو زوار بھائی نے بھی ایک بار مڑ کر خبر نہ کی۔ اور وہ تمہارا بیسٹ فرینڈ اور پارٹنر..... وہ تو لگتا ہے خوش ہی ہو گیا کہ چلو بھئی جان چھوٹی۔" اس کے لہجے میں اچھی خاصی خفگی در آئی تھی۔

"اس بات پر تو میں بھی حیران ہوں۔ لیکن یاد رہے کہ صرف حیران ہوں پریشان اور بدگمان نہیں ہوں ہو سکتا ہے مصروف ہوں یا کوئی مسئلہ ہو مگر ان کی محبت پر مجھے کوئی شک نہیں ہے اور صلہ آپی! تم بھی ناں! یہ چھوٹی چھوٹی بات پر بدگمانی کے پہاڑ جو کھڑے کر لیتی ہو اس عادت پر قابو پاؤ ایک تو پھپھو کا لینڈ لائن جب دیکھو تالے میں بند ہوتا ہے اور تمہارا سیل سدا کا بیلنس سے خالی، ورنہ آج ہم ہی بات کر لیتے گھر۔"

"ارے واہ! میرے سیل کے بارے میں تمہارا خیال غلط ہے کیونکہ ابھی کل ہی جہانزیب نے پانچ سو کا لوڈ کروا کر مجھے....." اس نے جوش میں آ کر ایک راز فاش کیا اور پھر اپنی زبان خود ہی دانتوں تلے دبالی۔

"جہانزیب یعنی کہ اپنے جہانزیب بھائی! پھپھو کے خاندان کا فرد اور اتنی فیاضی..... میں نہیں مان سکتا..... یا تو کوئی چکر ہے یا کوئی مطلب..... ایسے تو یہ لوگ کسی کو اپنا بخار تک نہ دیں۔"

"جی نہیں۔ اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔ جہانزیب بہت اچھے ہیں۔ پھپھو بھی اچھی ہیں۔ بس ذرا فضول خرچی کو پسند نہیں کرتیں۔"

"اب مجھے تمہاری ذہنی حالت پر پوری طرح یقین آ گیا ہے کہ ٹھیک نہیں ہے۔"

"اس بات پر بعد میں بحث کریں گے۔ پہلے ذرا فون دو اپنا۔"

"میں نہیں بات کر رہی ان سب سے بہت ناراض ہوں۔ بس دو تین دن بعد چل تو رہے ہیں ناں گھر، چل کر سرپرائز دیں گے۔"

"چلو پھر ٹھیک ہے..... دو تین دن ہی ہوں بس، ورنہ میں نے زوار بھائی کو فون کھڑکا دینا ہے کہ مجھے لے جائیں۔ تم رہنا اپنی پیاری پھپھو کے پاس۔"

"اچھا اچھا ٹھیک ہے..... آؤ یہ گیم کھیلتے ہیں۔ نئی ڈاؤن لوڈ کی ہے۔"

صلہ نے اس کو لالچ دیا تو سلمان جھٹ سے اس کے پاس آ بیٹھا۔ صلہ اسے پہلے ہی بتا چکی تھی کہ جہانزیب کے پاس ایکسٹرا سیل پڑا ہوا تھا جس میں انہوں نے اس کو اس کے سادہ موبائل سے سم نکال کر ڈال دی تھی۔

☆☆☆

"بس میں نے اس کو پوری طرح قائل کر لیا ہے۔ اب کل جیسے ہی میں سلمان کو شاپنگ کے بہانے بازار لے جاؤں گی، تم نکاح خواں اور گواہان لے آنا۔ تمہارے پاپا ہوں گے یہاں..... یہ نکاح ہر صورت ہو جانا چاہیے۔ میں خود اس وقت یہاں رہنا چاہتی ہوں مگر وہ لڑکا، توبہ پورا آفت ہے آفت، اس کو منظر سے غائب کرنا ضروری ہے۔ جہانزیب کے پاپا، کروڑوں کی مالیت ہوگی خلیل کے گھر کی اور دکانوں میں حصہ الگ ہے خلیل کا..... ثریا بھابھی کے تیور بتاتے تھے جیسے وہ یہاں بیٹی نہ دینا چاہتی ہو۔ اب میں نے لڑکی کو شیشے میں اتار لیا ہے اور تم بھی ابھی کچھ عرصہ یہ عنایتیں اس پر جاری رکھنا..... خلیل اور ثریا کا معاملہ ادھر ادھر ہونے پر میں کوئی قصہ گھڑ کے رخصتی کروا لاؤں گی۔"

"جو بھی کرنا ہے جلدی کریں ممی! زونیہ کو بھنک پڑ گئی تو برباد کر دے گی ہمیں....." جہانزیب نے بے چینی سے کہا تھا۔

"دفع دور کرو زونیہ کو..... وہ اب ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ تم آج ہی نکاح کے سارے انتظامات فائنل کرو۔ میں جیسے ہی لڑکے کو لے کر نکلوں ایک گھنٹے کے اندر اندر سب کچھ کر لینا....."

انہوں نے حکم صادر کیا۔ جہانزیب نے سر ہلایا

www.pklibrary.com

تھا اور آدھا گھنٹہ مزید باہمی مشوروں کے بعد یہ محفل برخاست کردی گئی تھی۔

☆☆☆

''دس از ناٹ فیئر صبیلہ آپی! آخر مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ، یہ تیسری چوتھی بار ہے کہ ادھر میرا کوئی پروگرام ڈن ہوتا ہے پھپھو کے ساتھ، ادھر تمہارے سر میں درد شروع ہوجاتا ہے۔ اب خدا خدا کرکے پھپھو کو خیال آیا ہے کہ مہمان جب گھر آئیں یا گھر سے جائیں ان کو کوئی تحفے تحائف بھی دیے جاتے ہیں اگرچہ گوائنڈ ٹیک کے ہر معاملے میں پھپھو کا پلڑا ٹیک پر زیادہ بھاری رہتا ہے، آنے سے پہلے اماں کو ہزار کھانے پینے کی چیزوں کی لسٹ بتا دیتی ہیں اور ابا کو خریداری کے حوالے سے .....مگر ہر بار ہمارے ہاں آنے پر ان کو اچانک یاد آتا ہے کہ وہ بالکل ایمرجنسی میں آئی ہیں سو کچھ لانا بھول گئی ہیں۔ بس اس بار جب آئیں تو لنڈے کا ایک چکر لگا کر ہم پر احسان کیا تھا آج اب ان کو آداب مہمان نوازی کے اصولوں میں سے ایک اصول یاد آ بھی گیا ہے تو تمہارا سر درد رنگ میں بھنگ ڈالنے کو تیار ہے.....بھلا تمہارے بغیر مجھے خاک مزا آئے گا پھپھو کے ساتھ شاپنگ کا.....''

''رات دیر تک جگائے بھی خود رکھتے ہو مجھے اپنی اوٹ پٹانگ سناسنا کر، اب گلہ بھی تم کو ہے۔ میں چلی تمہارے ساتھ تو میرے سر درد نے بگڑ جانا ہے، تمہیں پتا ہے پھر وومٹنگ شروع ہوجاتی ہے مجھے۔ بس آج تو میں نے صرف ریسٹ کرنا ہے اور اپنی نیند پوری کرنی ہے پھر ہوسکتا ہے کل پرسوں تک ہم گھر کے لیے نکل پڑیں۔''

''تم کہتی ہو تو چلا جاتا ہوں کہ ہمارے لیے خریداری کرنے جا رہی ہیں خاتون ورنہ سفر اور خریداری وہ بھی پھپھو کے ساتھ جہاں اگلا بندہ یا تو مرنے مارنے پر آجاتا ہے یا اپنے بال نوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ پھپھو تو ویسے ہی ہشاش بشاش کھڑی رہتی ہیں جبکہ ان تین چار وزیٹرز میں میں شرمندگی کے اتھاہ سمندر میں ڈوب ڈوب کر تھک چکا ہوں.....اور ٹیکسی، رکشا ڈرائیور اور دکانداروں کی خوں خوار نظروں کو سہنے کی ہمت نہیں ہے اب.....''

''تو یہ ہے سلمان! کتابولتے ہو تم.....؟''

''وہ جھنجلا گئی کہ اس گھر کے افراد کا ناگوار الفاظ میں ذکر اسے ایسے ہی جھنجلا نے اور غصہ دلانے پر مجبور کردیا کرتا تھا۔''

☆☆☆

وہ دھاڑ سے دروازہ کھول کر داخل ہوئی تھی۔ جہانزیب نے چونک کر بھری شیرنی بنی صلہ کو دیکھا اور جلدی سے کال ڈسکنکٹ کی تھی۔

''کک کیا ہوا صلہ؟ خیر تو ہے.....؟'' اسے اس کی شکل دیکھ کر کسی خطرے کا احساس ہوا تھا۔

''زونیہ کون ہے جہانزیب؟ جسے آپ دھمکیاں دے رہے تھے۔''

''زونیہ، زونیہ ہی تو وہی لڑکی ہے میرے باس کی بیٹی جس سے شادی پر مجھے مجبور کیا جا رہا ہے۔'' اس نے بات بنائی۔

''مت جھوٹ بولیں جہانزیب! میں آپ کی ساری بات سن چکی ہوں۔ وہ آپ کی بیوی تھی جس سے آپ نے فراڈ سے اس کا گھر، شوروم اور ساری جائیداد اپنے نام کروالی ہے۔ آپ خود ایڈمٹ کر رہے تھے کہ آپ نے دھوکے سے وہ سب کچھ ہتھیایا اور اگر ہمت ہے تو آپ سے یہ سب لے کر دکھائے۔'' اس کی آواز رندھ گئی یہ بات کرتے ہوئے۔

جہانزیب کو بازی اپنے ہاتھ سے پھسلتی محسوس ہوئی وہ بھی اس وقت جب نکاح خواں اور گواہان بھی باہر پاپا کے ہمراہ موجود تھے۔ وہ زونیہ کی اچانک کال پر وہ اپنے کمرے میں آیا تھا اور ہلکے پھلکے زیور اور خوب صورت لباس کے ہمراہ صلہ نجانے کیا کرنے اس کے کمرے میں آئی تھی کہ سب کچھ اس نے صاف صاف سنا تھا۔ جہانزیب نے ایک جست لگا کر اس کا بازو پکڑا اور کمرے کا دروازہ بند کردیا۔

''وہ سب میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ وہ عورت

www.pklibrary.com

بکواس کر رہی تھی جس نے میرا دماغ خراب کر دیا اور میرے منہ سے کچھ کا کچھ نکل گیا جسے تم نے غلط فہمی میں نہ جانے کیا سمجھ لیا..... ابھی یہ نکاح ہونے دو پھر میں....."

"نہیں مجھے انکار ہے اس نکاح سے..... مجھے پتا چل رہا ہے اب کہ جائز کام کو ایسے پوشیدہ رکھ کر انجام دیا جائے تو کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہوتی ہے۔ میری ماں کی دعاؤں نے مجھے بچالیا ہے۔ یہ سنبھالیں اپنے زیور..... میں..... ہم ابھی ابھی اپنے گھر جائیں گے۔" وہ روتے ہوئے اپنے زیور اتار کر کہہ رہی تھی۔

"ارے صلہ محترمہ! میرا اتنا وقت ضائع کر کے اور پیسہ برباد کر کے تمہاری بھول ہے کہ میں تمہیں ایسے جانے دوں گا۔ آرام سے نکاح کے لیے ہاں کر دیتیں تو مجھے یہ قدم نہ اٹھانا پڑتا لیکن اب میں تمہیں اس حد تک مجبور کر دوں گا کہ تم خود مجھ سے نکاح کے لیے راضی ہو جاؤ گی۔" جہانزیب نے خباثت سے کہا۔ صلہ کا رنگ فق ہو گیا اس کی بات پر۔

"کک کیا مطلب ہے آپ کا....."

وہ دروازے کی طرف پیچھے جاتے ہوئے بولی۔ جہانزیب نے ایک جھٹکے میں اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔

"مطلب بھی بتا دیتے ہیں صلہ رانی! اتنی جلدی بھی کیا ہے....." اس کی آنکھوں اور لہجے میں اس وقت صلہ کو کسی بھوکے درندے کی سی خو بو نظر آئی تھی۔ اس نے اپنے اندر تک خوف کو سرایت ہوتے محسوس کیا تھا۔

"بچاؤ..... سلمان..... پھپھو....."

صلہ اپنے آپ کو اس سے چھڑاتے ہوئے زور سے چیخ رہی تھی۔

گھر میں ابھی ابھی داخل ہوتا سعدی ایک لمحے کو ساکت رہ گیا تھا۔ اندرونی حصہ اگرچہ مین گیٹ سے تھوڑی دور تھا مگر یہاں تک آئی صلہ کی ہلکی سی آواز بھی اس کی سماعتوں کو جھنجھوڑ گئی تھی۔ اس نے گیٹ سے اندر تک کا فاصلہ بھاگتے ہوئے طے کیا تھا جیسے جیسے وہ اندر بڑھ رہا تھا۔ صلہ کی چیخوں کی آواز اس کے اعصاب پر کوڑے کی مانند برس رہی تھی۔ آواز کا تعین کرتے ہوئے اس نے دھاڑ سے دروازہ کھولا۔ لاک نہ ہونے کے باعث دروازہ فوراً مکمل سعدی ذرا سا لڑکھڑایا مگر سامنے کے منظر نے اس کے جسم میں جیسے شرارے بھر دیے تھے۔ دروازہ کھلنے پر جہانزیب نے مڑ کر اسے دیکھا تھا اس کے چنگل میں بے بسی سے پھڑپھڑاتی صلہ تیر کی تیزی سے سعدی کی طرف لپکی تھی۔

"تم..... تم آ گئے سعدی! مجھے بچالو..... اس جانور سے بچالو۔"

اس سے لگ کر وہ زار و قطار روئے جا رہی تھی۔ اس کی بات اور آہ و بکا نے سعدی میں جیسے آگ بھر دی تھی۔ اس نے نرمی سے صلہ کو خود سے الگ کیا اور جہانزیب کو جھٹکے سے نیچے گرا کر اس پر پل پڑا۔

"خبیث انسان! شب خون مارتے اتنا بھی خیال نہ آیا کہ یہ تمہارے ماموں کی بیٹی ہے، عزت ہے تمہاری..... مگر تم جیسے ہوس کے پجاری کیا جانیں کہ عزت کا احترام کیا ہوتا ہے..... ارے لاوارث سمجھ لیا اس کو..... یا ہم سب کو میرا ہوا....."

لاتوں، مکوں، گھونسوں سے جہانزیب کی مرمت کرتا وہ ہانپ رہا تھا۔

"ب..... بس کرو سعدی! مر ہی نہ جائے بے غیرت انسان..... تم کیوں کسی گھٹیا انسان کے خون سے اپنے ہاتھ آلودہ کرو۔ میرے لیے اتنا بہت ہے کہ اس کڑے وقت میں میرے مالک نے مجھ پر کرم کرتے ہوئے تمہیں وسیلہ بنا کر بھیج دیا۔"

صلہ جس نے نیچے پڑا دوپٹا اٹھا کر اپنا پھٹا بازو چھپایا تھا اور سسکیاں لے رہی تھی۔ جب جہانزیب کو ادھ موا ہوتا دیکھا، سعدی کے قریب آ کر اس کا بازو سے پکڑ کر کہا۔ جہانزیب کے لیے اس پل اس کے لہجے میں نفرت ہی نفرت تھی سعدی نے ایک ٹھڈا کراہتے ہوئے جہانزیب کو رسید کیا اور اس کی طرف مڑا۔

"تم ٹھیک تو ہو ناں! سلمان کہاں ہے، ابھی گھر چلیں۔"

خوف ناک سنجیدگی سے کہا گیا۔ ابھی صلہ بتا نے ہی لگی تھی کہ حواس باختہ سے پھپھا اندر داخل ہوئے۔

www.pklibrary.com

"ارے یہ کیا ہوا۔ کس نے کیا میرے بیٹے کا یہ حشر..... جہانزیب اٹھو بیٹے..... تم تم کیا کر رہی ہو یہاں۔ اور اس کو کس نے مارا ہے؟"

جہانزیب کو اوندھے منہ پڑا تھا سیدھا کرتے ہوئے وہ پتا نہیں کیا کیا بول رہے تھے۔

"میں نے یہ حشر کیا ہے اس کا..... اور عزت کے لٹیروں کو تو زندہ ہی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ یہ تو میں نے صلہ کی بات مان لی ورنہ ابھی یہ مردود یہاں مردہ پڑا ہوتا۔"

"کیا بدتمیزی ہے یہ..... کون تمہاری جرات کیسے ہوئی میرے بیٹے پر ہاتھ اٹھانے کی، میں ابھی پولیس کو بلاتا ہوں۔ جہانزیب اٹھو شاباش، ہمت کرو....." انہوں نے غصے سے کہا اور کراہتے ہوئے جہانزیب کو ہاتھ سے سہارا دے کر اٹھایا۔

"شوق سے بلوائیں پولیس کو جب پوری بات پتا چلے گی کہ کس طرح آپ کے بیٹے نے لڑکی کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی ہے تو پتا چل جائے گا کہ جیل کون جاتا ہے۔"

"یہ جھوٹ بول رہا ہے پاپا! میں نے ایسا کچھ نہیں کیا، یہ لڑکی خود میرے کمرے میں آئی تھی۔ اب اس لڑکے کو بلوا کر نجانے کیا کھیل رچانا چاہ رہی ہے۔" وہ لنگڑاتا ہوا بڑی دقت سے بولا تھا۔

"سعدی! چلو یہاں سے چلیں گھن آ رہی ہے مجھے ان لوگوں سے، گھن ہو رہی ہے یہاں، جلدی چلو میں نے گھر جانا ہے۔"

صلہ ایک بار پھر اس کے قریب آئی اور اس کا بازو تھام کر روتے ہوئے التجا کی تھی۔ سعدی نے سر ہلاتے ہوئے اس کا ہاتھ تھاما اور کینہ توز نظروں سے ان باپ بیٹے کو گھورتا باہر نکل آیا۔ پھپھو نے ان کو روکنے کی کوشش کی تو جہانزیب نے ہاتھ سے جبڑا دباتے ہوئے بمشکل کہا۔

"جانے دیں پاپا! وہ اب نہیں رکے گی۔"

"ایسی فضول حرکت کی ہی کیوں تم نے مگر جلد باز ہی رہنا تم ہمیشہ کے۔"

"بدک گئی تھی پاپا کسی اڑیل گھوڑی کی طرح۔ بس اس کو ڈرانا چاہ رہا تھا۔ پتا نہیں کہاں سے وہ کم بخت ٹپک پڑا سعدی۔" باپ کے ڈانٹنے پر اس نے تنفر سے کہا۔

"اب نکاح خواہاں اور تمہارے دوستوں کا کیا کروں جو باہر آئے بیٹھے ہیں....." وہ جھنجلائے۔

"کچھ نہ کچھ کہہ کر رخصت کریں میری ایسی حالت نہیں کہ میں باہر جا کر کسی کا سامنا کر سکوں۔ ڈاکٹر کو بلوائیں پلیز، بہت درد ہو رہا ہے پورے جسم میں۔"

بیڈ پر نیم دراز ہوتے ہوتے بھی ایک چیخ نکل ہی گئی تھی اس کی۔

☆☆☆

اندر بیٹھنے کے بجائے وہ صلہ کو لے کر باہر لان میں ہی بیٹھ گیا تھا۔ اسی وقت گھر کے اندر داخل ہوتے ہوئے پھپھو اسے دیکھ کر چونک گئیں جبکہ سلمان بے تابی سے اس کے گلے لگا تھا۔

"میں ان دونوں کو لے کر جا رہا ہوں پھپھو! ہماری ایک گھنٹے بعد کی ٹکٹیں بک ہیں گاڑی کی..... باقی کا سارا احوال آپ کو اندر اپنے صاحبزادے سے پتا چل جائے گا، نہیں تو کال کر کے میں خود ہی بتا دوں گا آپ کو..... ویسے بہت اچھی طرح خیال رکھا آپ نے ان کا..... اس عزت افزائی کا بہت شکریہ۔"

کسی کو کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر اس نے کہا اور سلمان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے صلہ کا بیگ اٹھایا اور گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ پھپھو جو کچھ کہنے کا ارادہ رکھتی تھیں سعدی کا انداز، صلہ کی چپ اور متورم آنکھوں سے ٹھٹک گئیں اور کچھ کہے بغیر اندر بڑھ گئی تھیں۔ سلمان کو کچھ پتا نہ چلے سو سعدی نے کھل کر بات کرنے سے احتراز کیا تھا۔

☆☆☆

گھر آنے پر ایک خوشی کی خبر یہ تھی کہ خلیل احمد اور ثریا کے متعلق خبر مل چکی تھی وہ لوگ ایک ہاسپٹل میں تھے اور اب پہلے سے بہتر تھے۔ صلہ چوٹ کھائی ہوئی تھی تو تائی امی اور نبیلہ سے بے تابی سے ملی اور بے ساختہ رو دی تھی، زوار بھائی نے جب سر پر ہاتھ رکھا تو اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

www.pklibrary.com

''ہمیں پتا ہوتا کہ اتنی اداس ہے ہماری گڑیا تو ہم پہلے ہی لے آتے اس کو.....'' زوار بھائی نے شفقت سے کہا۔

''اب میں آپ سب کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤں گی.....'' سوں سوں کرتے اس نے کہا۔

''نبیلہ آپی! کچھ کھلا پلا کر ثابت کریں کہ ہم اپنے گھر، اپنی جنت میں لوٹ آئے ہیں۔'' سلمان کی التجا پر نبیلہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

☆☆☆

''مجھے معاف کر سکتے ہو.....؟'' چار دن بعد وہ اس کے روبرو تھی۔

''کس لیے.....'' وہ عام سے لہجے میں کتاب پر نظریں جمائے جمائے بولا۔

''تم جانتے ہو کس لیے.....؟'' اس نے نظریں جھکا کر کہا کہ پھپھو اور سلمان کے گھر لوٹنے سے قبل وہ اس کو سب کچھ بتا چکی تھی۔

''میرے لیے سب سے بڑی بات تمہاری جان اور عزت کا بچ جانا ہے باقی سب باتیں ہیچ ہیں اس کے سامنے، باقی شیطان کی تو ہر لحہ کوشش یہی ہوتی ہے کہ ہمیں بھٹکائے، کبھی ہماری ترجیحات کا سہارا لے لیتا ہے تو کبھی خواہشات کی چکا چوند میں ہماری آنکھیں چندھیا دیتا ہے اور کبھی نفس کے گھوڑے پر سوار کرا کے ہمیں سرپٹ دوڑاتا ہے آج اس کا شکار تم ہوئیں، کل میں ہو سکتا ہوں، بس مالک اس کے شر سے ہم سب کو بچائے۔'' وہ نرمی سے بولا تھا۔

''نہیں سعدی! شیطان صرف مجھ جیسے کمزور لوگوں کو اپنا شکار بناتا ہے جو ظاہری شان و شوکت پر مرمٹتے ہیں، جو ہیرے جیسے دل ٹھکرا کر دنیا کی دولت کا انتخاب کرتے ہیں۔'' وہ اداسی سے بولتے ہوئے اس کے سامنے آ بیٹھی۔

''مجھ جیسوں کو ہزار سمجھایا جائے، سمجھتے ہی نہیں جب تک ٹھوکر نہ لگے اور وہ ٹھوکر کسی کو ایسے اوندھے منہ گراتی ہے کہ وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہتے۔ لیکن کسی کسی خوش نصیب کے حصے میں تم جیسا رہبر بھی آتا ہے جو ان کو چوٹ سے بچا لیتا ہے۔ اپنا کندھا، اپنا سہارا دیتا ہے۔''

ایک آنسو اس کے ہاتھ پر گیا گرا کہ باقی سب نے بھی ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے میں اس کو مات دے دی، سعدی اس کے رونے سے بے چین ہو اٹھا۔

''تم سے بس اتنی درخواست کرنے آئی تھی کہ مجھے اب عمر بھر اسی رہبر کی ہمراہی چاہیے تاکہ مجھ جیسی عقل کی اندھی کو زندگی کی ہر ٹھوکر سے بچا لے۔ مجھے تمہاری جاب اور اپنی خواہشات سے کوئی سروکار نہیں، میں جانتی ہوں، میرے اس عمل سے تمہارے دل میں میری جو عزت اور محبت تھی وہ اب رتی برابر بھی نہیں ہے مگر.....'' وہ کہتے کہتے رکی۔ ''مگر میں پھر بھی تمہارے ساتھ کی خواہاں ہوں جانتے ہو کیوں.....؟''

اس نے ذرا کی ذرا نظر اٹھائی۔ اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر دوبارہ نظریں جھکا لی تھیں۔

''وہ اس لیے کہ میری زندگی میں لگنے والی پہلی اور آخری ٹھوکر مجھے تم سے محبت کرنے پر مجبور کر گئی ہے۔ تم اب مجھ سے محبت کرو نہ کرو۔ ایک میری محبت ہی کافی ہے۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور مجھے یہ بھی پتا ہے کہ تمہارا تعلق محبتوں اور رشتوں کا مان رکھنے والے قبیلے سے ہے۔'' کہہ کر وہ تیزی سے واپس مڑ گئی۔

''سنو.....!''

سعدی نے بے ساختہ اسے پکارا تھا۔ صلہ بغیر مڑے ہی رک گئی تھی۔ کہنے کو تو اس نے سب کچھ کہہ ڈالا تھا مگر جواب نجانے کیا ہو، یہ سوچ کر دل گویا سماعتوں میں دھڑکنے لگا۔

''میں واقعی عزتوں اور محبتوں کے مان رکھنے والے قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ محبت اب بھی باقی ہے۔''

وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ صلہ کی آنکھوں سے ایک بار پھر آنسو بہہ نکلے۔ اب اس کے بعد اس پر سجدہ شکر واجب تھا جسے ادا کرنے کے لیے وہ رکی نہیں تھی۔ شکر یہ کہہ کر آگے بڑھ گئی تھی کہ اسے اپنے رب کے حضور شکر بجالانا تھا۔

☆☆

www.pklibrary.com

عندلیب زہرا

پس چھپا آئینہ

عائلہ کا بچپن خوف کے سائے تلے گزرا تھا۔ اندیشوں، وسوسوں میں وہ کبھی عام بچوں کی طرح شرارتیں نہ کرسکی۔ اس کی واحد سہیلی اس کی گڑیا تھی۔ جسے وہ ہمہ وقت تھامے رکھتی، اپنے ساتھ سلاتی اور اکیلے میں چپکے چپکے باتیں کرتی۔ جس کا کسی کو علم نہیں تھا۔ ایک بار نانو نے اتفاقاً وہ دکھ سکھ سن لیے جو وہ سیڑھیوں پر بیٹھ کر اپنی گڑیا کو کررہی تھی۔

''ڈیڈی کو میں بھی اچھی نہیں لگتی۔ ماما بھی نہیں، کیا میں پیاری نہیں ہوں اس لیے۔ ڈیڈی جب ماما کو گالیاں دیتے ہیں ناں، تب مجھے اچھے نہیں لگتے کیا تمہارے ڈیڈی بھی ایسے ہیں۔''

پچھلے پہر کی دھوپ کی طرح نانو دم سادھے ننھی بچی کے نوحے سن رہی تھیں۔ انہوں نے اسے گلے لگا یا اور صبر گزار بیٹی کے لیے خوب روئیں۔ لیکن عائلہ کے پندار کو ٹھیس پہنچی تھی۔ اس کے راز میں نانو بھی شامل ہوگئی تھیں۔

اب اس نے اپنے تکیے سے باتیں کرنا شروع کردیں۔ ایک تکیہ سر کے نیچے اور ایک ساتھ لپٹا کر سوتی۔

غرضیکہ اس کا سارا بچپن والدین کی دوریوں، لڑائی جھگڑے کو دیکھتے گزرا تھا تھوڑا ہوش سنبھالا تو احساس ہوا کہ یہ دوریاں کیوں ہیں؟

دونوں کے مزاجوں میں فرق تھا زمین آسمان جتنا ایک ذرہ دوسرا آفتاب۔ آفتاب چاہتا تو اپنی محبت کی روشنی سے ذرے کو اپنے برابر لا کھڑا کردیتا۔ اپنے اعتبار سے تاباں کردیتا لیکن ایسا اس وقت ہوتا جب دونوں میں محبت ہوتی۔ مزاج ملتے سمجھوتا ہوتا، ان دونوں کا بندھن تو بڑوں کا طے کردہ فیصلہ تھا۔ جسے وہ ناگواری سے جھیل رہے تھے۔ سجاد کو طرح دار پڑھی لکھی، خوب صورت لڑکی درکار تھی۔ ناصرہ عام سی گھریلو، سیدھی سادی لڑکی تھی۔ سر تسلیم خم کرنے والی وہ ساس نند کی پسند تھی۔ لیکن جس کے ساتھ زندگی گزرتی ہے ان دونوں کے درمیان خلیج تھی، جسے پار کرنا دونوں کے لیے دشوار تھا۔

''میں کیوں بدلوں خود کو...... اس شخص کی خاطر، جس نے مجھے کبھی مقام نہیں دیا۔'' ناصرہ ہٹ دھرمی سے کہتی۔

وہ انا پرست ہٹ دھرم افراد کے درمیان عائلہ پر کیا اثرات مرتب ہورہے تھے۔ دونوں کو مطلق پروا نہ تھی۔

سجاد نے گھر سے باہر رنگینیاں اور دلچسپیاں ڈھونڈ لیں۔

☆☆☆

یہ ان دنوں کی بات ہے جب عائلہ میٹرک میں تھی۔ اس نے اپنے باپ کی آئیڈیل دیکھ لی۔ اس نے اپنی سیکرٹری سے شادی کرلی تھی۔ پڑھی لکھی طرح دار۔

ناصرہ چپ چاپ سر جھکائے آنسو بہا رہی تھی۔ سجاد لاتعلقی سے بیٹھا تھا جیسے اسے پروا نہ ہو۔ دادی، پھوپھو سب ناصرہ کو مورد الزام ٹھہرا رہے تھے۔

''ارے جو شوہر کے دل میں جگہ نہ پاسکے وہ کیسی عورت ہے؟'' دادی نے بے اعتنائی سے کہا۔

''بار بار سمجھاتے تھے اپنے رنگ ڈھنگ بدلو۔'' پھوپھو بے زار تھیں۔

''شاید سب ٹھیک کہتے ہیں۔'' ناصرہ افسردگی سے سوچنے لگی۔ ''لیکن کیا میں اس کے دل تک رسائی پاسکتی تھی۔ میں شروع سے اس کی آئیڈیل نہیں تھی وہ کچھ اور مزاج کا، میں کچھ اور......'' بیٹی کو ہم دم سمجھ کر اس نے اپنی باتیں شیئر کیں۔ عائلہ کو لوگوں کے

www.pklibrary.com

تبصروں، طنزیہ جملوں سے کوفت ہونے لگی اور وہ لاشعوری طور پر اپنی سوتیلی ماں کو آئیڈیل بنانے لگی۔ اس نے بچپن کے ڈر خوف ختم کیے تھے۔ یا دبا لیے تھے۔ ماں کی سادگی، گھریلو انداز، اپنی سوچ پر ڈٹے رہنا اس کا جرم لگنے لگے۔

اس نے ہمیشہ انہی عورتوں کو مردوں کے دلوں پر حکومت کرتے دیکھا تھا جو ناز و ادا والی تھیں۔

بھلا تاریخ میں، محبت کی داستانوں میں وہ عورتیں بھی امر ہوئی ہیں جو چولہوں کے پاس بیٹھ کر ہانڈیاں بھونتی ہیں۔ اور شوہر کی ایک نظر التفات کے لیے مٹی میں مٹی ہو جاتی ہیں۔ اسے اب حکومت کرنی تھی۔ مردوں کے دلوں پر۔

یہ عائلہ کے بدلتے نظریات تھے۔ جو اس کے حالات کا ردعمل تھے۔ اس کا فیشن، اسٹائل، کالج یونیورسٹی میں ٹرینڈ بن جاتا۔ بہت سے لوگ اس کی توجہ کے طلب گار ہوتے۔ وہ بے نیاز اور کٹھور جیسے اسے کسی میں دلچسپی نہیں ہے۔

☆☆☆

ایسے ہی ایک روز اسے اشعر نظر آ گیا۔ پورا ماحول رنگ و بو میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہر طرف نقرئی قہقہے تھے یا چوڑیوں کی جلترنگ۔ سب لڑکیوں نے مہندی کا تھیم سبز منتخب کیا تھا لیکن وہ عام روش سے ہٹ کر چلنے والی تھی سو پنک زرد کنٹراسٹ میں سب سے منفرد دکھ رہی تھی۔

فائقہ کی مہندی میں وہ اکلوتی سہیلی، سالی کی حیثیت سے مدعو تھی۔ وہ فائقہ کے ساتھ بیٹھی ماحول پر طائرانہ نظر ڈال رہی تھی۔ جب اس کی نظر اشعر پر پڑی اور پھر ٹھہر گئی۔ وجیہہ جاذب نظر۔

ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ وہ کسی کو دیکھ کر ٹھٹکے۔ ورنہ ہمیشہ لوگ اس کی جانب متوجہ ہوتے تھے اور وہ نظر انداز کرنے کی عادی تھی۔ لیکن مقابل اب تو کوئی جادوگر تھا جس نے اسے ہپناٹائز کر دیا تھا۔ اشعر فائقہ کا کزن تھا اور فنکشن کی فوٹو گرافی اس کے ذمے تھی۔

''فائقہ! تم تیار ہو ناں؟'' اس نے زرد لہنگے میں ملبوس فائقہ کو اشارہ کیا اور اس کی پکس بنائیں۔

''یہ میری بہترین سہیلی ہے.....'' فائقہ نے اشعر سے کہا عائلہ کا تعارف کروایا۔ جو ہمیشہ کی طرح دمک رہی تھی۔

''اچھا لگا آپ سے مل کر مس.....'' وہ سوالیہ انداز میں رکا۔ اس کی آنکھوں میں برقی قمقموں کا عکس نمایاں ہو رہا تھا۔

''عائلہ۔'' اس نے اپنا تعارف خود کروایا۔

''نائس نیم لائک یو، پریٹی گرل۔'' اور آگے بڑھ گیا وہ وہیں رکی رہی، اس کے سحر میں گرفتار۔

باقی تقریبات میں ان دونوں کی شناسائی اتنی زیادہ بڑھی اتنی زیادہ کہ عائلہ کو لگتا اس کے بنا سانس لینا بھی محال ہے۔

www.pklibrary.com

☆☆☆

عائلہ بولڈ تھی اسے خود کو ضائع کرنا پسند نہ تھا۔ پیسے کی کمی اسے نہ تھی۔ اس کی محبت کے طلب گار بہت سے لوگ تھے۔ پھر وہ محض وقت گزاری کے لیے ایک مرد کی دل بستگی کا سامان کیوں بنے۔

''آپ اپنے پیرنٹس کو بھیجئے انکار نہیں ہوگا۔'' اس نے اشعر کو یقین دلایا۔

لیکن حیرت کا لمحہ اس وقت در آیا جب اشعر پر خاموشی طاری ہوگئی۔ اتنی زیادہ کہ اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔

''کیا یہ مجھ سے فلرٹ کر رہا ہے؟'' عائلہ نے دکھ سے سوچا۔ یہ دن عائلہ نے کانٹوں پر گزارے تھے۔ اور اس سے پہلے کہ وہ خودکشی کے ممکنہ طریقوں پر غور کرتی۔ اشعر کا فون آ گیا۔

''اشعر۔'' اس کا سارا غصہ شکوے تلخی، خفگی بھاپ بن کر غائب ہوگئی۔

''میں معذرت چاہتا ہوں۔'' اس کے لہجے کی بے قراری کے برعکس اشعر کا لہجہ ہموار تھا۔ ''میں تمہیں کچھ حقائق بتانا چاہتا ہوں۔'' اس نے بناء تمہید کے کہا۔

''میں آپ کے بغیر۔'' وہ سسکی۔

''پہلے میری بات سنو عالی۔'' اس نے سختی سے کہا۔ ''میرے والدین تمہارے گھر آئیں گے۔ تمہارا رشتہ لینے۔ وہ راضی ہوگئے ہیں۔ لیکن میں شادی شدہ ہوں۔ ایک بیٹی کا باپ۔'' وہ رک رک کر بتا رہا تھا۔

عائلہ سن سی کیفیت میں تھی۔

''پہلے کیوں نہ بتایا۔ جب میں اتنا آگے بڑھ چکی ہوں تب۔'' وہ کراہی۔

''میں تمہاری محبت کو محض دوستی سمجھا تھا لیکن ان گزرے دنوں میں مجھے احساس ہوا کہ میں خود بھی تمہارے بنا ادھورا ہوں۔'' بے بسی اس کے لہجے سے عیاں تھی۔

عائلہ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

''میں تمہیں دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا اس لیے سب کچھ واضح کر رہا ہوں۔ میری بیوی ارم سے میری کبھی نہیں بنی۔ تعلیم دشکل ہمیز ...... زیر بات میں الٹ۔ یار میں ...... اکتا ہو گیا ہوں ایسی زندگی سے۔'' وہ سب کچھ بتا رہا تھا۔ وہ سن رہی تھی آخر اس نے مزید کچھ کہے بنا کال منقطع کر دی۔

اسے اشعر چاہیے ہر قیمت پر اور وہ اسے مل رہا تھا۔ لیکن درمیان میں یہ الجھاؤ آ گیا تھا۔ حالات نے اس کے اندر ضد اور خودغرضی پیدا کر دی تھی۔

''دل کی ماننی چاہیے۔ انسان سکھی رہتا ہے ہمیشہ۔'' یہ اس کا موقف تھا۔

باپ کی بے اعتنائی ماں باپ کے درمیان دوری۔ اب اس کے لیے قصہ پارینہ بن گئے تھے۔ خودغرضی باپ کی طرف سے آئی تھی اور ہٹ دھرمی کی طرف سے۔

لیکن حساسیت یہ اس کی اپنی خوبی تھی۔ رویے ایک دم محسوس کر لیتی تھی۔ لیکن حالات نے اس خوبی کو مدھم کر دیا تھا یا شاید معدوم۔

☆☆☆

اس نے اشعر کو رضامندی دے دی تھی۔ اور اب اس کے ڈرائنگ روم میں اشعر اپنے والدین کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ماں کے چہرے پر تناؤ تھا۔ باپ بھی اداس اور مجبور لگ رہا تھا۔ عجیب سرد سا ماحول تھا بس اشعر خوش اخلاقی سے بیٹھا تھا۔

''عائلہ! ان لوگوں کا رویہ ایسا تھا جیسے زبردستی آئے ہیں۔ بیٹے کی خوشی کا احساس ہی نہیں ہے۔'' ناصرہ کچھ غیر مطمئن تھی۔ سجاد، بیٹی کا چہرہ دیکھ رہا تھا یا پڑھ رہا تھا عائلہ نے نظریں چرائیں۔

رات کو سونے سے پہلے اس نے ماں کو سب کچھ بتا دیا۔ وہ چپ چاپ اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

''کیا دنیا میں صرف یہی ایک مرد ہے۔''

''میری دنیا میں صرف یہی ایک مرد ہے۔'' اس نے ماں کو لاجواب کر دیا تھا۔

''تم اپنے باپ کی طرح ظالم ہو عائلہ۔'' ناصرہ

www.pklibrary.com

نے دکھ سے کہا۔ بیٹی کے چہرے پر سجے پتھریلے تاثرات اس کی سوچ کی پختگی کے غماز تھے۔

وہ خاموش ہوگئی۔ رات چپ چاپ ان کی سوچ پڑھ رہی تھی۔

☆☆☆

اشعر خوش تھا۔ بہت خوش۔ اور وہ بھی..... ایسا مرد جس کے دل پر آپ کی حکمرانی ہو۔ وہ آپ کا من پسند ہو اور آپ اس کے خوابوں کی ملکہ تو آپ بامراد ہیں، کامیاب بس ایک عورت کا سحر یہی ہونا چاہیے۔

عائلہ کے اپنے نظریات تھے۔

فائقہ نئے گھر میں شفٹ ہو رہی تھی۔ اس نے تقریب رکھی اور عائلہ کو بھی یاد رکھا۔ عائلہ کو معلوم تھا وہاں اشعر ضرور ہوگا اسے بھرپور طریقے سے تیار ہونا تھا اس نے سیاہ لباس منتخب کیا۔ بالوں کو کھول کر سائیڈ پر ڈال رکھا تھا لمبے آویزے کندھوں کو چھو رہے تھے۔ ہلکی سی جنبش کے ساتھ اس کی لٹیں آگے آجاتیں جنہیں وہ ایک ادا سے پیچھے کرتی نفاست سے کیے گئے میک اپ نے اس کے نقوش ابھار دیے تھے۔

جب اس نے لان میں قدم رکھا تو بے اختیار کتنے لوگوں نے مڑ کر دیکھا۔ وہ بے نیازی سے قدم اٹھاتے ہوئے ایک ٹیبل کے پاس جا رکی۔

مہمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی۔ جب اشعر اپنی فیملی کے ساتھ آیا بیوی اور بیٹی بھی ساتھ تھی۔ اسے دیکھ کر ٹھٹکا اور پھر منظر عام سے غائب۔

ساری باتوں سے آگاہی ہونے کے باوجود اسے اپنا آپ عجیب سا لگ رہا تھا۔ وہ غور سے ارم کو دیکھ رہی تھی جو فربہی میز پر براجمان تھی۔ بھاری بھرکم وجود خود سے قدرے بے نیاز۔ اداس چہرے والی ارم۔ (کیا عورت کو شوہر کی بے اعتنائی دنیا تیاگ دینے پر مجبور کر دیتی ہے) جس کے ساتھ آٹھ نو برس کی شفا تھی۔ سیانولی کمزور سی بچی جس کی آنکھوں میں حساسیت رقم تھی۔ ہاتھ میں گڑیا تھامے پرانی سی۔ عائلہ کی نگاہوں کا مرکز وہ بچی تھی۔ جو ماحول سے لاتعلق تھی وقفے وقفے سے انگلیاں منہ میں ڈالنے کی کوشش کرتی۔ ماں ٹوکتی پھر سیدھی ہو کر بیٹھ جاتی۔

عائلہ خاموش سی بیٹھی فائقہ کی منتظر تھی۔ لیکن مرکز نگاہ سامنے ٹیبل پر بیٹھے وہ نفوس تھے۔ ماضی کا کوئی پل کروٹ لے کر بے دار ہو گیا تھا۔

"آپ کی بیٹی کلاس میں سب سے کمزور ہے اس کا کوئی نفسیاتی مسئلہ ہے، توجہ دیں۔ بھئی، والد مصروف ہیں تو ماں اپنا کردار ادا کرے۔"

آئے دن نانو کو اسکول بلایا جاتا۔ ماں اعصابی مریضہ تھی۔

"عائلہ بہت ڈل ہے ہر بات میں پیچھے۔" کزنز کہتیں۔

"ناصرہ میں گن ہوتے ناں تو پہلے شوہر کو سنبھالتی..... سوکن آ گئی تو ہمارے گھر میں بے سکونی پیدا کر رہی ہے۔" مامیاں کچن میں بھڑاس نکال رہی تھیں بغیر پروا کیے کہ پاس بیٹھی لڑکی سب کچھ سن رہی ہے۔

بعد میں سب کے سمجھانے پر سجاد نے خرچا دینا شروع کیا تو سب کی زندگی میں سکون آ گیا۔ اس فیز نے ماں بیٹی پر واضح کر دیا تھا کہ پیسے کے بغیر چلنا بلکہ دو قدم چلنا بھی محال ہے۔ ان کے مالی مسائل تو حل ہو گئے تھے۔ لیکن نفسیاتی و جذباتی تنگی ہمیشہ دامن گیر رہی۔

معلوم نہیں کیوں ماضی کے لمحات ابھر رہے تھے۔ ڈوب رہے تھے وہ ماحول سے کٹ گئی تھی۔ جب فائقہ نے آ کر کندھا ہلایا۔

"کب آئیں تم۔" دونوں گلے مل رہی تھیں۔ بااعتماد، خوش اطوار فائقہ پہلے سے بڑھ کر حسین لگ رہی تھی۔

"آؤ تمہیں اشعر بھائی کی فیملی سے ملواؤں۔ وہ محض ان دوستی سے واقف تھی۔"

وہ اسے لے کر ٹیبل پر لے گئی جہاں اب اشعر بھی براجمان تھا۔ ارم کی آنکھوں میں برف کا تاثر تھا۔ یقیناً وہ اسے پہچان چکی تھی۔ اشعر کے

www.pklibrary.com

والدین کا رویہ نارمل تھا اچھا نہ برا، البتہ اشعراب بہت پرجوش لگ رہا تھا۔ وہ فائقہ اس کا شوہر باتیں کر رہے تھے اور عائلہ کو بھی گھسیٹ لیتے۔

"ہاں بھئی عائلہ! تم بھی کچھ بولو۔" وہ ہر بات میں اس کی رائے لیتا۔

لیکن عائلہ کی توجہ تو اس ننھی بچی نے کھینچ لی تھی جو اپنی گڑیا کو تھامے ماحول سے لاتعلق نظر آ رہی ہے۔

رفتہ رفتہ روشنیاں مدھم ہو رہی تھیں۔ ریسٹورنٹ کے نیم تاریک ماحول میں دھیمی دھیمی موسیقی ایک رومانوی تاثر تخلیق کر رہی تھی۔

☆☆☆

اس دن کے بعد عائلہ نے اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ آج فائقہ نے فون کر کے اسے اشعر کا پیغام دیا تھا وہ چپ چاپ بیٹھی اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"میں تمہیں دھوکا نہیں دے رہا سب کچھ تمہیں بتا دیا ہے۔ ارم کی کوئی حیثیت نہیں ہے بس میری ماں کی خواہش....." اس نے بے زاری سے چمچہ سائیڈ پر رکھ دیا۔

"اور تمہاری بیٹی۔" اس نے اچانک پوچھا۔

"وہ....." وہ گڑبڑا گیا۔

"میں اس کا خرچا بھجوا دوں گا، بیٹی ہے چھوڑ نہیں سکتا۔" اشعر ہمیشہ دوٹوک بات کرتا تھا۔

"دل کرتا ہے بیٹی کو ہمیشہ پاس رکھوں لیکن جاہل عورت اسے اپنے جیسا بنا رہی ہے۔" اشعر نے بے زاری سے کہا۔

وہ سر ہلا کر شیشے سے باہر دیکھنے لگی۔ جلتی بجھتی روشنیوں میں منظر عجیب دکھ رہا تھا۔

"وہ کیوں اتنی ڈسٹرب ہے۔" نجانے کیوں وہ بار بار شفا کے متعلق پوچھ رہی تھی۔

"ماں نے نفسیاتی کر دیا ہے۔ آج کل پتا نہیں اس کے کان میں کیا پھونکتی رہتی ہے مجھ سے ڈرنے لگی ہے۔" اس نے بے زاری سے سر جھٹکا۔ وہ پلیٹ میں چمچہ ہلا رہی تھی۔

کتنا لونگ، کیئرنگ لگ رہا تھا وہ اس کے لیے، اس نے خوش ہونے کی کوشش کی۔

پھر وہ لانگ ڈرائیو پر نکل گئے۔ من پسند میوزک مستقبل کے خواب اپنی خوشیاں ڈسکس کرتے ہوئے، دونوں کتنے خوش لگ رہے تھے یا بہت سنگدل..... عائلہ کے لیے سمجھنا مشکل تھا۔ دل بجھا بجھا سا تھا نجانے کیوں۔

☆☆☆

وہ بہت حساب کتاب سے چلتی تھی۔ نفع نقصان دیکھ کر، ماں باپ کو اس نے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا تھا۔

ناصرہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی مسلسل۔ وہ ان کا کٹھور دل تو نہیں بدل سکتی۔ ہاں دعا ضرور کر سکتی تھی۔ سجاد بس شادی کے اخراجات اٹھانے کا پابند تھا۔ اس نے اپنا رابطہ ان لوگوں سے بس پیسے کی حد تک رکھا تھا۔ سنڈے کا دن عائلہ کے لیے بہت مصروف ہوتا۔

وہ پارلر جاتی یا گھر پر ٹوٹکے آزماتی، بالوں کی نگہداشت، اسکن کی دیکھ بھال، الماری سیٹ کر کے رکھتی، کپڑے ترتیب سے رکھتے ہوئے شال میں لپٹی کوئی شے اس کے قدموں میں گری۔

اس نے اٹھا کر دیکھا تو وہ اس کی پلاسٹک کی گڑیا تھی۔ گزرتے وقت جس کے رنگ وروپ کو ماند کر دیا تھا۔ عائلہ کو یاد آیا اس نے کتنے آنسو اس کے سامنے بہائے تھے۔ ماں باپ کی بے اعتنائی کے گلے شکوے کیے تھے۔ دنیا کی بے رخی کی شکایتیں کی تھیں۔

پھر وقت کے ساتھ یہ گڑیا پرانی چیزوں میں کہیں کھو گئی تھی۔ آج اچانک مل گئی تو وہی منظر نگاہوں کے سامنے آ گیا تھا۔ آٹھ نو برس کی کمزور سی بچی جو ناخن چبا رہی تھی۔ اور اس کے پاس بھی ایک ٹوٹی گڑیا تھی۔

انسانوں کے جنگل میں کیسا قحط ہے ناں، ہم

www.pklibrary.com

تکیوں سے، بے جان کھلونوں سے دکھ سکھ کرتے ہیں۔ انہیں اپنا ہمدم جان کر۔

ماضی کی پرچھائیاں تعاقب میں رہتی ہیں۔ وہ گم صم ہوگئی۔ اسے ایک فیصلہ کرنا تھا۔ شفا کی آنکھوں میں اسے اپنا عکس نظر آیا تھا۔ اداس، گم صم، تنہائی میں کہانیاں بننے والا۔ اپنے ہی سائے سے ڈر کر سہم کر رک جانے والا۔

"لیکن کیا وہ اشعر کے بغیر رہ پائے گی؟ دل نے اس سے سوال کیا۔" بہت مشکل تھا۔

"نہیں....." اس نے ہتھیلیاں اپنے گال پر رگڑیں۔ دل کو بہلایا نہیں جاسکتا۔ وہ ہمکتا ہے، بلکتا ہے صرف اشعر کے قرب کے لیے۔

"میں ارم کو طلاق تھوڑی دلواؤں گی۔" اس نے خود کو تسلی دی۔

"لیکن شیئر کیسے کروگی اشعر کو۔" دل نے بے بسی سے سوال کیا تھا۔ دل محبت میں توحید کا قائل ہوتا ہے۔ صرف ایک کو جگہ دیتا ہے۔ دوسرا تو شرک ہے ناں۔

"عائلہ! ارم سے میری کبھی نہیں بنی..... وہ کوسوں دور ہے میری پسند سے۔" اشعر اس کی "انصاف پسندی" سے تنگ آ گیا تھا۔

ارم کو دیکھ کر عائلہ کو اپنی ماں نظر آجاتی۔ سیدھے بال، گھریلو حلیہ، بھاری بدن وہ اشعر سے بڑی لگتی۔

"شرم آتی ہے تمہاری ماں کو کہیں لے جاتے ہوئے۔" ڈیڈی کی آنکھوں میں، زبان پر، دل میں، سوچ میں ماں کے لیے اہانت ہوتی۔

"کیا گھریلو ہونا جرم ہے۔ سادگی گناہ ہے۔" عائلہ سوچتی۔ "میں ماں کی طرح نہیں بنوں گی۔"

اسے ماں سے محبت تھی۔ ہمدردی تھی۔ مگر وہ اس کی آئیڈیل نہیں تھیں۔ اسے اپنی ماں میں جو کمی لگی وہ اس نے اپنی شخصیت میں پوری کی فیشن زدہ، ناز و ادا، اسٹائل، شوخی۔ یہ ثابت کیا کہ مرد دم لگی بریانی پکانے والی سے زیادہ ادا میں دکھانے والی عورت کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

وہ خود غرض تھی، ظالم تھی، ضدی تھی۔ یہ حالات کا ردعمل تھا۔

وہ حساس تھی۔ رویے محسوس کرلیتی۔ آنسوؤں کی کہانی پڑھ لیتی بنا کچھ کہے۔ یہ اس کی اپنی نیچر تھی۔

لیکن جس کے دل پر زخم ہوں روح میں تنہائی ہو کیا وہ دوسروں کی تکلیفوں سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔

شاید ہاں، وہ بس اپنی نارسائی کا ہی ماتم کرتے رہتے ہیں اور اکثر دوسروں کے لیے دیا جلانا بھول جاتے ہیں۔

عائلہ نے حتمی فیصلہ کرنا تھا۔

اس نے ایک جگہ پڑھا تھا کہ ہم اپنے دل کے غلام ہوتے ہیں۔ ہم نہیں بدلتے، دل بدل جاتے ہیں۔ اس کا دل بدل رہا تھا۔ اشعر کے لیے نہیں شفا کے لیے۔

ادھورا..... خوف زدہ بچپن کیا یہ سب کچھ شفا کو بھی ملے گا جو تھوڑی بہت باپ کی قربت میسر تھی۔ اس سے بھی محروم ہوجائے گی۔

اسے اشعر چاہیے تھا مکمل اور پورا، وہ ظالم نہیں تھی لیکن اشعر کی محبت میں وہ ظالم بن سکتی تھی وہ ظالم نہیں بننا چاہتی تھی کم از کم شفا کے لیے نہیں۔

دل کو سمجھایا تو جاسکتا تھا ناں..... وہ اشعر کے قدم روک سکتی تھی۔ دل کو کبھی نہ کبھی صبر آ ہی جاتا ہے۔ وہ اشعر کا نمبر ملانے لگی۔ آنسو ٹوٹ کر آنکھوں سے نکلے اس نے انہیں بہہ جانے دیا۔ ہاں ایک کوشش ایک نیکی جو وہ شفا کے لیے کرسکتی تھی۔

☆☆

سرورق کی شخصیت

ماڈل ..... روبی رشید
میک اپ ..... روز بیوٹی پارلر
فوٹو گرافی ..... موسیٰ رضا

www.pklibrary.com

ناولٹ

اُمِ اقصیٰ

دل جلے گیا

دسمبر آن پہنچا...... مگر نجانے کیوں سردی آنے کا نام تک نہیں لے رہی۔ رات کو لحاف میں گرمی سی محسوس ہوتی۔ ذرا مونگ پھلی، کاجو، بادام کھاؤ، متلی ہونے لگتی ہے۔ آگ کے آگے جاتے پسینہ آتا، گرم کافی کپ خالی ہونے تک گرم ہی رہتی۔ منہ سے بھاپ...... پھر بھلا کہاں نکلتی۔

جیسے موسم کا اثر انسانی مزاج پر ہوتا ہے اس بار شاید...... انسانی مزاج موسم پر اثر کر گیا تھا۔ سامان باندھتی اس نے ایک بار پھر خلیل بھائی اور موسم کے ٹھنڈا ہونے کی دعا کی تھی۔ بھائی کی مسڈ کال تیسری مرتبہ آئی تھی۔ وہ بیگ اٹھاتی باہر نکل آئی۔

لاؤنج میں صوفے پر سر جھکائے بجیلہ باجی بیٹھی تھیں۔ اس کو انہیں دیکھ کر بے ساختہ افسوس ہوا۔ اس نے وہیں رک کے گردن موڑ کے بیڈ روم کی جانب نگاہ کی دروازہ بند تھا۔ خلیل بھائی اندر تھے۔ تعلیم کے نام پر علم کچھ لوگوں کو محض لفظ اور معلومات ہی سکھاتا ہے۔ ان کی فطرت جوں کی توں رہتی ہے اور عادات بھی وہی پختہ...... نظریات اٹل...... بے دلی سے سوچتی اس نے بجیلہ باجی سے اجازت چاہی۔

"ناشتا......؟" انہوں نے رندھی آواز سے بے ساختہ کہا۔

"لیٹ ہو جائیں گے بجیلہ آپی! بھائی کو جلدی ہے۔" بیگ اٹھائے انہیں مل کر خلیل بھائی کو خدا حافظ کہنے کے خیال کو جھٹکتی وہ باہر نکل آئی۔

بھائی نے تیز نظروں سے گھورا اور اس کے بیٹھتے بائیک بھگا لی۔ ڈھائی گھنٹوں کا سفر۔ ڈیڑھ گھنٹے میں کر کے وہ گاؤں پہنچے تھے۔ تعلیم مکمل ہوئی۔ یونیورسٹی خیرباد...... آہ گاؤں پیارا...... آہا گھر پیارا گھر...... اس نے چاروں جانب نگاہوں سے چوما۔

☆☆☆

دھندلی صبح کسی پاکیزہ دوشیزہ سی دوشیزگی لیے ہوئی تھی۔ سیاہ دھاری سفید دھاری سے جدا ہوا ہی چاہتی تھی۔ اماں فل سائز قرآن کھولے تلاوت میں مصروف تھیں۔ پارسا بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وضو کرتے اس کی نگاہ دیوار پار اتری۔ کل سارا دن اماں سے باتیں کرتے وقت گزرنے کا پتا ہی نہ چلا۔ اپنی بچپن کی سہیلی عیشا تک سے ملنے تک نہ جا سکی۔ تھکاوٹ کی بنا پر نیند سرِ شام ہی آنکھوں میں آ اتری تھی۔ سر جھٹکتے وضو مکمل کرتے وہ جاءنماز پہ آ کھڑی ہوئی۔ خشوع و خضوع سے ادائی کے بعد وہ تسبیح لیے پچھلی حویلی کی جانب آ گئی۔ بچپن میں وہ اسے پایاں باغ کہا کرتی تھی۔ آم کے پیڑ کے علاوہ یہاں اور بھی بہت سے درخت تھے۔ ایک طرف احاطہ سا تھا جہاں بھینس بندھی ہوئی تھیں۔ مرغیوں کا بڑا سا ڈربا تھا اور ساتھ بکریاں بھی۔ بڑے سے گیراج نما برآمدے میں ٹریکٹر اور گدھا گاڑی تھی۔

لمبے سانس لیتی ہلکے قدموں چلتی وہ تسبیح پڑھنے میں مصروف تھی، جب باہر سے کچھ آواز آئی۔ وہ کچھ نا سمجھی سے آگے بڑھی۔ لکڑی کا پھاٹک کھول کے جھانکا۔ پیپل تلے صدیق کی چارپائی بستر سمیت پڑی تھی۔ چند گز کے فاصلے پر ٹریکٹر بمعہ ہل کھڑا تھا۔ انجن چل رہا تھا یعنی کوئی موجود تھا وہاں پر...... دبے

www.pklibrary.com

قدموں پارسا ذرا آگے بڑھی۔ کوئی شخص دوزانو نیچے بیٹھا تھا۔ نل کے پھل میں کوئی اینٹ اٹکی تھی شاید، وہ اسے نکال رہا تھا۔ دیکھتے ہی اینٹ ایک طرف اچھالتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک نظر سامنے کھڑی پارسا پر ڈالی، ایک دم چونکا اور ٹریکٹر کی سیٹ پر آ بیٹھا۔

پارسا کو اس کا چہرہ بے حد شناسا لگا تھا۔ ارے یہ تو دل محمد تھا۔ جوش سے قدرے آگے ہوئی مگر تب تک وہ ٹریکٹر سمیت جا چکا تھا۔

تسبیح گود میں رکھے وہ صدیق کی چارپائی پر آ بیٹھی۔ زمین فصل کے لیے تقریباً تیار تھی۔ سترہ سال بنجر پڑی رہنے کے بعد بالآخر آباد ہوئی تھی۔ جن دنوں اچانک ابا جی پر فالج کا اٹیک ہوا تھا۔ ولی محمد لوگ نئے نئے اس گاؤں میں آئے تھے۔ منشی یہ سولہ ایکڑ دھوکے سے ولی محمد کو بیچ کر خود فرار ہو گیا۔ ابا جی کی وفات کے بعد دادا جی جو تقریباً ان تمام کاموں سے سبک دوش ہو چکے تھے، عملی طور پر آئے سب

www.pklibrary.com

زمینوں کی دیکھ بھال کی۔ پندرہ سال مقدمے کی پیروی کرتے رہے، پیشیاں بھگتتے رہے۔ دو سال پہلے دادا جی بھی اللہ کو پیارے ہو گئے تو اماں نے ولی محمد کے ساتھ صلح صفائی کر کے مقدمہ واپس لے لیا۔ ولی محمد نے دو فصلوں کا منافع اماں کو دینے کا وعدہ کیا تھا اور ایک کنال کا شہر کے پوش علاقے میں پلاٹ دیا تھا۔ ولی محمد خود بھی بوڑھا ہو چکا تھا سو سب کچھ دل محمد کے حوالے کر دیا تھا۔

دل محمد اب یہ زمین کاشت کرنے والا تھا۔ سترہ سال بعد اس زمین میں ہریالی آنے والی تھی اور رونق بھی.....

☆☆☆

تہجد کے بعد سے ہونے والی ہلکی رم جھم اب تھک ہار کے ٹھہر چکی تھی۔ آسمان البتہ ابھی بھی بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ معطر سی فضا پاکیزگی کا سحر لیے ہوئی تھی۔ پارسا گیٹ سے نکل کر روڈ تک پیدل چلتی موسم کا لطف لے رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آتے اس سے چھیڑ چھاڑ کرتے وہ خوب ہی محظوظ ہوتی۔

گاؤں سڑک کے اس پار تھا۔ اس طرف واحد ان کا گھر تھا۔ سالہا سال سے اکیلا..... ساتھ ایک دو ان کے مزارعوں کے گھر اب بن گئے تھے۔ دادا کی وفات سے چند ماہ قبل انہوں نے نیا گھر جدید طرز پر تعمیر کیا تھا۔ سڑک سے پتھریلی روش چند قدم مین گیٹ تک جاتی تھی۔ روش کے دونوں اطراف کیاریاں تھیں۔ دائیں جانب انواع و اقسام کے پھول اور موسمی کی بیل جو گیٹ سے اوپر چلی گئی تھی۔ جبکہ بائیں جانب گھریلو استعمال کے ہر سیزن کی سبزیوں کے علاوہ دھنیا، پودینہ، لہسن، پیاز وغیرہ اگی تھیں۔ مین گیٹ سے اندر جاؤ تو دائیں جانب لان تھا۔ بائیں جانب بڑا سا گیراج نما برآمدہ تھا۔ پتھریلی روش چند قدم اندر رہائشی عمارت تک جاتی تھی۔ بڑا سا لاؤنج جس کا ایک دروازہ پچھلے صحن کی طرف کھلتا تھا۔ پچھلی جانب بھینسوں کا باڑہ، بکریوں کی جگہ اور مرغیوں کے ڈربے تھے اور ایک لکڑی کا پھاٹک نما بڑا سا گیٹ تھا جو زمینوں کی جانب کھلتا تھا۔ یہ گیٹ ٹریکٹر اور گدھا گاڑی لانے لے جانے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ پھاٹک کے باہر ایک طرف پیپل کا بڑا سا درخت اور دوسری جانب نیم کا درخت تھا۔

چند منٹس کی واک کے بعد پارسا اندر چلی آئی۔ اماں ناشتے کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔ ویسے تو اندر جدید طرز کا کچن اور گیس کا بھی انتظام تھا مگر اماں زیادہ باہر والے اوپن کچن میں لکڑیوں کی آگ پر کھانا بنانا پسند کرتیں۔

اپنی مڈل پاس بے حد محنتی اماں پر اسے بے ساختہ رشک آیا۔ ابا اور دادا کی وفات کے بعد سے سب کچھ انہوں نے اکیلے ہی سنبھالا ہوا تھا۔ اسے پڑھنے لاہور بھیج دیا تھا۔ نورالعین قریبی قصبے کے مشہور کالج کے کیمپس سے بی ایس آنرز کر رہی تھی۔ علی ایف ایس سی کر رہا تھا اور یاسا نویں جماعت کا طالب علم تھا۔ سب کی تعلیم پر اماں خصوصی توجہ دیتیں اماں اچھی نشانچی تھیں اور بہادر تو بے حد۔ رات کو رائفل سرہانے رکھ کر سوتیں، باہر لوگوں خصوصاً مردوں سے بات کرتے ان کی زبان بول سے نوکیلی اور نیم سے کڑوی ہوتی۔ اپنے بچوں کے لیے وہ شہد تھیں یا اس سے بھی کچھ بڑھ کر۔

آگ جلا کر اماں اندر سے کچھ لینے گئیں۔ پارسا پیڑھی گھسیٹ کر چولہے کے نزدیک آ بیٹھی اور پیڑا بنانے لگی۔

"ارے، میں بنا لیتی ہوں پارسا۔ تمہیں کہاں آتا ہوگا یہ سب؟ کہیں ہاتھ نہ جل جائے۔"

"آپ تو شروع سے بناتی آئی ہیں اماں۔ اب ہمیں بھی کچھ خدمت کا موقع دیں۔" اس کے لہجے میں اماں کے لیے پیار ہی پیار تھا۔

"اماں صدقے..... میری پڑھی لکھی بچی کی ایسی اچھی سوچ..... ورنہ تو آج کل کی لڑکیاں....."

"پڑھی لکھی ہوں تب ہی تو ایسی سوچ ہے..... ورنہ آج کل کی لڑکیاں پڑھی لکھی ہوتی ہی کہاں ہیں۔

www.pklibrary.com

انہوں نے تو رٹے لگائے ہوتے ہیں۔" پارسا اماں کے ساتھ مل کر کھلکھلا دی۔

☆☆☆

"اماں! میں ذرا عیشا کی طرف سے ہو آؤں۔" گیٹ سے نکلتے اس نے ہانک لگائی تھی۔

عیشا کی شادی کی تاریخ طے ہو چکی تھی۔ سو اس کی ماں اس کا سب سامان بکھیرے بیٹھی تھیں۔ اندر کمرے میں عیشا الگ تھلگ سی ایک کونے میں اداس بیٹھی تھی۔

"ہونے والی دلہنیا، خیر تو ہے ناں.....؟" پارسا نے اس کے ساتھ بیٹھتے شانہ زور سے ٹکرایا۔

"خیر ہی ہے بس....."

"کیوں..... کیا ہوا؟"

"پارسا! مجھے گاؤں کے لوگ اچھے نہیں لگتے۔ یہ کچے پکے سے مکان..... کھلے صحن اور قمیص شلوار پہننے والے مرد..... مجھے ہمیشہ سے شوق تھا شہر میں پڑھنے اور اونچے پکے مکانوں میں بسنے کا۔" اداسی اس کے لہجے سے واضح تھی۔

"یہ پکے اونچے گھروں کے مکین جو ہوتے ہیں ناں، ان کے دل بھی اتنے ہی پکے اور سخت ہوتے ہیں۔ بیٹیوں کو ہمیشہ اچھے نصیب کی دعائیں دی جاتی ہیں۔ پکے امیر گھروں کی نہیں۔ نصیب اچھے ہوں تو جھونپڑی والے بھی شہزادیاں بنا کے رکھتے ہیں۔ نصیب اچھے نہ ہوں تو محلوں والی بھی روتی پھرتی ہیں۔ مرتضیٰ بھائی کے گھر والے کتنے اچھے اور سلجھے ہوئے ہیں اور خود وہ بھی تمہیں بے حد خوش رکھیں گے۔" پارسا اس کا ہاتھ تھامے دھیرے دھیرے سمجھا رہی تھی۔ "رہی بات شہر میں رہنے کی..... تو جب تمہارے بچے ہوں گے، بڑے ہوں گے..... پڑھیں گے تو انہیں شہر میں گھر لے دینا۔ خود بھی جتنے دن چاہو رہ آنا اور ان کے لیے بھی گاؤں کی سوغاتیں لے جایا کرنا، آخر ان کا بھی تو حق ہوا کرے گا ناں اپنے گاؤں کی سوغاتوں پر....." پارسا شرارتاً کہہ رہی تھی۔

"چل ہٹ، بدتمیز نہ ہو تو....." عیشا نے ہنستے ہنستے اسے ایک جڑی۔ ایسے خیالات ہیں تو اپنے لیے تو تم پکا دیہاتی ڈھونڈو گی؟ عیشا نے اسے چھیڑا۔

"نہ دیہاتی نہ شہری....." پارسا نے دونوں ہاتھ بلند کیے۔ "بس جس سے دل مل گیا۔ جو آنکھوں سے دل کا حال جان لے۔ میرے ان کہے لفظوں کو بھی سمجھ لے۔ محبت تو دے ہی مگر اس کے ساتھ ساتھ عزت بھی بے پناہ دے۔ مان دے، بھروسا دے..... پھر چاہے وہ دیہاتی ہو یا شہری یا غیر ملکی ہی۔" اس نے آنکھ ماری۔

"پارسا، عیشا..... ادھر آؤ ذرا، یہ سب سمیٹو۔ میں ذرا حکیم صاحب کے گھر سے ہو آؤں۔" راشدہ آنٹی دونوں کو بلاتے ہوئے باہر گیٹ کی طرف بڑھیں تو وہ دونوں سامان سمیٹنے لگیں۔

☆☆☆

وہ سب کھیت کنارے کرسیاں ڈالے بیٹھے تھے۔ مزدور سب تو اپنی مزدوری لیے جا چکے تھے۔ دل محمد، منشی اور پارسا ابھی تک حساب کتاب میں غرق تھے۔ معاہدے کے مطابق صرف نفع کی رقم دی جانی تھی۔ آخری کھیپ بھی جا چکی تھی۔ دل محمد نے سب ہی پیسے پارسا کے آگے رکھے، پارسا نے نا سمجھی سے دیکھا۔

"آپ یہ ساری رقم رکھ لیجیے..... چاول کی فصل امید سے زیادہ اچھی ہوئی ہے۔ میں نے اپنا خرچا صرف نکالا، باقی سب آپ رکھ لیجیے۔"

منشی نے معنی خیزی سے اسے دیکھا۔

"میں بہت ایمان داری سے اپنی زمین کاشت کرنا چاہتا ہوں۔ بڑوں نے جو بھی فیصلہ کیا، میں جانتا ہوں زمین کی مالیت کروڑوں میں ہے، سو میں کسی کی حق تلفی نہیں چاہتا۔" وہ وضاحت کر رہا تھا۔

"آپ کی اماں سے بات ہوئی ہے اس سلسلے میں؟"

"نہیں، آپ خود کر لیجیے گا۔"

"اوکے۔ چوہدری صاحب! اجازت دیں۔"

www.pklibrary.com

منشی اٹھے اس سے ہاتھ ملاتے چل دیے۔

دل محمد زمین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آج مال بھیجنے کے بعد بچی کھچی پرالی کو اکھٹا کر کے آگ لگا دی تھی۔ رات اس کا ارادہ فصل میں ہل چلانے کا تھا۔

"کاشت کاری کا خیال کیسے آیا؟" پارسا کے پوچھنے پر اس نے چہرہ اس کی طرف موڑا۔

"یوں ہی..... شوق تھا بہت۔"

"چائے بھجواؤں آپ کے لیے؟" پارسا نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔"

☆☆☆

وہ حسب معمول صبح پچھلے صحن میں واک کر رہی تھی، جب کسی نے ہلکے سے دروازہ بجایا۔ پارسا نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو دل محمد تھا۔

"یہ ٹریکٹر رکھنا تھا۔" نیند سے بے حال، بے حد سرخ آنکھوں سے وہ کہہ رہا تھا۔ پارسا نے پورا پھاٹک کھول دیا۔ صبح کی معطر خاموشی میں ٹریکٹر کی اتنی اونچی آواز عجیب بھیانک لگ رہی تھی۔

"کسان صاحب! اب ایک ٹریکٹر بھی لے ہی لیں۔" وہ اس کے پاس سے گزرا تھا، جب پارسا نے کہا۔

"ان شاء اللہ۔ پہلے قرض اتار لیں۔" آہستہ سے کہتا وہ آگے بڑھ گیا۔

ناشتے سے فارغ ہو کر ابھی بیٹھی تھی کہ عیشا چلی آئی۔ پارسا کو اسے دیکھ کر حقیقتاً خوشی ہوئی۔

"خوش ہو؟" چائے کی چسکیوں کے درمیان پارسا نے پوچھا۔

"ہوں تو سہی....." کندھے اچکاتے اس نے جواب دیا۔

"کیا مطلب ہوا اس کا بھلا؟"

"خوش ہوں لیکن ایک عجیب سی کسک بھی من کے اندر رہتی ہے۔ شہر ہوتا تو زندگی میں کوئی ہنگامہ خیز ہوتی۔"

"شہروں کی زندگی واقعی ہنگامہ خیز ہوتی ہے کیونکہ کوئی بھی وباء یا بلا کا زیادہ تر سامنا یہی لوگ کرتے۔ چھوٹے شہر اور گاؤں، چھوٹے لاڈلے بچوں جیسے ہوتے ہیں، جن کے بڑے انہیں ہر آفت سے بچانے کو سایہ فگن ہوتے۔ یہی ایک بات اندر رکھو گی تو خوش کیسے رہو گی؟" پارسا اسے دھیمے دھیمے سمجھا رہی تھی۔

☆☆☆

وہ یونیورسٹی سے ابھی ابھی لوٹی تھی۔ آج تو تھکن بھی حد سے سوا تھی۔ آخری تاریخ..... یہ اسائنمنٹ جمع کروانے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ کپڑے چینج کرتی وہ لیٹ گئی۔ اچانک زوردار آواز کے ساتھ اس کی آنکھ کھلی۔ وہ ایک دم سے ڈر کے باہر آئی۔ خلیل بھائی لاؤنج کے دروازے سے باہر نکل رہے تھے۔ وہ کچن میں آئی۔ سالن کی کڑاہی اوندھی پڑی تھی۔ بجیلہ آپی دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے آنکھیں موندے، خوف زدہ انداز میں سلیب کے ساتھ کھڑی تھیں۔ وہ سنجیدہ سی صورت حال پر غور کرتے کھڑی رہی۔ تب ہی بجیلہ کی نظر اس پر پڑی۔ اس کا ہاتھ پکڑے وہ لاؤنج میں صوفے پر آ بیٹھیں۔ وہ اٹھ کے بجیلہ آپی کے لیے پانی لے آئی۔

"آپ ٹھیک ہیں بجیلہ آپی!" کندھے پر ہاتھ رکھے اس نے پوچھا۔

"ہمم..... بظاہر..... آتے ہی مجھ سے کھانے کا پوچھا، میں نے کہا دس منٹ لگیں گے، سالن دم پر ہے۔ کڑاہی الٹ دی اور بکتے جھکتے چلے گئے۔" بجیلہ آپی خود کلامی کر رہی تھیں۔

"آپ کو خلیل بھائی کے مزاج کا پتا ہے ناں۔ آپ ان کے آنے سے پہلے ہی سب تیار رکھا کریں۔" اس نے اپنی دانست میں مشورہ دیا۔

"زیادہ تر کھا کے آتے ہیں۔ ہفتے میں ایک دو بار ہی گھر آ کر کھاتے ہیں۔ میں پھر بھی روزانہ ان کے آنے تک بنا رکھتی ہوں، بس آج ہی تھوڑی سی دیر ہو گئی۔ سیدھا چلنے والے انسان کے ساتھ سیدھا چلتے جانا بے حد آسان ہوتا ہے۔ الٹا چلنے والے کے ساتھ

www.pklibrary.com

بھی قدم مل ہی جاتے ہیں مگر جو سیدھا چلنے ایک دم الٹا ہو جائے، الٹا سے ٹیڑھا..... ٹیڑھے سے سیدھا..... اس کے ساتھ کیسے قدم ملائیں۔" سجیلہ آپی روہانسی سی کہہ رہی تھیں۔

"آپ کو شادی سے پہلے خلیل بھائی کی طبیعت کا اندازہ تھا؟"

"ساتھ رہنے سے کسی انسان کی فطرت کا ٹھیک سے اندازہ ہوتا ہے۔ دو پروپوزل ایک ساتھ آئے تھے، ایک امی کے کزن کا بیٹا اسجد جو میرا یونیورسٹی فیلو بھی تھا، بے حد سوفٹ نیچر کا..... بس ذرا ہاتھ تنگ تھا ان کا۔ ماں باپ بیٹی کا سکھ دیکھتے ہیں، دل نہیں دیکھتے۔" سجیلہ آپی کے لہجے میں پچھتاوا بول رہا تھا۔

☆☆☆

بھادوں کا حبس دھان کی فصل پر حاوی تھا۔ اک پتا تک نہ ہل رہا تھا۔ اوپر سے چار گھنٹے ہوئے بجلی گئے۔ پارسا پچھلا پھاٹک کھولے نیم کے درخت تلے بیٹھی تھی۔ بارشیں زیادہ ہونے کے سبب فصل بہت شان دار ہو رہی تھی۔ دھان کی دودھیا سی خوشبو جس میں مدغم تھی۔ دھان کی یہ فصل بھی اس بار انہی کی تھی۔ دل محمد کو پیسوں کی اشد ضرورت آن پڑی تھی سو درمیان میں ایک فصل اس نے اپنے لیے کاشت کی تھی۔ پارسا پگڈنڈی پر چلتی ایک طرف لگے ٹیوب ویل کی جانب آئی۔ کل کا کائی زدہ پانی حوض میں کھڑا تھا۔ وہ حوض کی دیوار پر بیٹھ گئی اور بے مقصد سیدھی کھڑی فصل کو تکتی گئی۔ دل محمد کی جیپ پاس سے گزری اور آگے جا کر رک گئی۔

"خیریت ہے؟" وہ پاس آ کر پوچھ رہا تھا۔

"جی..... اپنی فصل دیکھ رہی ہوں۔" وہ لاپروائی سے بولی۔

"فصل آپ کی سہی، زمین میری ہے، یاد رہے۔" وہ مذاق کر رہا تھا۔

"یاد ہے....." وہ سیدھا کھڑی ہوتی کہہ رہی تھی۔

"میں ذرا مارکیٹ تک جا رہا تھا۔" گاگلز چڑھاتا وہ آگے بڑھ گیا۔ وہ پگڈنڈی پر چلتی گھر کی سمت آئی۔ اماں پھاٹک کے قریب ہی تھیں۔

"کیا کہہ رہا تھا دل محمد۔ عجیب لاپرواسا ہے۔"

"نہیں اماں! بہت سنجیدہ اور محنتی ہے۔"

"ارے، اتنا ہی سنجیدہ اور محنتی ہوتا تو پڑھ لکھ نہ جاتا۔ باپ مار مار کے تھک گیا، مگر مجال ہے جو میٹرک سے آگے نکلا ہو۔ پڑھائی کا شوق نہ ہو گا تب ہی محنت نہ کی۔ کھیتی باڑی میں تو بہت جان مار رہا....."

"صدیق یا حلیمہ کو دیکھو، ان سے کہو یہ بھینسوں کو اندر برآمدے میں باندھ دے۔ یہاں بہت گرمی ہو رہی۔" اماں کو اس کا دل محمد کی سائڈ لینا اچھا نہ لگا تھا۔

☆☆☆

دھان کی فصل کی کٹائی ہو رہی تھی۔ گھر کے کاموں سے فارغ ہو کر پارسا بھی چلی جایا کرتی تھی۔ مزدور عورتیں محنت کشی سے دھان کاٹے جاتیں۔ پارسا بڑی شوق سے دیکھے جاتی، انہیں درانتی چلاتے۔

"میں بھی کروں؟" مزدور عورت اللہ رکھی کے پاس بیٹھتے پارسا نے اجازت چاہی۔

"آپ کو طریقہ نہیں آئے گا بی بی! آپ کے ہاتھ اتنے ملوک ہیں، قلم پکڑنے والے۔ ان سے درانتی نہ پکڑی جائے گی۔" وہ اس کے گورے چٹے ہاتھوں کو دیکھتی کہہ رہی تھی۔

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ تم سکھاؤ تو سہی۔" پارسا اس کے قریب بیٹھی۔

"یہ ایک مٹھ میں درانتی پکڑتے ہیں اور دوسری میں یہ منجی (دھان) کی شاخیں۔"

"اوہ، اچھا اچھا..... یہ بہت آسان ہے۔ میں کر پاؤں گی۔" پارسا جوش سے بولی۔

دور کھڑے مزدور سے بات کرتے دل محمد نے بغور اس کی حرکت کو دیکھا اور بڑبڑایا۔

"یونیورسٹی سے پڑھ کر بھی اگر انہیں سب کا چاؤ رہتا ہے تو میں میٹرک پاس بھلا ٹھہرا۔"

www.pklibrary.com

''تم ہاتھ ہٹالو، میں کرلوں گی۔'' پارسا نے دھان کی چند ایک شاخیں کاٹ کے پھولی نہ سمائی۔

''جی بی بی!'' اللہ رکھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

اگلی بار درانتی چلائی تو وہ دھان کے بجائے اس کے ہاتھ کو کاٹتی چلی گئی۔ انگوٹھے کے اوپری طرف سے تیزی سے خون بہنے لگا۔ ہاتھ جھٹکتی اٹھتی ہوئی وہ چیختی چلی گئی۔ اللہ رکھی بوکھلا کے آگے بڑھی۔ دل محمد مزدور سے بات ادھوری چھوڑتا بھاگا چلا آیا۔ زیادہ گہرا زخم نہیں تھا۔

''جس کا کام اسی کو ساجھے۔'' اپنا رومال اس کے ہاتھ پر لپیٹتا وہ نرمی سے بولا۔

بڑی سے بڑی تکلیف سہہ جانے والی اماں اس کی چھوٹی سی چوٹ پر گھبرا اٹھیں۔

''ایم فل میں ایڈمیشن لو، اور چلو یونیورسٹی..... یہاں تم نے ایسی اوٹ پٹانگ حرکتیں نہیں چھوڑنی۔''

''اماں! پلیز۔ میں ٹھیک ہوں۔'' رومال اتار کے پٹی لپیٹتے اسے کچھ یاد آیا، سر جھٹکا مگر خیال روانی سے بہنے لگا۔

☆☆☆

خلیل بھائی کے کچھ دوست آج کھانے پر آرہے تھے۔ اس کا یونیورسٹی میں کل ٹیسٹ تھا مگر وہ بجیلہ آپی کی مدد کے خیال سے کچن میں آ گئی۔ بجیلہ آپی کافی مصروف دکھائی پڑتی تھیں۔ وی وی آئی پی دعوت کی تیاری تھی۔ کئی ایک آئٹمز کے ساتھ وہ نبرد آزما تھیں۔

''بجیلہ آپی! لائیں میں بھی کچھ ہیلپ کروں اور پلیز سلاد اور رائتہ بنانے کا کہہ کر تکلف مت کیجیے گا۔ وہ تو میں ہاتھ کے ہاتھ بنالوں گی۔''

''پھر یہ کوفتے بنادو اور کباب فرائی کردو۔'' بجیلہ آپی بریانی کی تہیں جماتیں مصروف انداز میں بولیں۔ اسے افسوس ہوا اس نے آج چھٹی کیوں نہ کرلی یونیورسٹی سے۔

وہ عموماً کچن کا کام نپٹاتے ساتھ باتیں بھی کیے جاتیں مگر آج اس قدر مصروفیت تھی کہ دونوں خاموشی سے اپنا کام نپٹا رہی تھیں۔ کوفتوں کے لیے گریوی بناتے اس نے ایک نظر بجیلہ آپی پر ڈالی۔ وہ فروٹس کاٹ رہی تھیں۔ وہ کبابوں کو شیپ دینے لگی۔

''آہ!'' بجیلہ آپی کی دلدوز چیخ پر اس کے ہاتھ کانپ اٹھے۔ ان کا ہاتھ کٹ چکا تھا۔ ہتھیلی کے درمیان سے تیزی سے خون بہہ رہا تھا۔ اس نے گھبرا کے اپنا دوپٹا ان کی ہتھیلی پر لپیٹا۔ خلیل بھائی بھی اندر سے آ گئے۔

''پہلے ہی کہہ رہی تھیں بازار سے لے آئیں، کھانا نہ بنانے کے بہانے کو مکمل جامہ پہنادیا ناں۔'' وہ کچن کے دروازے پر کھڑے طنز کے تیر چلا رہے تھے۔

''خلیل بھائی! سب ریڈی ہے۔'' اس نے بوکھلا کے وضاحت دی۔

بجیلہ آپی آنسوؤں کو پیتی سلیب کی جانب مڑیں۔

''تین بجے دعوت کا بتایا، چار بجے تک سب چیزیں پوری ہونیں۔ چھ بجے سب ریڈی چاہیے تھا۔ میں نے سرسری سا کہا، کچھ آئٹمز بازار سے منگوالیں گے۔''

اسے سمجھ میں نہیں آیا کہ بجیلہ آپی کو کیسے تسلی دے۔

''تمہیں پتا ہے مجھے زیادہ تکلیف کس کی ہورہی ہے؟'' بجیلہ آپی چوٹ والا ہاتھ آگے کرتے ہوئے اسے بتارہی تھیں۔ ''خلیل کے الفاظ کی..... الفاظ وہ بھالے ہوتے ہیں جو نشتر کی مانند پیوست ہوتے ہیں اور دنوں اندر گڑے ہی رہتے ہیں۔''

''بجیلہ آپی! آپ یہاں بیٹھ جائیں۔'' اس نے ڈائننگ چیئر آگے رکھی۔ ''اور مجھے بتاتی جائیں۔ میں ٹیبل سیٹ کرتی ہوں۔'' وہ نہیں چاہتی تھی، ذرا سی دیر پر انہیں دوبارہ خلیل بھائی سے کچھ سننا پڑے۔

☆☆☆

اس سال گنجائش نہیں تھی، اگلے سال ہارویسٹر منگوائیں گے۔ مزدور عورتوں کو ان کی مزدوری دینے

www.pklibrary.com

کے بعد دل محمد کہہ رہا تھا۔

پارسا اس کی ایمان داری کی قائل ہوئی۔ اس باران کے خرچے سے ہونا تھا سب..... دل محمد جیسے چاہتا ان کا کھلا خرچا کرواتا مگر اس نے ایک ایک چیز سے پیسا بچایا تھا۔ یہ چاہتے ہوئے بھی پارسا اس سے شدید متاثر ہو رہی تھی۔ اس کے حساب کرنے کے دوران چپکے چپکے اسے دیکھ رہی تھی۔ گندمی رنگت کے صاف چہرے پر انتہائی گھنے بالوں والا سر، سیاہ شلوار قمیص کی ساتھ سیاہ شال کندھوں پر پڑی تھی۔

"لیں جی! آج سے زمین بھی میری..... اور فصل بھی میری۔" مسکراتے ہوئے وہ فخرانہ کہہ رہا تھا۔

"زمین میرے دل کی..... اور فصل تمہارے رویے کی۔" پارسا کے دل نے برجستہ کہا۔ مسکراتے ہوئے اس نے زور سے آنکھیں میچ لیں۔

"کیا ہوا؟" دل محمد نے بغور اسے دیکھتے پوچھا۔

"کچھ نہیں..... آپ ایک کام کردیں گے میرا؟"

"جی جی..... حکم کیجیے۔" دل محمد نے سر خم کیا۔

"آپ سڑک کے اس پار گاؤں والوں سے کہہ دیجیے گا اگر کسی نے اپنے بچوں کو ٹیوشن پڑھانا ہو....."

"فیس کیا لیں گی؟" دل محمد کی آنکھوں میں شرارت ابھری۔

"دعائیں....." وہ کھڑی ہوتے یک لفظی بولی۔

"اور کوئی بڑا دعائیں دینا چاہے تو....."

"دے سکتا ہے..... مگر بغیر پڑھے۔" وہ من من کے قدم لیے حویلی کی جانب چل دی۔ دل محمد کی مسکراہٹ اس کے پیروں سے لپٹ لپٹ جاتی تھی۔

☆☆☆

اماں پارسا کے ایم فل نہ کرنے کے فیصلے پر بہت خفا ہوئی تھیں اور ٹیوشن والا سر درد..... یہ تو ان کو بالکل نہ بھایا تھا۔

"اماں! پہلے جو پڑھا ہے اسے تو کارآمد بنالوں۔" وہ اماں کے گلے میں بانہیں ڈالے بولی تھی۔

ماؤں کو پڑھانے کا شوق تھا یا جانے سر سے ذمہ داری اتارنے کو بلاناغہ بھیجنے لگی تھیں۔ تعداد بڑھتے پچاس کے قریب ہوگئی تھی۔ وہ حویلی کی پچھلی جانب پھاٹک کھول کے پڑھایا کرتی اکثر تو موسم اچھا ہوتا تو پھاٹک کے باہر پیپل کے درخت تلے چٹائی بچھا کے بیٹھ جاتے۔ مکئی کی فصل تقریباً تیار تھی۔ دل محمد بھی اکا دکا چکر لگالیا کرتا۔ پارسا کے دل میں اس کے لیے نرم گوشہ تھا۔ نجانے وہ پارسا کے لیے کیا سوچتا تھا؟

قریب دو دن بعد ہی ٹرالی بھر کے عورتوں کی آئی تھی مکئی چھلنے..... پک اینڈ ڈراپ کی سہولت دل محمد کی ذمہ داری تھی۔ خواتین دن بھر مکئی چھلتے اور خوش گپیوں میں مگن رہتیں۔ دل محمد رات کو وہیں سویا کرتا۔ پارسا علی کے ہاتھ رات میں چائے بھجوادیتی۔ ایک دو بار تو کھانا بھی بھیجا مگر اس نے انکار کردیا۔

اگلے دن دل محمد نے ایک بھٹے والے کو بلوالیا۔ سب مزدوروں کو بھٹے کھلائے۔ اس کے اس دن سر میں ہلکا سا درد تھا۔ وہ اندر ہی لیٹی تھی۔ جب نورالعین ٹرے میں بھٹے نمک لیموں رکھے اندر آئی۔

"آپی! امی سبزیاں تڑوانے گئی ہیں۔ یہ دل محمد بھائی نے بھیجے ہیں، میں نے کھالیے۔"

"تم نے کیوں مانگے؟" خفگی سے کہتی وہ اٹھی۔

"مانگے تھوڑی نہ تھے..... خود دروازہ بجا کے دے کے گئے ہیں۔" نورالعین برا مان کے بولی۔

پارسا نے ایک بھٹہ اٹھایا۔ تسلی سے اس پر نمک اور لیموں لگایا اور کھانے بیٹھی، باقی حلیمہ کو پکڑا آئی تھی کہ سب کو دے دے۔

اگلے دن نہار منہ نماز کی ادائی کے بعد تسبیح پکڑے اس نے حویلی کا پھاٹک کھولا ہی تھا کہ دو تین بوریاں لڑھکیں۔ وہ بری طرح ڈر گئی اس کے ذہن میں بوری بند لاش کا تصور ابھرا۔

www.pklibrary.com

''صبح بخیر.....'' تب ہی قریب سے دل محمد کی آواز ابھری۔

''یہ کیا ہے؟'' پارسا نے اسی خوف زدہ انداز میں پوچھا۔

''یہ چھلیاں ہیں آپ لوگوں کے لیے۔''

''ہم اتنی کیسے کھائیں گے؟'' پارسا حیران ہوئی۔ دل محمد کا فلک شگاف قہقہہ ابھرا۔

''صرف کھانے کے لیے نہیں ہوتیں۔ یہ بطور چارہ بھی استعمال ہوتی ہیں اور آٹا بھی بنتا ہے..... اپنی اماں سے پوچھیے گا۔''

''اوہ! اچھا اچھا.....'' پارسا ذرا بھی شرمندہ دکھائی نہ پڑی۔

''اپنی اماں سے پوچھ لیجیے گا اور چاہیے ہوں تو.....'' اس نے بھی آفر کی۔

''اور اگر اور چاہیے ہوں تو.....'' پارسا نے شرارت سے پوچھا۔

''ضرور..... کسانوں کے دل بہت بڑے ہوتے ہیں۔'' اس نے بھی اسی شرارت سے جواب دیا۔

☆☆☆

''خیر ہے..... کیا ہوا ہے؟'' وہ یونیورسٹی سے لوٹی تو چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''آپی! بہت برا ہوا آج..... بلکہ یوں کہنا چاہیے خوف ناک ہوا۔''

''پر ہوا کیا؟'' بجیلہ آپی اسے پانی کا گلاس تھماتے ہوئے بولیں۔

''ہمارے ڈیپارٹمنٹ کی ایک لڑکی کا تعلق وڈیروں کے خاندان سے تھا، پر ان کی فیملی شہر شفٹ ہو چکی تھی۔ اس کی ماں نے اس کا رشتہ شہر میں کر دیا تھا۔ بچپن کا منگیتر آج اسے یونیورسٹی سے اٹھا کر لے گیا۔ اتنی زیادہ غنڈے، رائفلیں، گاڑیاں..... چند سیکنڈ لگائے انہوں نے..... جب تک یونیورسٹی انتظامیہ کو خبر ہوئی وہ کہاں کے کہاں جا چکے تھے۔''

''اللہ کرے جیسے سارے جہاں سے ٹکر لے کر گیا ہے، ایسے دکھوں، مصیبتوں، آلائشوں کے سامنے بھی اس کی ڈھال بنا رہے۔'' بجیلہ آپی نے دل سے دعا دی تھی۔

''اس کا منگیتر پڑھا لکھا نہیں تھا، جہاں اس کی ماں نے رشتہ کیا تھا وہ آفیسر تھا۔ لوگ کہہ رہے تھے۔''

''پڑھا لکھا ہونا خوش گوار زندگی کی شرط اول نہیں۔ کوآپریٹو اور ٹھنڈے مزاج کا ہونا تو شرط اول ہو سکتا ہے۔ پڑھا لکھا ہو اور بیوی کو جوتے کی نوک پر رکھے تو بیوی کے کس کام کی پڑھائی۔ دیورانی جیٹھانی سے نہ بنے تو بندہ درمیان سے دیوار کر لیتا ہے اگر مرد سے ہی نہ بنے تو دیوار کہاں سے ہو؟'' بجیلہ آپی کے لہجے میں اپنی زندگی کا دکھ بول رہا تھا۔

☆☆☆

گندم کی فصل پک کر سنہری خوشوں میں ڈھل چکی تھی۔ تیز دھوپ کی کرنیں جب فصل پر پڑتیں تو آنکھوں کو خیرہ کرنے والی روشنی نکلتی۔ دوپہر میں تو اکثر سونے کی فصل کا گمان ہوتا۔ دو ایک روز جاتے تو کٹائی شروع ہو جاتی۔ دل محمد نے کچھ اور زمین ٹھیکے پر لے لی تھی، سو وہ خاصا مصروف ہو گیا تھا۔ کبھی کبھار ہی دکھائی پڑتا۔ اس کی محنت زمین سے سونا نکال رہی تھی اور اس کا رویہ اور اخلاق زبان سے ہیروں کی طرح نکلتا تھا۔

''آپی! آپ اتنی گرمی میں اور بھینسوں، مرغیوں، بکریوں کی سنگت میں پچھلے صحن میں کیسے وقت گزار لیتی ہیں۔'' نور العین اچک کر ٹریکٹر کی سیٹ پر بیٹھتی پوچھ رہی تھی۔

''ویسے ہی..... دیکھو، سنہری فصل کتنی اچھی لگ رہی ہے۔ صبح کٹائی شروع ہو جائے گی تو کتنی رونق ہو گی ناں۔''

''کیسی رونق؟''

''طرح طرح کی عورتیں، طرح طرح کی کہانیاں۔''

''آپ عورتوں کی کہانیاں چھوڑیں..... اپنی کہانی کا سوچیں اماں! شدومد سے آپ کا رشتہ ڈھونڈ

www.pklibrary.com

رہی ہیں۔ ویسے کوئی پسند ہے تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں۔'' نور العین شرارت سے پوچھ رہی تھی۔

کوئی کالے کپڑوں اور کالی شال سمیت تصور میں لہرایا۔

''یونیورسٹی میں تھا؟'' نور العین آگے کو جھکی پوچھ رہی تھی۔

''چل ہٹ بدتمیز.....'' پارسا اسے دھپ لگاتی اندر کی جانب بڑھی۔

☆☆☆

مزدور عورتیں صبح صبح پہنچ گئی تھیں۔ پارسا نے بڑا کولر نکلوا کے صاف کروا کے پانی اور برف ڈال کے پھاٹک کے باہر رکھوا دیا۔ ایک چٹائی بھی بچھوا دی۔ اندر جانے کو تھی کہ اپنے نام کی پکار پر رکی۔

''پہلی مٹھ کاٹیں گی آپ؟'' دل محمد درانتی پکڑے بڑی آس سے پوچھ رہا تھا۔

''کٹائی کی پہلی مٹھ تو کسی بزرگ یا بابرکت ہاتھ سے کٹوائی جاتی ہے ناں۔'' پارسا اس کی فرمائش پر حیران تھی۔

''ریت بدل بھی تو سکتی ہے، کسی خاص سے بھی کٹوائی جا سکتی ہے۔'' دل محمد قریب آ کر آہستہ سے کہہ رہا تھا۔

نجانے کہاں سے دو سنہری پنکھ پارسا کو آن لگے۔ چند قدم کا فاصلہ گویا ہوا میں تیرتے پار کیا۔ گندم کے خوشوں سا سنہری پن ہر سو حائل تھا۔ دل محمد نے درانتی پکڑائی۔

''سنبھال کے، ہاتھ ہی نہ کاٹ لینا۔'' وہ تاکید کر رہا تھا۔ آگے بڑھ کر خوشے پکڑنے میں مدد دی۔

کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں اس نے کاٹا، بسم اللہ پڑھتے درانتیاں سنبھالے سب ہی خواتین آگے بڑھیں۔ پارسا پنکھ لہراتی تیرتی ہوئی گھر واپس آئی۔ سب کچھ خواب سا تھا اور اس کیفیت سے نکلنے میں تین چار گھنٹے لگے۔

دھوپ پورے جوبن پر تھی، وہ اے سی لگے ٹنڈے کمرے سے باہر نکلی۔

''اتنی گرمی میں کہاں جا رہی ہوں پارسا؟'' اماں نے دیکھ لیا تھا۔

''اماں! کولر میں دیکھوں، کہیں پانی ختم نہ ہو گیا ہو۔''

''تم بیٹھو، میں حلیمہ سے کہتی ہوں۔''

''اماں! بور ہو رہی ہوں۔ تھوڑی گپ شپ کروں گی۔'' وہ اصرار کرتی باہر کی جانب چل دی۔

''یہ لڑکی میری سمجھ سے باہر ہوتی جا رہی ہے۔'' اماں نے افسوس سے سر ہلایا تھا۔

''آؤ آؤ..... بی بی جی! بیٹھو۔'' بچے مفت پڑھانے کے سبب عورتیں کافی عزت کرنے لگی تھیں۔ پارسا ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ صبح کی پکی تندور کی روٹی اور اچار..... مرغوبیت سے کھانے میں مشغول تھیں۔

''بہت تیز دھوپ اور گرمی ہے، اب دھوپ ڈھلنے کے بعد ہی دوبارہ لگیں گی آپ۔'' پارسا قریب بیٹھی عورت سے مخاطب تھی۔

''نہیں جی..... ابھی دوپٹے بھگو کے سر پر رکھیں گی اور شروع ہو جائیں گے۔''

''گرمی تو لگتی ہو گی؟''

''بھوک کی گرمی ہر چیز سے بدتر ہوتی پتر! چند دن کا کام ہے۔ سال بھر کے دانے اکٹھے ہو جائیں گے۔ گھر کا آٹا ہو گا، جب چاہے روٹی بنا لی..... مرچیں، پیاز یا اچار سے کھا لی۔'' ایک عمر رسیدہ عورت مخاطب تھی۔

''یہ کتنے دانے ملیں گے آپ کو؟''

''ایک ایکڑ کا ایک من، باقی سب تو تیس پینتیس دیتے ہیں مگر دل محمد پورے من دیتا ہے تول کے۔'' اجنبی عورت کو دل محمد کی ایمان داری پر فخر تھا۔

گرمی واقعی بہت تھی۔ پارسا کی شرٹ پسینے سے شرابور ہو رہی تھی، سب عورتیں بھی لچ سمیٹ کر کٹائی کی جانب جا رہی تھیں۔ وہ بھی اٹھ کر اندر کی جانب آ گئی۔

☆☆☆

www.pklibrary.com

وہ اپنے کمرے سے باہر ذرا کم ہی نکلا کرتی تھی اور خلیل بھائی کی موجودگی میں تو بہت ہی کم..... حالانکہ وہ اس سے تو شفقت سے ہی پیش آتے تھے۔ ابھی بھی کھڑکی سے دیکھا تو وہ بجیلہ آپی کی صفائی میں مدد کروا رہے تھے۔ عجیب پل میں تولہ پل میں ماشہ ٹائپ تھے۔ وہ اندر صوفے پر نیم دراز ہوگئی۔ کچھ دیر بعد چائے کی شدید طلب باہر کھینچ لائی۔ خلیل بھائی کہیں جا چکے تھے جبکہ بجیلہ آپی صوفے پر پاؤں سمیٹے بیٹھی تھی۔

"آپی! چائے پئیں گی؟"

"نہیں۔ ابھی پی ہے۔"

وہ چائے بنا کر ان کے قریب ہی آ بیٹھی۔

"کیا ہوا ہے آپی؟" وہ اسی پوزیشن میں بیٹھی تھیں۔

"سر میں ایک دم سے درد شروع ہوگیا ہے۔"

"دبا دوں؟"

"چائے پی لو۔" وہ اپنے ہاتھ سے دبانے لگیں۔

"آپی! کچھ فرق محسوس ہوا؟" چائے پینے کے بعد وہ پوچھ رہی تھی۔

"ابھی تو نہیں۔" وہ اٹھ کر بجیلہ آپی کا سر ہلکے ہاتھ سے دبانے لگی۔

قریب پندرہ منٹ کے بعد آپی نے اس کا ہاتھ تھام کر ساتھ ہی بٹھالیا۔

"کچھ فرق ہے۔"

"ہلکا سا..... ایسا کرو ٹی وی آن کردو، دھیان بٹے گا تو شاید ختم ہوجائے۔" اس نے ٹی وی آن کیا اور ریموٹ لیے صوفے پر آ بیٹھی۔ ایک مشہور ناول پر مبنی ڈرامے کا انتہائی ڈرامائی موڑ چل رہا تھا۔

"بھروسا اور مان ہی زندگی میں سب کچھ ہوتا ہے۔ باقی تو سب مایا ہے رشتوں میں۔" بجیلہ آپی کہہ رہی تھیں۔

"آپی! مجھے لگتا ہے خلیل بھائی نے آپ کو آواز دی ہے۔"

"وہ تو اپنے کسی دوست کے ساتھ لان میں بیٹھے ہیں۔" وہ پاؤں نیچے اتار کے چوکنی ہوکر بیٹھیں۔

"اگر ناگوار نہ گزرے تو اپنے انتہائی اہم ڈرامے کے دوران اٹھ کر گیٹ بند کر لینے کی زحمت فرمالیں گی۔" لاؤنج کے دروازے پر رک کے کہہ کر وہ چلے گئے۔ بجیلہ آپی نے بے بسی سے طنز پیا۔

"میں جاؤں آپی!"

"نہیں، شاید کچھ اور بھی کہنا ہو۔" بجیلہ آپی گیٹ بند کر کے آئیں تو صوفے پر چپ بیٹھی رہیں۔ اس کی توہمت ہی نہ ہوئی پوچھنے کی۔

"تم نے رہٹ میں جتے بیلوں کو کبھی دیکھا ہے؟ میں نے ایسے اس رشتے کو ڈھویا ہے۔ کھینچ کھینچ کے..... ہانپ ہانپ کے....." بجیلہ آپی خود کلامی کے انداز سے بتا رہی تھیں۔

☆☆☆

رات خوب ہی آندھی آئی تھی۔ تناور درخت پچھاڑیں کھاتے ایک دوسرے کے اوپر گرے جاتے تھے۔ علی ہمیشہ اوپر سوتا تھا۔ آدھی رات کو دروازے کھٹکھٹاتا آیا۔ لائٹ چلی گئی، اے سی بند ہوگیا تو سب لاؤنج میں آ گئے۔ اماں نے ایریکولر آن کردیا جس کو جہاں جگہ ملی، پڑا رہا۔ ابھی تک سب سو رہے تھے۔ پارسا احتیاط سے سب کو پھلانگتی باہر نکلی۔ لان کی بری حالت تھی۔ سولر پلیٹ بھی لان میں آ گری تھی۔ انار کی کچی شاخیں ٹوٹی پڑی تھیں۔ وہ پچھلے صحن کی جانب آئی۔ جانور سب سہمے بیٹھے تھے۔ پھاٹک کھولا تو دو تین گندم کے بڑے بڑے گٹھے پھاٹک سے چپٹے بیٹھے تھے۔ پگڈنڈی پر دل محمد کچھ مزدوروں کے ساتھ چلا آ رہا تھا۔ مزدور سب گٹھے سمیٹنے میں لگ گئے۔

"صبح بخیر۔" وہ اس کے قریب آ کر بولا۔

"صبح بخیر..... یہ ہمارے حصے کے ہیں کیا؟" پارسا گھٹوں کی سمت اشارہ کرتی کہہ رہی تھی۔

"کیوں؟ آپ اتنی گندم کھالیں گی کیا؟"

"کیوں؟ یہ گندم بطور چارہ استعمال نہیں ہوتی

www.pklibrary.com

کیا؟'' پارسا بر جستہ بولی۔

دل محمد نے دل کھول کے قہقہہ لگایا۔ پارسا نے بے ساختہ نظریں چرائیں۔

''رکھ لیجیے۔'' وہ واپسی کے لیے مڑا جب پارسا نے پکارا۔

''چند ایک خوشے چاہئیں، ہوم ڈیکور کے لیے کچھ بنانا ہے۔''

''آپ کو جتنے چاہئیں رکھ لیجیے، باقی اٹھوالوں گا۔'' وہ نرم لہجے میں کہتا مڑ گیا۔ کتنے ہی لمحے سرک گئے مگر پارسا اسی انداز میں کھڑی رہی۔

''دنیا کہاں کی کہاں پہنچ گئی۔ آپ کو ایک سین کرتے مہینوں بیت گئے۔'' نورالعین اس کے پاس آ کر کندھے سے کندھا ٹکراتی کہہ رہی تھی۔

''کیا مطلب؟''

''یہی دیکھنا..... دیکھتے رہنا اور دیکھتے چلے جانا۔ اگلی اسٹیج کی جانب بڑھیں یار!'' نورالعین دل محمد کو دیکھتی کہہ رہی تھی۔

''ہمراہی کے راستوں کا علم ہونا بھی تو ضروری ہے ناں۔'' پارسا لب بھینچتے ہوئے بولی۔

''یہ کون سا مشکل ہے، دل بھائی.....!'' نورالعین نے اونچی سی ہانک لگائی۔ پارسا نے خفا سی نظروں سے دیکھا۔

''جی.....'' وہ قدرے قریب آ کر بولا۔

''آپ کی کہیں بات چل رہی یا منگنی وغیرہ ہو چکی ہے؟'' نورالعین نڈر سی اس کے پاس جا کر بولی۔

''نہیں..... کیوں؟'' وہ حیران نگاہوں سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

''کچھ نہیں، یہ پارسا پوچھ رہی تھی۔'' نورالعین کندھے اچکاتی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

''پاگل.....'' پارسا بوکھلا کے اس کے پیچھے لپکی۔

سارا دن مارے خفت کے پارسا باہر ہی نہ نکلی۔ سہ پہر ڈھلے زعیمہ آئی دل محمد کی چھوٹی بہن..... بچپن میں یہ لوگ جب ننھیال آتے تو خوب سب بچے مل کر کھیلتے۔ سڑک کے اس پار ان کے نانا کا گھر تھا۔ چند سالوں پہلے دل محمد ددھیال سمیت یہیں شفٹ ہو گئے تھے۔

''بھیا آپ کی بہت تعریف کرتے ہیں۔'' زعیمہ اشتیاق سے بتا رہی تھی۔

''میری..... کیوں؟'' پارسا حیران ہوئی۔

''وہ کہتے ہیں لڑکیوں کو آپ سا ہونا چاہیے۔ پڑھی لکھی مگر سادہ، ذہین اور سلجھی ہوئی..... اسٹائلش اور حیادار۔'' اس قدر وضاحت کر رہی تھی، دل محمد نے گھر میں اس کی۔

چند ایک باتوں اور خاطر داری کے بعد زعیمہ جانے کے لیے اٹھی۔

گاؤں میں رسم تھی پیڑ چکوائی (فصل اٹھانے) کا بیٹی، بہن کو نیگ دیا جاتا تھا۔ زعیمہ اسی لیے آئی ہوئی تھی۔ خاصا رش رہا تھا آج۔ مزدوروں کو ان کی مزدوری بطور گندم دی جا رہی تھی۔ لوڈر پہ گندم لوڈ کی جا رہی تھی۔

''کیا ملا ہے پیڑ چکوائی پر؟'' پھاٹک کی قریب پہنچتے پارسا نے پوچھا۔

''بھائی کی پاکٹ میں ہے کچھ..... وہ مصروف تھے میں آپ کی طرف چلی آئی۔''

پارسا اسے خدا حافظ بول کر مڑنے کو تھی جب اس کی نگاہیں دل محمد کی نگاہوں سے ملیں۔ اتنی دور سے بھی دل محمد کی نگاہیں اسے کچھ کہتے ہوئے دکھائی دیں۔ پارسا نے تیزی سے اندر آئی آنکھیں زور سے میچ کر کھولیں..... بکری نے کل ہی بچے دیے تھے۔ چھوٹے، انتہائی شرارتی میمنے پورے صحن میں بھاگے پھرتے تھے۔ مرغی اپنے چوزے پروں میں دبائے غصے سے دیکھتی تھی۔ اس نے ایک میمنے کو پکڑنا چاہا مگر وہ تیزی سے نکل گیا۔

''پارسا آپی!'' پیچھے کہیں سے آواز آئی تھی۔

''یہ دل محمد نے دیا ہے پیڑ چکوائی پر۔'' وہ کالے رنگ کا باکس آگے کرتے ہوئے بولی۔

www.pklibrary.com

وائٹ گولڈ کا فیروزہ جڑا بریسلیٹ تھا۔

"انتہائی خوب صورت ہے۔" پارسا کو حقیقتاً اچھا لگا تھا۔

"میں نے کہا آپ کو بھی دکھادوں۔" واپس مڑتے وہ کہہ رہی تھی۔

"علی....." رات سونے کے لیے سب لیٹے تھے، جب اس نے علی کو پکارا۔ سب کا الگ الگ روم تھا مگر سوتے سب بڑے کمرے میں اماں کے پاس تھے۔

"جی....." علی نے لیٹے ہوئے موبائل سے نگاہیں اٹھائیں۔

"چھوڑو تم اے سی اے..... زمین داری کرلو۔ پیڑ چکوائی پر میں تم سے وائٹ گولڈ کا سیٹ لوں گی۔"

"بہنا! اتنے تردد کی کیا ضرورت ہے۔ تم سیدھا رستہ اپناؤ، شادی کرو اور منہ دکھائی بٹورو۔" علی نے موبائل پر نگاہیں جمائے جواب دیا تھا۔ نورالعین کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ اماں بھی مسکرادی تھیں۔

"بدتمیز....." وہ کروٹ بدلے لیٹ گئی۔

☆☆☆

وہ یونیورسٹی سے لوٹی تو بجیلہ آپا البمز کھولے بیٹھی تھیں۔ چینج کرکے چائے بنا کر وہ ان کے پاس ہی آ بیٹھی۔ بجیلہ آپی کے کالج اور اسکول کے زمانے کی تصاویر تھیں۔ ہر ایک تصویر میں ایک ہی چیز کامن تھی۔ بجیلہ آپی کی بے ساختہ ہنسی کی۔ ہر تصویر میں مسرتیں، کھلکھلاہٹیں، مسکراہٹیں نمایاں تھیں۔ اس نے البم سے ایک تصویر نکالی اور بجیلہ آپی کے چہرے کے ساتھ لگائی۔

"اصل کون سی ہے؟" وہ دونوں پر غور فرما رہی تھی۔

"ظاہر ہے....." بجیلہ آپی نے اس کا تصویر والا ہاتھ ہٹایا۔

"پھر یہ مسکراہٹ کہاں ہے؟" وہ ان کی مسکراتی تصویر پہ انگلی بجاتی پوچھ رہی تھی۔

"یہ شادی کے بعد شوہر تعین کرتا ہے۔ ہونی بھی ہے کہ نہیں؟ اگر ہونی ہے تو کتنی؟"

"آپ شادی سے زیادہ خوش دکھائی نہیں دیتیں۔ یہ تو زندگی کا خوب صورت موڑ ہوتا ہے۔"

"موڑ تو واقعی خوب صورت ہوتا ہے مگر موڑ کے بعد کا علم کسے ہوتا ہے کہ موڑ کے بعد آنے والا راستہ خوش گوار ہوگا یا پُرخطر..... تمہیں پتا ہے مرد اگر ذرا سا بھی میٹھا ہو تو عورت شیریں بن جاتی ہے، بالکل شہد..... باتیں موتی کی لڑیاں..... کام میصری کی ڈلیاں جبکہ مرد کڑوا ہو تو عورت تھوہر ہوجاتی ہے۔ بالکل کیکر کا درخت، نوکیلا اور سیاہ..... ببول سی بدرنگ..... کڑوا مرد عورت کی مٹھاس پر بھی حاوی ہوتا ہے..... تمہیں اگر اختیار ملے زندگی کا ساتھی چننے کا تو تعلیم اور شکل ایک طرف رکھنا..... میٹھے مرد کا انتخاب کرنا۔" تصاویر سمیٹتے ہوئے آپی اپنا تجربہ بتا رہی تھیں۔

☆☆☆

"پارسا! آج کچھ لوگ آنے ہیں۔ نورالعین کے ساتھ مل کر کھانا بنا دینا۔ روٹیاں حلیمہ سے کہنا تندور میں لگادے۔" وہ ناشتے سے فارغ ہوئی ہی تھی، جب اماں اس کے پاس آکر کہہ رہی تھیں۔

"کون لوگ اماں؟"

"گاؤں کے بزرگ ہیں، کچھ معاملات طے کرنے ہیں..... اور ہاں۔" اماں جاتے جاتے پلٹیں۔ "چائنیز، کڑاہی وغیرہ مت بنانے بیٹھ جانا۔ سبزیاں، قیمہ چکن وغیرہ بنانا۔"

"اوکے....." پارسا وہیں بیٹھی مینو ترتیب دینے لگی۔

"آپی! جو بنوانا ہے جلدی بنوالیں۔ میں نے نیا ڈراما ڈاؤن لوڈ کیا ہے۔ پوری دس قسطیں دیکھنی ہیں آج۔" نورالعین جلدی مچاتی آئی۔

"تم مٹن کا قورمہ اور چکن بھنڈیاں بنادینا۔ باقی سب میں خود دیکھ لوں گی۔"

"حلیمہ سے سب کٹوادیں اور دھلوادیں، میں

www.pklibrary.com

آ کر بنادوں گی۔" وہ یوں ہی جلدی جلدی ہی اندر چل دی۔

پارسا نے فریج سے دودھ نکالا اور رنگین سویاں مٹھی بھر ڈال کر بوائل ہونے کو رکھا۔ ایک دو بوائل آنے پر الائچی اور کپ بھر کھویا ڈالا۔ باریک سویوں کو توڑ کر بالکل چاول جتنا کر کے ڈالا۔ پکنے تک میوہ جات ہلکے دیسی گھی میں بھون لیے۔ باؤل میں کھیر ڈال کر میوہ جات سجائے اور بڑے برتن میں پانی میں رکھے۔

"حلیمہ! آنا ذرا میرے ساتھ، بھنڈیاں، پودینہ، دھنیا وغیرہ توڑ لائیں۔"

"باجی! عجیب ہی ہے، اب تو ہر موسم میں ہر سبزی ملتی ہے۔ اب دیکھیں، یہ بھنڈیاں اس موسم کی تو نہیں پر اگ بھی رہیں ہیں اور پک بھی رہی ہیں۔" اس کے ساتھ چلتے حلیمہ کہہ رہی تھی۔

"تم توڑو سب، میں ادھر ہی ہوں۔ سڑک پر بھی ٹریفک ہے اور میں چادر بھی نہیں لائی۔"

پارسا وہیں گیٹ کے قریب رکی۔ چہل قدمی کرتے اس کی نظر دور سڑک کی جانب اٹھی۔ جانی پہچانی سی جیپ آ رہی تھی۔ دل محمد کی جیپ...... پارسا کو محسوس ہوا اس نے اسے دیکھ کر رفتار آہستہ کی تھی۔ وہ بے ساختہ رخ موڑ گئی۔ نجانے کیوں اسے دل محمد پر غصہ آیا تھا۔ بے تحاشا غصہ...... مگر کیوں اور کس بات پر...... وہ جان نہ پائی یا جان کر بھی انجان بن رہی تھی۔ بندہ کسی کو امید دلائے ہی ناں...... یا دلائے تو پھر اظہار میں دیر نہ کرے۔

لیکن اس نے امید دلائی ہی کب تھی؟ دماغ نے سوال کیا...... مسکرانا اور دیکھتے رہنا بھی تو امید ہی ہوا۔ دل نے کمزور سی تاویل دی تھی۔

کھانا بنا کر برتنوں میں ڈال کر وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ نہا کر لیٹ گئی۔

"تمہیں پتا ہے، مہمانوں میں کون کون ہے؟" کچی پکی سی نیند سے گلابی آنکھیں کھولے پارسا نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"ولی محمد...... دل محمد کے دادا جی۔ مجھ سے انہوں نے پوچھا، کیا میں پارسا ہوں۔" نورالعین پرجوش انداز میں بتا رہی تھی۔

پارسا خاموشی سے بنا تاثر بیٹھی رہی پھر بال سمیٹ کر دوپٹا لیے باہر آئی۔

سفید دھوتیوں، قمیصوں اور پگڑیوں میں گاؤں کے تین چار بزرگ رخصت لینے کو تھے۔ سب گیٹ سے نکلے تو ولی محمد واپس مڑا۔

"اچھا تو یہ پارسا بٹیا ہیں۔" وہ پارسا کے سر پر ہاتھ رکھے بولے۔

"جی......" اماں نے جواب دیا۔

"تو آج سے یہ ہماری بٹیا ہوئیں۔" انہوں نے پانچ پانچ ہزار کے دو نوٹ نکال کے اسے تھمانے چاہے۔

"کیا مطلب بھائی صاحب!" اماں بے طرح حیران ہوئیں۔

"اپنے پوتے دل محمد کے لیے پارسا بٹیا کا ہاتھ مانگتا ہوں۔" وہ سوالی ہوئے۔

"بھائی صاحب! کچھ چیزیں اپنے ریت و رواج کے ساتھ ہی بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ آپ باقاعدہ طور پر آئیے گا۔" اماں نے پیسے واپس تھماتے ہوئے معذرت چاہی۔

"معاف کرنا بہن! اس جلد بازی کے لیے۔" وہ شرمندہ ہوتے رخصت ہوئے۔

رات لیٹتے وقت ان بزرگان کے آنے کا مقصد بتلاتی رہیں۔ جس بات کا پارسا کو انتظار تھا، وہ انہوں نے کر کے نہ دی۔ ساری رات پارسا کروٹوں پر رہی۔

☆☆☆

کچی ڈوریوں ڈوریوں ڈوریوں سے
مینوں توباندھ لے......
پکی یاریوں یاریوں یاریوں میں ہوندے
ناں فاصلے......
اے ناراضی کاغذی ساری تری

www.pklibrary.com

میرے سوہنیا سن لے میری
دل دیاں گلاں
کراں گے نال نال بہہ کے
دل دیاں گلاں ہائے
کراں گے روز روز بہہ کے.....

پارسا نے غزل سے سنتے کروٹ بدلی۔

"کسانوں کی چوائس عطاء اللہ سے عاطف تک جا پہنچی ہے واہ۔"

سوچتے ہوئے پارسا نے کروٹ بدلی۔

ایک رکشے والے اور ایک ٹریکٹر والے دونوں سمجھ سے باہر تھے کہ یہ اتنا اونچا میوزک لگاتے آخر کس کے لیے ہیں؟ خود تو انہیں ایک لفظ بھی سمجھ میں نہیں آتا، اپنے انجن کی آواز سے دوسروں کا نجانے کیوں سر کھپاتے ہیں۔ پارسا نے ایک اور کروٹ بدلی۔ نہ ٹریکٹر بند ہوا نہ میوزک اور نہ پارسا کی کروٹوں کی پریڈ۔

صبح اٹھی تو طبیعت بوجھل سی تھی۔ آج نہ سویرے اٹھ پائی تھی، نہ سحر خیزی سے محظوظ ہو پائی تھی۔ لاؤنج میں بے ڈھنگے انداز میں لیٹی تھی، جب اماں نے کچن سے آواز دی۔

"پارسا! پچھلا پھاٹک کھول آؤ..... انور چارہ لے کر آتا ہی ہوگا۔" ناچاہتے ہوئے بھی وہ اٹھی اور ڈھیلے قدموں چلتی پھاٹک تک آئی۔

پھاٹک کھول کر مڑنے کو تھی جب دل محمد کی آواز سنائی دی۔

"پلیز، بات سنیے گا۔"

"جی....." وہ یوں ہی رخ موڑے کھڑی رہی۔

"وہ کل دادا جی آئے تھے، انہوں نے کچھ کہا۔ کوئی بات کی....." اس کے لہجے میں محسوس کی جانے والی بے صبری و بے قراری تھی۔

"جی....."

"کیا بات؟"

"شکریہ ادا کر رہے تھے کہ ہم نے اچھا حل نکالا۔ کورٹ میں ایویں اتنے سال اور پیسہ برباد کیا۔ آخر میں صلح پر ہی بات ختم ہوئی۔" پارسا نے سرسری لہجے میں بتایا۔

"بس اور کچھ نہیں کہا؟" دل محمد کو مایوسی ہوئی۔

"کہا ناں....."

"کیا؟" وہ بے تابی سے بولا۔

"کہہ رہے تھے جو زمین کے اندر ٹیوب ویل ہے، وہ بھی بیچ دیں آپ لوگوں کو۔" لہجہ اس کو تپانے والا تھا۔

"میرے بارے میں کوئی بات نہیں کی؟"

"کی تھی....." وہ اٹھلا کے بولی۔

"کیا..... کیا کہا تھا؟"

"کہہ رہے تھے میرا پوتا بہت محنتی اور ذمہ دار ہے تو سڑک پار والی زمین بھی اسی کو ٹھیکے پر دے دیں۔" گھر لی کنارے بیٹھی پاؤں جھلاتے وہ بتا رہی تھی۔

"پارسا! انہوں نے میرے اور تمہارے رشتے کی کوئی بات کی؟" وہ سید حامد عابر آیا تھا۔

"جو بات پوتا نہ کہہ سکا، وہ دادے سے ہو پاتی۔" وہ خفگی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"پوری رات ایک ایکٹر پل چلا چلا کے زمین کھوکھلی کر دی کہ گانے کے بول آپ تک پہنچ پائیں۔"

"ہر حربہ استعمال کر لینا ہے، پر سیدھا راستہ نہیں اپنانا۔" وہ چڑی ہوئی اندر کی طرف چلی۔

"کل رات آئیں گے سب..... آج خوب سوچ لینا۔" دل محمد نے پیچھے سے کہا۔

☆☆☆

وہ لاؤنج میں بے دھیانی سے ٹی وی پر نگاہیں گاڑے ہوئے تھی۔ جب ایک مگ اس کے سامنے لہرایا گیا۔ پارسا نے چونک کی دیکھا۔ اماں اس کے لیے چائے لائی تھیں، ایک مگ ان کے اپنے ہاتھ میں تھا۔ اس نے صوفے پر سیٹ ہو کر بیٹھتے ان کے لیے جگہ بنائی۔

www.pklibrary.com

دل محمد کے پروپوزل کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' چسکیاں لیتے اماں پوچھ رہی تھیں۔

وہ نگاہیں جھکائے مگ کے کنارے انگلیاں پھیرتی رہی۔

''دیکھو پارسا! میں زیادہ پڑھی لکھی تو ناں تمہارے دادا۔ تمہارے ابو کی بیماری میں، میں نے کٹھن وقت جھیلا اور ان کی وفات کے بعد بہت سے مقدمے جھیلے۔ تب ہی علی کو اور تم سب کو ایسے معاملات سے دور ہی رکھا۔ میں چاہتی تھی تم سب اعلا تعلیم یافتہ ہو۔ معاشرے کی سنگینیوں سے آگاہ رہو۔ دل محمد اچھا سلجھا ہوا لڑکا ہے۔ تمہارے اس کے لیے نرم جذبات سے بھی میں آگاہ ہوں لیکن وہ پڑھا لکھا نہیں ہے۔'' اماں مایوسی سے خاموش ہوئیں۔

''اماں! وہ میرے دل کا حال جان لیتا ہے۔ میری آنکھوں کی زبان پڑھ لیتا ہے، میرے لیے یہی کافی ہے۔ میں نے بی ایچ ڈی کیے خلیل بھائی کو دیکھا ہے، جمیلہ آپی کے ساتھ ان کا رویہ انتہائی ہتک آمیز ہوتا تھا۔ انہیں اپنی پڑھائی کا اتنا زعم تھا کہ جمیلہ آپی کی ذات بالکل صفر ہو جاتی تھی۔ دل محمد کا مزدور عورتوں کے ساتھ رویہ خلیل بھائی کے اپنی بیوی سے رویے سے بہت بہتر ہوتا ہے۔ اگر میری مانتی ہے تو میں خوش ہوں..... اگر آپ کی مانتی ہے تو آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔'' اماں نے بے ساختہ اس کا ماتھا چوما۔

''بیٹا! ان کے ساتھ ہمارا سالوں مقدمہ چلتا رہا ہے۔ بس یہ ایک بات خوف زدہ کرتی ہے۔ دلوں کے حال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے ناں۔''

''یہ بات اب ختم ہو چکی ہے، پلیز اسے دل سے نکال دیجیے۔'' نورالعین صوفے کے بازو پر آ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''تمہیں منع کر کے آئی تھی، اہم بات کرنی ہے۔ ایک گھنٹے سے پہلے مت آنا۔'' اماں خفا ہوئیں۔

''مجھ سے کچھ ڈھکا چھپا تھوڑی ہے اماں! بی ایس آنرز کر رہی ہوں، بچی نہیں ہوں۔''

''پھر کیا کہیں تو ہاں کہہ دوں؟'' اماں تذبذب کا شکار تھیں۔

''ہاں، کیوں اماں! قبول ہے بہتر رہے گا وہ بھی تین بار۔'' وہ پھر سے شرارتاً گویا ہوئی۔

''نورالعین.....'' اماں نے تنبیہہ کی۔

☆☆☆

پارسا ہلکے انگوری رنگ کی انگرکھا اسٹائل فراک میں بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ نورالعین حلیمہ اور اماں نے سب انتظامات دیکھے تھے۔ مغرب کے فوراً بعد وہ لوگ آئے تھے۔ دل محمد، اس کی امی، بہن زعیمہ، پھوپھو اور دادا جی.....

پارسا اپنے کمرے میں ہی رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں زعیمہ بھی آ گئی۔

''آپ کو پتا ہے، آپ جیسی بھابھی پورے پنڈ میں کسی کی بھی نہیں ہے۔'' زعیمہ بھولپن سے کہہ رہی تھی۔

''سچی.....؟'' پاس سے گزرتی نورالعین نے تصدیق چاہی۔

زعیمہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

''پر تمہاری بھابھی جیسی میری ایک بہن ہے۔'' نورالعین کہہ کر آگے بڑھ گئی۔

زعیمہ پہلے تو حیران ہوئی پھر بات سمجھ میں آنے پر کھلکھلا دی۔

''آپ کو میرا برسلیٹ اچھا لگا تھا ناں..... اب پیڑ چکوائی پر بھائی آپ کو بھی بنوا دیں گے۔''

''وہ تو بہن یا بیٹی کو دیتے ہیں۔'' پارسا مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''ویسے بھی آپ کو پیڑ چکوائی کی کیا ضرورت..... یہ سولہ ایکڑ بھائی آپ کے نام لگوا رہے ہیں۔''

''کیا مطلب؟'' پارسا بری طرح چونکی۔

''بھائی منہ دکھائی میں آپ کو یہ والی زمین دینے والے ہیں۔ اس لیے آج نکاح کی تاریخ بھی ساتھ مانگ لیں گے۔ اوہ نو..... یہ تو سرپرائز تھا۔

www.pklibrary.com

آپ بھائی کو بتائیں گی تو نہیں نا..... پلیز۔"

"ڈونٹ وری۔" پارسا نے اندرونی جذبات پر قابو پاتے ہوئے تسلی دی۔

"بالکل بھی شومت کروایے گا انہیں۔" منت کے سے لہجے میں کہتی زعیمہ باہر نکلی۔

اماں کو یہ زمین بہت عزیز تھی۔ ابا نے شادی کے ابتدائی دنوں میں اس زمین پر بہت محنت کی تھی۔ خود کاشت کاری کرتے، ساری رات جب دھان کی فصل کو پانی لگتا، ابا ساری رات جاگتے۔ اکثر اماں بھی چلی آتیں۔

"تم کیوں آ گئیں؟ بچے اکیلے سوئے ہیں، اٹھ گئے تو تمہیں ڈھونڈتے پھریں گے۔"

اماں مسکرا دیتیں۔

"ابھی ابھی سوئے ہیں، گھنٹہ دو گھنٹہ پکی نیند سوئیں گے۔"

"دیکھ، تجھے دیکھ کر مسکرانے لگی ہے فصل۔" ابا کی بات پر ہوا سے ہلتی دھان کی پکی نوخیز ڈنڈیوں کو دیکھ کر اماں بھی کھلکھلا دیتیں۔

گھر قریب ہونے کے باوجود ابا گرمیوں کی لمبی دوپہروں کو کھانا گھر کھانے آتے تھے نہ ہی سونے۔ اماں تندور پر تازہ روٹیاں لگاتیں۔ کسی میں برف ڈالتیں، تازہ توڑ کے پکائی گئی سبزی کا سالن اور اچار وہیں لے جاتیں اور اکثر تو خفا ہوتیں۔

"اپنے بال بچوں کو اکیلا چھوڑ کر کیسے آتا؟" ابا بے بس سے وضاحت دیتے۔

ایسی کتنی ہی یادیں اماں کی اس زمین سے وابستہ تھیں۔ اتنے لمبے کیس کی پیروی بھی کی۔ زمین کے وسط میں جائے نماز بچھا کے نفل پڑھے تھے کیس جیتنے کے مگر..... اب پچھلے پھاٹک کی جانب بہت ہی کم آتیں۔ اگر کبھی آتیں بھی تو آنکھوں میں یادیں نمی بن کر امڈ آتیں۔

"اوں ہوں....." نور العین ہولے سے کھنکاری اور کسی کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ "چند منٹس کو ہی غنیمت جانیے گا۔" نور العین تنبیہ کرتی باہر نکلی۔

"کیسی ہو؟" بیڈ کے سامنے صوفے پر بیٹھتا دل محمد بولا۔

"اللہ کا شکر ہے۔" وہ دھیمے سروں گویا ہوئی۔

"اللہ کا بہت بہت شکر ہے۔" وہ بھی ہولے سے گویا ہوا۔

پارسا نے حیرانی سے دیکھا تو مسکرا دیا۔ کئی ایک لمحے خاموشی کی نذر ہو گئے۔ تب ہی پارسا بولی۔

"ٹریکٹر پر گانے ہی لگا آتے..... احوال اور انداز بیاں کا پتا چلتا۔"

دل محمد بے ساختہ ہنسا اور پھر اپنے ازلی دھیمے پن سے بولا۔

"کہنے کو بہت کچھ ہے اور کرنے کو بہت وعدے ہیں..... کہنے کے لیے وقت مناسب نہیں اور کرنے والا بتا نہیں سکتا۔ آپ کو سب خود دکھائی دے گا۔ ان شاء اللہ۔"

"باتیں سنو ذرا..... اور ابھی اماں کہتی ہیں یہ پڑھا لکھا نہیں ہے۔" پارسا نے جل کر دل میں سوچا۔

"میں بس آپ کا بہت شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

کسان کا دل بھی کسان کی فصل کی مانند تھا۔ بظاہر خوش نما مگر ٹٹول کر چیک کرنا پڑتا تھا۔

"سجیلہ آپی! آپ کا بہت شکریہ۔" پارسا انہیں دل میں ڈھیروں دعائیں دیتی بولی۔ "آپ کی نصیحتوں نے ایک اچھے شخص کا انتخاب کرنے میں مدد دی۔ جو بہت بڑی تھیوریز سمجھ اور پڑھ نہیں سکتا تھا مگر اس کی ذات، خواہشات کو نہ صرف پڑھ لیتا تھا بلکہ سمجھ تو بے حد لیتا تھا، زندگی گزارنے، انجوائے کرنے اور جینے کو یہی بہت تھا۔"

☆☆

www.pklibrary.com

عذرا فردوس

محبت زندہ باد

"آپ مجھے بے حد پسند ہیں۔ میں تو تصور میں آپ سے شادی کے سپنے دیکھتی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری یہ خواہش پوری کردی۔"

پھولوں کی سیج پر بیٹھی عائزہ کے یہ الفاظ شارق کے کانوں میں رس گھول گئے۔ اس نے محبت بھری نظر سرخ اور اورنج کنٹراسٹ کے بھاری شرارہ سوٹ میں ملبوس عائزہ پر ڈالی تو سوچنے لگا۔ کیا واقعی عائزہ جیسی خوب صورت لڑکی دل کی گہرائیوں سے اسے چاہتی ہے۔ اسے اپنی خوش بختی پر ناز ہونے لگا۔ وہ سحر زدہ سا بیٹھا تھا۔

"کیا سوچنے لگے ہیں آپ؟" عائزہ نے شوخ لہجے میں پوچھا۔

"سوچ رہا ہوں کہ کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔" شارق نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس کی گہری آنکھوں میں جھانکا تو ان میں ڈوبتا ہی گیا۔

بچپن سے ہی شارق کو اپنے کم شکل ہونے کا احساس تھا۔ اسکول لائف میں لڑکیاں اس کے لمبوترے چہرے اور چندی چندی آنکھوں کا مذاق اڑایا کرتی تھیں۔ اوپر سے اس کی رنگت بھی دبتی ہوئی تھی۔ گھر میں جب بھی وہ اپنے گورے چٹے بہن، بھائیوں سے اپنا موازنہ کرتا تو اسے مایوسی آگھیرتی۔

جوانی کی حدود میں داخل ہونے کے بعد شارق نے اپنے لیے یہی بہتر سمجھا تھا کہ وہ لڑکیوں سے دوستی کرنے سے گریز کرے۔ وہ بی کام کے بعد کمپیوٹر کورسز کررہا تھا، تب ہی اسے ایک لڑکی بھا گئی۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر شارق نے اس سے دوستی کرنا چاہی تو اس نے شارق کی اچھی خاصی عزت کردی۔

"اوہ لمبے منہ، اپنی حد میں رہو۔ شکل دیکھی ہے تم نے اپنی۔" ہانیہ جیسی خوب صورت لڑکی کے منہ سے نخوت بھرے الفاظ کو سن کر شارق کو گہری چوٹ لگی تھی۔ اس نے اسی وقت فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ آئندہ کسی لڑکی سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کرے گا۔

جاب کے دوران اس کی ملاقات عائزہ سے ہوئی جو اس کی ہم عمر تھی البتہ شکل میں وہ خاصی خوب صورت اور چنچل سی تھی۔ اپنی شوخ طبیعت کے باعث وہ شارق سے نہایت بے تکلفی سے گفتگو کرنے لگی تھی جس سے شارق کی ہمت بڑھی۔

ایک دن شارق نے اسے لنچ کی آفر کی جو اس نے بخوشی قبول کرلی۔ لنچ کے دوران اس نے شارق کو بتایا کہ جس دن سے اس نے یہ جاب جوائن کی وہ اسے بغور دیکھتی رہی ہے۔ اس کی شرافت اور لڑکیوں سے دور رہنے کی عادت اسے بے حد پسند آئی ہے۔

"مجھ سے دوستی کرو گے؟" عائزہ نے پوچھا تو شارق کے دل کا عجیب حال تھا۔ اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

اس کے اگلے دن شارق نے عائزہ سے دوستی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اندر چھپے احساس کمتری کو دور کرنے کے لیے کئی سوالات کرڈالے۔

"عائزہ! کیا میں تمہیں واقعی اچھا لگتا ہوں؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ تمہاری

www.pklibrary.com

صورت اور سیرت دونوں شان دار ہیں۔"
"مگر میں تو اپنی صورت کے حوالے سے کمپلیکس کا شکار رہا ہوں۔" شارق کے لہجے میں بے یقینی تھی۔
"اچھی خاصی صورت تو ہے تمہاری۔" عائزہ نے بڑی ادا سے کہا۔
"عائزہ! ذرا غور سے دیکھو مجھے، جانتا ہوں تم یہ میرا دل رکھنے کے لیے کہہ رہی ہو۔"
"ہرگز نہیں۔ میں دل کی صاف گو ہوں۔ تم مجھے اچھے لگے تو میں نے تمہاری تعریف کر دی۔" وہ بڑے اعتماد سے بولی۔
ہفتے کے دن ان کا ہاف ڈے ہوتا تھا۔ چھٹی کے بعد وہ دونوں نزدیکی کیفے میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ باتوں کے دوران شارق نے اپنی ذہنی الجھن عائزہ کے سامنے رکھ دی۔
"میرے اکثر دوست مجھے احمق قرار دیتے ہیں۔"
"وہ تم سے جلتے ہیں، اس لیے ایسا کہتے ہیں۔" شارق کی الجھن کے جواب میں وہ بڑے اطمینان سے بولی۔
"تم کیا مجھے ذہین سمجھتی ہو؟"
"ہاں، بالکل۔ تمہاری جیسی ناک ذہین آدمیوں کی ہوتی ہے۔" ہکا بکا سے شارق نے اپنے طوطے جیسی ناک پر ہاتھ پھیرا۔
"چلو مان لیا تمہاری بات کو۔" غائب دماغی کے عالم میں شارق نے یوں ہی کہہ دیا۔ حالاں کہ اسے عائزہ کی باتوں میں ذرا سی بھی سچائی نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ چپ سادھے برگر اٹھا کر کھانے لگا تو عائزہ کے ایک اور انکشاف نے اسے چکرا دیا۔
"مجھے ایک بات تمہیں بتانی تھی، تمہارے اندر مقناطیسیت ہے جو مجھے کھینچتی ہے۔ تمہارا انداز گفتگو، اٹھنے بیٹھنے کا انداز مجھے اور لڑکوں سے منفرد لگتا ہے۔"
شارق خوش گمانی کی کیفیت میں تھا، باوجود اس کے کہ اسے عائزہ کی باتوں پر اعتبار نہیں تھا۔ گھر جا کر وہ بستر پر لیٹا کافی دیر غور کرتا رہا تھا، کیا واقعی عائزہ اسے جیسا سمجھتی ہے وہ ویسا ہی ہے۔ یہ بات تو اس کے علم میں تھی کہ عورتوں نے جن بھوت اور جانوروں تک سے محبت کی ہے۔ کبڑوں اور بونوں کو بھی دل میں جگہ دی ہے۔ ہوسکتا ہے عائزہ سچی ہو، میرے بارے میں۔ جیسا وہ کہتی ہے شاید میں اسے ویسا ہی دکھائی دیتا ہوں۔ مجھے اسے شادی کی پیش کش کر دینی چاہیے۔ شارق نے بہت سوچ کر یہ فیصلہ کیا تھا جس کا نتیجہ تھا آج وہ ایک ہو گئے تھے۔

☆☆☆

شادی کے ابتدائی دن تھے۔ وہ دونوں روز شام کو کہیں نہ کہیں گھومنے چل دیتے تھے۔ ایک روز عائزہ کی خواہش پر شارق اسے فلم دکھانے لے گیا۔ فلم میں ہیرو نے سرکس میں کام کرنے والے نوجوان کا کردار نبھایا تھا۔ فلم کے ایک سین میں ہیرو نے رسی کو پکڑ کر جھولتے ہوئے قلابازیاں کھانا شروع کیں تو شارق نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے عائزہ سے کہا۔
"فاخر سعید جیسے ادھیڑ عمر ہیرو کو لڑکیوں کے ساتھ یوں قلابازیاں کھاتے دیکھ کر میرا بھی دل چاہ رہا ہے کہ میں بھی کاش اس سین میں موجود ہوتا۔"
جواباً عائزہ نے بڑے لگاؤ سے شارق کو دیکھا اور اس کا ہاتھ دباتے ہوئے گرم جوشی سے بولی۔
"تم فاخر سعید سے اچھا پرفارم کر سکتے ہو۔ بشرطیکہ تمہیں اچھا ڈائریکٹر مل جائے۔"
عائزہ کی بات اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھی لڑکی نے سن لی تھی۔ پہلے تو اس نے شارق کے چہرے کی طرف دیکھا پھر اپنے شوہر کے کان میں کچھ کہا۔ وہ دونوں ہنسنے لگے تو شارق اس لڑکی کی جانب متوجہ ہوا۔ وہ لمبے قد کی گوری اور پرکشش نقوش کی حامل، دبلی پتلی سی لڑکی تھی۔ جس کا شوہر کیم شیم سا، گھنگھریالے بالوں والا نوجوان تھا۔ ان دونوں کو دیکھ کر نو بیاہتا جوڑا ہونے کا گمان ہو رہا تھا۔ دل میں اس جوڑے کو سراہتے ہوئے شارق دوبارہ فلم کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔
اگلے سین میں فلم کے ایک کردار نے کمال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شیر کو منہ کھولنے کا اشارہ کیا۔ جیسے ہی شیر نے اپنا منہ کھولا، اس کردار نے اپنا ہاتھ اس کے منہ میں رکھ دیا۔ بڑا خوف ناک منظر تھا۔ شارق نے

www.pklibrary.com

خوف سے آنکھیں بند کرلیں۔ عائزہ جس کی نظریں اسکرین پر تھیں، شارق کی حالت سے بے خبر تھی۔ شارق کے ہاتھ کو بھنچوڑتے ہوئے با آواز بلند کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ یہ سین ڈپلیکیٹ نے کیا ہوگا۔"

"ہاں، بالکل۔" شارق نے اس کی تائید کی۔

"میں اگر اس کردار کی جگہ ہوتا تو بغیر ڈپلیکیٹ کے یہ سین کرلیتا۔"

شارق کی اس بات کو سنتے ہی پاس بیٹھے جوڑے نے قہقہہ لگایا۔ شارق کو بے حد برا لگا۔ یہ اس کی کھلی توہین تھی مگر وہ پی گیا۔

پندرہ منٹ بعد فلم ختم ہوئی تو لوگ باہر نکلنے لگے۔ شارق کے برابر میں بیٹھا جوڑا ان کے آگے چل رہا تھا۔ عائزہ جسے شارق کی توہین بری لگی تھی، آگے بڑھ کر اس لڑکی سے مخاطب ہوئی۔

"اے محترمہ! زیادہ دانت نہیں نکالا کرو۔ کسی نے بتیسی نکال کر ہاتھ میں رکھ دی تو روتی پھرو گی، بڑی ہنسی آرہی تھی نہیں، ہم میاں بیوی کی باتوں کو سن کر۔ شکر کرو میں نے تمہیں چھوڑ دیا ورنہ وہیں ہال میں بیٹھے تمہارا منہ نوچ لیتی۔ شرم نہیں آتی، تم میاں بیوی کو کسی کا مذاق اڑاتے ہوئے۔"

قبل اس کے کہ وہ لڑکی کوئی جواب دیتی، اس کا شوہر بولا۔

"میڈم! ہم تو ایک چوہے پر ہنسے تھے، جو ہاتھی بننے کی کوشش کررہا تھا۔"

"اچھا، اور وہ چوہا میں تھا؟" شارق نے غصے سے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک سمجھے ہو تم۔" وہ دونوں بدتمیزی سے ہنسنے لگے تو عائزہ نے شارق کو ٹہوکا دیا۔

"بے ہودہ لوگوں کے منہ لگنے سے کچھ حاصل نہیں، چلیں یہاں سے۔"

"کیوں جاؤں؟ اس شخص کا تو میں منہ توڑ دوں گا۔" شارق نے اس کی بات کے جواب میں کہا۔

"ابے واہ بے چوہے....." اس شخص کے لہجے میں تمسخر پن تھا۔ اس کی بیوی ہنسنے لگی تو عائزہ جو حتی الامکان اپنے غصے کو قابو میں کیے ہوئے تھی، پھٹ پڑی۔

"اے محترمہ! زیادہ ہنسو نہیں۔ جانتی ہوں میں تم جیسی لڑکیوں کو۔ ہنس ہنس کر اور جملے بازی کرکے دوسروں کے شوہر پر ڈورے ڈال رہی ہوتی ہیں۔ چھچھوری، میرے شوہر کو اپنی طرف متوجہ کررہی تھی۔"

عائزہ کی بات سن کر شارق حیرت زدہ ہوگیا، وہ لڑکی چیخی۔

"کیا کہا تم نے؟ میرا شوہر مرگیا ہے جو میں اس چوہے کو لائن دے رہی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ میرا شوہر زندہ اور صحیح سلامت ہے۔"

اس کا شوہر شارق سے مخاطب ہوا۔

"اپنی بیوی کو لے کر یہاں سے چلتے پھرتے نظر آؤ، ورنہ میں تیرا وہ حشر کروں گا....."

"کیا کرو گے تم؟" شارق نے اکڑتے ہوئے پوچھا۔ وہ جھومتا ہوا شارق پر جھپٹنے کو تیار تھا۔ وہاں کھڑے لوگوں کو جیسے ہوش آیا، انہوں نے آگے بڑھ کر اس شخص کو دبوچ لیا۔

"شکر کرتو، آج ان لوگوں کی وجہ سے بچ گیا ورنہ تو میں تجھے نہیں چھوڑتا۔" موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شارق نے جملہ کسا اور عائزہ کے ساتھ ہوا کے دوش پر بائیک دوڑاتا وہاں سے روانہ ہوگیا۔

☆☆☆

"عائزہ! تم اپنی زبان کو قابو میں رکھا کرو۔ آج سینما کے باہر جو ہنگامہ ہوا اس کی ذمہ دار تم ہو۔ تمہاری غلط سلط باتوں میں آکر میں اس شخص سے پنگا لے بیٹھا تھا۔ میں امن پسند ہوں۔ مجھے جھگڑا فساد بالکل پسند نہیں۔" گھر پہنچتے ہی شارق نے اپنے دل کا غبار نکالا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم؟ تمہارا یہ روپ میرے لیے بالکل نیا تھا۔ تم اس ہاتھی نما شخص سے الجھتے ہوئے بچ رہے تھے بلکہ ایکشن ہیرو دکھائی دے رہے تھے۔ میں تو فدا....." عائزہ کیا کہہ رہی تھی۔ شارق کو سنائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کا دماغ تو عائزہ کی تعریفیں سن کر اس مچھیے میں پھنس گیا تھا کہ محبت میں گرفتار عورتوں کو کیا واقعی کچھ نظر نہیں آتا۔

☆☆

www.pklibrary.com

منعم ملک

نمکین پانیوں کا سفر

رات کی تاریکی میں بجلی بند ہونے پر دولڑکیاں چھپ کر کسی شادی میں شرکت کرنے نکلتی ہی۔ وہ کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتیں۔ شادی والے گھر میں جنریٹر چلا دیا جاتا ہے جس سے بھاگنے پر لڑکی کی چادر درخت سے اٹک جاتی ہے۔ ایک شخص بڑی حیرانی سے اس اجنبی لڑکی کو دیکھتا ہے جو چادر چھوڑ کر بھاگ گئی۔

پرفیوم گیلری میں شاپنگ کے بعد اس پر آشکار ہوتا ہے کہ وہ اپنے بیگ میں پیسے رکھنا بھول گئی ہے۔ شرمندگی سے عرق عرق ہوتے ہوئے اچانک ایک شخص آگے آ کر اس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ وہ اسے اپنا نام شائلہ بہادر خان بتاتی ہے جبکہ لڑکا اپنا نام خضر بتاتا ہے۔ خضر کو احساس نہیں ہو پاتا کہ وہ کس سے مل رہا ہے۔

مولوی حیات دین دار اور نفیس انسان ہیں۔ مسجد امام ہیں اور لوگوں میں ان کی بہت عزت ہے۔ مولوی حیات کی دو نیک سیرت بیٹیاں تاجور اور شکیلہ ہیں۔ وہ ان کے فرائض سے اپنی زندگی میں سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔

صدام اپنے دوستوں کے ساتھ کسی قصبے میں شادی میں شرکت کرنے گیا ہے۔ ایک صبح کچھ مبہم آوازوں کے تعاقب میں اسے ایک پری پیکر لڑکی نظر آتی ہے۔ صدام دل پھینک شخص ہے۔ وہ صبا خان کے حسن کے آگے دل ہار دیتا ہے۔ حاکم دو بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ حاکم کے مزاج میں حاکمیت اور سختی ہے۔ وہ اپنی چچازاد تاجور سے منسوب ہے جو مولوی حیات کی بیٹی ہے۔ حاکم کی ماں تاجور کی بہن شکیلہ اپنے بڑے بیٹے کے لیے چاہتی ہے۔ حاکم اور مولوی حیات کو اس پر اعتراض نہیں ہے۔

شائلہ بہادر خان انتہائی خوب صورت اور ملک کی معروف مصنفہ ہیں۔ خضر اور اس کے یونیورسٹی فیلو شائلہ کے ناولز

www.pklibrary.com

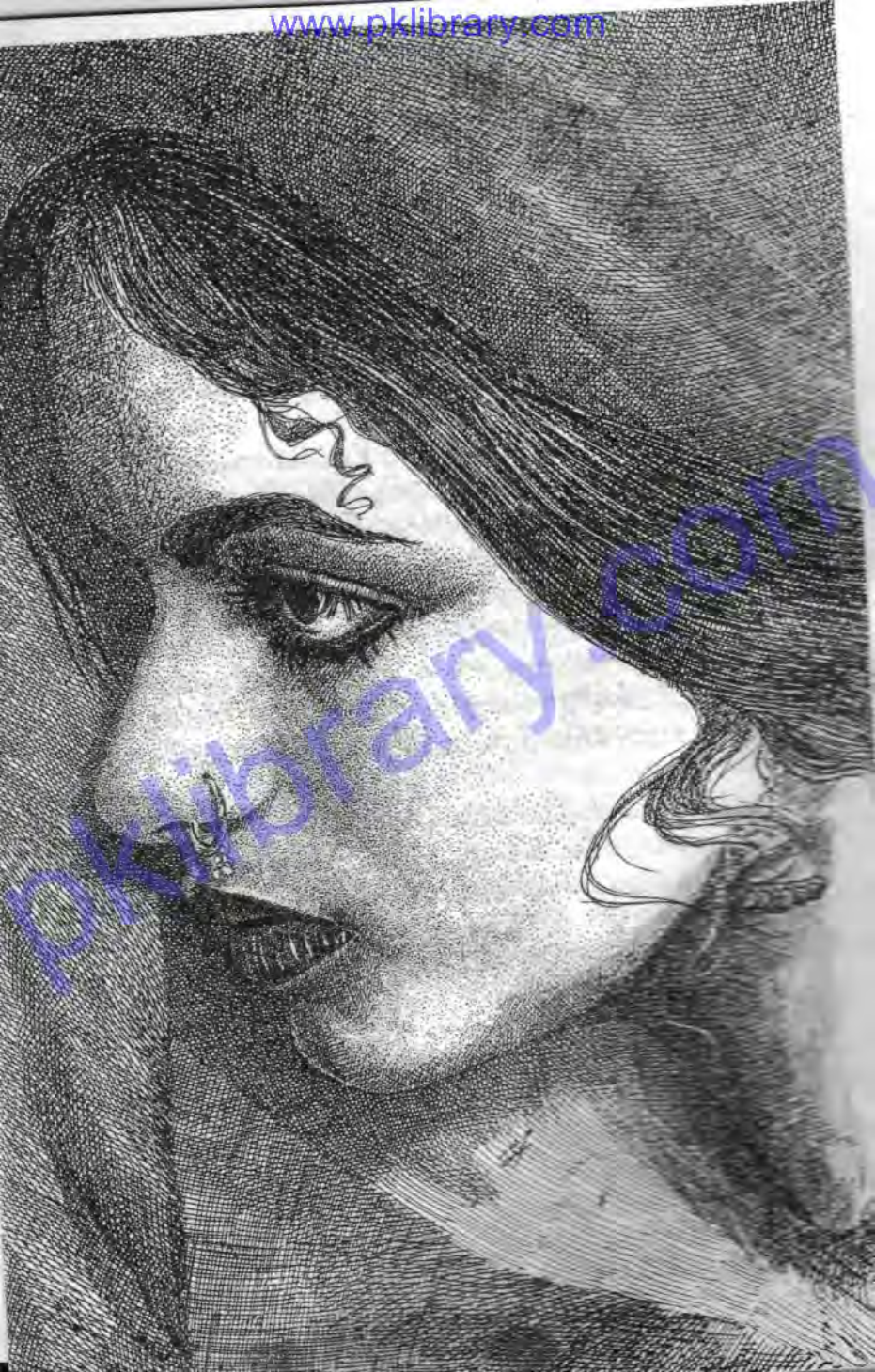

pklibrary.com

www.pklibrary.com

کے مداح ہیں۔ یونیورسٹی میں پلے ہو رہا ہے جس کے دوران انہیں علم ہوتا ہے کہ شائلہ بہادر خان مثل بہشت نامی گاؤں سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ دراصل خضر کا بھی گاؤں ہے۔ اچانک خضر کو یاد آتا ہے کہ وہ شائلہ بہادر سے شاپنگ مال میں مل چکا ہے۔ سب کو زوردار جھٹکا لگتا ہے۔ خضر اس اتفاق پر خوش گوار حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مولوی حیات کا دروازہ بجتا ہے تو شکیلہ کھولتی ہے۔ باہر ان کا خالہ زاد دستگیر موجود ہے۔ شکیلہ اسے باپ کی موجودگی میں آنے کا کہتی ہے، وہ مسکرا کر جانے لگتا ہے کہ حاکم دیکھ لیتا ہے اور فوراً شک و شبہات میں گھر جاتا ہے کہ دستگیر کا اس کی منگیتر یا پھر دوسری بہن کے ساتھ چکر چل رہا ہے۔

یمی اور ثانیہ دو بہنیں ہیں۔ ان کی اور تایا جان کی فیملی ساتھ میں رہتی ہے۔ تائی جی یمی سے خار کھاتی ہیں۔

صدام صبا خان سے ملنے رات کی تاریکی میں اس کے گھر جا پہنچتا ہے۔ صبا خان اسے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاتی۔ وہ اسے پروپوز کرنا چاہتا ہے کہ تب ہی زور سے دروازہ بجا۔ صبا بوکھلا کر اسے فوراً نکل جانے کو کہتی ہے۔ وہ آنے والے شخص کو اپنا شوہر بتاتی ہے۔

حاکم نیلم کو کہتا ہے کہ وہ تاجور کو حاکم سے ملاقات کا پیغام جا کر دے۔

حاکم نکاح سے قبل تاجور کے کردار کو جج کرنا چاہتا ہے۔

تاجور حاکم کی خواہش جان کر دکھی ہو جاتی ہے اور مولوی حیات کو اعتماد میں لے کر ان کے ساتھ حاکم سے ملنے اس کے گھر چلی جاتی ہے۔ حاکم تاجور کے اس قدم پر شدید بے یقینی اور خجالت کا شکار ہو جاتا ہے۔

یمی اپنے تایا زاد معین سے بچپن سے منسوب ہے۔ یمی کے بزرگ لڑکیوں کو ڈھیل دینے کے حق میں نہیں البتہ شائلہ بہاد کے گھر جانے پر زیادہ پابندی نہیں۔ شائلہ اور یمی گہری سہیلیاں ہیں۔ ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم۔ دونوں کے درمیان کہانیاں لکھنے سے لے کر ہر چھوٹی بڑی بات ڈسکس ہوتی ہے۔ دونوں میں کچھ ڈھکا چھپا نہیں۔

تاجور کی شادی حاکم سے انجام پا جاتی ہے۔ شادی کی پہلی رات حاکم اپنی شکی طبیعت کے باعث تاجور سے دستگیر کے متعلق اس کے کردار پر سوال اٹھا کر بے حد دکھی کر دیتا ہے۔ وہ اس کی صفائی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بہت سے احکامات دیتا ہے۔

خضر شائلہ کو کتاب بھیجنے کی آڑ میں ایک خط لکھ کر اس سے ملاقات کرنے کی درخواست کرتا ہے۔

صدام جو کہ حاکم کا بھائی ہے۔ نکاح کی ترغیب دینے پر اپنے دوست سے تلخ کلامی کر بیٹھتا ہے۔ بات ہاتھا پائی پر جا پہنچتی ہے اور اس کا دوست اپنی بے عزتی پر صدام کے کردار کی سیاہی سب کو دکھانے کا عہد کرتا ہے۔

تیسری قسط

بھولتا کون ہے
وقت کے گھاؤ کو
ہجر کے تند طوفان کی بے یقیں لہر میں
وصل کے خواب کی ڈوبتی ناؤ کو
بھولتا کون ہے
بھولتا کون ہے
اپنے قاتل کے خد و خال کو
دکھ اٹھاتے دنوں اور ماہ و سال کو
بھولتا کون ہے

بھولتا کون ہے
عمر کی شاخ پر کھلنے والی اُس اک اولیں شام کو
بے سبب جو لگا ہے اُس الزام کو
پھر ترے نام کو
بھولتا کون ہے!

''دکھ'' جھٹپٹے کے نرم رُو دریا کی مانند اُس کے اندر بہہ رہا تھا...... غروبِ آفتاب کے کرب جیسی آتشی سرخی اُس کی آنکھوں میں اُتری ہوئی تھی۔ پلکوں کے کنارے خون چھلکاتے تھے۔ رات سیاہ بانہیں کھولے

www.pklibrary.com

تھی..... اور وہ اس مشک فام خول میں اُترنے سے کہیں پہلے درگور ہو چکی تھی۔

وہ "وہ" ہو گئی تھی..... جو پہلے نہیں تھی.....!

کسی ناکردہ جرم کی سزا کے بوجھ سے جھکی اُس کی گردن ٹوٹنا چاہتی تھی مگر حلق میں اذیت کا سریا گڑا تھا..... سرکتا وقت عذاب تھا..... آنے والا کرب مسلسل.....

ایک سسکی اُس نے دل میں دبالی، سینے میں چھپالی۔ اجنبی چہروں کی آمد شروع ہونے کے ساتھ ہی گنتی ہو چکی تھی..... عورتیں اُس پر نگاہیں گاڑھ کر واپس نشستیں سنبھال گئی تھیں..... کسی نے تنقید کی..... ایک آدھ تعریف ہوئی..... تو اُس کو کیا فرق پڑا؟

"لڑکی تو اچھی ہے شکل سے بھی ایسی نہیں لگتی..... لیکن حیرت ہے اب خوشی تو نام کو نظر نہیں آرہی؟" چہ میگوئیاں ہوئیں۔ بے کار رہیں.....

"ہاں یہی آنکھوں سے اب کیا ثابت کرنا چاہتی ہے۔ جیسے بے بس ہو مجبور ہو، حالانکہ سیدھا عشق کا چکر ہے....." ناگواری دکھائی گئی۔ بے سود گئی.....

"نہایت افسوس کا مقام ہے، اس کے نکاح سے زیادہ تو کسی میت پر شور ہوتا ہے....."

"شادی پسند کی ہی ہے اور رضا مندی سے ہو رہی ہے، ورنہ یوں راتوں رات ..... توبہ یہ ڈھونگ۔" کتنی بھنبھناہٹیں سماعتیں مجروح کرتی رہیں۔ کیسے نشتر چبھے، اُس کے لیے سب بے معنی تھا۔ زندگی میں کسی چیز سے فوق تب پڑتا ہے جب کچھ مفہوم باقی رہ گئے ہوں..... اُس کے لیے تو کچھ نہیں بچا تھا۔ یہ جملے بھی کسی کام کے نہیں تھے۔

مدھم سی روشنیوں میں قریب بیٹھے شخص کے وجود سے اُٹھتی مہک اُس کے وجود کا ساتھ ہونے کا احساس دلا رہی تھی۔ کمرے کا سکوت اس قدر خطرناک تھا کہ شور بولنے سے خائف ہو رہے تھے..... وہ تمام گویا کسی "ساؤنڈ لیس ورلڈ" کے قیدی بن چکے تھے۔

ایسے میں اس کی رضا مندی جاننے کے لیے نکاح خواں کی آواز اُبھری تو اُسے زبان کی اجنبیت کا بے تحاشا احساس ہوا۔ پہلی بار چونک کر اُسے قریب بیٹھا شخص محسوس ہوا تھا جس کے نام ہونے کے لیے وہ پکاری جا رہی تھی..... کیا وہ اس قابل تھا کہ اُسے ہمیشہ کے لیے اپنا بنالی لڑکی اپنی قسمت پر یوں نوحہ کناں ہوتی؟

لیکن سے کی چکراتی سوئی عین درمیان سے ٹوٹ چکی تھی اور وقت ساکت تھا..... نمکین پانیوں کا پھندہ اُس کے گرد تنگ پڑنے لگا۔

ماں نے کتنے یقین سے کہا۔ "کم از کم وہ تمہیں خوش رکھ لے گا....."

کاش وہ خوش ہو سکتی..... کاش انسان کبھی رونا نہ سیکھے..... لیکن ہنسی سے پہلے رونے کی یاری آتی ہے۔ پیدا ہوتے ہی رونا..... اب وہ رو رہی تھی۔ بے تحاشا رو رہی تھی۔

دنیا تنگ تو نہیں پر اس کے لیے تھی..... اس کے لیے تنگ ہو رہی تھی۔ کوئی غیر مانوس سی زبان، عجیب سے بیان، اُس کی زبان صرف ہلتی گئی۔

"آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

"جی....." ایک سرسراہٹ، سسکی، آہ۔

"آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟" وہی زخم اور زخم کو گہرا کرتے نوکیلے الفاظ، رضا مندی۔

"قبول....." فقط درد، غراہٹ اور تیز تیز کٹتا حلق۔ اُس کے دستخط کے لیے کاغذ سامنے آئے تو ہر منظر دھندلاتا گیا۔ بچپن..... لڑکپن..... گھر..... گھر کے مکین..... کوئی خواب سی خوشی..... ایک بے یقین سا ہراس..... ایک بھیانک زندگی اور وہ..... وہ.....

بس یہیں آکر دل کو کچھ ہوا۔ لگا وہ زندہ ہے..... احساسات کی پہچان رکھتی ہے۔ ورنہ ساتھ بیٹھے شخص سے تو کوئی شکوہ نہ تھا۔ عجیب بات تھی کہ جس طرف سارے حق جا رہے تھے اسی سے کوئی حساب ہی نہیں نکلتے تھے۔ لحظہ بھر رک کر اُس نے

www.pklibrary.com

دستخط کردیے.....

پہلے وہ کسی کی نہیں تھی اور اپنی تھی۔ اب کسی اور کی ہوئی تھی اور اپنی نہیں رہی تھی..... تو مرگھٹ پار کھڑے رہ کر اُس نے آخری لکڑی بھی خود پر ڈالی تھی۔

جیسے سوہنی دھرتی کو قدم قدم آباد رہنے کی دعا ہے

ایسی ہی کوئی ایک دعا اُس کے لیے دے کوئی.....!!

☆☆☆

کبڑے ہوتے دن کی باسی دھوپ کپاس کے کھیت پر پھیلی اُونگھ رہی تھی۔ کپاس کی لکڑیاں آبنوسی، اور پتے جھڑ کر عریاں کر چکے تھے..... اس لیے کہ کپاس آخری بار چن لینے کے بعد اب لکڑیوں کی کٹائی ہو جانی تھی۔ ہلکی ہلکی تپش والی دھوپ میں کہیں کہیں دھان کے کھیت میں سریوں کی بڑی بڑی گٹھڑیاں باندھ کر رکھی نظر آ رہی تھیں..... جو دھوپ میں مزید خشک ہو کر پیلی زرد ہو گئی تھیں۔ عصر نماز کی ادائیگی ہو چکی تھی۔

ایسے میں چلتی ہوا مولوی صاحب کے سامنے رکھے کلام حق کے صفحات دھیرے دھیرے پلٹائے جاتی تھی۔ وہ آنکھیں بند کیے بے آواز کلام حق کو درمیان میں سے دہرا رہے تھے۔ ظہر کے بعد سے آئے بستی کے بچے عصر کی اذان کے ساتھ ہی قرآن پاک کا سبق یاد کر کے چلے جایا کرتے تھے اور معمول کے مطابق ڈوبتے سورج کے ساتھ مولوی صاحب ضرورت کے تحت آئے لوگوں پر دم کیا کرتے تھے۔ اس وقت مسجد کی پُرسکون فضا میں کامل خاموشی تھی۔ اکثر نمازیوں کے چلے جانے کے بعد چند وجود ہی تھے جو آنکھیں موندے ذکر میں مشغول تھے۔

مولوی حیات نے کچھ لمحوں بعد آنکھیں کھولیں اور مقدس کتاب کو عقیدت سے چوم کر سینے پر لگایا۔ اُن کے کسی عمل میں عجلت یا بے چینی نہیں بلکہ ٹھہراؤ تھا۔ البتہ اُن سے کچھ ہی فاصلے پر موجود شخص کی حالت اُسے غیر آرام دہ ظاہر کر رہی تھی۔ مولوی صاحب نے اُسے محسوس کیا تو آہستگی سے اپنے پاس بلایا۔ وہ شخص اسی بستی کا باشندہ تھا۔

"کیا بات ہے اسفند یار! کوئی دقت ہے؟"

اُن کے اس طرح استفسار پر وہ لحظہ بھر کو شرمندہ سا نظر آیا جبکہ باقی نفوس متوجہ ہو گئے تھے۔

"تکلیف کے لیے معذرت مولوی صاحب، بات ہی کچھ ایسی ہے کہ کہتے ہوئے لاج آتی ہے مگر کہے بنا چارہ بھی نہیں....."

اُس کی ہچکچاہٹ پر مولوی حیات کو بے چینی ہوئی۔

"آپ نے جو بھی کہنا ہے کھل کر کہہ دیں..... کیا میری ذات سے آپ کو کوئی پریشانی پہنچی؟"

"نہیں نہیں مولوی صاحب! کیوں گناہ گار کرتے ہیں۔" وہ بے ساختہ گویا ہوا تھا۔ "آپ کا وجود بھلا ہمارے لیے پریشانی کا سبب بن سکتا ہے..... دراصل بات آپ کے داماد کے متعلق ہے۔"

وہ نظریں جھکائے سچی آواز میں بولا تو مولوی حیات چونکے۔ ایک نظر اُنہوں نے پچھلی صف میں بیٹھے مردوں پر ڈالی تھی۔

"مجھے فکر ہو رہی ہے اسفند یار..... حاکم نے کچھ کیا ہے؟"

"حاکم نے نہیں مولوی صاحب یہ صدام کی بات ہو رہی ہے..... دراصل جب سے سنا ہے کہ آپ اپنی چھوٹی صاحبزادی کا ہاتھ بڑے بھتیجے کے ہاتھ میں دینے کا فیصلہ کیا ہے تو سوچا آپ کو باخبر ہونا چاہیے....." وہ لمحے بھر کے توقف کے بعد گویا ہوا۔

"ہم سب جانتے ہیں کہ آپ کی صاحبزادیاں ماشاء اللہ بہت صالح بچیاں ہیں..... لیکن آپ کا یہ بھتیجا بہت عیاش اور کردار کا ہلکا ثابت ہوا ہے....."

"اسفند یار....." مولوی صاحب کی آواز میں ہلکی سی لرزش واضح ہو گئی۔ اُن کے چہرے کے تاثر میں فرق آیا تھا۔

"میں الزام تراشی کا سوچ بھی نہیں سکتا.....

www.pklibrary.com

لیبن حاکم کی شادی سے قبل صدام اپنے کسی سنگتی کے قصبے شادی کے لیے گیا تھا اُس کے ساتھ میرا پتر بھی تھا۔ وہاں صدام نے نہ صرف کسی عورت کو چھیڑا بلکہ رات کو اُس شادی شدہ عورت کے گھر میں جا گھسا..... عین وقت پر خاتون کا شوہر بھی آ پہنچا اور ہاتھا پائی ہوئی مگر صدام اچھی قسمت کے ہاتھوں بھاگ کھڑا ہوا۔"

غور سے سنتے مولوی صاحب کے کانوں میں گویا پگھلا سیسہ انڈیل دیا گیا تھا۔ وہ ساکت وجود کو حرکت میں نہ لا سکے۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس شخص کو دیکھنے لگے جو وہ کہہ رہا تھا وہ ایسا کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے.....

"یہ سب میرے بیٹے نے مجھے بتایا میں نے بڑی لعنت ملامت کی جی کہ جوان اولاد کا کیا بھروسا..... مگر وہ نہیں کھاتا ہے کہ وہ شامل نہیں تھا۔ اس سے پہلے بھی صدام کو میں نے خود مشکوک حرکات میں دیکھا ہے۔ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں مگر سوال آپ کی بچی کا بھی ہے تو رہا نہیں گیا..... آپ اُسے سمجھائیں کہ راہ راست پر آجائے ورنہ کوئی بڑا فیصلہ کرنے سے پہلے سوچ ضرور لیجیے گا۔"

"یہ بھی نہیں کہ اس واقعے کے بعد وہ سدھر گیا ہو۔ دانتوں کو ایک بار رت لگ جائے تو پھر لت آسانی سے نہیں چھوڑتی..... اور ان برائیوں میں دھنسا انسان اپنی ازدواجی زندگی کیسے گزارے گا یہ آپ کے سامنے روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ آپ خود عاقبت اندیش ہیں۔"

کہنے کو بات تھی۔ ہوگئی۔ مگر مولوی صاحب کے دل پر کیا گزری کسی کو ادراک نہ ہوا۔ وہ جھکی نظریں اُٹھا نہیں پا رہے تھے۔ ساری زندگی اُنہیں یہ اندیشہ رہا تھا کہ ان کی ذات سے کسی کو شکوہ ہو نہ کوئی دکھ پہنچے..... یہ تو بھول ہی گئے تھے کہ کون کون سے حوالے اُن کی ذات سے جڑے تھے اور یہ تو اُنہیں ہرگز گوارا نہیں تھا کہ کسی دوسرے کی وجہ سے لوگ اُن پر آواز اُٹھائیں..... یا گلہ کرنے آئیں۔ اُنہیں لگا جیسے بھرے بازار میں سب سے غلیظ گندگی اُن پر اُچھال دی گئی ہو۔ کسی نے کراہیت سے نوکیلے پتھر کھینچ مارے ہوں..... یا جیسے انگاروں سے دہکتا تھال پھینکا گیا ہو..... گناہ اور وہ بھی ایسا جس کے لیے خود قدرت نے واضح احکامات دیے ہیں۔

مولوی حیات کے وجود کے گرد الاؤ بھڑک گئے۔ سینے میں اُٹھتی ٹیس مٹھی بھینچ کر اُنہوں نے سہی.....!

☆☆☆

"پریم ریت کو بہت اچھے قاری ملے ہیں۔ وہ کیا کہتی تھیں تم خواب اور لوری جیسی کہانیوں کے بارے میں کہ ان کا سحر کوئی نہیں توڑ پائے گا..... لیکن یہ شائلہ بہادر کا نام ہے، ریکارڈ بنا کر ریکارڈ خود توڑ دینا۔" شائلہ نے فخر سے یہی کے یہ بات گوش گزار کی اور پانی کے چند چھینٹے اس کی جانب اُڑائے۔

"ہاں بھئی، شائلہ کے قارئین ہیں شائلہ صاحبہ ہی انہیں جانتی ہوں گی۔ میں تو اپنی پسند سے آگاہ کیا تھا..... لیکن یہ بات بھی ماننی پڑے گی کہ ہر پہلی چیز کی جگہ دوسری آکر ضرور لے لیتی ہے اسی لیے ایک کے بعد دوسری تحریر....."

"ہاں لیکن کچھ چیزیں توقع سے زیادہ بھی پسند کر لی جاتی ہیں۔ وہ جیسے منڈیروں پر پڑے خواب کی آخری لائن تھی، میں نے سوشل میڈیا پر اکثر جگہ گھومتی چکراتی دیکھی ہے..... لیکن نئی مخلوق کے عجیب و غریب ناموں کے ساتھ۔" شائلہ ہنس پڑی۔ وہ دونوں اپنی تحریروں کے اقتباس دوسروں کے نام سے دیکھ کر ہر دفعہ ہنستی رہتی تھیں۔

"یہ بھی ایک طرح کی پسندیدگی ہے لیڈی شائلہ..... آپ سے محبت کے اظہار کے طور پر لوگ آپ کے لکھے پر اپنا نام لگا دیتے ہیں۔" وہ شرارت سے بولی اور لیڈی شائلہ نے لیپ ٹاپ اپنی سمت کھینچا۔

"میں تمہیں کچھ دکھاتی ہوں..... مختلف گروپس میں ہماری تحریروں کی پوسٹ لگی ہوئی ہے اور لوگوں

www.pklibrary.com

کے کمنٹس ..... ہمارے لیے شائلہ کی کہانیاں باعث سکون اور مسرت ہیں۔ میری کتابیں ان کے سرہانے موجود ہوتی ہیں اور انہیں لوری بھی سنائی ہیں۔" ہاتھ پونچھ کر اُس نے اُوپن کا بٹن دبایا۔ سیمی اس کے سامنے آ کر بیٹھی۔

"ماشاء اللہ! اللہ تمہارے قلم میں مزید برکت ڈالے..... ابھی تو شائلہ نے اس میدان میں خوب ترقی کرنی ہے۔" اس کے مسکرانے پر شائلہ نے قہقہہ لگایا۔

"ہاں اگر تمہارا ساتھ شامل حال رہا..... تو بہت سے ریکارڈ بنائیں گے اور بہت سے ماسٹر پیس تخلیق ہونے کے لیے ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے ہیں۔"

"میں نے کہاں جانا ہے ..... میں تمہارے ساتھ ہوں ہمیشہ۔" سیمی نے محبت سے کہا اور روشن اسکرین کی طرف دیکھنے لگی جہاں شائلہ پاسورڈ ڈال کر لاگ ان ہو رہی تھی۔

"یہاں بیڈ پر آ کر بیٹھو..... آج موووی بھی مکمل دیکھنی ہے۔" اُس نے ساتھ ہی فلیش ڈرائیو سائیڈ میں لگائی۔

☆☆☆

دروازہ دھاڑ سے کھلا اور لکڑی کے پٹ دہلیز کے گرد لڑکھڑا کر رہ گئے۔ کچے گھر کے اس وسیع آنگن میں زردے اور پلاؤ کی خوشبو چکرا رہی تھی جس نے مولوی حیات کو مزید دکھ سے دوچار کر دیا۔ کسی بات پر ہنستی تاجور نے جھٹکے سے سر گھمایا اور ابا کو دیکھ کر ہاتھ بے اختیار دل پر رکھا تھا۔

"یا اللہ خیر....." وہ مکلاوے کی رسم کے لیے آئی ہوئی تھی۔ شکیلہ نے ریت کے مطابق دو تین پکوان بنائے تھے۔ وہ بھی پریشان ہو اُٹھی۔

"مولوی چچا خیال سے..... اس عمر میں ایسی بھی کیا عجلت....." نگیم نے بے تکلفی سے ہنس کر آواز لگائی۔ ابا میاں دروازہ بند کر کے پلٹے تو تاثرات میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ اُنہیں ضبط کرنا نہیں آ رہا تھا۔ سرخ چہرہ، بھینچے لب اور بلا کی سنجیدگی، وہ غصے میں بہت کم نظر آتے تھے۔ لیکن اس بار کچھ بہت غیر معمولی تھا۔

"بھابھی سے ملنے کی بے تابی اپنی جگہ مگر بڑھاپے میں....."

"نیلم....." تاجور نے بے ساختہ پکار کر اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ جانتی تھی کہ ابا اس وقت کس کیفیت کا شکار ہیں..... نیلم ناسمجھی کے عالم میں اُسے دیکھتی چپ کی چپ رہ گئی۔

"شکیلہ! پانی لے کر آؤ....." تاجور نے اشارہ کیا اور وہ فوراً بھاگی۔ کچھ دیر قبل ہی تو ابا گئے تھے..... ٹھیک ٹھاک اچھے بھلے، کتنا خوش تھے تاجور کو مسکراتا دیکھ کر اور اب ایسا اُبلتا غصہ۔

"ابا! کیا ہو گیا ہے؟" وہ چارپائی پر آ کر رخ موڑ کر بیٹھ گئے تو تاجور نے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ پریشانی چہرے سے عیاں ہو رہی تھی۔

"سب خیریت ہے نا؟" اُس نے پھر بڑی اُمید سے پوچھا۔ وہ بول نہیں رہے تھے..... شکیلہ کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ آگے بڑھ کر پانی پکڑا دے۔

"جن لوگوں سے ہمارا واسطہ پڑ گیا ہے اُن کے ہوتے ہوئے خیریت رہ سکتی ہے ....." وہ مٹھیاں بھینچے رنج و غصے سے کہہ رہے تھے۔ تاجور نے پانی کا گلاس لیا۔

"آپ یہ پانی پئیں ابا..... پھر بات کرتے ہیں۔" اس نے منت سے گلاس تھمایا تو ابا انکار کرنا ترک کرتے ہوئے اور چند گھونٹ لے کر گہری سانسیں لینے لگے۔ تاجور اُن کے قریب چارپائی کے کنارے پر ٹک گئی۔

"ساری زندگی ایک عزت ہی کمائی تھی چار لوگوں کے بیچ..... اب وہی چار لوگ جگہ جگہ بیٹھ کر ہنسیں گے کہ یہ ہے مولوی حیات جو خود تو اللہ کی راہ میں دوسروں کو بلاتا ہے اور اپنا کنبہ بے حیائی کے سارے درجے عبور کر رہا ہے۔ تف ہے....."

"ایسا کیا ہو گیا ہے آخر اور لوگوں کی کیا مجال ہے کہ وہ آپ پر اُنگلی اُٹھائیں..... ایسی باتیں نہ

www.pklibrary.com

کریں ابا! خدا کے لیے۔" تاجور تڑپ کر رہ گئی تھی۔

"جب اپنے ہی کرتوتوں کے پورے ہوں تو کیوں نہیں ہوگی لوگوں کی مجال..... مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ ایسے غلیظ شخص کو میں نے پہچانا کیسے نہیں۔ اُس اسفندیار نے سچ کہا کہ دانتوں کو رت لگ جائے تو حلال راس کیسے آسکتا ہے..... اس لیے اُس نے شادی سے انکار کردیا تھا۔" وہ حقارت سے نیچے دیکھتے لفظ چبا چبا کر بول رہے تھے۔ خاموش تماشائی بنی نیلم ذرا سا آگے آئی۔

"کس کی بات ہورہی ہے..... کیا صدام بھائی کی؟"

"صدام بھائی....." نیلم کی تیوری بنتے دیکھ کر تاجور کے لبوں سے سرگوشی کرتا نکلا۔ شادی سے انکار تو اسی نے ہی کیا تھا لیکن اس کا مقصد.....؟

"ہاں تمہارے سردار بھائی صدام کی....." ابا حد درجہ تلخی سے گویا ہوئے۔ "جس نے اعزاز کا وہ تاج سر پر رکھ لیا کہ جس سے سر کندھا جھک گیا ہے۔ کسی بات کا لحاظ نہیں کیا اُس نے، بے غیرتی وہ بھی ایسی سرعام کہ لوگ اُٹھ اُٹھ کر گواہیاں پیش کریں....."

"کیا کردیا ہے اُس نے؟" نیلم کی پیشانی پر ان گنت بل پڑ گئے۔ اُس کا چہرہ تصدیق ہونے کے ساتھ ہی ریت کی مانند تپنا شروع ہوگیا تھا۔

"جا کر اُسی سے پوچھو کہ کیا کردیا ہے..... شاید جوان بہن کے سامنے اعتراف کرنے سے پہلے کہیں ڈوب کر مرجائے۔ مجھے تو یہ بتاتے ہوئے بھی شرم آرہی ہے....."

"بس کریں چچا! کیسی بات کررہے ہیں آپ، دو ہی تو بھائی ہیں میرے، آپ کا دل نہیں کانپ رہا..... میں آپ کو اس طرح سے بولتا دیکھ کر چپ نہیں رہوں گی۔ مجھے اپنے بھائیوں سے زیادہ کچھ عزیز نہیں ہے۔"

"نیلم....." تاجور نے سختی سے اُسے تنبیہہ کی۔ لیکن وہ اسے خاطر میں لائے بغیر بولی۔

"مجھے بھی اسی طرح تکلیف ہورہی ہے ابا بھی، اپنے ابا سے کہیے جو نجانے کہاں سے جھوٹی سچی باتیں سن کر بغیر کچھ بتائے بولتے جارہے ہیں۔"

"جھوٹی باتوں میں بھی سچائی کی آمیزش ہوتی ہے تو کوئی گلہ کرنے آتا ہے۔ اتنی بڑی بات کسی کو نہیں پڑی کہ وہ مجھے آکر کہیں..... وہ بھی میری بھلائی کا سوچ کر۔"

"بھلائی کا سوچ کر نہیں، یہ خیال کر کے کہ آپ کے بیٹے تو نہیں ہیں اس لیے آپ فوراً یقین کرلیں گے۔ آپ کی جگہ اگر میں ہوتی تو منہ بھی توڑ کر رکھ دیتی۔" اس کی آواز بتدریج بڑھتی جارہی تھی۔ تاجور اور شکیلہ کو بہت برا محسوس ہورہا تھا۔

"نیلم! تم چپ رہ سکتی ہو؟" تاجور نے ڈانٹ کر کہا

"تو ان سے کہیں کہ سب صاف صاف بتا دیں۔"

"بولنے سے پہلے اتنا سوچ لو کہ کیا وہ اس قابل بھی ہے۔" ابا نے اب نیلم کو دیکھا۔ "تم لوگ مجھے اپنے بچوں کی طرح عزیز ہو لیکن جا کر پوچھو اپنے بھائی سے کہ اپنی راتوں کی سیاہی کیسے کاموں سے اپنے اعمال نامے پر چڑھاتا رہا ہے..... اور یہ میں جھوٹ نہیں گھڑ رہا اسی کے دوست نے ہی سچائی اُگل دی ہے کہ تمہارا شریف بھائی کسی شادی شدہ عورت کے گھر غلط ارادے سے پکڑا گیا ہے..... مار پیٹ کر اُسے باہر نکالا گیا ہے۔ ذرا سی بھی شرم اُس میں باقی ہوئی تو اس بات سے چہرے کا رنگ سب کچھ کھول دے گا۔ اور تمہارے سامنے وہ نظریں بھی نہیں اُٹھائے گا۔ جاؤ....."

وہ ساری بات کہہ کر ایک نظر نیلم پر ڈال کر دوسری سمت دیکھنے لگے۔ کچھ پل کے لیے کوئی کچھ بول نہیں سکا..... تاجور دم بہ خود رہ گئی تھی۔ پھر نیلم ہی چلا اُٹھی

"یہ سب غلط ہے، میرا بھائی کچھ نہیں کرسکتا..... لوگوں کو شرم نہیں آتی بات بناتے ہوئے۔

www.pklibrary.com

اور آپ ہمیں اپنی اولاد مانتے ہوتے تو سامنے والے کا منہ توڑ دیتے..... یوں چپ چاپ آ کر یہ بات نہ کر رہے ہوتے۔ آپ نے بہت مایوس کیا ہے چچا ....."

"آواز نیچی رکھو نیلم۔" وہ دبی آواز میں ڈپٹ کر بولے۔ "جھوٹ اور سچ کا فرق مجھے معلوم ہے..... اگر میرا اپنا بیٹا ہوتا تو خدا گواہ ہے میں اس کا زیادہ برا حال کرتا، وہ میرا سگا بیٹا نہیں اس لیے صرف برداشت کر رہا ہوں۔ اپنا غصہ یہاں نکالنے کے بجائے بھائی سے جا کر باز پرس کرو۔ تم اُن پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کر سکتی ہو میں نہیں....."

"اعتبار نہیں ہے لیکن بیٹی تو آنکھ بند کر کے اُسی کے بھائی کو تھما دی..... اُس وقت تو کچھ نہیں سوجھا، برے ہی ہیں میرے بھائی تو یہ پہلے سوچ لیتے۔" نیلم بدتمیزی میں دو ہاتھ آگے نکل آئی۔ تاجور سے برداشت نہ ہوا

"نیلم! چپ کر جاؤ..... جا کر اندر بیٹھو میں آتی ہوں۔" اُس کا بازو پکڑ کر تاجور نے اُسے اندر کی طرف اشارہ کیا۔

"بیٹی میں نے جس کو دی ہے وہ کم از کم بدکردار نہیں ہے..... اور یہ سوچ اپنے ذہن سے نکال کر جاؤ کہ میں دوسری بیٹی بھی آنکھ بند کر کے رخصت کر دوں گا۔" ابا کا لہجہ اتنا ٹھوس تھا کہ نیلم کے چہرے کی رنگت بدلنے میں لمحہ نہ لگا۔ وہ نہایت سرد مہری سے پس پردہ کیا کہہ گئے تھے کسی کو سمجھنے میں دقت نہیں ہوئی ..... نیلم نے بازو چھڑایا۔

"واہ! بہت خوب۔ تو بات یہاں تک آ پہنچی ہے..... ہم کوئی منت کر کے آپ سے مانگنے تھوڑی آئے تھے جو....."

"نیلم! تم حد سے بڑھ رہی ہو..... میں نے کہا نا جاؤ تم اندر۔"

"اب اندر نہیں باہر جانے کا وقت ہے۔ میں مزید یہاں ایک پل نہیں رکنا چاہتی۔ چلیں یہاں سے....." ایک نظر مولوی حیات پر ڈال کر وہ تن فن کرتی باہر جانے لگی۔ تاجور نے بے چینی سے اُسے پکارا..... مگر آدھے صحن کو عبور کر کے وہ مڑی۔

"بھابھی..... تم نے آنا ہے کہ نہیں؟" بھائی کی طرح اُس کی آنکھوں میں کاٹ تھی۔ تاجور نے لب کچلے۔

"تمہارے بھائی مجھے لے جائیں گے ..... اُنہیں بھیجنا۔" وہ بے بسی سے بولی۔ اس وقت وہ ایسے نہیں جا سکتی تھی، ابھی تو آئی تھی۔ ابا کا دل دکھ جاتا..... ابھی تو وہ خود بھی دکھی ہو رہی تھی۔

"سوچ لے تمہاری، لے جائیں گے بھائی آ کر....." ترش لہجے میں کہہ کر پاؤں پٹختی وہ چلی گئی۔ آنکھوں میں تاجور کے لیے کھلی دھمکی تھی۔ تاجور کے چہرے پر بے چارگی پھیلنے لگی..... ایک طرف ابا اور دوسری طرف سسرال..... دل دودھاری تلوار پر ننگے پاؤں چلنے لگا تھا۔ وہ بے اختیار ابا کی طرف بڑھی۔

"میرے پیارے ابا معاف کر دیں....." اُس نے اُن کے کندھے پر اپنی پیشانی ٹکا دی۔ ابا میاں کی آنکھوں میں نمی پھیل رہی تھی۔

"تم کیوں معافی مانگ رہی ہو میری جان۔ اس کی باتوں سے مجھے کچھ فرق نہیں پڑتا، جس سے پڑتا ہے وہ....." وہ بات پوری کیے بغیر چپ ہو گئے۔

"آپ کا دل دکھا ہے ابا، میں محسوس کر سکتی ہوں۔" تاجور کا دل پانی پانی ہو رہا تھا۔

"صرف اس بات سے کہ یہ سب آج کے دن ہونا تھا..... میری بچی پہلی بار گھر آئی۔ میں نے پریشان کر دیا....."

"میرا اپنا گھر ہے ابا، آپ چھپا لیتے تو کیا ہمارے دلوں کو خبر نہ ہوتی..... آپ کچھ بھی غلط نہیں کہہ سکتے ابا۔" بیٹی نے مان دیا۔ آنسو اُس کی آنکھوں میں بھی اُمڈ کر آ رہے تھے۔

"تم جانتی ہو تاجو، جو انسان ساری زندگی خود کو بچا بچا کر چلا ہو کہ کہیں اُس پر کوئی حرف نہ آ جائے۔ یہ لوگ جو اعتبار کرتے ہیں اپنی بچیاں اکیلی بھیج دیتے ہیں کہ مولوی صاحب تو باپ جیسے ہیں، دم کروا

www.pklibrary.com

آؤ...... اور یہی مولوی صاحب جو دوسروں کے لیے تو مسیحا یا روشنی کا سبب بن جاتے ہیں اپنے گھر کے لیے بجھا چراغ ہی رہا۔ کتنی شرم ناک بات ہے کہ میرا سگا بھتیجا اور ہونے والا داماد......" دکھ کی شدت سے اُن کی آواز پھٹ رہی تھی۔

"آپ کیوں اتنا سوار کر رہے ہیں جو بوتا ہے کاٹنا بھی اسی کو پڑتا ہے۔ میں کہوں گی حاکم کو، وہ سمجھائیں گے...... اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں ہے۔" تاجور نے لہجہ ہموار رکھنے کی کوشش کی حالانکہ اُس کا اپنا دل بھی اداسی کی اوس میں بھیگ کر بیٹھتا جا رہا تھا۔

"میری بیٹی بہت معصوم ہے...... میں کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں بالکل نہیں دوں گا جو...... اپنی عاقبت خراب کرے اور میری بچی کی زندگی۔" ابا نے اٹل لہجے میں کہا۔ شکیلہ گم صم سی کھڑی تھی بے حد آہستگی کے ساتھ مڑی اور کمرے کی جانب قدم گھسیٹنے لگی۔ اُس کا اپنا دل عجیب کیفیت کا شکار ہو رہا تھا۔

"آپ فکر مت کریں، اللہ تعالیٰ اس کے حق میں بہتر کرے گا...... آپ چھوڑیے یہ سب، پہلے کچھ کھا لیجیے۔" اُس نے ابا کی ڈھارس بندھائی تو ابا نے مغموم لہجے میں اُس کا نام پکارا۔

"تاجو...... حاکم آجائے گا تمہیں لینے؟" انہیں بھی خدشہ تھا۔ حاکم اُس کے ساتھ ہی آیا تھا پھر نجانے کہاں چلا گیا۔ اُس نے کہا تھا رات میں لے جائے گا، تاجور نے اثبات میں سر کو حرکت دی۔

"جی ابا! وہ آتے ہی ہوں، کھانا بھی یہیں کھائیں گے۔" ابا نے پیار و شفقت سے اپنا ہاتھ اُس کے سر پر رکھا...... تاجور کو اُس کی بہت ضرورت تھی۔

"اللہ کرے......" ابا نے دل سے دعا دی۔
بظاہر اُس نے ہنسی کی ساخت میں اپنے ہونٹ پھیلا کر دکھائے مگر...... نیلم جس طرح گئی تھی۔ دل ہی دل میں اُسے کسی انجانے طوفان کا شور سنائی دے رہا تھا...... اپنی گرہستی کے ناہموار پتھروں کی روش پر گڑگڑاتی کوئی بھیانک آواز...... بہت کچھ توڑتی کچلتی۔ اور سب کچھ ادھر اُدھر کرتی۔

☆☆☆

گل مہر کے پیڑ سے ہوا کی شوریدہ سر لہر نے سر پٹخا...... اور ایک خوش نما پرندے کا گھونسلا تنکا تنکا بکھر گیا۔

زندگی سولہ قسطوں پر مبنی ڈرامہ نہیں ہوتی کہ چار ہفتوں کے تسلسل کے بعد آسودگی کی طرف بہنے لگے۔ زندگی دو گھنٹے کی فلم بھی نہیں ہوتی کہ کسی ناپسندیدہ منظر کی زد میں آجائے تو کچھ ہی دیر میں اُس منظر سے چھٹکارا مل جائے۔ اور آپ اس منظر سے نکل کر کسی خوش کن لمحوں میں جڑ جائیں۔ بلکہ زندگی تو وہ فلم ہے کہ جس کے کسی بھیانک منظر کی قید میں چلے بھی جائیں تو چاہ کر بھی رہائی نہ پا سکیں۔

زندگی تو پہاڑ ہے، اور انسان صرف چیونٹی...... جسے سر کرنے کی کوشش میں ایک بار چڑھے تو دس بار گرنا پڑے۔

اُس کے سامنے بھی قیامت خیز منظر تھا۔ اسی کا منتظر تھا...... خاموشی ملامتی نظروں سے گھورتی تھی۔ اور در و بام مجرم، مجرم گردان رہے تھے۔ حاکم نہیں آیا تھا، مجبوراً اُسے ہی واپس آنا پڑا۔ ابا مغرب کی نماز سے واپس آئے تو تاجور نے کہا اُسے گھر تک چھوڑ آئیں...... اندر ابا خود بھی نہیں آئے اور اُس نے اصرار بھی نہیں کیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی تلخ کلامی ہو۔ وہ تلخی جو زندگی میں گھلنے والی تھی۔

صحن میں آکر اُس نے چادر کی نقاب ڈھیلی کر لی۔ اُجالے کو نگلتے اندھیرے میں مرغیاں زور آزما کر پھڑ پھڑاتی ہوئیں درخت پر بسیرا کرتی جا رہی تھیں...... موسم گرما کی خوشبو محسوس ہوتی تھی اسی لیے وہ بھی ڈربے چھوڑ کر کھلی فضا تلاش کر چکی تھیں۔ پورے صحن میں ایک یہی شور تھا جو خاموشی کا ارتکاز توڑ رہا تھا۔

برآمدے کے قریب بستر لگے تھے۔ اور حاکم سامنے بیٹھا تھا...... تاجور کو رنج نے گھیر لیا۔ وہ سمجھی تھی کہ حاکم اپنے دوستوں کے ہمراہ کہیں چلا گیا ہوگا اس

www.pklibrary.com

لیے نہیں آسکا...... لیکن وہ موجود تھا اور جان بوجھ کر نہیں آیا تھا۔ اُس کے ساتھ اماں براجمان تھیں...... دوسری طرف صدام اور اس کی بڑی نند...... نیلم چہرے پر بیگانگی طاری کیے برآمدے کے فرش پر بیٹھی تھی۔ تاجور دھیرے دھیرے قدم اُٹھاتی آگے بڑھ گئی۔

"آ گئیں بھابھی...... سوچو کیسا ہو کہ اب میں تمہیں ہاتھ پکڑ کر نکال دوں؟" آواز نیلم کی تھی۔ تاجور کے سلام کرنے سے پہلے زہر خند لہجے میں گویا ہوئی...... تاجور اس قدر سنگین لہجے پر ششدر رہ گئی تھی۔

"نیلم! کیوں بات کو بڑھا رہی ہو؟" اُس نے مدھم آواز میں اُسے منع کرنا چاہا لیکن نیلم نے چیخ چیخ کر گھر سر پر اُٹھا لیا تھا۔

"سب نے سن لیا میں بات بڑھا رہی ہوں......؟ سن لیں سب کان کھول کر نئی دلہن کی بات۔ ڈھٹائی کی کوئی حد بھی ہوتی ہے پہلے تو ساتھ لے جانے کے ڈھونگ کرو پھر وہاں جا کر خود بے عزتی کرو...... ذرا بھی شرم نہیں آئی تاجور کو نہ چچا کو کہ جوان بھتیجی، بیٹی کی نند یا کسی بھی رشتے کا لحاظ کر لیتے...... مگر لحاظ تو وہاں ہوتا ہے نا جہاں کسی قابل گردانا جائے۔ یہ لوگ تو ہمیں بہت نیچ بہت حقیر سمجھتے ہیں...... کسی گندی نالی کے کیڑے سے زیادہ غلیظ۔"

"نیلم......" تاجور حواس باختہ ہو گئی۔ نیلم کے لب و لہجے اور الفاظ نے اُس پر سکتہ طاری کر دیا تھا۔

"آج اصلیت کھل کر سامنے آ گئی ہے اور ہم جو انہیں اپنا سمجھتے رہے محض بے وقوف بنتے رہے۔ آپ کو پتا ہے حاکم بھائی کیا کہہ رہا تھا چچا...... بدکردار ہیں ہم سب کے سب۔ صدام بھائی پر تو اس قدر برا الزام لگا دیا کہ دوسروں کی عورتوں کو تاڑتے ہیں۔ ہمارے والدین کی تربیت کو ایک لمحے میں کھوٹا کر دیا اور...... اور آپ کی یہ نئی نویلی بیوی لبوں پر چپ کے تالے لگائے بیٹھی رہی جیسے حرف حرف سچائی کھول کر بیان کی جا رہی ہو۔"

اُس کی آنکھیں چلتی زبان کی سی تیزی سے آنسو برسا رہی تھیں...... سب سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔ حاکم نے دانت پر دانت جما رکھے تھے کہ تاجور کو اُس کا بھینچا جبڑا واضح نظر آ گیا تھا۔ اُس کے حلق میں نمکین پانیوں کا پھندا بننے لگا۔ نیلم کا رونا پیٹنا یقیناً وہاں کے آنے کے بعد سے جاری تھا۔

"میں نے کتنا کہا کہ دوسروں کی باتوں میں آنے سے اچھا ہے کہ اپنوں سے تصدیق کی جائے مگر وہاں تو جیسے انتظار کیا جا رہا تھا ایسی کسی خبر کا۔ تاجور سے تو اتنا بھی نہیں ہوا کہ میرا امان رکھ لیتی، ساتھ چلی آتی مگر یہ بھی تو انہی کا ساتھ دے گی نا۔"

"ابا نے ایسا کچھ نہیں کہا ہے، تم چپ ہو جاؤ۔" وہ بھیگی آواز کے ساتھ کمزور سی التجا کر سکی۔

"ہاں تم سچی ہو میں تو جھوٹی ہوں نا آخر نیک باپ کی اولاد ہو تم کہاں کچھ غلط کہہ سکتی ہو۔ افسوس ہے تاجور میں تمہیں بہن سمجھتی تھی لیکن تم نے اتنی جلدی اپنا چہرہ دکھا دیا...... وہاں حقارت سے میرے بڑے بھائی کی بے عزتی ہوتی رہی اور مجھے ذلیل کر کے گھر سے نکال دیا گیا مگر مجال ہے جو تم ایک لفظ بھی بولی ہو......" نیلم اب ایک شاکی نگاہ اُس پر ڈال کر آنکھیں نچوڑنے کے لیے دوبارہ فرش پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئی تھی۔ صدام کا چہرہ بے تاثر تھا...... جیسے اس ذکر کا اُس پر کوئی اثر نہ پڑ رہا ہو۔

"ابا کے کہنے کا مطلب کچھ اور تھا...... تم ہی غصہ کر کے وہاں سے چلی آئیں۔ میں نے تمہیں روکا تھا......" تاجور نے صفائی دینے کی کوشش کی۔ یہ کٹھور چہرے اُس پر گراں گزر رہے تھے۔

"تم اب بھی اپنے ابا کی طرف داری کرو۔ جس گھر میں میرے بھائیوں کی عزت نہ ہو میں وہاں قدم رکھنا بھی پسند نہ کروں...... ویسے بھی چچا نے باقاعدہ کہہ کر نکالا مجھے کہ بھول جائیں اُن کی بیٹی ایسے ہلکے کردار کے شخص کو دی جائے گی۔ ان کی سات پردوں میں لپٹی آسمانوں سے اُتری بیٹیاں......" اس کے لہجے نے ساری تلخی سمیٹ کر تاجور کے منہ پر مار

www.pklibrary.com

دی تھی۔ وہ تب سے انہی قدموں پر آ کر کھڑی ہوئی تھی جیسے کٹہرے میں مجرم ٹھہرتا ہے۔ صدام کا چہرہ کچھ لمحوں کے لیے سرخ ہوا تھا لیکن باقی شاید پہلے ہی بول کر تھک چکے تھے..... صرف پتھر ہوئے وجود حاکم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اُس نے نظریں اُٹھا کر تاجور کو دیکھا تھا۔

"تم نیلو کے ساتھ واپس کیوں نہیں چلی آئی؟" ٹھنڈا ٹھار لہجہ..... ریڑھ کی ہڈی میں اُتر کر برف کرتا تھا۔ تاجور کا وجود کپکپا گیا۔

"آپ..... آپ نے کہا تھا آپ آئیں گے لینے....."

"میں تو نہیں آیا لینے..... اب کیوں آ گئی ہو؟"

"میں....." تاجور دکھ بھول کر اُس کی صورت تکنے لگی۔ کیسا ہتک آمیز احساس تھا..... دھتکار دینے کا بہترین طریقہ۔ وہ اپنی باتوں سے ہی قتل کر سکتا تھا..... تاجور کے دل میں برچھی گڑ گئی۔

"مجھے آنا ہی تھا، اب میرا یہ گھر ہے۔" اُس نے دھیمی سی آواز میں کہا جس میں آنسو گھلے ہوئے تھے۔

"جب میری بہن کی کوئی اہمیت نہیں تو تم کس حق سے یہاں آ گئی ہو..... ساتھ لے کر تم گئی تھیں، تمہارا گھر یہ ہے تو اُسی وقت ساتھ کیوں نہیں آئیں؟" وہ سوال کر رہا تھا اور تاجور ڈبڈبائی آنکھوں سے زمین کو گھورنے لگی۔ وہ کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔

"تمہارے ابا نے لالہ پر گھٹیا الزام کیوں لگائے ہیں؟" بے تاثر لہجہ۔ جذبات سے عاری الفاظ۔ وہ انسان نہیں کوئی بولنے والی کسی مشین جیسا تھا۔

"حاکم....." تاجور نے تڑپ کر سر اُٹھایا۔ آواز کنویں سے آتی تھی۔ "صرف میرے ابا نہیں وہ..... آپ کے چچا اور سسر بھی ہیں....."

"کچھ نہیں ہیں وہ میرے....." حاکم کی دھاڑ بلند ہوئی۔ "اگر وہ میرے چچا ہوتے یا سسر ہونے کا لحاظ کر لیتے تو آج یہ سب نہ ہوتا جو ہو گیا ہے۔ کس بنیاد پر انہوں نے ایسی باتیں کی ہیں..... کیا میرے بھائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟ انہیں کس نے اجازت دی کہ وہ میری بہن کو بے عزت کریں....."

"نیلم نے بحث خود شروع کر دی..... ابا کو کسی نے آ کر بتایا صدام لالہ کا، اُنہوں نے خود سے نہیں کہا ہے..... اُنہیں خود بھی بہت تکلیف پہنچی ہے۔" اس نے ابا کی طرف سے صفائی دی لیکن جنہیں کچھ نہ سننا ہو وہ ہر دلیل صرف رد کرتے ہیں۔ اور تاجور جانتی نہیں تھی کہ بظاہر ٹھنڈے لہجے میں بولتے حاکم کے اندر کیسی آگ جل رہی تھی۔

"تم نے اپنے ابا کو ٹوکنے کی کوشش کی.....؟" اُس نے تاجور کو سنا ہی نہیں اپنا سوال داغا۔

"حاکم میں....."

"اور تم نے کچھ کہا کہ تمہاری بہن صدام حسین کی منگیتر ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے ابا کی نیت خراب ہونے لگی ہے..... کیا میں جانتا نہیں ہوں کہ اُن کی نظروں میں کون نچ رہا ہے جس کے لیے اُنہوں نے یہ سارا ڈھونگ کیا....."

"ایسا نہیں ہے۔" بے یقینی سے اُس کی آنکھیں پھیل گئیں..... سارے جملے اپنی موت آپ مر گئے۔ الزام اُلٹا ابا پر ڈال دیا گیا تھا۔

"چچا سے تو میں خود ہی بات کر لوں گا..... لیکن تم نے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم اپنے ابا کے سامنے ہمیں کوئی اہمیت نہیں دیتیں..... نہ نیلم کو نہ مجھے اور نہ اپنے دیور کو....."

"ایسا مت کہیے..... ابا نے تو صرف....."

"جس طرح تم اب اپنے ابا کے حق میں زبان چلا رہی ہو اسی طرح اُن کو بھی ٹوک سکتی تھیں لیکن تم....."

"وہ صرف چاہتے تھے کہ اُن سے بات کر کے اُنہیں روکا جائے تاکہ....."

حاکم نے تیزی سے اُس کی بات کاٹی۔

"یعنی تم اب بھی اسی بات پر قائم ہو..... تم نے یقین کر لیا ہے؟"

تاجور بے آواز روتی رہی تھی۔

www.pklibrary.com

"نہیں، میں یہ نہیں کہہ رہی....."

"میرا بھائی ایسا نہیں ہے..... اور جو بھی ہو میں کسی کو اجازت نہیں دوں گا کہ اُس سے بازپرس کرے۔"

"میں صرف اتنا کہہ رہی ہوں کہ آپ ..... آپ ایک بار خود پوچھ لیں۔ ابا کبھی بلاوجہ بات....."

"چٹاخ....." حاکم کا گھومتا ہوا ہاتھ تاجور کے پورے وجود کو ہلا گیا تھا۔ سماعتوں نے کچھ بھی سننے سے انکار کیا..... آنکھوں نے اندھیرے نگلے تھے۔

"میرا بھائی کسی کو صفائی نہیں دے گا، وہ کوئی مجرم نہیں ہے کہ کٹہرے میں کھڑا کیا جائے اور کسی کی اتنی اوقات نہیں کہ وہ آکر فیصلہ سنائے..... مولوی چچا کو میں خود دیکھ لوں گا۔" اُس نے لفظ لفظ چبا کر کہا۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر..... لیکن وہ اسے کہاں دیکھ رہی تھی۔ وہ گنگ تھی..... ایک ہاتھ گال کر رکھے۔ اُس کی پوری ہستی ہل چکی تھی..... پہلا تھپڑ..... پہلی اوقات، مان کی کرچیاں..... اور عزتِ نفس مسمار ہوتی چلی گئی تھی۔

"آپ کو کچھ بھی سوچنے کی ضرورت نہیں ہے..... میں سب کا دماغ درست کردوں گا۔" وہ اب صدام کے کندھے پر ہاتھ رکھے کہہ رہا تھا۔ نیلم نظریں چراتی تیزی سے اندر چلی گئی تھی۔ سماس بغیر کسی بدلاؤ کے بیٹھی رہی صرف صدام سر ہلا کر مسکرایا۔ وہ ہر بوجھ ہر الزام سے آزاد ہو کر ہلکا..... بہت ہلکا محسوس کر رہا تھا.....

ایک وہ تاجور تھی..... جسے دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ "ہلکا" محسوس ہونا کیسا لگتا ہے۔ احساسات کا قتل..... قتلِ عمد! جذبات کی موت..... مردنی..... مردنی۔

☆☆☆

"اور فیروزن میں لیلیٰ کے بھرے آنسوؤں میں اتنی شدت تھی کہ اُس کے پیار کی آنچ نے برف بنی آنا کے پتھر دل کو پگھلا کر رکھ دیا..... یہ ہوتی ہے سچی محبت کہ ایک، دوسرے پر جان نچھاور کردے اور دوسرا..... اُسے واپس کھینچ لے آئے..... پھر اس طرح وہ ہمیشہ کے لیے ہنسی خوشی رہنے لگے۔"

ٹپ ٹپ ٹپ..... شائلہ نے لیپ ٹاپ سے فلیش کھینچی اور ایک نم قطرے کے احساس پر چونک اُٹھی۔ سر گھمانے پر اُس کا منہ کھل گیا..... سیمی کے رخساروں پر آنسو پھسل کر ٹھوڑی پر لٹکتے اور پھر دامن میں جذب ہو جاتے۔ وہ "فیروزن" پر رو رہی تھی۔

"سیمی....." شائلہ نے سانس روک کر اُس کا نام پکارا۔ پھر پل بھر کے وقفے کے بعد زوردار ہنسی کی بوچھاڑ نے اُس کے وجود کو پور پور بھگو دیا..... ہنستے ہنستے اُس کا سارا خون چہرے پر سمٹ آیا اور ناک چھوٹی ہوگئی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں....." وہ جھینپ کر آنکھیں خشک کرنے لگی۔ آواز بھیگنے سے بوجھل ہو گئی تھی..... شائلہ کے لیے یہ ہنستے جانے کی ایک ٹھوس وجہ تھی۔

"تم رو رہی ہو..... یا اللہ اتنے موٹے موٹے آنسو..... فیروزن دیکھ کر۔"

"تمہیں بہت ہنسی آرہی ہے..... تو باہر جا کر اپنا شوق پورا کر آؤ۔" سیمی نے ناراضی سے کہا اور سوں سوں کی۔

"یار نہیں سچ میں..... ہاہاہا..... یہ فیروزن پر کون روتا ہے۔ میری سویٹ آنا....." وہ کہہ کر ایک بار پھر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوگئی تو سیمی نے بے حد برا منایا۔

"فیروزن کی کیا بات ہے رونا تو کسی بھی بات پر آسکتا ہے جو دل کو چھو جائے..... مجھے آنا نے رُلا دیا۔"

"مزے کی بات ہے شاید تم واحد لڑکی ہوگی جو فیروزن پر رو دی ہو..... تم اتنی کیوٹ کیوں ہو؟" شائلہ نے بچیوں کو پیار دینے والے انداز میں منہ بنا کر دکھایا۔

"تم میرا مذاق اُڑا رہی ہو.....؟" سیمی نے آنکھیں چھوٹی کر کے گھورا۔

"بالکل نہیں! تمہیں یاد ہے تم چھوٹی عمر سے ہی

www.pklibrary.com

بہت روتی تھیں اور ہماری دوستی تمہارے آنسوؤں پر ہوئی تھی..... مجھے اس لیے ہنسی آرہی ہے کہ تم اب بھی ویسی ہی ہو، چھوٹی سی چھوٹی بات پر رونے والی، ایسے دل بہت نایاب ہوتے ہیں....." شائلہ نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ پچھلی یادوں پر بے ساختہ مسکرانے لگی.....!

"توبہ ہے، کب تک یاد رکھو گی تم....." سیمی کے لب ہنسی کی ساخت میں ڈھلتے گئے۔

سیمی چوتھی جماعت میں تھی اپنے گاؤں کے پرائمری اسکول میں..... اُس دن کوئی تقریب تھی اسکول میں اور اسکول کے ہیڈ ماسٹر نے گاؤں کے چند لوگوں کو بھی مدعو کیا تھا جن سے اچھی علیک سلیک تھی۔ اُس میں ایک پیاری سی بچی، پنک فراک پہنے، سلکی بال کندھوں تک کٹے، دو پٹیوں والے میچنگ شوز دودھیا پیروں کی زینت بنائے، اپنے والد کے ساتھ شائلہ تھی..... کنپٹیوں کی دونوں طرف تتلی کی شیپ کے ہیئر کلپ بالوں میں سجے تھے..... اسکول کی بچیوں کی نگاہیں بار بار اُس پر ٹکتی تھیں مگر وہ ایک سیمی تھی..... جس کی نگاہیں شائلہ سے بے نیاز، اسکول سے تقریب سے ہٹ کر صرف ایک دیوار کا طواف کر رہی تھیں..... پورے انہماک اور دلچسپی سے۔

اسکول کی دیوار پر توجہ کا باعث وہ مکھی تھی جو نجانے کہاں کہاں سے گیلی مٹی جمع کر کے آرہی تھی اور اپنا گھر تعمیر کرتی جا رہی تھی..... وقفے وقفے سے وہ آتی اور سیمی کی آنکھوں کی چمک بڑھ جاتی ساتھ میں غور کرنے کا انداز بھی..... پھر وہ اُڑتی تو اس کی نگاہیں دور تک اُس کا پیچھا کرتیں کہ وہ کس سمت جا رہی ہے مگر بھٹک بھٹک کر مایوسی سے واپس لوٹ آتیں۔ وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتی تھی۔

شائلہ نے اُسے دیوار کے سامنے ساکت کھڑا دیکھا تو چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتی اُس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔ وہ دونوں پہلے سے بھی ایک دوسرے کو جانتی تھیں لیکن یادرکھنے کی شروعات اسی دن کے بعد سے ہوئی.....

پیچھے کھڑی شائلہ کو نجانے کیا سوجھی کہ وہ شرارت سے آگے بڑھی اور ایڑھی اُٹھا کر انگلی کی حرکت سے گیلی مٹی کے اس گھر کو اُنگلی پر اُٹھا لیا..... یہ سب اتنی جلدی میں ہوا کہ سیمی کے دل کو دھکا لگا۔ وہ بے تابی سے چلائی۔

"نہیں..... مت کرو۔" لیکن وہ کر چکی تھی۔ پھر ناک چڑھا کر مٹی کے ننھے سے ڈھیر کو دیکھنے لگی کہ یہ کس ساخت کا بنا ہے۔ چھوٹے چھوٹے کیڑے اس میں چپکے تھے اُس نے جلدی سے اُنگلی جھٹکی تو اُسے ایک سسکی سنائی دی..... شائلہ کی آنکھیں حیرت سے بڑی ہو گئیں۔

سیمی کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو گر رہے تھے..... آنکھوں میں صدمہ، دکھ، ناراضی..... شائلہ کو نظر آیا یا نہیں لیکن اس کا رونا اس سے برداشت نہیں ہوا تھا۔

"کیا ہوا تمہیں، رو کیوں رہی ہو..... ابھی تو چپ تھیں؟" وہ منہ کھولے دیکھنے لگی۔ سیمی نے ایک اور سسکاری لی۔

"تم نے اس کا گھر توڑ دیا ہے....." بھری آنکھوں اور رندھے گلے کے ساتھ وہ جس طرح بولی شائلہ کو بدقت سنائی دیا۔

"تو کیا اس نے تمہیں کاٹ لیا ہے؟" شائلہ کو پہلا گمان یہی گزرا۔

"وہ کسی کو کچھ نہیں کہتی..... اس کا گھر ٹوٹ گیا۔" اس کے آنسو نہیں رک رہے تھے۔

"تم اس کے لیے کیوں رو رہی ہو..... تم چپ کرو میں ابھی اسے بنا دیتی ہوں۔" وہ گھبرا کر بولی اور ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو صاف کیے۔ سیمی کا سر نفی میں ہلنے لگا۔

"اسے تم نہیں بنا سکتی..... یہ صرف اُسی کو بنانا آتا ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے..... اتنی سی بات پہ کیوں رو رہی ہو۔" اس کی بات پر سیمی کو کچھ شرمندگی سی ہوئی تھی..... وہ ایک دم چپ کر گئی۔

www.pklibrary.com

''اتنی سی بات نہیں ہے، وہ اس کے لیے کب سے مشقت کر رہی تھی۔''

''تو وہ اسے دوبارہ بنالے گی نا..... تم رونا دیکھ کر بچے مذاق اُڑائیں گے۔'' شائلہ نے اس کی توجہ ہٹائی۔

''پتا نہیں کیوں رونا آ گیا..... وہ اتنی محنت سے بنا رہی تھی اسے بھی دکھ ہوگا نا۔'' سیمی نے ہاتھوں کی پشت سے اپنا چہرہ صاف کیا۔

''تمہیں پتا ہے میں اتنی جلدی کسی بھی بات پر نہیں روتی۔'' شائلہ نے فخر سے اُسے اطلاع دی۔

سیمی نے سر ہلایا۔

''میں جب بڑی ہو جاؤں گی تب میں بھی نہیں روؤں گی.....'' سیمی کو یہ فخر حاصل کرنے کے لیے بڑے ہونے کا انتظار تھا۔

''جب تم بڑی ہو جاؤ تو مجھے ضرور بتانا.....'' شائلہ نے ہنس کر کہا تھا اور سیمی کو اُس کے ہموار چمکتے دانتوں کی لڑیاں بڑی پیاری لگی تھیں۔ وہ دن ان کی دوستی کی نوید ثابت ہوا اور اس وقت شائلہ ہنستے ہوئے یاد کر رہی تھی۔

''تم اب تک وہی بچپن والی سیمی ہو..... ہاں لیکن اب تمہارے پاس ایک بہت محبت کرنے والی سہیلی ہے جو تمہارا دل دکھانے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔''

''ہوسکتا ہے میری آنکھیں بھی نم اس لیے ہوئی ہوں کہ میرے پاس ایک محبت کرنے والی دوست ہے، تو میں ایموشنل ہوگئی۔'' سیمی مدھم سا مسکرا دی..... اُسے سامنے والی بے فکر لڑکی پر پیار آ رہا تھا۔

''نوازش..... یہ بھی حقیقت ہے کہ محبت کرنے والے دلوں کی آنکھیں اکثر نم ہو جایا کرتی ہیں۔ شاید انہیں کھونے کے وہم سے.....؟''

''لیکن مجھے ایسا کوئی وہم نہیں..... تم ہو نا۔'' سیمی محبت پاش نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''آف کورس یارا..... اور میں تمہارے لیے کچھ بھی کرنے کو ہر وقت تیار ہوں..... یاد رکھنا۔''

''بی بی جی.....'' دروازہ بجا تو شائلہ نے خاموش ہوتے ہوئے اُٹھ کر ملازمہ کو دیکھا۔ اُس کے ہاتھ میں کتاب تھی.....!

''یہ یہاں کیوں لائی ہو بلقیس؟'' شائلہ کو لگا وہ اُس کی بکس شیلف سے اُٹھا کر لائی ہے۔

''یہ آپ کے لیے شہر سے آئی ہے بی بی، خضر لایا تھا..... مجھے تو کئی دن پہلے دی کہ آپ تک پہنچا دوں میں ہی بھول جاتی تھی..... یہ آپ لے لیں۔''

''خضر.....؟'' وہ ناسمجھی سے بولی۔ ''جاؤ تم.....''

وہ الجھتی ہوئی کتاب کو اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگی..... یہ اسی کی کتاب تھی جو حال میں ہی پبلش ہوئی تھی۔ لیکن کوئی اس کی کتاب ہی اسے کیوں بھجوا رہا تھا..... اُس نے ٹائٹل کھولا تو دوسرا صفحہ خود ہی پھڑپھڑانے لگا..... اُنگلی سے روک کر وہ اُسے دیکھنے لگی۔ سفید صفحے پر ایک نوٹ لکھا تھا.....!

''میں نے کہا تھا کہ دنیا گول ہے لیکن یہ اس قدر گول ہوگی اندازہ نہیں تھا..... مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا کہ جتنی زیادہ بات آپ پر ہم نے کی ہے اس کے باوجود بھی شہر میں آپ کا نام سننے پر میں ٹھٹکا کیوں نہیں۔ شاید اس لیے کہ نام تو کسی کا بھی ہوسکتا ہے جس کی وجہ سے میرا ذہن فوراً اس طرف نہیں گیا۔ اب بھی ممکن ہے کہ آپ وہ نہ ہوں لیکن آپ کی لکھی تحریر میں میرے ہی گاؤں کا ذکر..... میرا دل کہتا ہے کہ آپ وہی ہیں اور اگر آپ وہی ہیں تو میں بھی آپ کو یاد ہوں گا۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ پر میرا قرض رہے گا لہٰذا آج اُسی کے لیے میں آپ سے مخاطب ہوں۔ گزارش اتنی سی ہے کہ میں آپ سے ایک ملاقات کرنا چاہتا ہوں..... اسے درخواست سمجھیں اور ہو سکے تو انکار مت کیجیے گا کیونکہ شاید وہ آپ کے لیے بھی فائدہ مند ثابت ہو..... آپ کے جواب کا شدت سے منتظر''

(خضر)

''اوہ مائی گاڈ.....'' صفحے پر لکھی تحریر پڑھنے کے

www.pklibrary.com

بعد شمائلہ کے لبوں سے بے ساختہ نکلا تھا۔ ہنسی کے طوفان کو روکنے کے لیے اُس نے کتاب کو اپنے منہ پر اس طرح پھیلا لی کہ پورا چہرہ کتاب کی اوٹ میں اوجھل ہو گیا۔

"کیا ہوا...... کون ہے یہ؟" یمی نے الجھن تیرتی آنکھوں کے ساتھ اچنبھے سے اُسے دیکھا۔

"یا اللہ...... یہ دنیا کیسے کیسے انکشافات سے نہیں بھری پڑی۔" وہ ہنوز کتاب منہ پر رکھے بولی اور اپنی ہی بات کے گداز پن سے کھلکھلاتی جیسے جھوم جھوم گئی تھی۔

"کچھ بتاؤ گی بھی ......؟" یمی نے استعجابیہ اُسے دیکھا۔

وہ پہلے چپ چاپ کھڑی حیرت سے اور اب منہ کھولے اُس کی محظوظ کن ہنسی کے بنتے بکھرتے شور کو سن رہی تھی...... یک لخت اُسے شمائلہ کی موجودہ حالت پر حقیقتاً تشویش لاحق ہوئی تھی۔

☆☆☆

سارے ماحول پر ایک پژمردگی سی چھائی ہوئی تھی۔ مانو کسی نے ہوا کا دم گھونٹ دیا ہو اور نحوست کا سایہ پھر گیا ہو...... شکیلہ نے بے دلی سے جھٹک جھٹک کر کپڑے تار پر پھیلائے تھے کہ دروازے پر بے وقت کی دستک سنائی دی۔ دروازے کی بوسیدہ لکڑی ہاتھ پڑنے پر کمزور سا احتجاج کرتی تھی۔ اُس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

"حاکم بھائی آپ......!" شکیلہ کو سانس آنا بند ہو گئی۔ دروازے کے پار حاکم انتہائی سنجیدہ تاثرات کے ساتھ اجنبیت طاری کیے کھڑا تھا۔

"مولوی چچا گھر پر ہوں گے......" لٹھ مار انداز میں پوچھا۔

"جی وہ لیکن......"

"راستہ دو......" دوٹوک انداز میں استحقاق کے ساتھ اُس نے قدموں کو حرکت دی تھی۔ شکیلہ بے بسی سے ایک طرف کھسک گئی...... وہ نہیں چاہتی تھی کہ دونوں کا اس وقت سامنا ہو لیکن وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔ دھڑکتے دل کے ساتھ واپس دوڑی...... آج تو تاجور بھی نہیں تھی۔

"آؤ حاکم پتر...... کیسے ہو؟" ابا نے دیکھتے ہی مہربان مسکراہٹ کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ حاکم نے سر کو جنبش دی اور دوسرے کنارے پر ٹک گیا۔ ایک عجیب سی سرد مہری اُس کے وجود سے ٹپک رہی تھی......!

"تاجور ساتھ نہیں آئی ......؟" شکیلہ نے دروازے کے پیچھے سے ابا کے سوال کو سنا۔ پھر حاکم کے جواب کو...... وہ بے آواز قدموں سے چلتی چائے کے لیے برتن اُٹھانے لگی۔

"نہیں، میرا خیال ہے جس کام کے لیے میں آیا ہوں، اس میں اُس کا ساتھ نہ ہونا ہی بہتر ہے۔"

"میں خود تمہاری طرف چکر لگانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ بہتر ہے تم خود ہی آ گئے...... جو بات ہے وہ تم تک پہنچ ہی چکی ہوگی۔" ابا نے اُس کے بات سے اختلاف نہیں کیا تھا۔ سنجیدگی سے گویا ہوئے۔ حاکم کے چہرے پر طنز بکھرا۔

"اور اس بات نے مجھے سخت مایوس کیا ہے چچا......"

"تم صرف مایوسی کی بات کر رہے ہو میاں...... مجھ سے پوچھو جس نے میری راتوں کی نیندیں اُڑا دیں۔ آج ایک بندے نے دیکھا، کل کوئی دوسرا دیکھے گا پھر تیسرا...... بدنامی کا ڈر صرف عورت کے لیے نہیں ہونا چاہیے۔ مرد کے لیے بھی یہ اتنا ہی ضروری ہے۔" ابا کے چہرے پر تاسف تھا۔

حاکم کے چہرے پر تناؤ اُبھرا۔

"مایوسی تو اس بات کی ہے کہ آپ نے کہنے والے کا منہ نہیں توڑ دیا......"

"کس جرأت سے منہ توڑتا ......؟" ابا بے ساختہ بولے۔ "منہ توڑ دینے کے لیے دودھ کا دھلا ہونا ضروری ہوتا ہے، ورنہ سر جھکتے ہیں نظریں نہیں اٹھتیں......"

"آپ سے یہ کس نے کہا؟"

www.pklibrary.com

"کسی نے بھی کہا ہو..... اہم یہ ہونا چاہیے کہ آئندہ کے بعد نہ کہہ سکے۔ تمہیں نظر رکھنی چاہیے اپنے بھائی کی حرکات پر....."

"آپ کو اپنے بھتیجے سے بڑھ کر کسی تیسرے شخص پر زیادہ اعتماد ہے۔ آپ نے یہ بات مجھے نہیں کی اپنی بیٹی سے کہی..... آپ نے یہ تک کہہ دیا کہ آپ اپنی بیٹی ایک گندے انسان سے بیاہنا پسند نہیں کریں گے۔ اگر کل کو آپ کی بیٹی کے ساتھ کچھ اُونچ نیچ ہوتی ہے تو آپ ہم سے زیادہ سنی سنائی باتوں پر یقین کریں گے..... کیا آپ کو اس سب پر رتی برابر بھی افسوس ہے؟"

حاکم نے ایک سانس میں ساری بات مکمل کی۔ ابا نے اس کے لہجے کی سختی اور ترش بو کو بغور دیکھا اور دیکھتے رہے..... شکیلہ کا دل دھک دھک کرنے لگا تھا۔ وہ بے اختیار باہر آگئی۔

"اچھا! تو تم دوسری طرف سے آئے ہو..... مجھے لگا تم نے شاید سمجھ داری کا ثبوت دیا ہوگا۔" انہوں نے گہری سانس لے کر جیسے اس پر افسوس کیا تھا حاکم دوسری سمت دیکھنے لگا۔

"یہیں باتیں تو تمہاری بہن بھی کر کے گئی۔"

درختوں پر مسافر طوطے اپنی میٹھی آواز میں پھدک رہے تھے اور خاکستری چڑیوں کو شاخوں سے اُڑانے لگے..... چڑیاں امن پسند ہوتی ہیں کہ جگہ بدل کر بیٹھ گئیں۔ طوطے اب پوری طرح قابض ہوگئے۔ ایک ایک کر کے باڑ میں لگی سبزی کی کیاریوں میں سرخ مرچیوں کے پاس اُترنے لگے۔ کچھ سبز ٹماٹروں پر جھول رہے تھے۔

"حاکم بھائی چائے لیجیے۔" شکیلہ نے بے حد مدھم آواز میں کہا۔ اور دو پیالے اُن کے سامنے رکھے..... کاش وہ ان دونوں کے سامنے بول سکتی لیکن ضبط کر کے اسی خاموشی کے ساتھ مڑ گئی۔ حاکم نے اک ذرا سی نگاہ اس پر ڈالی تھی..... چائے کی طرف اُس نے ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔ شکیلہ کمرے میں جا کر تیز سانس بھرنے لگی..... ابا اور حاکم کے بیچ گرم ہوتی بحث اُس کی بے چینی کو ہوا دینے لگی۔

"جس چیز کا ثبوت آپ نے نہیں دیا وہ چھوٹوں سے کیا اُمید رکھتے ہیں۔" وہ تلخ لہجے میں بدلحاظی سے بولا۔

"ٹھنڈے دماغ سے معاملے کو دیکھنا ایک مرد کی نشانی ہوتی ہے ورنہ بھڑک بھڑک کر تو آگ بھی بجھ جاتی ہے..... میں نے یہ بات پہلے اگر اپنی بیٹی سے کی تو اس لیے کہ وہ تم کو یہ بات سمجھا سکے..... یہ مت سمجھنا کہ مجھے تم پر اعتبار نہیں ہے۔ اور یہ تو ہرگز بھی مت سمجھنا کہ یہ سنی سنائی بات ہے..... میں صدام کے دوست سے بھی بات کر چکا ہوں جس نے اپنی آنکھوں سے اس معاملے کو دیکھا ہے۔ رہی بات تیسری تو میں اللہ کا شکر ادا کروں گا، یہ تو مجھے اب جا کر علم ہوا ہے..... اس سے پہلے وہ کیا کیا کرتا پھر رہا ہے شرم کا مقام ہے۔"

"میں آپ سے کہنے آیا ہوں کہ اس بات کو بھول جائیں یہیں..... اور میرے ساتھ چلیں اس شخص کے پاس جس نے ساری خرافات آپ کے ذہن میں انڈیلی ہیں۔ میں آپ کے سامنے جھوٹا ثابت کردوں گا اسے۔" حاکم نے اُن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا..... وہ آج کچھ بھی کر کے اس بات کو دفن کرنے آیا تھا۔

"کسی دوسرے کے پیچھے بھاگنے کے بجائے یہ بات تم نے اپنے بھائی سے کیوں نہیں دریافت کی..... تھوڑی سی شرم بھی اس میں باقی ہوتی تو انکار نہ کر سکتا۔ تم اُلٹا مجھے قائل کرنے چلے آئے ہو؟" ابا نے ناگواری سے اُسے ڈپٹا۔ اُنہیں حاکم سے ایسی نا اُمیدی نہیں تھی جب ہی آنکھوں میں واضح ناپسندیدگی کی جھلک حاکم نے دیکھی۔

"میں آپ کو قائل کرنے نہیں صرف غلط فہمی دور کرنے آیا ہوں۔ جو پراپ کو کسی نے تھمایا ہے اس کا کوامت بنائیں۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔"

"یہ تم سے صدام نے کہا..... کہ یہ جھوٹ ہے؟" ابا کی اس کی آنکھوں میں دیکھا، کچھ کھوجا۔

www.pklibrary.com

حاکم ذرا سا پیچھے ہو کر بیٹھا۔

"وہ میرا بھائی ہے..... اور مجھے اس پر یقین ہے....." حاکم نے ٹھہر ٹھہر کر اور چبا چبا کر الفاظ ادا کیے۔

"آپ مہربانی کر کے اُس پر ایسی باتیں مت کریں جیسے وہ کوئی مجرم ہو۔ اس سے کوئی سوال کوئی صفائی میں نہیں مانگوں گا..... آپ چاہتے ہیں یہ سوال کر کے میں اُسے ہی اس کی نظروں میں گرا لوں؟"

"کیا بچوں جیسی بات ہے حاکم۔ ہم بلی کی طرح آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔ تمہیں بڑا شوق ہے نا گھر میں بڑا بن کر دکھانے کا تو بھلے وہ تمہارا بڑا بھائی ہے تمہارا حق ہے تم اُس سے باز پُرس کرو اُسے کہو کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کیا جاننے لگے ہیں..... وہ گمراہی کے راستے پر مائل ہے اور میری نظروں میں مجرم ہے، اب اگر تم چاہتے ہو کہ تم بھی میری نظروں میں نہ گرو تو چلے جاؤ یہاں سے..... مجھے تمہاری سوچ پر حیرانی ہو رہی ہے۔" حاکم کی بات انہیں طیش دلا چکی تھی جب ہی وہ ناراضی میں بولے تو حاکم استہزائیہ ہنسا۔

"میں بات کرنے آیا ہوں اور کر کے ہی جاؤں گا..... آپ خواہ مخواہ غصہ ہو رہے ہیں۔ یہ میرا معاملہ ہے میں سنبھال لوں گا..... میں آپ کا بڑا داماد ہوں۔ یہ بات کھینچ کر تماشا مت بنائیں اور نہ ہی اتنی بڑی بات کہیں کہ آپ رشتے والی بات سے مکر جائیں گے..... مجھے یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ قاعدے کے مطابق شکیلہ صدام کی ہے۔"

حاکم نے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں اپنی بات جتادی۔ دروازے کے پیچھے کھڑی شکیلہ کا دل سکڑ کر پھیلا تھا..... ابا نے حاکم کی بات کا جواب دیا تو اُن کا لہجہ اس سے بڑھ کر سرد اور مضبوط تھا۔

"کس قائدے کے مطابق؟ کیا میں نے کوئی نکاح کر دیا ہے..... دکھاؤ میں نے کہاں لکھ کر دیا کہ جس قائدے پر تم دھونس جما رہے ہو؟"

"کیا مطلب.....؟" حاکم کی پیشانی شکن زدہ ہونے لگی۔

"یہ بات تمہاری خواہش اور میری مرضی کے مطابق طے ہوئی تھی۔ لیکن جس طرح کے حالات ہیں میری یہ مرضی تبدیل بھی ہو سکتی ہے..... تم اپنے بھائی سے اس سلسلے میں کوئی روک ٹوک نہیں کر سکتے تو مجھ سے بھی کوئی اُمید مت رکھنا....."

"مولوی چچا....."

"حاکم....." مولوی حیات نے نرمی سے اُسے آواز نیچی رکھنے کے لیے گھرکا۔ "تم میرے داماد ہو تمہاری اپنی جگہ بہت اہمیت ہے..... مگر تم ایک باپ کے بیچ نہیں آ سکتے۔"

"ٹھیک ہے۔" حاکم نے ایک دم سکون سے کہا۔ "میں نہیں آتا بیچ میں، آپ بتا دیں آپ کسے بیچ میں لا رہے ہیں؟ آپ کی نظر میں کون ہے جس کے مقابل آپ کو میرا بھائی جچ نہیں رہا..... میں نہیں مانتا ایک فضول بات کو لے کر.....؟"

"تمہارے نزدیک یہ فضول بات، میرے لیے بے حد ضروری ہے۔ میرا حق ہے کہ میں ایسے شخص سے ساری زندگی اپنی بیٹی کا بندھن نہ جوڑوں جس کے جگہ جگہ تعلق ہوں، جس کی سچائی سامنے آنے پر بھی یہ رویہ اختیار کیا جائے۔ میں کیا جانتا نہیں ہوں کہ جنہیں حرام کی عادت ہو وہ حلال پر اکتفا نہیں کرنا چاہتے وہ بھی اس صورت جب ڈھیل خوب دی جاتی رہے۔"

"وہ ایک مرد ہے، آپ کی تسلی اگر اعتراف سے ہی ہوتی ہے تو میں مان لیتا ہوں۔ مردوں سے غلطیاں ہوا ہی کرتی ہیں لیکن ان غلطیوں کو دنیا نے کب دیکھا؟" حاکم نے اب اصلی بات پٹاری سے نکال ہی لی۔ وہ بات جس کی وجہ سے شاید وہ پُرسکون تھا۔ مولوی حیات اس بات کی توقع کم از کم حاکم سے نہیں کر رہے تھے۔

"دنیا کے پاس دوغلا پن ہو سکتا ہے، وہ منافقت بھی کر سکتی ہے مگر ان غلطیوں کو اُس "ذات" نے ضرور دیکھا جس کی نظر میں سب برابر ہیں۔ وہ

www.pklibrary.com

ہرگز رعایت نہیں دے گا کہ مرد کو کسی بھی گناہ کی چھوٹ ہے..... تم جا سکتے ہو حاکم۔" ابا نے غصہ و رنج کو چھپانے کے لیے منہ پھیر لیا۔ لیکن وہ حاکم تھا، وہ چپ چاپ جانے کے لیے نہیں آیا تھا۔

"اپنی بیٹی کے بارے میں کیا رائے ہے؟"

"کیا کہا.....؟" سارے پر جیسے سکوت طاری کر دیا گیا۔ سارے پرندے دم سادھ کر انہیں دیکھنے لگے تھے۔ حاکم کے الفاظ اور اس پر انداز..... شکیلہ کو لگا قدموں کے نیچے زمین ہلی ہے۔ زمین کو لگا مولوی حیات کا وجود ہلا ہے۔

"جوانی میں کسی سے بھی غلطی ہو سکتی ہے..... میں یہ نہیں کہنا چاہتا مگر میں مجبور ہو گیا ہوں۔ معاف کیجیے گا اگر آپ کی بیٹی کے ساتھ مجھی ایسا ہی ہو تو.....؟" سنگین الفاظ کے پتھر ریشمی مہذب لہجے میں لپیٹ کر منہ پر کیسے مار دیا جاتا ہے، حاکم کو یہ گر اچھی طرح آتا تھا۔ شکیلہ پوری طرح سن پڑ گئی تھی۔

"حاکم....." ابا کی سماعتوں کو مجروح کرتی آواز گونجی تو فضا میں پھڑ پھڑاہٹ ہوئی تھی۔ ایک پھڑ پھڑاہٹ شکیلہ کے اندر بھی ہوئی..... اس پر لرزش طاری ہو گئی تھی۔ ہاتھ بے اختیار دل پر جا کر جم گئے۔

"جس طرح آپ کو تکلیف ہوئی اسی طرح مجھے بھی ہوئی لیکن یہ بھی سچ اپنی جگہ قائم ہے..... میں نے بھی خود دیکھا ہے۔ کیا یہ سوال اب آپ بھی کر سکیں گے؟"

حاکم کو سکون سا مل گیا تھا۔ چہرے پر لطف اندوز ہوتے تاثرات تھے..... نشانہ عین مقام پر جا کر لگا تھا۔ حالانکہ وہ تو دل پر جا کر گرا تھا۔

"بہت مشکل ہوتا ہے، آپ یہ کبھی نہیں کریں گے۔ حالانکہ آپ کی غیر موجودگی میں جیسے میں نے دستگیر کو دیکھا تھا..... دیکھیں میں کچھ نہیں کہہ رہا، کانوں سنا اور آنکھوں دیکھا بھی اکثر سچ نہیں ہوتا..... اسی طرح آپ بھی لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھریں۔"

"میری معصوم بیٹیوں پر اتنی گھٹیا بات کرنے کی ہمت کیسے کی تم نے..... تمہاری زبان سے ایک اور لفظ نکلے اس سے پہلے اُٹھ کر چلے جاؤ یہاں سے۔" وہ بری طرح کانپ رہے تھے جیسے لاغر وجود شدید طوفان کی زد میں آ گیا ہو..... شکیلہ کا دل چاہا بھاگ کر ابا سے لپٹ جائے۔ گونگے آنسو پلکیں توڑ کر رخساروں پر کروٹیں لیتے ٹھوڑی سے لڑھکنے لگے۔

"مولوی چچا! جس طرح میں نے نظر انداز کیا ہے اسی طرح آپ بھی ظرف بلند کیجیے۔ کیا آپ کو نہیں پتا کہ دستگیر کے بار بار یہاں چکر کیوں لگتے ہیں.....؟"

"دستگیر....." شکیلہ کو جھٹکا لگا۔ مزید برداشت کرنا دشوار ہو گیا تھا..... وہ چوکھٹ چھوڑ کر تیزی سے باہر نکلی۔

"یہ بات میں نے تاجور سے بھی کی اس نے ماننے سے انکار کر دیا اس کا مطلب ہے کہ اُس کا جھکاؤ شکیلہ کی طرف ہے..... خیر میں صدام بھائی کو جلد راضی کر لوں گا شادی کے لیے، اس عمر میں ویسے بھی....."

"تم..... تم حاکم..... یہ تم نہیں ہو۔ تمہارے منہ سے ایسی غلیظ بات....." اُن کے منہ سے ٹوٹتے جملے اور آنکھوں میں چھاتا اندھیرا۔

"چپ کر جائیں حاکم بھائی....." شکیلہ نے قریب جا کر زخمی لہجے میں اُس کی بات کاٹی تھی۔ ابا کے چہرے پر ریت اُڑ رہی تھی وہ کچھ بولنے کی کوشش میں بار بار ہکلاتے تھے مگر آواز نہیں نکلتی تھی۔ شکیلہ کی حالت غیر ہونے لگی..... آنسوؤں میں شدت آ گئی تھی۔

"تم بیچ میں مت پڑو۔" حاکم کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں۔ جبکہ وہ کچھ نہیں دیکھ پا رہی تھی۔

"اس سے پہلے کہ میں کوئی بدتمیزی کر بیٹھوں آپ جائیں خدا کے لیے....." اُس نے دونوں ہاتھ آگے جوڑ دیے۔ "میری پاکیزگی کی سند کوئی آپ سے لینے نہیں آئے گا، سنا آپ نے....."

"میرے منہ مت لگو شکیلہ، میں جس سے بات

www.pklibrary.com

کرنا چاہتا ہوں کوئی دوسرا بیچ میں آئے میں ہرگز گوارا نہیں کرتا۔" اس کے لہجے میں نہایت کڑواہٹ گھلتی جا رہی تھی۔

"یہ تو میرے بھائی کا احسان ......" اس کی بات پہلے ہی شکیلہ نے مکمل ہونے سے روک دی۔

"نن ...... نہیں کرنی ہے مجھے کوئی شادی، نہیں سجانا ہے آپ کے بھائی سے ملا اعزاز ماتھے پر، آپ جاتے کیوں نہیں ہیں ...... ابا ...... ابا آپ ٹھیک ہیں نا؟" وہ حاکم پر چیخ کر ابا کو سنبھالنے کے لیے جھکی تھی آنسوؤں کی لڑیاں دیوانہ وار گالوں پر پھسلتی جا رہی تھیں ...... ابا نے دونوں مٹھیوں سے چارپائی کی پٹیاں جکڑ رکھی تھیں۔ حاکم کا چہرہ شکیلہ کی ہمت پر سرخ پڑ چکا تھا۔

"اس ...... اس سے کہو ...... میری نظروں سے دور ہو جائے۔" ابا بدقت بول پائے۔

"آپ اتنی گندگی ذہنیت کے مالک ہو سکتے ہیں میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی ...... دستگیر آپ لوگوں سے ہزار درجہ بہتر ہے کم از کم اُس کی آنکھیں لحاظ اور شرم کے پانیوں سے تر ہیں۔ میں خود انکار کر رہی ہوں آپ کے منہ پر ...... مجھ جیسی لڑکی تو ویسے بھی آپ جیسے اُونچے لوگوں کے قابل نہیں ہے۔"

حاکم جبڑا بھینچے اُسے قہر برساتی نظروں سے دیکھ رہا تھا جو پہلی بار اتنی بے خوفی سے اُس کے منہ پر بولتی جا رہی تھی ...... حاکم کی پیشانی دہک اُٹھی تو وہ بھی جھٹکے سے کھڑا ہوا اور اُنگلی اُٹھا کر اُس کی طرف اشارہ کیا۔

"تم اس کے لیے بہت پچھتاؤ گی ...... اس توہین کو میں نہیں بھولوں گا۔"

"جائیں یہاں سے ......" وہ بغیر اثر کے اُسی جنونی انداز میں چلائی۔ خوف جتنا طاقت ور ہوتا ہے ختم ہونے میں اتنا ہی لمحہ لگاتا ہے ...... وہ آپے میں نہیں لگ رہی تھی۔ حاکم لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا چوکھٹ عبور کر گیا تو شکیلہ گھٹنوں کے بل ابا کے سامنے بیٹھ گئی۔

"ابا! کیا ہو رہا ہے ...... سنبھالیں خود کو، اُن کی باتوں پر مت سوچیں ...... مم، میں پانی لے آؤں آپ کے لیے۔" وہ ابا کا تر چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لے کر پونچھنے لگی۔ دل چاہا اُن کے جھریوں زدہ دنیا جہاں کے سب سے زیادہ پیارے چہرے سے آنسو کے موتی چن لے جو نجانے کیسی اذیت لے کر بہہ رہے تھے۔

"ابا! کچھ بولیں ...... میرا دل بیٹھ رہا ہے۔ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا ......"

"شکیلہ ......" اُنہوں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ٹھنڈا ہاتھ رکھ کر اُسے تسلی دی مگر اُس کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔

"میں خالہ کو بلاتی ہوں ...... دستگیر سے ڈاکٹر بلوا لیتی ہوں، ابا آپ ٹھیک نہیں ہیں ......" وہ آنسو پونچھتی اندر بھاگی۔ مولوی حیات ڈھے گئے تھے ...... وہ شکیلہ کو روکنا چاہتے تھے کہ وہ ٹھیک ہیں، کسی کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اتنی سی بات کہنے کے لیے بھی اُنہیں بہت طاقت کی ضرورت تھی ...... ساری ہمت جیسے کسی نے ایک جھٹکے میں نچوڑ لی تھی۔

چارپائی پر کمر ٹکائے اُن کی خالی نگاہیں نیلے آسمان پر منجمد ہو رہی تھیں۔ ان کے چلتے دل اور جاگتے دماغ پر بس ایک ہی نام کی بازگشت بار بار گونجتی جا رہی تھی۔ ایک ہی بتی روشن ہو رہی تھی ...... دستگیر کے نام کی! کتنے پرندے اُنہیں افسردگی سے دیکھ رہے تھے۔

کاش کہ اُداسی کے بھی دو پَر ہوتے ...... جو روح کے قفس سے نکال کر کھلی فضاؤں میں اُڑا دی جاتی۔ مٹا دی جاتی ...... آہ!!

☆☆☆

یمی سرتاپا حیرت تھی۔ اور خوشی اگر کہیں تھی تو وہ پھلجھڑیوں کی صورت ایک ایک کر کے شمائلہ کے حسین چہرے پر پھوٹتی تابناکی ظاہر کرتی جا رہی تھی ...... یمی نے ایک ثانیے کو سارے معاملے پر نظر دوڑائی اور اسے لگا وہ شمائلہ کی خوشی جاننے سے قاصر ہے۔

www.pklibrary.com

شائلہ..... جسے سیمی کا ہونق پن مزید ہنسا ہنسا کر مرنے کے قریب کر رہا تھا۔

"شائلہ اگلے ایک منٹ میں تم نے اس طوفان بدتمیزی پر کنٹرول نہ کیا تو میں یہاں سے کوچ کر جاؤں گی، اور تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں یہ ضرور کروں گی۔" سیمی نے ضبط سے..... کڑی برداشت کے بعد گہری سنجیدگی سے شہد رنگ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اُنگلی لہرائی تو شائلہ نے ہلے ہونٹ بھینچے..... پھر کوشش کر کے خود کو سمیٹا۔ اس کوشش میں اُس کی بتیسی کو پھر سے ہوا کھانے کی سوجھنے لگی۔

"یار سیریسلی یہ خضر ہے یہاں..... مطلب ہمارے گاؤں کا، اُف تم اُسے کیوں نہیں جانتیں۔"

"کیونکہ....." سیمی نے سخت بات کرنے سے خود کو روکتے ہوئے دانت پیسے۔ "کیونکہ وہ کوئی شہزادہ گلفام نہیں ہے کہ جگہ جگہ اُس کے ڈھنڈورے ہوں، اُس کے نام کے ڈنکے بجائے گئے ہوں اور لوگ اُس کے پیروں میں خود کو بچھاتے ہوں کہ آیئے لینڈ لارڈ صاحب اپنے پیروں سے ہمارا قیمہ کیجیے..... یہ ہی نہیں اگر ممکن ہو تو اپنی مبارک صورت کا سب سے اُونچے درخت پر چڑھ کر پوری بستی کو دیدار کرا دیجیے کہ کوئی بھی جاندار اس شرف کو حاصل کرنے سے چوک نہ جائے..... ہے نا شائلہ؟"

"اس ساری بکواس کا مطلب....." شائلہ نے بری طرح گھورا۔

"وہی میں تم سے پوچھ رہی ہوں کہ اس سب کا مطلب..... تمہاری خوشی میری سمجھ سے بالاتر ہے۔"

"خوشی، کون سی خوشی.....؟" وہ معصوم بن کر بولی۔ "دیکھو میں خوش تو نہیں ہوں یہ تو حیرت ہے..... خوش گوار حیرت..... میں حیران ہوں کہ جس شخص سے میں شہر میں ملی اور جس سے ملنے کا دوبارہ کوئی چانس نہیں تھا۔ وہ ہمارا ہمسایہ ہے ہاہاہا..... اور اُس نے ڈھونڈ بھی لیا۔ کتنا حیران کن ہے۔" ہنسی نے ایک بار پھر اس کے لبوں کو چھو لیا۔ وہ دونوں صحن میں تھیں اور شائلہ لکڑی کے جھولے پر بیٹھ گئی۔ سیمی بازو سینے پر لپیٹے اُسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"تمہارے لیے بس یہی حیران کن ہے..... مجھے تو یہ حیرت ہو رہی ہے کہ وہ اب کیوں ملنا چاہتا ہے؟"

"کیونکہ وہ میرا فین ہے، شائلہ بہادر خان کا فین..... تم نے سنا نہیں کہ شائلہ کے لکھے ناولز اُسے کس قدر پسند ہیں۔ دیکھو ہماری شہرت، ایک تم ہی قدر نہیں کرتیں....." شائلہ اترا کر بولی۔ بھوری آنکھوں میں شوخی اُتر آئی تھی۔

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ایک لڑکی سے ملاقات کی درخواست کر لو..... مجھے تو یہ بندہ ٹھیک نہیں لگ رہا۔" سیمی نے صاف صاف اپنے رائے سے آگاہ کیا۔ اس کے لہجے میں قطعیت تھی۔ شائلہ نے اپنی پیشانی پر تیوریاں بنائیں۔

"جی نہیں۔ وہ ایک اچھا خاصا چارمنگ اور ڈیسنٹ لڑکا لگ رہا تھا، اپنے الفاظ بھی درست کرو ایک لڑکی سے نہیں آج کی مشہور رائٹر سے..... اور اب بھی دیکھو کتنی عاجزی و مہذب الفاظ میں درخواست کر رہا ہے، تم خواہ مخواہ ایسی رائے قائم مت کرو۔"

شائلہ نے شرارت سے ہنسی چھپاتے ہوئے لفظوں پر زور دے کر جواب دیا۔ وہ سیمی کو تنگ کر رہی تھی اور سیمی اس کی مذاق کی عادت سے واقف تھی.....!

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں شائلہ، تمہیں بھی اسے سیریس لینے کی ضرورت نہیں ہے..... اُسے معلوم ہی ہوگا کہ گاؤں کی لڑکیوں کو یوں منہ کھول کر ملنے کا نہیں کہا جاتا اور نہ وہ انجان لڑکوں سے ملتی ہیں..... یہ بہت معیوب ہے پھر بھی.....؟" اس کے چہرے پر تناؤ آ گیا۔ پیشانی شکن آلودہ..... شائلہ کی بڑی آنکھیں اور بڑی ہو گئیں۔

"ریلیکس سیمی! میں اُسے مال میں اکیلی ہی ملی تھی اور بات بھی کی تھی اور اب تو اسے ہماری حویلی کا بھی علم ہو گیا..... اُس نے یقیناً اندازہ کر لیا ہوگا کہ

www.pklibrary.com

میں عام بستی کے لوگوں والی سوچ نہیں رکھتی ہوں کی جو کسی کے مخاطب کرنے پر بھاگ کھڑی ہو یعنی محض بات کرنا میرے لیے مسئلہ نہیں ہوگا..... ویسے بھی میں اُسے تھوڑا بہت جانتی بھی ہوں تو بس....."

شائلہ آہستہ آہستہ جھولا جھولتی لطف اندوز ہوتے ہوئے خضر کی سائیڈ لے رہی تھی..... بالوں کی چوٹی بنائے، دوپٹا شانے پر پھیلائے، ہلکے رنگوں کے آرام دہ کپڑوں میں وہ اپنی خالص مسکان کے ساتھ ہمیشہ سے زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔

"اچھا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تم بے خبری میں اپنا پرس شہر والے گھر بھول کر چل دیں۔ شاپنگ مال میں اچانک تم پر آشکار ہوا کہ تم اپنے ساتھ بے وقوفی کر چکی ہو اور اب سب تمہارا مذاق اُڑائیں گے کہ اُس کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ ایسے میں اچانک ایک شخص آکر تمہاری مدد کرتا ہے اور تم اُس کی مشکور ہو جاتی ہو..... پھر وہ اپنی راہ..... تم اپنے راستے....." سیمی نے ایک سانس میں شائلہ کی بیان کردہ تمام کہانی سنا دی تو شائلہ نے اس کی پٹر پٹر چلتی زبان پر بھنویں اکٹھی کر کے تیکھی نگاہوں سے دیکھا۔

"اب اس سب کا مطلب.....؟"

"یہی کہ کتنا تم اُسے جانتی ہو..... کتنا تھوڑا اور کتنا بہت....."

"بس کرو سیمی، مجھے تمہاری باتیں اب بور کر رہی ہیں....."

"بہتر۔ میں جا رہی ہوں....." وہ سچ مچ جانے کے لیے مڑی۔

"ارے رکو....." شائلہ نے جھپٹ کر اُسے بازو سے دبوچا۔ "آخر تمہیں غصہ کس بات پر آرہا ہے....."

"کسی بات پر نہیں میں صرف حقائق بیان کر رہی تھی..... اب چھوڑو اس فضول بحث کو....." اس نے بات سمیٹ دی۔

"یہ فضول بات نہیں ہے سیمی۔ اُس کی یہ کوشش میں بے مروتی کی نذر تو نہیں کر سکتی۔ اخلاقیات نباہنا مجھے بھی آتا ہے اور میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ میں نے اُس کے اُدھار چکانے کی بات بھی کی تھی اور اب جب موقع ملا تو....." اس کے چہرے پر جتانے والے تاثرات تھے۔ سیمی نے ہاتھ اُٹھا دیے۔

"آپ خود مختار ہیں میڈم، جو چاہیں کر سکتی ہیں اب بھی کر لیں..... میں تو چلتی ہوں۔" اس کے اُٹھ کھڑے ہونے پر شائلہ نے بے چینی سے ہاتھ تھام لیا۔

"ہاں یار! لیکن تمہارے بغیر میں کچھ کیسے کر سکتی ہوں، تم مجھے کشمکش میں چھوڑ کر چلی جاؤ گی؟" وہ خفا ہوئی تو سیمی کو گھورتے ہوئے بیٹھنا پڑا۔

"بتاؤ اب کام کی بات.....!"

"اچھا پھر کام کی بات یہ ہے کہ میں اس سے ملنے جا رہی ہوں....." شائلہ نے اطمینان سے لب کشائی کی۔ "وہ بھی تمہارے ساتھ....." مزید اضافہ کرتے ہوئے اُس نے حقیقتاً اس کے سر پر بم پھوڑ دیا۔ سیمی اپنی جگہ سے اُچھل پڑی۔

"کیا.....؟"

"ہاں۔" وہ اسی سکون سے بولی جو سیمی کو آگ لگا گیا۔ "دماغ خراب تو نہیں ہو گیا تمہارا لڑکی..... یہ تم کس چکر میں پڑ رہی ہو۔" ماؤف ہوتے ذہن کے ساتھ وہ دانت کچکچا کر بولی۔ شائلہ کی بات ایسی شدید تھی کہ اُسے کھڑے کھڑے ٹھنڈے پسینے آنے لگے..... ایسے جیسے خضر سچ مچ اُس کے سامنے آگیا ہو۔

"میرا دماغ صرف تم خراب کرتی ہو....." وہ برا مان گئی۔ "میں صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ میں نے اُس سے کہا تھا میرے اُوپر اُس کی مدد قرض رہے گی اب اُس نے اپنے کسی کام کو لے کر مجھ سے ملنے کی خواہش کی ہے تو اس میں ایسی کوئی گھبرانے والی بات مجھے نظر نہیں آرہی..... اب میں نخرے کرتی اچھی لگوں گی؟"

"نخرے نہیں اسے مجبوری کہو..... تمہیں بہادر چچا خوشی خوشی اجازت دے دیں گے؟" اب سیمی نے

www.pklibrary.com

اُسے چیلنج کرتی نظروں سے دیکھا۔

"انہیں کون بتائے گا....." وہ بے ساختہ ہنسی۔

"پھر یہ کیسے ممکن ہے؟" سیمی نے اب کی بار نہایت کوفت زدہ لہجے میں دریافت کیا۔ سورج کی کرنوں میں سرخی گہری ہوتی جارہی تھی اور بات ختم کیے بغیر وہ جا بھی نہیں سکتی تھی۔

"بابا اور اماں نے اس سنڈے شہر جانا ہے پھپھو کی عیادت کے لیے اور شمریز ہی لے کر جائے گا..... یہ موقع بہت اچھا رہے گا۔ میں اُسے یہیں بلالوں گی بیٹھک پر....."

وہ اندر ہی اندر بہت کچھ سوچ چکی تھی۔ سیمی کو اس کے ارادوں سے خوف آیا۔

"نہیں نہیں شائلہ....." وہ گھبرا کر پھر کھڑی ہوگئی۔ "پہلے اچھی طرح سوچ لو مجھے تو گھبراہٹ ہونے لگی ہے، بعد میں کسی بات کا ذمہ دار مجھے مت ٹھہرانا....." اُس کے چہرے پر فکر کی باریک پرچھائیاں تھیں..... اُسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"تم جب اپنی من مانیاں کرتی ہو تب سوچتی ہو..... کیا میں تمہیں یاد دلاؤں کہ پہلے بھی کچھ نہیں ہوا تھا جب تم نے چھپ کر کچھ کیا....." شائلہ نے اسے یاد دلایا۔

"یار پھر بھی ....." وہ مطمئن نہیں تھی۔ بے چارگی سے بولی۔

"افوہ! میں ہوں نا..... تم کیوں فکر کرتی ہو۔" وہ لاپرواتھی۔

"لیکن میں بہر حال تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی، کچھ بھی کرلو....." سیمی قطعیت سے کہہ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ لہجہ اٹل تھا، ٹھوس، بے لچک.....!

"ٹھیک ہے تم مرنا، مت آنا اندر..... تم باہر چوکیداری کرنا ٹھیک ہے؟" شائلہ نے جل کر کہا اور منہ پھلا کر تیز تیز جھولا جھولنے لگی۔ سیمی کو بے اختیار زور سے ہنسی آئی مگر وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی اس لیے قہقہہ روکتی تیزی سے وہاں سے ہٹ گئی۔

شکست خوردہ سنہری کرنوں کا دم اندھیرے کا بادشاہ آہستگی سے گھونٹنے لگا تھا۔ کچھ ہی دیر میں یہ سلگتا گولا تاریکی کی ٹھنڈی جھیل میں غوطہ زن ہوجاتا..... موسم خوش گوار ہورہا تھا اور ایسے میں دیکھا گیا کہ رنگوں میں دھنک کے سات رنگ..... لیکن خیالوں کے تانے بانے بنتی شائلہ کے چہرے پر "آٹھویں رنگ" کا چھینٹا پڑ رہا تھا.....!

اور یہ آٹھواں رنگ.....! وہ زندگی میں پہلی بار کوئی چھپ کر کام کرنے جارہی تھی۔ اس پر اس کا دل ہی کہہ رہا تھا کہ اُسے یہ کرنا چاہیے نجانے کیوں.....

ہوا کو سن گن لینے کی عادت تھی، ٹھٹکی۔ "کیا یہ کسی نئے کردار کی آمد ہے؟"

چاند چھونے لپکتا چکور، چلایا۔ "شاید کوئی نیا باب قید ہوا چاہتا ہے۔"

فضا نے بھی اپنے پہلو پر ہلچل محسوس کی۔ "تو کیا کوئی طلسمی شہزادہ آگیا ہے؟"

پریم کا پپیہا ہم خیال بنتے کودا۔ "واقعی! نہیں..... رکو لیکن کیوں؟"

پھر وقت نے لاڈ سے اپنے گال بھیچے اور ذرا ٹھہر کر ٹھوڑی کے نیچے مٹھی ٹکا کر عجب صوفیانہ ڈھب اپنایا۔

"ہاں! شہزادی کو نمکین پانیوں کے سفر پر لے جانے....."

☆☆☆

اُس کے پیروں کے نیچے انگارے دہک رہے تھے۔ زمین کے سینے پر لاوا کھل گیا تھا..... وہ زمین کو اپنے پیروں تلے روندتا، کچلتا اتنی تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا کہ دو لمحوں میں گلی کا فاصلہ پاٹا اور تیسرے لمحے کے اختتام پر پھاٹک توڑ دینے والے انداز میں گھر میں گھس گیا تھا۔ تاجور بے حد تھکے ہارے انداز میں خشک برتنوں کا ڈھیر اُٹھا اُٹھا کر الماری میں ترتیب سے رکھتی جارہی تھی۔ اچانک اُٹھتے مبہم شور پر چونکی ..... اس کی ساس کو شاید اسی کی آمد کا انتظار تھا کہ نجانے کون سے زمانے کی ساری کرا کری نکال کر اُس کے سامنے ڈھیر کردی تھی کہ وہ سیاہ پڑتے اسٹیل

www.pklibrary.com

وسلور کے برتنوں کو رگڑ رگڑ کر چمکا دے..... تاجور ابھی باہر بھی نہیں نکلی تھی کہ حاکم تیر کی طرح اُس کے قریب پہنچا اور جنگلی چیل کی طرح جھپٹا تھا۔

"مجھے لگا تھا تمہارے ابا کی نیت میں فتور آ گیا ہے..... لیکن یہاں تو تمہاری بہن کے بھی پر نکل آئے ہیں۔ تم اس دن چپ چاپ گھر سے نہ نکل آتیں تو آج مجھے بھی ذلیل نہ کیا گیا ہوتا۔ سچ کہتے ہیں کہ بیوی چاہے تو شوہر کی عزت بنائے، چاہے تو خراب کر دے۔"

"کیا ہوا ہے.....؟" وہ ہراساں ہو کر شوہر دیکھنے لگی جو لال انگارہ آنکھوں سے کف اُڑا رہا تھا۔ تاجور کے دونوں کندھوں پر جما کر ہاتھ رکھے

"تمہارے ابا تو کچھ بھی سننے کو تیار نہیں اور باقی کام تمہاری چہیتی بہن نے کر دیا ہے..... میری ایک بات کان کھول کر سن لو، مجھے دستگیر سے اتنی نفرت محسوس ہو رہی ہے کہ میرا دل چاہ رہا ہے اسے جا کر قتل کر دوں....."

"حاکم ہماری خالہ کا ایک ہی بیٹا ہے..... اس سے آپ کو کیوں دشمنی ہو رہی ہے؟" تاجور نے اس پر کچھ جتانے والے انداز میں کہا جو کچھ سننے کو تیار نہیں تھا صرف سنانا چاہتا تھا۔

"یہ تم اپنی بہن سے جا کر پوچھنا کہ میری کیا دشمنی ہے..... اس نے میرے شک کو یقین میں بدل دیا ہے۔ تاجور....." تیز تیز لہجے میں کہتے اُس نے یکدم رک کر اُس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"تم کس کی طرف ہو..... میری طرف یا اپنے ابا کی؟" تاجور اس عجیب سوال پر کچھ بول نہیں سکی۔ خالی خالی آنکھوں سے حاکم کو دیکھ کر رہ گئی۔

"دیکھیں میرے لیے آپ دونوں ہی ضروری ہیں..... میں کسی ایک طرف کیسے جا سکتی ہوں۔" اُس کے لہجے میں التجا بولنے لگی۔ حاکم تو آنکھوں ہی آنکھوں ہی ایکسرے کرتا تھا۔

"میں نے پوچھا تم کس کا ساتھ دو گی؟" اُس کے غصے کا گراف بڑھنے لگا۔ تاجور نے خود پر ضبط کیا۔

"حاکم! یہ کیسی ضد....." بے بسی سے کہتے اُس نے حاکم کو دیکھا جس کی نگاہیں سختی سے اس پر جمی تھیں اور سماعتیں جواب سننے کی منتظر تھیں۔ اس نے گہری سانس خارج کی۔

"میں آپ ہی کے ساتھ ہوں..... جیسا آپ کہیں گے ویسا کروں گی۔ آپ ابا کو ان کے حال پر چھوڑ دیں، وہ جو کرنا چاہتے ہیں انہیں کرنے دیں..... میں تو ہوں نا آپ کی طرف۔"

"شاباش! ایک فرماں بردار بیوی کا جواب یہی ہونا چاہیے..... تمہارے باپ نے صاف انکار کر دیا ہے کہ وہ کسی صورت نہیں مانیں گے۔ لیکن میری بھی اب ضد بن گئی ہے..... یہاں غیرت کا مسئلہ ہے۔ میرے دشمن خوش ہو جائیں گے اگر تمہارے ابا نے تمہاری بہن کی شادی دوسری جگہ کی..... تم جا کر انہیں اب راضی کرو گی۔"

"آپ ابا کی طرف گئے تھے.....؟" وہ ایکدم پریشان ہو اُٹھی۔ حاکم کا اتنا غصہ..... وہاں کیا ہوا تھا اور ابا.....؟

"ہاں گیا تھا۔ اب دوبارہ وہاں جانا ہے وہ بھی تمہارے ساتھ..... تم میری طرف ہو تو تمہیں ثابت بھی کرنا ہوگا۔ تمہاری بہن ہے نا وہ تو ضرور مان جائے گی..... ایک بار ہاں ہو جائے پھر میں دیکھ لوں گا۔ ب کو۔" اُس نے کہہ کر کندھا چھوڑ دیا۔ شاید وہ مطمئن ہو گیا تھا کہ تاجور ہی تو کرے گی..... یہ دیکھے بنا کہ وہ کسی غیر کے لیے نہیں تاجور کی سگی بہن کے لیے بات کر رہا تھا۔ جو جیتا جاگتا انسان تھی، ضد یا غیرت میں استعمال ہونے والی بے جان اشیاء نہیں..... اُس کی سوئی ابا کے ذکر پر اٹکی تھی.....!

"ابا..... ابا کو کچھ کہا آپ نے..... ابا ٹھیک تو تھے نا....." اُس نے بڑی ہمت و آس سے حاکم سے پوچھا۔ دل کی بے ترتیب دھڑکن کسی انہونی کا احساس دلا رہی تھی۔

"تمہارے ابا..... کچھ ہو سکتا ہے انہیں۔" وہ

www.pklibrary.com

زہر خند لہجے میں کہہ کر باہر نکلا تو تاجور اُس کی پشت کو تکتی بے اختیار باہر تک چلی آئی تھی۔ حاکم کی کیفیت بتاتی تھی ایک سرد جنگ کا سامنا کر کے آ رہا تھا...... شاید ختم کر کے یا پھر شروع......

''ابا! آپ کیسے ہیں۔'' ہمکتے دل کے ساتھ اُس نے ابا کے لیے سوال بھیجا اور گیلی آنکھوں سے اچھا سا جواب تلاشنے کے لیے سرگرداں ہو گئی...... دل چاہا جھانک کر ابا کو سفید پوشاک میں سکون سے بیٹھا دیکھ آئے مگر حاکم کے مزاج سے وہ واقف تھی۔

''یا اللہ میری مدد فرما...... یہ کس مشکل سے میری زندگی دوچار ہونے جا رہی ہے۔'' وہ خود کو بے دست و پا محسوس کر رہی تھی۔ اس سے اُسے اپنا وجود کسی بلند اندھیرے قلعے کے گھٹن زدہ ماحول کا قیدی محسوس ہو رہا تھا جسے بے کنارہ الجھی گلیوں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا گیا ہو...... اندھیرے کی اس شہزادی کا وجود بہت جلد چکی کے دو پاٹوں کے بیچ آنے والا تھا......!

☆☆☆

''محبت کیا ہے یمی؟'' ثانیہ نے چند لمحے خلا میں گھورنے کے بعد کھوئے کھوئے سے لہجے میں قریب بیٹھی بہن سے استفسار کیا تو یمی کا منہ کو جاتا ہاتھ ٹھٹک گیا۔ اس نے بھی لحظہ بھر کو ثانیہ کے سوال پر غور کیا اور سر جھٹک کر سادگی سے جواب دیا۔

''ماں...... محبت کو میں نے ماں کے روپ میں مکمل دیکھا ہے۔''

''اُوں ہوں...... میں تھوڑی سی الگ محبت کا ذکر کر رہی ہوں۔'' اُس کی تشفی نہیں ہو پائی تھی۔

''کون سی تھوڑی الگ محبت......؟'' یمی نے گھور کر پوچھا۔

''جیسا کہ......'' وہ درویشانہ انداز میں پُرسوچ لہجہ اپنا کر بولی۔ ''جیسا کہ...... بریانی کی پلیٹ میں رکھی اپنے حصے کی بوٹی، کسی دوسرے کے حصے کے لیے چھوڑ دینا۔ محبت کا کتنا عظیم درجہ ہے نا۔''

''کیا......؟'' یمی نے منہ بگاڑ کر آنکھیں پھاڑ کر اس بے وقوف کو دیکھا۔ پھر نیچے رکھی پلیٹ...... پلیٹ میں بریانی تھی اور یمی کی سائیڈ پر لیگ پیس موجود تھی۔ ثانیہ نے یقیناً اسی پر نظر جما کر یہ نادر و نایاب ارشاد برآمد کیا تھا...... یمی نے تلملا کر چمچہ پلیٹ میں رکھا اور ہاتھ جھاڑ کر کھڑی ہو گئی۔

''تم ہی کھاؤ، میرے کہیں پیٹ میں درد نہ ہو جائے...... اللہ ایسی ندیدی بہن سے پناہ دے۔'' ثانیہ کی طرف سے ایک جاندار ہنسی کا شور سنائی دیا تھا۔ اور وہ کھلکھلاتی چلی گئی۔

''ارے، میں نے تو صرف مثال دی تھی...... اب میں کیا کروں کہ دماغ میں جو چیز آ گئی۔ ویسے بھی پریوں کی کہانیوں میں شہزادوں کے لیے کتنی ہی پریاں اپنے کھانے قربان کرتی رہی ہیں۔ محبت کی یہ قسم تم کیا جانو......''

''مجھے جاننا بھی نہیں ہے مظلوم بھوکی پری...... میں ایسی کسی محبت کو نہیں مانتی۔ میں تو یہ کھانے قربان کرنے والی بات بھی تم سے سن رہی ہوں۔'' یمی نے پانی کا گلاس ثانیہ کے قریب رکھا اور سکون سے جواب دیا۔ تائی جی بچیوں کے ساتھ کہیں گئی ہوئی تھیں، اس لیے فی الحال سکون تھا۔

''پھر بھی بے شک تم بوٹی خود کھا لو مگر شہزادوں کے قصوں سے تو انکار مت کرو۔'' ثانیہ نے ایک بار پھر چھیڑا۔ اپنی شوخ طبیعت سے وہ کسی کو بھی ہنسا سکتی تھی۔ ثمائلہ نے بڑی محنت مشقت کے بعد اپنے ہاتھوں سے تیار کردہ بریانی ابا کے ہاتھ بھجوائی تھی، ثانیہ اسی سے انصاف کر رہی تھی۔

''پریوں کی کہانیوں میں شہزادے سے زیادہ دیو بھی ہوتے ہیں۔'' اماں تک اُن کی گفتگو پہنچ رہی تھی۔ اُنہوں نے وہیں سے جواب دیا تو ثانیہ نے منہ کھول کر اس جواب کو ملاحظہ کیا اور پھر پانی کا گھونٹ نگلتے ہوئے راز داری سے یمی کی طرف جھکی۔

''تم نے سنی اماں کی بات...... کہیں یہ بھی کسی سے محبت وحبت تو نہیں کرتی تھیں؟'' اس نے مشکوک

www.pklibrary.com

انداز میں سرگوشی کی تو سیمی نے جھانپڑ رسید کیا۔

"فضول باتیں سوچنا چھوڑ دو ثانی..... دماغ کو زنگ لگ جاتا ہے۔"

"اس میں کیا فضول ہے اُن کا جواب بڑی گہرائی لیے ہوئے ہے۔ میرے ذہن میں ایک خیال قیام فرمانے ابھی ابھی آیا ہے۔" اس نے معصومیت سے سیمی کی طرف دیکھا۔

"اب دیکھو میں اماں سے یہ سچائی کیسے اگلواتی ہوں....." وہ آستینیں چڑھا کر پوری دل جمعی سے بولی تو سیمی بھی لبوں پر اُمڈنے والی ہنسی پر بند نہیں باندھ سکی تھی۔

"والدہ محترمہ! ایک بات کا جواب عنایت فرمائیں..... کیا آپ نے کبھی محبت کی ہے؟" اس نے بڑے اعتماد سے پوچھا مگر اماں نے جو نگاہ اُٹھا کر اس پر ڈالی..... ثانیہ فوراً گڑبڑا گئی۔ اماں نے زبان سے کچھ نہیں کہا تھا مگر ان کی ایک نظر ہی ثانیہ بی بی کو اوقات میں لے گئی۔

"نہیں نہیں میں سمجھ گئی..... آپ کو بھلا کیسے محبت ہو سکتی ہے۔ اتنا تو میں جانتی ہوں آپ کے زمانے میں محبت کہاں ہوتی ہوگی۔" اس نے دونوں ہونٹوں کو پھیلا پھیلا کر اپنی بات کی خود نفی کی اور معصوم نظر آنے لگی۔ اماں نے اس کی بات پر کوئی تبصرہ کرنے کی بجائے یک لفظی جواب دیا۔

"ہاں.....!"

ثانیہ کا یک بیک سر گھوما۔

"ہاں.....؟ مطلب..... نہیں مطلب آپ کو ہوئی تھی، ہم..... محبت....." اس کی آنکھیں پھیل چکی تھیں اور پھنسی پھنسی آواز نے بے یقینی کا اظہار کیا۔ اُسے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔

"ہاں ..... حیرتیں کیا زمانے کی محتاج ہوتی ہیں؟" اماں نے جتانے والا لہجہ اپنا کر دو قدم آگے بڑھائے۔ ثانیہ سٹپٹا کر دو قدم پیچھے گئی۔ کیا خبر جھانپڑ رسید کر دیں یا پھر..... اس کا دل دھک دھک کرنے لگا۔

"کس سے..... کس سے والدہ حضور؟" وہ ہمت کر کے آج یہ راز اُگلوا لینا چاہتی تھی۔ "دیکھیں اگر آپ نے ابا کا کہنا ہے تو وہ میں جانتی ہوں ابھی سے کہہ دیں....." اس نے ہاتھ کھڑا کر کے حفاظتی اقدام کیا۔

"نہیں..... تمہارے ابا سے نہیں۔" اماں اسی پُراسرار لہجے میں بولتے ہوئے تھوڑا اور قریب آئیں۔ ثانیہ کی چیخ نکل گئی۔

"آپ آپ..... تو پھر کس سے؟ کیا ابا جانتے ہیں یہ بات؟" ثانیہ کی حالت غیر ہونے لگی۔ یہ کب اور کیسے..... اماں ایسی لگتی تو نہیں ہیں۔ اُف ایسی مطلب محبت کرنے اور چھپانے والی.....!

"نہیں تمہارے ابا یہ نہیں جانتے۔" اماں کے لبوں پر مسکراہٹ چمکی تھی۔ "میں نے اُنہیں کبھی بتایا ہی نہیں..... ہمیشہ اپنے دل میں رکھا۔"

"ام..... اماں دیکھیں یہ اچھی بات نہیں ہے۔ ہمارے ابا کے ساتھ زیادتی ہے..... اور میں اپنے ابا سے بہت محبت کرتی ہوں ہاں۔" اب وہ لڑنے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔

"میں نے تمہیں روکا تو نہیں ہے..... اس لیے میری محبت پر بھی مجھے کوئی نہیں روک سکا۔" اماں پھر سے مسکرائی تھیں۔ یا اللہ ایسی مسکان اور یہ گفتگو..... ثانیہ کے پیٹ میں مروڑ اُٹھنے لگے۔

"کون ہے وہ؟" اس نے ڈرامائی انداز میں پوچھا۔ جو الفاظ ایسے موقعوں پر بولے جاتے ہیں..... دل میں طرح طرح کے خدشات جنم لے رہے تھے۔

"وہ تمہارے ابا نہیں....." وہ اب ثانیہ کے اور قریب آئیں۔ ایک ہاتھ سے ثانیہ کا کندھا تھاما۔ بلکہ وہ..... "رازداری سے ذرا سا جھکیں۔ ثانیہ کا دل حلق میں آیا۔ "میرے ابا ہیں..... کسی کو بتانا مت۔" اور راز آشکار کر دیا۔ ثانیہ کی دوسری چیخ آزاد ہوئی تھی اور اماں دھیمے سروں میں کھلکھلا کر ہنستی چلی گئیں۔

"کیا..... یہ کیا بات ہوئی۔" اُس نے زور سے کہا کر

www.pklibrary.com

پاؤں پٹخے اور کپکپاتے دل کے ساتھ منہ بگاڑتی کمرے میں بھاگی۔ ہنستے ہنستے اماں کی آنکھوں میں پانی آگیا تھا..... حالانکہ وہ کبھی اتنا زیادہ نہیں ہنستی تھیں۔ اندر سانس پر قابو پاتی ثانیہ سیمی کو کہہ رہی تھی۔

"یہ اماں تو میری بھی اماں ہیں..... اُف کیا سوچا تھا میں نے کہ اماں پر ایسی "لواسٹوری" لکھوں گی لوگ شمائلہ کے نام کو بھول جائیں گے۔ مگر اماں نے میرے نو آموز خیالات، پانی پھیر کر بہا دیے....." بس آنسو بہانے کی کسر باقی رہ گئی تھی۔ خواہش کی اس کلی پر، جو بن کھلے مرجھا گئی۔ سیمی کھل کر ہنسی۔

"جانتی ہو مجھے اپنے گھر ٹی وی دیکھنے کی ضرورت کیوں نہیں پڑتی؟..... کیونکہ تم خود ایک چلتا پھرتا ڈرامہ ہو۔" ہنسنے کے بعد اس نے یہ بات کی اور جواباً ثانیہ کی تیز گھورنے کو مہارت سے برداشت کیا۔

☆☆☆

درختوں کے سروں پر شام اُترنے لگی تو دونوں چادر اُوڑھے باتیں بگھارتے گھروں کے عقب میں چلتی دکھائی دیں۔ دور دور تک نارنجی رنگ دہک رہے تھے..... دونوں بہنیں گلاب کے پودوں کو چھوتے ہوئے گزر رہی تھیں۔ شام کے ڈھلتے بستی کی ناریاں ادھر کا رخ کم کرتی تھیں کہ گلابوں کی خوشبو دور تک پھیلی رہتی تھی۔ سوائے ان دونوں کے..... وہ دونوں جیسے ڈر سے عاری لڑکیاں تھیں۔ سانپوں کو تو پل بھر میں مار لیں۔ (ان کے خیال میں، حالانکہ چوہا ہمیشہ جُل دے جاتا تھا) اور جنوں بھوتوں کی کتھائیں تو مثل بہشت میں کم ہی جنم لیتی تھیں..... آج جمعرات تھی۔

سیدھے راستے پکی سولنگ سے جانے پر بستی کے مردوں سے ٹکراؤ زیادہ ہوتا تھا۔ اس لیے وہ مختصر راستے سے اکثر سبز کچی مسجد میں دیا جلانے جاتی تھیں.....!

"آہ! کیا خطہ ہے ہمارا۔ سنو سیمی! ہم کتابوں میں اکثر پہاڑی علاقوں کی بے پناہ خوب صورتی کا ذکر پڑھتی ہیں۔ کیا کہیں ہمارے گاؤں جیسی بھی بات ہوگی جہاں گلاب تو سارا سال کھلتا رہتا ہے۔"

یہ چہکتی آواز تھی..... پرندوں کے گیتوں سے بڑھ کر سریلی..... ایسی آواز بلاشبہ صرف اسی کی تھی۔ ثانیہ..... جس کا سراپا سفید چادر میں لپٹا تھا۔ سفید رنگ اس کی معصوم صورت کو چاندی میں ڈھال دیتا تھا۔ وہ بے خبر ہوسکتی تھی لیکن دیکھنے والے نہیں رہ سکتے تھے.....!

سیمی نے محبت سے چھوٹی بہن کو دیکھا۔ "مثل بہشت کیا کسی اور جگہ کا نام ہے..... تو یہ خاصیت بھی صرف اسی کو حاصل ہوسکتی ہے۔" سیمی کے لہجے میں فخر در آیا تھا۔ ہریالی ہر منظر سے عیاں اور ٹھنڈک پیدا کررہی تھی۔ سبز مسجد برگد کے قریب دکھائی دیتی تھی۔

"اور تمہارے ساتھ تو یہ منظر اور بھی حسین اور مکمل ہے..... من پسند لوگوں کے ساتھ کوئی بھی جگہ فرحت بخش ہوتی ہے ثانیہ۔" سیمی نے اصل بات سے آگاہ کیا۔ اور اس پر نظر ڈالی۔ دونوں میں گہری محبت تھی..... ثانیہ چھوٹی تھی لیکن ایکدم اُونچی لمبی ہوگئی تھی۔ سیمی کے برابر جتنی..... وہ دبلی پتلی تھی جبکہ اس کے برعکس ثانیہ کا جسم کچھ بھرا سا تھا..... پشت قدرے چوڑی۔ ایک چاندنی تھی تو دوسری میں سنہرا پن..... اگر وہ بے پناہ حسین نہیں بھی تھیں تو انہیں حسین لگنا بھی نہیں تھا۔ وہ دونوں باصلاحیت تھیں اور یہ خود بہ خود نظر آتا تھا.....!

"اور اس مکمل منظر کے لیے ضروری ہے کہ ہم دونوں ساتھ رہیں..... لڑکیوں کی شادیاں ہوجائیں تو بہنیں جدا ہوجاتی ہیں، تم نے ایسا کیا تو تمہارا خون پی جاؤں گی۔" وہ خوں خوار لہجہ اپنا کر بولی۔

"ہاہاہا..... وہ تو تم بچپن سے پیتی آرہی ہو ویسے بھی میں نے تو شادی کے بعد بھی اسی گھر میں رہنا ہے..... تم پھر اپنا سوچو میرا نہیں۔" دونوں مسجد کے قریب پہنچ گئیں..... دھوپ پھیکی پڑ رہی تھی اور ایک اندر تک اُترتی ٹھنڈک تھی جو کچی دیواروں سے محسوس ہوتی تھی۔ بوڑھا پیڑ اُن پر سایہ فگن ہوگیا۔

"ہاں ایک ہی گھر..... تو تم خوش ہو سیمی؟" ثانیہ نے آج نجانے کس احساس میں آکر پوچھ لیا تھا۔ سیمی کے ٹھہراؤ میں کوئی فرق نہیں آیا۔

www.pklibrary.com

"ہاں! کیا تمہیں نہیں لگتا؟"

"میں نے تم سے پوچھا ہے..... شائلہ آپی کہتی ہے تم خوش ہو....."

"ٹھیک کہتی ہے وہ....." سیمی اسی سکون سے بولی۔ مسجد کی بیرونی دیوار کے پاس بوسیدہ سیاہ، تیل سے لتھڑے دیے رکھے تھے۔ ثانیہ نے دیا اُٹھا کر ہاتھ پر رکھا تو سیمی تیل ڈالنے لگی۔

"ٹھیک کہتی ہے یا نہیں وہ سہیلی ہے تمہاری..... میں تو بہن ہوں۔ مجھے نظر آتا ہے کہ آپ شاید راضی ہیں..... لیکن خوشی سے آپ کو کیا مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی کیسے کیسے دل کیسی جگہوں پر اُتار دیتا ہے۔"

وہ کچھ اداسی سے کہہ کر چپ ہوگئی۔ سیمی اس کی بات کا مفہوم سمجھتی تھی..... اگر ایسا تھا بھی تو بے معنی اور لاحاصل۔ سرسوں کے تیل کی لہریں دیے کے پیندے کو گیلا کرنے لگی تھیں۔

"میں مطمئن ہوں میرے دل میں کوئی کسک نہیں ہے ثانیہ..... اور اللہ تعالیٰ جیسا ماحول دیتا ہے ناویسے ماحول میں رہنے کا سلیقہ بھی دیتا ہے۔ بچپن کے رشتے تو یوں بھی پتھر پر لکیر ہوتے ہیں۔ پتھر ٹوٹ جائے پر لکیر نہ مٹے..... اللہ پاک پر بھروسا ہے مجھے، ہر جوڑا آسمانوں پر بنا ہوا ہے۔" اُس کے لہجے میں ٹھہرے پانیوں سا سکون تھا۔ ثانیہ نے لب کشائی کی۔

"کچھ بھی ہو لیکن تمہارے لیے میرے دل میں بہت سارے ارمان ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے تمہارے لیے تو گھوڑے کی باگ تھامنے والا کوئی شہزادہ ہو..... معین بھائی عجیب مزاج کے ہیں۔ میرا دل گھبراتا ہے کہ خدانا خواستہ آپ کی زندگی کو بھی بے رنگ کردیں۔"

"ارے....." سیمی ایک دم ہنس پڑی۔ "تم کب سے یہ باتیں سوچنے لگی ہو۔ اتنی بڑی باتیں مت کیا کرو سمجھیں....." اس نے کہتے ہوئے دیے میں تیل ڈال کر ماچس پر زور سے تیلی رگڑی..... آگ بھڑکی اور شعلے آنکھوں میں عکس کی صورت نظر آئے۔ دیا روشن ہوگیا تھا۔

"اور تم ان باتوں پر دماغ مت الجھایا کرو میری جان..... انسان دھوپ چھاؤں سے ہی ہوتے ہیں۔ حقیقت کی دنیا میں رہتے ہوئے شہزادوں کی آرزو کرنا بے وقوفی سے بڑھ کر کچھ نہیں..... اکثر دیو سے واسطہ پڑ جاتا ہے۔" سیمی کا لہجہ آخر میں شریر سا ہوگیا۔ ثانیہ نے ہونٹ پھیلائے۔

"اماں والی باتیں مت کرو..... جیسے میں تمہیں جانتی نہیں ہوں۔"

"وہ ایک الگ بات ہے..... میں اسے اپنی ذات سے الگ رکھتی ہوں۔"

"ہاں پریم ریت کے کردار جس گہرائی سے تم نے جانچے اس پر تو خود شائلہ بھی حیران تھیں..... ایک طرف مسحور اور دوسری طرف محبت سے انکاری ہو جاتی ہو۔" اس نے ہلکا سا شکوہ کیا۔ سیمی نے ہلکا سا مسکرانے پر اکتفا کیا اور اس بات کو نظر انداز کر دیا۔

"تمہیں ایک بات بتاتی ہوں ثانیہ! مجھے کبھی کسی شہزادے کی آرزو نہیں رہی اور نہ ہی کبھی آگے ہوگی..... میں اپنی دنیا میں رہنا چاہتی ہوں۔ یہ جو سفید باگ تھامنے والے شہزادے آتے ہیں نا وہ پھر یہی باگ سنبھالے لے کر دور چلے جاتے ہیں مجھے ان سے خوف آتا ہے..... شہزادوں سے، دور جانے سے..... میں تو صرف تم سب کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔" اس کے ایک ایک لفظ میں بوند بوند سچائی تھی۔ ثانیہ نے چپ رہنا تو سیکھا نہیں تھا چاہے بات کوئی سی بھی کرے۔

"ایسی بات بھی نہیں ہے..... شہزادے کبھی قید نہیں کر لیتے۔" اس بات کا بھی سیمی جواب ضرور دیتی لیکن وہ دیا رکھنے اندر بڑھ چکی تھی۔ اندر نیم تاریکی تھی..... جو سنہری تابانی میں بدلتی چلی گئی۔ چاروں سمت سنہرے رنگ بکھرنے لگے۔

دیا اپنی جگہ رکھ کر دونوں نے ہاتھ چہرے کے آگے کر دیے۔ وہ عادتاً دعا ضرور مانگتی تھیں۔

"اے اللہ بے شک تو حکمت والا ہے، ہر چیز پر قادر ہے..... اور جو کچھ کرتا ہے اچھے کے لیے کرتا ہے۔ بس سیمی آپی کے لیے سب کچھ اچھا اچھا کرنا....."

دعا کر کے وہ باہر آئیں تو روشنی بے حد کمزور نظر آتی

www.pklibrary.com

تھی..... سورج غروب ہو رہا تھا۔ ثانیہ نے اپنے لیے دعا کرنے سے قبل بہن کے لیے دست پھیلائے تھے۔

اور دعا..... جس میں دل رکھ دیا گیا ہو تو مقبولیت کی خوشبو کو چھو آتی ہے۔

یقین کی لہروں پر سوار چھوڑا گیا ہو تو ہر صورت اپنا آپ دکھا دیتی ہے۔ سفر کرتی ہے۔

اس کی دعا بھی سچی اور کسی بھی قسم کی عجلت سے پاک تھی..... بس اُسے خبر نہیں تھی کہ اکثر اوقات سب ''اچھا اچھا'' ہونے سے پہلے بہت کچھ ''برا'' ہو چکا ہوتا ہے.....!

☆☆☆

انسان نے بڑے سے بڑا ہتھیار بنا لیا..... مگر نہ مار سکا تو صرف چھوٹی سی چھوٹی ''انا'' کو۔

اُس کی اب تک کی زندگی میں صرف دو مردوں کا گزر ہوا تھا..... ایک ابا اور دوسرا مجازی خدا..... وہ دونوں میں سے ترازو کے جس پلڑے پر بھی وہ توازن برقرار رکھنے کی کوشش کرتی، خلا میں ہر حال اُسے ہی لٹکنا تھا۔

بات صرف ''بات'' نہیں رہی تھی۔ انا پر بنک گئی تھی۔ انا جو توڑ تو دیتی ہے مگر جھکاتی نہیں..... اور تاجور کا اسی ''توڑ پھوڑ'' کی دھول نے سانس لینا محال کر رکھا تھا۔ اسی توڑ پھوڑ کا دیمک دل پر گر رہا تھا اور وہ اتنے سے دنوں میں خستہ حال نظر آ رہی تھی..... گھر کے تمام لوگ ایک سرد جنگ لڑ رہے تھے۔ حاکم نے دوٹوک الفاظ میں سمجھا دیا تھا کہ اس نے ہر حال میں اپنے ابا اور شکیلہ کو قائل کرنا ہے۔ ورنہ پھر حاکم کیا کرے گا، اس پر کوئی کچھ نہیں کر سکے گا..... تاجور نے بے چارگی سے ایک بار پھر کوشش کی کہ

''دیکھیں، آپ بلاوجہ غصہ کر رہے ہیں۔ اس معاملے کو ٹھنڈا ہو جانے دیں..... ابا سے پھر آرام سے بات کر لیں گے۔ اس وقت تو وہ بھی غصے میں ہوں گے۔''

''لوہا گرم ہو تو چوٹ تب ہی لگانی پڑتی ہے۔ ہم معاملہ ٹھنڈا ہونے کا انتظار کریں اور تمہارے ابا کوئی فیصلہ کر ہی لیں بغیر ہمیں بتائے.....''

''تو ٹھیک ہے نا حاکم۔ ابا کو سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنے دیں..... دیکھیں وہ آپ کو بہت پسند کرتے ہیں۔ انہیں بہت اذیت مل رہی ہوگی آپ کے رویے سے.....''

''مجھے پسند کرتے تو یہ سب نہ کرتے۔ اس اذیت سے بے عزت کی اذیت زیادہ ہوگی جو یہ رشتہ نہ ہونے پر مجھے جھیلنا پڑے گی۔'' وہ چکنا گھڑا ثابت ہو رہا تھا۔ کورا پتھر.....!

''لیکن بستی میں صرف ایک ہی لڑکی تو نہیں بچ گئی نا.....'' اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ کسی طرح اس کا دھیان دوسری طرف بٹانا چاہا۔

''تم.....'' حاکم نے بہت ضبط سے اُسے دیکھا۔ جب وہ خاموش مگر سرد نگاہوں سے تاجور کو دیکھتا تھا اسے خوف آنے لگتا تھا۔

''عام حالات میں اگر وہ دنیا کی بھی آخری لڑکی ہوتی تو مجھے چنداں پروا نہ ہوتی..... مگر اب بات صرف اتنی نہیں ہے۔ وہ منسوب ہے صدام سے اور کوئی دوسرا اسے لے کر جا نہیں سکتا، بچا اس بات سے کمتر نہیں سکتے..... وہ تو بہت نیک ہیں نا، لیکن اس کا نصیب ہم جیسے گناہ گاروں میں ہی لکھا ہے۔''

اس نے گہرے کاٹ دار لہجے میں ایک طنزیہ نگاہ اس پر ڈالی جواب نظریں جھکائے خاموشی سے کھڑی تھی۔ اس کے سارے دلائل، سارے جملے جھاگ کی طرح بجھ گئے تھے۔

''تم تیار رہنا، میں آخری بار تمہارے ساتھ وہاں جا رہا ہوں جہاں مجھے بے عزت کر کے نکالا گیا..... یہ تم پر ہوگا کہ تم میری حمایت میں بول کر میری کتنی شان بڑھاتی ہو۔'' یہ بھی طنز ہی تھا.....

تاجور کو نشتر کی طرح چبھا۔ وہ صرف یہی چاہتا تھا کہ تاجور کوئی بولنے والی مشین بن جائے، اور اس کے ذہن میں لکھی ساری باتیں سبق کی طرح پڑھ کر سناتی جائے۔ پھر اس مشین کی کاٹ کی زد میں آنے والے اس کے رشتے ہی کیوں نہ ہوں..... وہ صرف حاکم کی ''بیوی'' بن کر دکھائے۔

''اس طرح تو کچھ بھی صحیح نہیں ہو سکے گا..... یہ

www.pklibrary.com

زبردستی کے معاملے نہیں ہیں نا۔" وہ رونے والی ہوگئی مگر حاکم اس کا جواب نہ دے سکا۔

اسی وقت باہر سے گاڑی کے ہارن کی آواز آئی تو حاکم نے لمبی سانس لے کر چہرے کے ناگوار تاثرات مٹائے۔ یہ مخصوص ہارن اس کے دوست کی کار کا ہوتا تھا جو اس سے ملنے آتا رہتا یا کسی کام سے دونوں جاتے ...... تاجور کو بہت دکھ ہوا۔ وہ خود کو نارمل کرنے کی کوشش کررہا تھا...... حاکم باہر والوں کے لیے خوشگوار نظر آسکتا تھا کیا اس کے لیے نہیں؟ ...... اپنی شادی کے محض کچھ ہی وقت بعد کھائے تھپڑ نے اُس سے کسی بھی قسم کی اچھی اُمید کو کچل دیا تھا۔ پھر بھی اپنے مطلب کے لیے حاکم کا جھکاؤ، اُسے مزید افسردہ کردیتا تھا۔

"صدام بھائی کے کپڑے نہیں دھوئے تم نے؟" نیلم نے آکر پوچھا تو وہ بے دھیانی میں بولی

"میں نے دھونے تھے......؟"

"اگر نہیں دھونے تھے تو مجھ سے کہتیں، میرے بھائی بوجھ نہیں ہیں مجھ پر...... کوئی احسان نہیں کرنا تھا تم نے۔ حد ہے تاجور، اب میں لالہ کو کیا کہوں وہ کپڑے مانگ رہے ہیں۔"

صدام اپنے کھوہ پر رہتا تھا (جہاں اس نے ٹھیکے پر زمینیں لے رکھی تھیں) اور جب بھی گھر آتا میلے کپڑے یہیں چھوڑ جاتا تھا اور پھر جب دھل جاتے تو ساتھ لے جاتا۔

نیلم کی تیز آواز پر تاجور جیسے خیالوں سے باہر آئی اور جلدی سے وضاحت کرنے لگی۔

"سنو...... سنو نیلم! میرا خیال کہیں اور تھا...... صدام لالہ کے کپڑے میرے کمرے میں رکھے ہیں تمہارے بھائی جان کے کپڑوں کے ساتھ۔ استری بھی کردیے تھے......"

"ہوں...... پتا نہیں کن خیالوں میں کھوئی رہتی ہو۔" وہ اس پر ایک نظر ڈالتی باہر نکل گئی۔ صحن میں سے آوازیں باورچی خانے تک آرہی تھیں۔ صدام کے سامنے دودھ والی ٹھنڈی سیویوں کی پلیٹ اس کی ماں نے رکھی اور دبی دبی آواز میں کچھ کہنے لگیں۔ کچھ دیر وہ چپ چاپ سنتا رہا تاجور باہر آئی تو اسے دیکھ کر ماں کو چبا چبا کر سنانے لگا۔

"اماں کتنی دفعہ کہوں کہ میرے سامنے اس ذکر کو مت چھیڑا کرو، حاکم تو پاگل ہے...... کیا یہ اس لائق ہیں کہ بار بار منہ مارا جائے۔ لے کر بات کا بتنگڑ بنا دیا۔"

"دھیرے بول، کوئی سن لے تو......"

"دنیا جائے بھاڑ میں، میں رکھتا ہوں جوتے کی نوک پر...... تمہاری مرضی نے ہی آج یہ دن دکھایا ہے۔ پہلے تو اپنا طمع تھا، بیٹی سر سے اُتار دی تو اب رنگ ہی بدل گئے ہیں...... اتنے ہی کانٹے چبھ رہے ہیں تو اپنی پارسا بیٹی کی مسجد میں کرسی ڈال لیں...... ہر وقت دماغ خراب کیا ہوا ہے۔" اُس کا چہرہ ہزار زاویوں سے بگڑ رہا تھا۔

"میں نے کہہ دیا ہے نا کہ مجھے شادی نہیں کرنی ہے ابھی ...... بیٹیوں کا باپ ہوتے ہوئے انہیں ہمارے آگے جھکنا چاہیے مگر وہ ہیں کہ کچھ سمجھ میں ہی نہیں رہے۔ میں کوئی گرا پڑا شخص نہیں ہوں کہ ہاتھ پھیلا کر منتیں کروں۔"

"پر پتر! بات تو گاؤں میں شرمساری کی ہے نا۔ ایک بار بات ٹھہری ہو تو پھر کبھی کسی کی ٹوٹتی ہوئی دیکھی...... لوگ کہیں گے کہ آخر ایسی کیا بات ہوئی۔" حمیدہ نے دبی زبان میں اسے سمجھایا مگر وہ اور ہتھے سے اکھڑ گیا۔

"مجھے کسی کی پروا نہیں ہے، میں بھی ایسی لڑکی لے کر آؤں گا کہ سارا گاؤں دیکھے گا...... یہ تو حاکم ہے جسے لوگوں کی پروا ہے اور اس نے منہ باندھ لی ہے ورنہ میں تو......"

اس نے پلیٹ کو اتنی بدتمی...
اُڑتی ہوئی تاجور کے پ...
آپڑی۔ اس کی منہ...
اُبال سا اُٹھا جیسے...
وجہ سے اُ...
۔ او...

☆☆

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

www.pklibrary.com

زبردستی کے معاملے نہیں ہیں نا۔" وہ رونے والی ہوئی مگر حاکم اس کا جواب نہ دے سکا۔

اسی وقت باہر سے گاڑی کے ہارن کی آواز آئی تو حاکم نے لمبی سانس لے کر چہرے کے ناگوار تاثرات مٹائے۔ یہ مخصوص ہارن اس کے دوست کی کار کا ہوتا تھا جو اس سے ملنے آتا رہتا یا کسی کام سے دونوں جاتے ...... تاجور کو بہت دکھ ہوا۔ وہ خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہا تھا...... حاکم باہر والوں کے لیے خوشگوار نظر آسکتا تھا کیا اس کے لیے نہیں؟ ...... اپنی شادی کے محض کچھ ہی وقت بعد کھائے تھپڑ نے اُس سے کسی بھی قسم کی اچھی اُمید کو کچل دیا تھا۔ پھر بھی اپنے مطلب کے لیے حاکم کا جھکاؤ، اُسے مزید افسردہ کر دیتا تھا۔

"صدام بھائی کے کپڑے نہیں دھوئے تم نے؟" نیلم نے آ کر پوچھا تو وہ بے دھیانی میں بولی

"میں نے دھونے تھے......؟"

"اگر نہیں دھونے تھے تو مجھ سے کہتیں، میرے بھائی بوجھ نہیں ہیں مجھ پر...... کوئی احسان نہیں کرتا تھا تم نے۔ حد ہے تاجور، اب میں لالہ کو کیا کہوں وہ کپڑے مانگ رہے ہیں۔"

صدام اپنے کھوہ پر رہتا تھا (جہاں اس نے ٹھیکے پر زمینیں لے رکھی تھیں) اور جب بھی گھر آتا میلے کپڑے یہیں چھوڑ جاتا تھا اور پھر جب دھل جاتے تو ساتھ لے جاتا۔

نیلم کی تیز آواز پر تاجور جیسے خیالوں سے باہر آئی اور جلدی سے وضاحت کرنے لگی۔

"سنو...... سنو نیلم! میرا خیال کہیں اور تھا...... صدام لالہ کے کپڑے میرے کمرے میں رکھے ہیں تمہارے بھائی جان کے کپڑوں کے ساتھ۔ استری بھی کر دیے تھے......"

"ہوں...... پتا نہیں کن خیالوں میں کھوئی رہتی ہو۔" وہ اس پر ایک نظر ڈالتی باہر نکل گئی۔ صحن میں سے آوازیں باورچی خانے تک آ رہی تھیں۔ صدام کے سامنے دودھ والی ٹھنڈی سیویوں کی پلیٹ اس کی ماں نے رکھی اور دبی دبی آواز میں کچھ کہنے لگیں۔ کچھ دیر وہ چپ چاپ سنتا رہا تاجور باہر آئی تو اسے دیکھ کر ماں کو چبا چبا کر سنانے لگا۔

"اماں کتنی دفعہ کہوں کہ میرے سامنے اس ذکر کو مت چھیڑا کرو، حاکم تو پاگل ہے...... کیا یہ اس لائق ہیں کہ بار بار منہ مارا جائے۔ لے کر بات کا بتنگڑ بنا دیا۔"

"دھیرے بول، کوئی سن لے تو......"

"دنیا جائے بھاڑ میں، میں رکھتا ہوں جوتے کی نوک پر...... تمہاری مرضی نے ہی آج یہ دن دکھایا ہے۔ پہلے تو اپنا طمع تھا، بیٹی سر سے اُتار دی تو اب رنگ ہی بدل گئے ہیں...... اتنے ہی کانٹے چبھ رہے ہیں تو اپنی پارسائی کی مسجد میں کڑی ڈال لیں...... ہر وقت دماغ خراب کیا ہوا ہے۔" اُس کا چہرہ ہزار زاویوں سے بگڑ رہا تھا۔

"میں نے کہہ دیا ہے نا کہ مجھے شادی نہیں کرنی ہے ابھی ...... بیٹیوں کا باپ ہوتے ہوئے انہیں ہمارے آگے جھکنا چاہیے مگر وہ ہیں کہ کچھ سمجھ میں ہی نہیں رہے۔ میں کوئی گرا پڑا شخص نہیں ہوں کہ ہاتھ پھیلا کر منتیں کروں۔"

"پر پتر! بات تو گاؤں میں شرمساری کی ہے نا۔ ایک بار بات ٹھہری ہو تو پھر کبھی کسی کی ٹوٹتی ہوئی دیکھی...... لوگ ہنسیں گے کہ آخر ایسی کیا بات ہوئی۔" حمیدہ نے دبی زبان میں اسے سمجھایا مگر وہ اور ہتھے سے اکھڑ گیا۔

"مجھے کسی کی پروا نہیں ہے، میں بھی ایسی لڑکی لے کر آؤں گا کہ سارا گاؤں دیکھے گا...... یہ تو حاکم ہے جسے لوگوں کی پروا ہے اور اس نے ضد باندھ لی ہے ورنہ میں تو......"

اس نے پلیٹ کو اتنی بدتمیزی سے ٹھوکر ماری کہ وہ اُڑتی ہوئی تاجور کے پیروں میں لڑھکتی اوندھے منہ آ پڑی۔ اس کی منہ میں رہی بات پر تاجور کے اندر ایک اُبال سا اُٹھا جیسے پیٹ میں گولا سا پھٹ گیا ہو۔ جس کی وجہ سے اُس کا سکون برباد تھا، ازدواجی زندگی داؤ پر لگی تھی۔ اور اپنے بزرگ باپ کے لیے اتنی باتیں برداشت کرنی پڑ رہی تھیں...... وہ ہی قصوروار ہوتے ہوئے بھی

www.pklibrary.com

ڈھٹائی کا مظاہرہ کررہا تھا..... اور وہ قصور نہ ہوتے ہوئے بھی مجرم بنی ہوئی تھی، آخر کیوں؟ وہ اپنی مرضی سے نجانے کیا کیا بلکتا جھکتا جارہا تھا۔

تاجور نے اس کی زہرا فشانیوں سے وہیں کھڑے کھڑے فیصلہ کرلیا کہ یہ شخص اس کی بہن کے قابل ہرگز نہیں تھا۔ پہلی بار اُس نے ذہن کے نہاں خانوں میں ''دستگیر'' کے خیال کو جگہ دی۔ وہ اس سے ہزاروں درجے بہتر نہیں تھا..... بلکہ ان دونوں کا تو موازنہ ہی ممکن نہیں تھا۔

☆☆☆

ایک راج ہنسوں کا جوڑا کھلی فضاؤں میں اُڑان بھرتا ہوا آیا اور سفید بادلوں کے غبار کے پار اُتر گیا۔ موسم خوش گوار ہورہا تھا۔ بادلوں کی سپیدی نے دھوپ کا رنگ نچوڑ لیا تھا..... اور راج ہنس کے سے خضر نے سر اُٹھا کر بادلوں کو دیکھا اور فضا کی خوشبو اپنے اندر اُتار لی۔ وہ اس وقت فلک کے نٹ لگا رہا تھا..... ہاتھوں پر دھبے لگتے جارہے تھے۔ ماتھے پر بکھرے بے ترتیب بال اور چہرے پر معمول سے زیادہ تھکن ظاہر تھی۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی زمینوں سے لوٹا تھا اور اماں جان نے اُسے یہ ٹھیک کرنے کو کہا۔ وہ ابھی فارغ نہیں ہوا تھا کہ موبائل بج اُٹھا۔

''ہیلو.....'' مصروف انداز میں اُس نے سلام کیا تو دوسری جانب سے خوب صورت سی آواز شائستگی سے اُبھری۔

''السلام علیکم مسٹر خضر..... آپ ٹھیک ہیں؟''

''وعلیکم السلام..... جی بالکل ٹھیک۔'' خضر نے اگلی بات سننے کے لیے دھیان لگایا۔

''شائلہ ہیئر..... شائلہ بہادر خان بات کررہی ہوں.....'' دوسری طرف سے کہا گیا اور خضر کے ہاتھوں سے پسینے چھوٹ گئے۔

''واٹ؟'' گنگ سا وہ خواب کی سی بے یقینی سے گویا ہوا۔ ساری کائنات پل بھر میں تھم گئی تھی۔

''آپ شائلہ بات کررہی ہیں..... مجھے یقین کرلینے دیں کہ بالآخر صبر آزما انتظار کے بعد یہ میں آپ ہی کی آواز سن رہا ہوں۔''

''جی بالکل آپ یقین کرلیں یہ میں ہی بات کررہی ہوں اور آپ نے خود ہی کہا تھا کہ یہ دنیا کافی گول ہے..... اس لیے اتنی بے یقینی قائم نہیں ہونی چاہیے۔'' خضر کو لگا مسکرایا گیا ہے۔ بلاسبب اُس کی دھڑکن کی رفتار تھوڑی سی غیر معمولی ہوئی تھی۔

''میں اس بات پر قائم ہوں اور مجھے اچھی طرح یاد بھی ہے مگر دن اتنے گزر گئے کہ میں اس طرف سے مایوس ہی ہونے لگا تھا۔'' وہ بھی اس مرتبہ کھل کر مسکرایا۔ خوشی اس کے بس سے باہر ہونے لگی تھی۔

''میں معذرت خواہ ہوں کہ اس کی وجہ آپ کو نظرانداز کرنا نہیں تھا..... دراصل مجھے وہ ملا ہی کچھ لیٹ جو نوٹ یقیناً آپ نے لکھ کر بھیجا تھا۔'' شائلہ کی بات پر خضر نے بے ساختہ کہا۔

''جی جی..... بالکل اُسے میں نے لکھا ہے.....'' چہرے پر ہاتھ پھیرا گیا۔ سیاہ تیل کے دھبے ہاتھوں سے چہرے پر اُتر کر نقش ونگار بنا گئے۔ مگر اس کا دھیان ہی نہیں تھا.....

''اُوکے۔ آپ نے ایک ملاقات کی فرمائش کی تھی تو میں وہ پوری کرسکتی ہوں..... آپ اگر فری ہوں تو اس سنڈے میرے گھر آجایئے گا۔ ان شاء اللہ وہاں ملاقات ہوگی۔'' شائلہ نے اپنی آواز ہموار رکھتے ہوئے اُسے خوش خبری سنائی اور اُس کی بن دیکھی خوشی کا سوچ کر مسکرانے لگی۔

''شیور..... میں آجاؤں گا۔ بہت بہت شکریہ مس شائلہ.....''

''اس کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ پھر باقی باتیں وہیں ہوں گی اپنا خیال رکھیے گا۔ اللہ حافظ۔''

''خدا حافظ.....'' رابطہ منقطع ہوا اور کائنات کے شور رواں ہوگئے۔ خضر نے کتنی ہی دیر رکتی بڑھتی دھڑکنوں کے ساتھ موبائل اور اس نمبر پر غور کیا تھا..... ماتھے پر ہاتھ رکھنے کے لیے اُس نے ہاتھ اُوپر کیا تو خراب ہاتھوں کا خیال آیا..... پھر یکایک احساس ہوا کہ یہ حرکت بے خیالی میں وہ پہلے بھی کرچکا ہے۔ وہ اپنی

www.pklibrary.com

کیفیت پر ہنسا...... اور کھلکھلاتا چلا گیا۔

شمائلہ نے بھی موبائل ہٹاتے ہوئے گہری سانس لی لب دبائے۔ وہ پُراعتماد تھی۔ اس کے باوجود جس عجیب سی کیفیت کا شکار ہو رہی تھی وہ ایک عام فون کال والی ہرگز نہیں تھی۔

"شمائلہ بہادر خان ......" خضر نے سرشاری سے اس کا نام پکارا۔ نام خوب صورت تھا، شخصیت اہم ترین ...... اور یہ جذبہ...... اس کے اندر دل کے موسم کی خوب صورتی اس لحاتی احساس میں باہر کے موسم سے دوچند ہو چکی تھی......!

☆☆☆

مولوی حیات کے گھر کا مکمل وہی منظر تھا جو آج تک دکھائی دیتا رہا تھا۔ آج صرف افراد کا اضافہ نظر آ رہا تھا...... جن کی آوازیں پنچھیوں کی بولیوں کے ساتھ فضا میں گونج رہی تھیں۔

درخت شریں کی گھنی چھاؤں میں تین لوگ آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ مولوی خالو کے سامنے نمانما مسکراتا، سلجھا ہوا، فرماں بردار بچہ دستگیر، جو بولتا تو ضرورت کے تحت، آواز رکھتا دھیمی، لہجہ متوازن، مولوی صاحب کسی اور ہی لحاظ سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ ایک خالہ تھیں جو نان اسٹاپ بولتی جا رہی تھیں...... وہ اکلوتے بیٹے کی ماں تھیں۔ دوسری اولاد ایک بیٹی تھی...... دونوں گھر میں ساتھ رہتیں مگر خالہ بہت باتونی تھیں۔ کوئی انسان میسر آ جاتا تو پھر ان کی باتیں ختم نہیں ہوتی تھیں۔

درمیان میں لکڑی کی میز پر مٹھائی کا ڈبا کھلا پڑا تھا۔ پلیٹ میں کچھ گلاب جامن، کچھ برفی کے ٹکڑے ترتیب سے رکھے تھے۔

"شکیلہ کہاں اندر جا گھسی ہے، ایک تو جب میں آؤں کام میں لگ جاتی ہے...... اب بتاؤ بھلا میں کوئی غیر ہوں کہ تکلف میں پڑ جاتی ہے۔" خالہ نے ابا سے شکایت کی تو بس مسکرا سکے۔ دستگیر کی نگاہیں اس کی تلاش میں دروازے تک گئیں اور پلٹ آئیں......

وہ ان کے آتے ہی ذرا سی دیر باہر آئی اور کچھ رکھ کر واپس بھاگ گئی۔ اس کا دل چاہا ایک بار پھر اسے دیکھے۔

"اندر کچھ کر رہی ہوگی، ابھی آجائے گی...... وہ بھی گھر میں اکیلی ہوگئی ہے۔ اس لیے کسی نہ کسی بہانے خود کو مصروف کیے رکھتی ہے۔"

"پھر بھی اب تو میں آئی بیٹھی ہوں، اور تنہائی کا بھی خوب کہا۔ ارے میں کتنا کہتی ہوں کہ میرے گھر آجایا کرے۔ اب دستگیر زیادہ تر گھر سے باہر ہوتا ہے میں اور بچی اکیلے ہی اتنے بڑے ویہڑے میں تجو! چلتے پھرتے ہیں، پر مجال ہے جو شکیلہ ضرورت کے علاوہ چل کر آئے۔" وہ ناراض ہونے لگیں۔ دستگیر نے مسکراہٹ چھپائی۔

"میں نے تو اسے کبھی نہیں روکا خود ہی میری تنہائی کے خیال سے کہیں آتی جاتی نہیں۔" ابا نے اس کی طرف داری کی۔

"بس بہت شرمیلی ہے، تاجو آتی ہے نا مولوی بھائی......؟" خالہ کے سوال پر ابا کے چہرے پر اضطراب کی لہر پیدا ہوئی تھی۔

"جی آئی ہے وہ......" ابا کی بات پوری ہونے سے قبل دروازے پر ہوتی آہٹ سے وہ اسی سمت متوجہ ہوگئے۔ دروازہ بند نہیں کیا تھا۔ اس لیے دونوں پٹ وا ہوئے اور آنے والوں کی صورتیں واضح ہوئیں......

"ارے تاجور تم...... بڑی لمبی عمر ہے تمہاری۔" خالہ پُرجوش ہو اُٹھیں۔ چوکھٹ پر تاجور اور حاکم ایک ساتھ کھڑے تھے۔ تاجور نے خالہ کو دیکھنے کے بجائے اسے ہی دیکھا تھا......

"آؤ نا، کھڑی کیوں ہو؟" خالہ نے پھر پکارا...... حاکم کی بڑبڑاہٹ اس نے واضح سنی۔

"یہ یہاں کیا کر رہے ہیں ......اور کیا ہو رہا ہے؟" حاکم کی نگاہیں مٹھائی کے ڈبے پر ٹکی تھیں...... اور اس کی آنکھوں کی سکڑتی پتلیاں، جو اشارہ دیتی تھیں کہ وہ سامنے کے منظر سے کیا اخذ کر رہا ہے...... تاجور کو انہونی کا احساس دلانے لگیں۔ وہ انتہائی غلط وقت پر وہاں آگئے تھے۔

☆☆

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

www.pklibrary.com

عمارہ امداد خان

فلسفہ حیات

سنبل نے کھڑکی کے پٹ وا کیے تو رنگا رنگ پھولوں سے سجے لان نے آنکھوں کو تراوٹ بخشی، بہار کی آمد آمد تھی کلیوں پر پھوٹتے شگوفے، مناسب تراش خراش سے کٹے ہوئے پودے، روز مرہ کی بنیادوں پر لان کی دیکھ بھال نے اس کی خوب صورتی میں اور چار چاند لگا دیے تھے۔ وہ مبہوت سی کتنے ہی پل خوشنما پھولوں پر نظریں جمائے دیکھتی گئی۔ احمد بھائی کو اس دو کنال کے دیدہ زیب بنگلے میں شفٹ ہوئے ابھی چھ ماہ ہی ہوئے تھے۔ جب وہ بھائی کے گھر آئی تھی تو بے پایاں خوشی کے احساس تلے اس نے گھر کے کونے کونے کو بے حد محبت اور وفورِ شوق سے دیکھا تھا، زبان نے بے ساختہ ماشاءاللہ کہا تھا۔ دل سے بھائی کی خوشیوں کے لیے سدا آباد رہنے کی دعا نکلنے کے ساتھ ساتھ نامحسوس انداز میں دل کے کسی کونے کھدرے میں چھپی حسرت نے بھی سر اٹھایا تھا۔ اس کے تاثرات میں خوشی کے ساتھ ساتھ حیرت بھی پنہاں تھی کیونکہ گھر کا لان، نقشے سے لے کر مختلف اور دلکش رنگوں سے مزین در و دیوار، بے حد مہنگی اور جدید آرائشی اشیاء سمیت یہ گھر بالکل ویسا تھا جو اس نے اپنے لیے تخیل کے پردے پر تعمیر کر رکھا تھا۔ وہ کتنی دیر اس گھر کے در و دیوار کو دیکھتی رہی تھی۔

کتنی چاہ تھی اسے ایسے بڑے اور خوب صورت گھر کی، لیکن چاہنے سے چیزیں بھلا کب دسترس میں آیا کرتی ہیں؟ حقیقت تو یہی تھی کہ اس کی دسترس میں پانچ مرلے کا گھر بھی پورا نہیں تھا کیونکہ گھر کے اوپر والے حصے میں اس کے جیٹھ، جیٹھانی اپنے بچوں کے ساتھ رہتے تھے جبکہ نیچے والے حصے میں وہ تھی لیکن اس چھوٹے سے گھر کی بھی وہ اس طرح آرائش نہیں کر سکی تھی جس طرح اسے چاہ تھی کیونکہ جو چیزیں سجاوٹ کے لیے اسے پسند آتیں وہ بہت قیمتی ہوتیں جنہیں وہ سجا ہوا دیکھ تو سکتی تھی خرید نہیں سکتی تھی کہ اتنی استطاعت نہیں تھی۔ یوں سجے سجائے کشادہ گھر کی خواہش بھی دل میں موجود دیگر خواہشات کے ساتھ منہ بسورے خاموشی سے جا کر ایک کونے میں بیٹھ گئی تھی۔

”ماما! علی نے میری گاڑی توڑ دی ہے۔“ وہ جانے اور کتنی دیر یونہی اس سمت دیکھتی رہتی کہ ایان کی آواز نے اس کے ارتکاز کو توڑا، اس نے رخ موڑ کر پیچھے کی جانب دیکھا، وہ ہاتھ میں کھلونا کار پکڑے آنکھوں میں آنسو لیے کھڑا تھا۔

اس کے ہاتھوں پر نظر پڑتے ہی اس کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

”کیا ہو گیا ہے بیٹا؟ اس سو روپے کی کار کے پیچھے رو رہے ہو، اس کی حیثیت ہی کیا ہے؟“ اس نے نخوت سے کہتے ہوئے اس کے ہاتھ سے کار لے کر پاس پڑی کچرے کی ٹوکری میں ڈال دی۔

”لیکن ماما یہ مجھے بابا نے لے کر دی تھی۔“ وہ منمناتی ہوئی آواز میں احتجاج کرنے لگا۔ اس نے اکتائی ہوئی نظر سے بیٹے کو دیکھا۔

”تو! اس سے کیا فرق پڑتا ہے، اچھا ہے ٹوٹ گئی، علی کے کھلونوں کے سامنے یہ ویسے بھی اتنی بھدی سی لگ رہی تھی۔ میں ماموں سے کہوں گی وہ آپ کو اس سے بھی کئی گنا مہنگی اور خوب صورت گاڑی لے کر دیں گے۔ اب آپ جا کر کھیلو، ٹھیک ہے۔“ اس نے اس کی روتی صورت دیکھ کر اسے پچکارا۔

لمحے بھر کو اسے اپنی پسندیدہ کار کو یوں کچرے کی ٹوکری کا حصہ بنتے دیکھ کر کچھ ہوا تھا لیکن بچہ تھا ساتھ ہی نیا کھلونا ملنے کی خوشی میں بہل گیا تھا اس لیے تحفے کو قیمت سے تولنے سے ماورا، پانچ سالہ بچے نے ناسمجھی سے ماں کو دیکھ کر سر ہلا دیا تھا اور اپنا سابقہ غم بھلائے علی سے کھیلنے کمرے سے باہر چل دیا۔

www.pklibrary.com

تب ہی اس کی نظر ایان کے دیگر کھلونوں پر پڑی جو وہ آتے ہوئے ضد کر کے زبردستی ساتھ لایا تھا۔ عموماً اس نے ایان کے سامنے کبھی بھی ایسی باتیں نہیں کی تھیں جن سے اسے کسی قسم کی کمتری کا احساس ہوتا لیکن آج وہ کچھ زیادہ ہی خود ترسی کا شکار ہو رہی تھی۔ اسے اس کے باقی کھلونے ایک دم سے اتنے عام سے لگنے لگے کہ اس نے فوراً اٹھ کر انہیں اپنے کپڑوں والے بیگ کی نچلی تہوں میں چھپا دیا۔

رات کے دس بج گئے تھے، ایان کو سلانے کے ساتھ ساتھ وہ اپنی سوچوں کے گنجلک دھاگوں کو سلجھاتی مزید الجھتی جا رہی تھی۔ اسے بھائی کے گھر آئے ابھی دو دن ہی ہوئے تھے اور دن رات اپنا اور ان کے طرز زندگی کا موازنہ کرتے کرتے وہ عجیب سے احساسات کا شکار ہو رہی تھی اپنی کمتری کا احساس تو اس میں شروع سے ہی تھا وہ جب بھی ان کی طرف آتی ہلکا ہلکا یہ احساس دل میں رہتا ہی تھا لیکن اس دفعہ تو یہ کچھ زیادہ ہی شدت اختیار کر گیا تھا کہ لاشعوری طور پر نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کر رہی تھی جو کرنا نہیں چاہتی تھی اور وہ سوچ رہی تھی جو سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

وہ فطری طور پر حاسد نہیں تھی لیکن خواہشوں کے سامنے سرنگوں ہونے کو بھی تیار رہتی تھی اس لیے اپنے شوق پورے نہ ہونے پر وہ پہلے ہی دل میں کڑھتی رہتی تھی اور اب تو ان سوچوں کو اس کے سر پر سوار ہونے کا مزید موقع مل گیا تھا۔

احمد بھائی کا بیٹا اور بیٹی دونوں مہنگے نامور نجی اسکول میں پڑھتے تھے جبکہ اس کا بیٹا عام سے تھرڈ کلاس اسکول میں زیر تعلیم تھا، ایک دو دفعہ اس نے ثاقب کے سامنے دبے دبے لفظوں میں ایان کو بھی علی کے اسکول میں داخل کروانے کی بات کی تھی اور فیس سنتے ہی ثاقب نے اسے اچھی طرح لتاڑ کر رکھ دیا تھا اور صاف سنا دیا تھا کہ یہ پیسے کا ضیاع ہے اور اس کی جیب ہر ماہ اچھی خاصی رقم اسکول فیس کی مد میں دینے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

''اونہہ اتنی حیثیت ہے نہیں کہ میرے بھائی کا مقابلہ کر سکیں، ایک دفعہ بات ہی کی تھی تو کیسے اسکول میں ہی کیڑے نکالنا شروع کر دیے تھے، یہ تو وہ بات ہوئی، انگور کھٹے ہیں۔'' ثاقب کی باتیں یاد کر کے آج نئے سرے سے اس پر غصہ آیا تھا۔

''لڑکا شریف ہے، سرکاری نوکری کرتا ہے اور کیا چاہیے، اللہ شریف لوگوں کے ساتھ جوڑ بنائے، باقی بچی کا نصیب ہوتا ہے۔'' اس کے رشتے کے لیے ہاں کرتے ہوئے ابو نے کہا تھا۔

''آپ نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے ابو، اچھی سرکاری نوکری ہے سسک سسک کر مہینہ گزارو۔'' وہ دل ہی دل میں ابو سے شکوہ کناں ہوئی۔

''اپنے کاروبار کی بات ہی الگ ہوتی ہے، پیسے کی ریل پیل ہوتی ہے، ناجیہ بھابھی کے پرس میں ہر وقت کتنے پیسے ہوتے ہیں، جب ان کا دل چاہتا ہے چیزیں خرید لیتی ہیں، جو کپڑا پسند آئے جھٹ پٹ خرید لیتی ہیں۔'' اس کی نظروں کے سامنے بھابھی کے جدید تراش خراش کے کتنے ہی ڈیزائنرز سوٹ ایک ایک کر کے گزرنے لگے۔

''میں تو اب کپڑے آن لائن ہی خرید لیتی ہوں، بہت آرام ہو گیا ہے، تمہارے بھائی کے پاس کہاں وقت ہوتا ہے کہ مجھے بازاروں میں لے لے کر پھریں، تسلی سے کپڑے دیکھو جو پسند آ جائے آرڈر کر دو، تم بھی آن لائن ہی آرڈر کر دیا کرو۔'' آج صبح

www.pklibrary.com

بھابھی نے اپنے اور بچوں کے کپڑے اسے دکھاتے ہوئے کہا تھا۔

''تم بھی منگوا کر دیکھنا، اگر آرڈر کرتے ہوئے سمجھ نہ آئے تو مجھ سے پوچھ لینا، مجھے تو اب بہت تجربہ ہو گیا ہے۔'' ناجیہ کے چہرے کی سرخی میں آسودگی چھلک رہی تھی، اس نے حسرت سے دیکھا تھا۔

''بھابھی آرڈر مجھے بھی کرنا آتا ہے، لیکن آرڈر کر کے پیسے کہاں سے دوں؟ میرے ہاتھ میں بہت محدود رقم ہوتی ہے جو بنیادی ضروریات میں ہی صرف ہو جاتی ہے۔ جسے میں اپنی خواہشوں کی نذر نہیں کر سکتی۔'' اس کی بات کے جواب میں وہ محض سوچ کر رہ گئی تھی۔

''بعض لڑکیاں کتنی خوش قسمت ہوتی ہیں جیسے ناجیہ بھابھی، اتنا شاندار گھر، پیسے کی ریل پیل، اتنی اچھی سسرال، ایک لڑکی کو اور کیا چاہیے ہوتا ہے؟'' اس وقت اسے ناجیہ خوش قسمتی کے بلند و بالا پہاڑ کی چوٹی پر کھڑی نظر آئی تھی اور اپنا آپ اس چوٹی کے سب سے نچلے سرے پر نظر آیا تھا دیگر بہت سی لڑکیوں کی طرح، جنہیں اپنا آپ جتنا مظلوم نظر آتا ہے اپنی بھابھی اتنی ہی خوش قسمت لگ رہی ہوتی ہے کیونکہ ان کے خیال میں ان کی بھابھی کی زندگی میں کوئی مشکل یا پریشانی نہیں ہوتی، یہ پریشانیاں اور الجھنیں تو صرف انہیں عطا ہوئی ہوتی ہیں، بالکل اسی نہج پر سوچتے ہوئے وہ بھی یہ بھول رہی تھی کہ اس پر نثار ہوتا میکا اس کی بھابھی کا تو میکا نہیں اس کا تو سسرال ہی ہے اور اسے جو لگتا تھا کہ اس کی امی تو صرف پیار کرنا جانتی ہیں جو بڑی سے بڑی غلطی بھی نظر انداز کر دیتی ہیں تو وہ اپنے زاویہ نظر سے انہیں دیکھتی تھی لیکن وہ اس کی پیاری امی جان تھیں جو اس کے لیے سراپا محبت تھیں، ناجیہ کی تو وہ ساس تھیں جس کے ہر کام میں انہیں نہ صرف بولنے کی عادت تھی بلکہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی بات پر بھی انہیں اعتراض ہوتا اور اس کی معمولی غلطیاں بھی فوراً گرفت میں آجاتی تھیں جنہیں بعد میں وقتاً فوقتاً اس کے سامنے گنوایا جاتا تھا اور ایمان داری سے دیکھا جاتا تو احمد بہت متلون مزاج تھا۔ اسے بہت جلد غصہ آجاتا تھا اور ایک دم سے وہ بھڑک جاتا تھا اور اکثر غلطی نہ ہونے کے باوجود ناجیہ کو اس کا غصہ جھیلنا پڑتا تھا اور وہ یہ سب کچھ کتنے صبر اور خاموشی سے برداشت کر جاتی تھی، یہ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔

احمد بھائی سے اگر ثاقب کا موازنہ کیا جاتا تو وہ ان سے بالکل مختلف عادات کا تھا۔ بڑی سے بڑی بات بھی ہنس کر ٹال جاتا تھا، اسے بلاوجہ کبھی نہیں ڈانٹا تھا۔ وہ اپنی مرضی کی زندگی گزار رہی تھی اس کی جیٹھانی اس کے ساتھ ہی ہوتی تھیں لیکن کبھی اس کے کسی کام میں مداخلت نہیں کی تھی۔ ساس سسر دوسرے شہر میں رہتے تھے جو شاذ و نادر ہی اس کے پاس چند دن رہنے کے لیے آتے تھے۔

''ماما! ہم گھر کب جائیں گے؟'' ایان کی آواز نے اس کی سوچوں کے سلسلے میں خلل ڈالا۔

''آپ ابھی تک جاگ رہے ہو، آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ۔'' قدرے کھردرے لہجے میں بولتی اس نے اپنی جھنجلاہٹ اس پر اتاری تھی۔

''مجھے بابا یاد آرہے ہیں۔''

''افوہ، چلے جائیں گے اتنی جلدی کیا ہے؟ واپس اسی ڈربے میں ہی جانا ہے، کچھ دن تو کھل کر سانس لینے دو۔'' وہ مزید جھنجلا کر بولی۔

''ماما! یہ ڈربا کیا ہوتا ہے؟'' کچھ دیر اس کی بات پر غور کرنے کے بعد وہ پھر بولا تھا۔ اور نہ چاہتے ہوئے بھی اسے اپنے گھر کے بارے میں اپنے ہی کہے ہوئے الفاظ پر غور کر کے ہنسی آگئی تھی۔

''جو ہمارا گھر ہے نا، اسے کہتے ہیں، اور اب سو جاؤ میں بھی سونے لگی ہوں۔'' وہ بھی دل میں ابھرتی عجیب و غریب سوچوں سے گھبرا گئی تھی تب ہی سر جھٹک کر بتی بند کی اور کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

☆☆☆

''یار اب آبھی جاؤ میں تمہیں بہت مس کر رہا

www.pklibrary.com

ہوں۔'' موبائل اسکرین پر ثاقب کا محبت بھرا میسج جگمگا رہا تھا، اس نے بے دلی سے پڑھا۔ آج صبح سے اس نے ایسے کئی میسجز کیے تھے لیکن اس نے ابھی تک کسی کا جواب نہیں دیا تھا۔ اسے بھائی کے گھر آئے آج دسواں دن تھا۔ ابھی گرمی کی چھٹیاں چل رہی تھیں اس لیے فی الحال اس کا واپس جانے کا کوئی موڈ نہیں ہو رہا تھا۔ چونکہ ثاقب سے وہ ایک ہفتے کا کہہ کر آئی تھی اس لیے اب وہ متواتر اسے میسجز کر رہا تھا۔

اس نے بے زاری سے موبائل بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر رکھا اور چائے پینے کی غرض سے کچن کی طرف چل پڑی۔ ایک دفعہ ہی ایان نے احمد بھائی سے کھلونوں کا کہا تھا اور انہوں نے جھٹ سے اتنے مہنگے اور قیمتی کھلونے لے دیے تھے۔

''ہاں ٹھیک ہے، تمہارا بھی اچھا ہے لیکن میرے بابا جو ٹوائز لے کر دیتے ہیں وہ سب سے اچھے ہوتے ہیں، جیسے میرا یہ ٹیلی کا پٹر۔'' چائے میں پتی ڈال کر ڈبا واپس اس کی جگہ پر رکھتے ہوئے وہ ایان کی بات پر ٹھٹکی تھی۔

اس نے پلٹ کر کھڑکی سے لاؤنج میں دیکھا، ایان ہاتھ میں وہی عام سا ہیلی کاپٹر لیے بیٹھا تھا جسے اس نے چند روز پہلے اپنے تئیں بے حد معمولی سمجھ کر دیگر کھلونوں کے ساتھ اپنے بیگ میں سب سے نیچے چھپایا تھا، پتا نہیں وہ کب اسے نکال لایا تھا۔

وہ عام سا کھلونا پکڑے اس کی آنکھوں میں کتنی چمک تھی اور آواز میں کتنا اعتماد تھا اس کے برعکس جب احمد بھائی اس کے لیے کھلونے لائے تھے تب بھی وہ بہت خوش تھا اور پرجوش بھی، لیکن یہ چمک نہیں تھی جو اپنے باپ کی دلائی ہوئی چیز ہاتھ میں پکڑ کر اس کی آنکھوں میں اس وقت تھی۔

وہ کتنی دیر اس کے ننھے چہرے سے پھوٹتی خوشی دیکھتی رہی تھی۔ آن کی آن ذہن میں ایک جھماکا ہوا تھا۔

''دوسروں کی مہنگی چیزوں سے زیادہ اپنی چیزیں چاہے وہ کم قیمت ہی کیوں نہ ہوں وہ زیادہ اہمیت رکھتی ہیں کیوں کہ شخصیت میں خود اعتمادی اپنی ملکیت سے آتی ہے نہ کہ مہنگی، سستی چیزوں سے۔''

ایان کے چہرے کی چمک نے اندر تک آگہی کے در کھول دیے تھے اور اتنے دنوں سے جو ذہن منفی خیالات کی رو میں بھٹکا ہوا تھا اسے جیسے یک لخت ہی سکون میسر آ گیا تھا۔

بچے تو قیمتی چیزوں کی حسرت سے بالاتر ہوتے ہیں یہ ہم ہی ہوتے ہیں جو ان کے اندر ایسی حرص ڈالتے ہیں وہ تو کم سے کم قیمت کی چیز سے بھی بہل جاتے ہیں۔ ایان کے نزدیک تو سو روپے کی کار کی بھی بہت اہمیت تھی یہ وہی تھی جس نے کہا تھا کہ اس کار کی کوئی اہمیت نہیں، اسے اپنے باپ کی دلائی سستی چیزیں ماموں کی دلائی مہنگی چیزوں سے زیادہ اچھی لگ رہی تھیں کیوں؟ کیونکہ اس چیز میں اس کی حیثیت نمبر ون کی تھی نہ کہ نمبر دو کی۔ اس پر آسائش اور بڑے کچن میں اس نے محض ایک پتی کا ڈبا بھی واپس اسی جگہ پر رکھا جہاں بھابی نے رکھا تھا کہ کہیں انہیں ڈھونڈنے میں مشکل نہ ہو لیکن اپنے گھر میں اسے اس چیز کی کوئی پروا نہیں ہوتی کیونکہ یہ بھابی کا گھر تھا اور وہ اس کا اپنا گھر تھا۔

چائے بنانے کے لیے جب وہ آئی تھی تو اندر باہر جتنی بے زاری تھی، اب ہاتھ میں چائے کا کپ لیے جب وہ کچن سے نکلی تو اپنا آپ اتنا ہی ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔ چائے پینے کے ساتھ ساتھ اس نے ثاقب کو دو میسجز کیے تھے ایک میں اپنے آنے کا بتایا تھا اور دوسرے میں یہ الفاظ ٹائپ کیے تھے۔

''زندگی میں ہر چیز ہر کسی کے لیے نہیں ہوتی اور جو میسر ہو وہ کسی نعمت سے کم نہیں ہوتی، یہی فلسفۂ حیات ہے جو اسے سمجھ لے وہ اچھے ڈھب سے زندگی گزار سکتا ہے۔''

وہ جانتی تھی کہ ان لفظوں کو وہ ایک فارورڈ میسج کے طور پر پڑھے گا لیکن اس کے لیے یہ الفاظ بہت اہم تھے جو اچانک سے ذہن کی اسکرین پر نمودار ہو کر کئی الجھنیں سلجھا گئے تھے۔

☆☆

www.pklibrary.com

صدف آصف

بازگشت

"ایسا لگتا ہے کہ منجھلی نے دیگیں چڑھادی ہیں جو اترنے کا نام نہیں لے رہیں؟" شمیم بیگم نے فرشی دسترخوان پر بیٹھے چاروں بیٹوں کو پہلو بدلتے دیکھا تو انہیں اپنی نئی نویلی بہو پر بڑی زور کا غصہ آیا، جس کے لیے دوتین لوگوں کا ناشتا بنانا محال ہورہا تھا۔ "جانتی بھی ہے کہ صبح کا ٹائم مردوں کے دفتر جانے کا ہوتا ہے مگر پتا نہیں پھر بھی کچن میں گھسی نہ جانے کیا کررہی ہے؟" شمیم بیگم کی بڑبڑاہٹ جاری وساری تھی۔

"اے کمال...... یہ مبینہ کب لوٹے گی؟" وہ غصے میں ہوتی تو بہوؤں کو نام سے پکارنے لگ جاتی تھیں۔

"اماں۔ رات کو ہی تو گئی ہے، ایک دو دن تو لگیں گے۔" کمال نے بھی بیوی کا فیور کیا۔

"ہاں ہاں۔ پتا ہے۔" اریب نے معنی خیز انداز میں بھائی کو دیکھا۔

دراصل ان کی بڑی بہو مبینہ اپنی اماں کی بیماری کی وجہ سے رات کو ہی میکے رہنے گئی تھی، اسی لیے گھر کے کاموں میں وہ پھرتی دکھائی نہیں دے رہی تھی جو مبینہ کے برسوں سے اس گھر کا حصہ ہونے کا خاصہ تھا۔ امنگ ابھی نئی تھی، اور آج پہلی بار سسرال میں تنہا ناشتا بنارہی تھی۔

"ویسے یہ امنگ کر کیا رہی ہے؟" انہوں نے اب ماتھے پر ہاتھ مار کر منجھلے بیٹے کو گھورا۔

"اماں! وہ ابھی نئی ہے اسی لیے گھر کی روٹین سمجھنے میں اسے تھوڑا وقت تو لگے گا۔" باذل نے ماں کے غصے کا پارہ اوپر جاتے دیکھا تو دبے لفظوں میں جان سے عزیز بیوی کی حمایت کرنا چاہی۔

"چپ کر جا، مجھے ان معاملات میں گھر کے مردوں کی دخل اندازی بالکل پسند نہیں، کیا بڑا ابھی بہو اور میرے معاملے میں بولتا ہے۔" وہ تپ کر بیٹے کو سنانے لگ گئیں۔

"اچھا۔ اماں میں چلتا ہوں دکان کھولنا ہے، دیری ہورہی ہے۔" کمال نے اپنی تعریف پر مزید

www.pklibrary.com

pklibrary.com

www.pklibrary.com

جتاتے ہوئے گھڑی دیکھی اور کھڑا ہو گیا۔

"ارے رک۔ کیا خالی پیٹ جائے گا۔" شمیم بیگم نے اشارے سے بیٹھنے کو کہا اور ترچھی نگاہوں سے باذل کو دیکھا۔

"میں دیکھتا ہوں امنگ کو۔" وہ ہونق سا بن کر کھڑا ہوا مگر ماں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"منجھلی بہو۔ اب ناشتا لے بھی آؤ۔" برداشت جواب دے گئی تو پاٹ دار آواز میں پکارا مگر جواب پھر بھی ندارد تھا۔

"میں لے کر آتا ہوں۔" اس سے پہلے کہ معاملہ مزید خراب ہو جائے باذل پھرتی سے اٹھ کر باورچی خانے کی طرف بھاگا۔

"کمال میاں! یہ اپنی منجھلی کے لچھن مجھے ٹھیک دکھائی نہیں دے رہے۔" شمیم بیگم نے جل کر کہا۔

"ارے۔ اماں۔ بھابی ابھی نئی ہیں۔ ہمارے گھر کے پرانے سسٹم کو سمجھنے میں انہیں ٹائم تو لگے گا۔" اریب جلدی سے امنگ کی سائیڈ لی، وہ ویسے بھی ماں کے پرانے طرز زندگی اور سخت اصولوں سے خفا خفا سا رہتا تھا۔

"ہاں۔ ہاں..... تو نہیں بولے گا تو اور کون بولے گا، چور کا بھائی گرہ کٹ۔" شمیم نے غصے میں چھوٹے بیٹے کو گھورا تو وہ سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ کمال نے دل ہی دل میں شدت کے ساتھ اپنی بیوی مبینہ کو پکارا جو ساس کی مزاج آشنا ہو چکی تھی اور ہر کام ٹائم ٹیبل کے حساب سے کرتی تھی، اسی لیے سولہ سال سے اس گھر کا نظام بڑے مناسب انداز میں چل رہا تھا۔

☆☆☆

باذل جیسے ہی کچن میں داخل ہوا ہکا بکا سا رہ گیا۔ کچن کاؤنٹر پر حلوہ، پوری، آلو چھولے کی بھاجی، تلے ہوئے کباب، فرنچ ٹوسٹ اور چائے کی کیتلی سجی ہوئی تھیں، امنگ دے دھڑا دھڑ ان کی تصویریں لینے میں مگن تھی۔

"امنگ۔ تم یہ کیا کر رہی ہو؟" وہ چونک کر اسے دیکھتا ہے۔

"کیا کر رہی ہوں۔ مطلب، بھئی پہلی بار سسرال میں ناشتا بنایا ہے، تصویریں لینا تو بنتا ہے ناں باذی۔" اس نے مطمئن انداز میں شوہر کو زبردستی ساتھ کھڑا کر کے کچن کاؤنٹر پر بڑے سلیقے سے سجائی گئی ڈشز کے ساتھ ایک سیلفی لی۔

"لیکن باہر سب ناشتے پر انتظار کر رہے ہیں۔ چلو جلدی سے ناشتا لے کر آؤ' بیوی کا سیل فون لے کر جیب میں رکھتے ہوئے اسے یاد دلایا۔

"صبح سے اٹھ کر اتنی محنت سے سارا ناشتا بنایا ہے، اب اپنی سہیلیوں والے گروپ میں کیا تصویریں بھی نہیں بھیجوں؟" اس کی معصومیت عروج پر تھی۔

"بھلا سب کو تصویریں بھیجنا کیوں ضروری ہے؟" اس نے چڑ کر بیوی کا منہ اپنی طرف گھمایا۔

"تاکہ انہیں بھی پتا چلے کہ مسز باذل کتنی سلیقہ مند ہیں، ویسے بھی ہم نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا تھا کہ اپنی ہر نئی ایکٹوٹی کی پکچرز گروپ میں شیئر کریں گے۔" اس نے پیار سے شوہر کا بازو تھام کر مناتے ہوئے کہا تو وہ ایک دم سے موم ہو گیا۔

"اچھا۔ ٹھیک ہے مگر اب جلدی کرو، ورنہ اماں یہیں آ کر تمہارا موبائل توڑ دیں گی۔" باذل کو لمحہ بھر تو اس کے بچپنے پر پیار آیا مگر جیسے ہی ماں کا غضب ناک چہرہ نگاہوں میں سمایا تو ٹرے میں ناشتے کا سامان رکھ کر تیزی باہر کی جانب چل دیا۔

"ایک تو یہ جوائنٹ فیملی میں رہنا بھی عذاب سے کم نہیں، انسان اپنی مرضی سے ایک سیلفی بھی نہیں لے سکتا۔" وہ بھی منہ بسورتی ہوئی باقی چیزیں لے کر بڑبڑاتی ہوئی اس کے پیچھے چل دی۔

☆☆☆

شمیم بیگم کو شادی کی ایک محفل میں اپنے لائق و فائق منجھلے بیٹے باذل علی کے لیے بہو کے روپ میں امنگ جیسی من موہنی و نازک اندام لڑکی بھا جاتی ہے اور شادی کے دیگر معاملات طے پاتے ہی وہ ان کی منجھلی بہو کے عہدے پر فائز ہو جاتی ہے۔

"میرا میک اپ تو ٹھیک ہے ناں؟" نکاح کے

www.pklibrary.com

بعد جب سب باہر نکل جاتے ہیں تو امنگ اپنی چھوٹی بہن سے پوچھا۔

"ہاں ٹھیک ہے مگر رونے کی وجہ سے تمہارا لائنر ہلکا سا پھیل گیا ہے، لاؤ میں ٹھیک کر دیتی ہوں۔" مہک مسکرا کر بہن کا چہرہ دیکھا ہے۔

"اچھا۔ میں اس فلاور واز کے ساتھ کھڑی ہوتی ہوں، تم پلیز میری فل تصویر لے لو۔" وہ بہن کو ہدایت دیتی ہوئی کھڑی ہو جاتی ہے مگر اسی وقت کزنز اسے اسٹیج پر لے جانے کے لیے ڈریسنگ روم پر ہلہ بول دیتی ہیں۔

"ادھر لاؤ سیل فون اور خبردار جو اسٹیج پر ایک بھی سیلفی لی ہو، لوگ کیا کہیں گے کتنی بے شرم دلہن ہے۔" دھنک نے چھوٹی بہن کو جھاڑ پلاتے ہوئے فون چھین کر ہدایت دی تو امنگ ایسے بے چین ہو گئی جیسے جسم سے جان نکل گئی ہو، مگر موقع ایسا تھا کہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ دھنک نے اس کا گھونگھٹ ٹھیک کیا اور سب اسے لے کر باہر آ گئے۔

امنگ کی بڑی جٹھانی مبینہ اور ان کے آدھے درجن بچے بھی اتنی کم عمر اور پیاری سی چاچی کو پا کر بڑے مسرور ہو گئے تھے۔ خاص طور پر رخصتی کے بعد جب اس نے سسرال میں پہلا قدم رکھا تو بچوں کی فرمائش پر بڑی خوش دلی سے ان سب کے ساتھ کھڑے ہو کر چونچ نکال کر سیلفی لی۔

"جیو چاچا، جیو چاچی..... سدا جیو۔" وہ سب خوشی کے مارے نعرہ لگانے لگے تو امنگ بھی بھول گئی کہ اسے سسرال میں آئے ہوئے ابھی چند گھنٹے ہی گزرے ہیں، وہ باذل کا بازو کو تھام کر بڑی زور سے کھلکھلائی ہے۔

"بڑی بہو! بچوں کو سونے بھیجو اور چھوٹی کو اس کے کمرے میں لے جاؤ۔" شمیم بیگم کے زور سے چلانے پر لاؤنج میں ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔

"آنٹی جی! چلیں ناں میرے ساتھ ایک یادگار تصویر کھنچوالیں۔" امنگ نے بھولے پن سے ساس کو منانا چاہا تو باذل نے گھبراتے ہوئے اس کا ہاتھ دبا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ شمیم بیگم جیسی تیز طرار خاتون کو ان کی اپنی بھتیلی دلہن حیران کرنے پر تلی ہوئی تھی۔

"چھوٹی دلہن۔ مجھے ان فضولیات کا بالکل شوق نہیں، اور یہ آنٹی کیا ہوتا ہے؟ بڑی کی طرح مجھے اماں پکارو۔" وہ نروٹھے پن سے بولیں۔

شمیم بیگم کی ٹیڑھی نگاہوں کا ادراک ہوتے ہی مبینہ نے اس کا گھونگٹ ٹھیک کیا اور اسے روم میں لے جا کر گلابوں سے سجی سیج پر بٹھا دیا۔ امنگ بھی سچویشن سمجھ کر سر جھکا کر خاموشی سے بیٹھ گئی۔ بچے تو چند گھنٹوں میں ہی فیورٹ بن جانے والی چاچی کے پاس سے ہٹنے کو تیار نہیں ہو رہے تھے مگر مبینہ اپنے بچوں کو آنکھیں دکھا کر کمرے سے نکلنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی باہر چلی گئی۔ شمیم بیگم سب کے جانے کے بعد چلتی ہوئی بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئیں اور نئی دلہن کا تنقیدی نظروں سے جائزہ لینا شروع کر دیا۔ اسے ساس کی نگاہوں سے خوف محسوس ہوا۔

"دیکھو چھوٹی بہو! میں اس گھر کی سب سے بڑی ہوں اس لیے تمہیں ہر کام مجھ سے پوچھ کر کرنا ہوگا۔" انہوں نے لب کھولے۔

"جی اماں!" اس نے بھی جواب میں سر ہلا دیا۔

"ویسے بھی تمہاری اماں نے اتنا تو سکھا کر بھیجا ہوگا کہ ساس کا اپنی بہوؤں پر بڑا مان ہوتا ہے، آخر تمہاری بھی تو دو بھابیاں ہیں۔"

ان کا جتاتا سا لہجہ امنگ کو کچھ خاص پسند نہیں آیا، مگر خاموشی میں ہی بھلائی تھی۔

"امید ہے کہ شکایت کا کوئی موقع نہیں دو گی۔" وہ تھوڑا نرم پڑ گئیں۔

"جی، مجھے پتا ہے اور میں ہمیشہ آپ کا خیال رکھوں گی۔" امنگ نے سعادت مندی سے انہیں مطمئن کرنا چاہا۔

"اور ہاں..... اس گھر کے کچھ اصول ہیں جو تمہیں بڑی والی سمجھا دے گی۔ امید ہے کہ تم ان کے

www.pklibrary.com

حساب سے یہاں اپنی زندگی گزارو گی۔" شمیم بیگم نے منہ دکھائی کے طور پر امنگ کی نازک کلائی میں اپنی سونے کی چوڑی پہناتے ہوئے آخری نصیحت کی اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اس نے ایک بار پھر سے سعادت مندی سے اپنا سر ہلا تو دیا۔ مگر پلے کچھ نہ پڑا۔

☆☆☆

ان کی شادی کو ابھی صرف ہفتہ بھر ہی گزرا تھا کہ مبینہ بیمار بن کر لیٹ گئی، اور سارے کاموں سے ہاتھ اٹھالیا۔ اب گھر کے معاملات چلانے کے لیے مجبوراً امنگ کی کھیر پکائی کی رسم کرنا پڑی اور شمیم بیگم نے اس کے ذمے کچن کے کام لگا دیے چند دنوں میں ہی وہ یہاں کے نظام کے تحت کام کرنے لگ گئی مگر پھر بھی کوئی چوک ہو جاتی تو اسے ساس اور جٹھانی کی ناراضی کا سامنا کرنا پڑتا۔

اس نے آج دوپہر کے کھانے میں چنا پلاؤ پکایا تو اس میں چکن کیوب ڈال دیا، اسی وجہ سے بچوں نے کھانا بہت شوق سے کھایا، مگر مبینہ نے منہ بنا کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اس نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کچن صاف کیا اور ڈھیر سارے برتن دھونے کے بعد فراغت ملی تو تھکن سے برا حال تھا۔ وہ ساس کو بتاتی ہوئی جلدی سے آرام کرنے کے لیے اپنے کمرے میں گھس گئی اور مزے سے بیڈ پر لیٹ کر کرن ڈائجسٹ پڑھنے لگی۔ کچھ دیر بعد دروازے پر کھٹکا ہوا۔ امنگ نے جلدی سے رسالہ تکیہ کے نیچے چھپایا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ دیکھا تو شمیم بیگم اپنی چھڑی سنبھالتی ہوئی اندر داخل ہوئیں، اور پہلے چپ چاپ کھڑے ہو کر چاروں جانب تنقیدی نگاہوں سے جائزہ لینے لگ گئیں۔

شمیم بیگم بہت کم بہوؤں کے کمروں میں جاتی تھیں۔ اسی لیے امنگ ان کی آمد پر پزل سی ہو گئی، مگر شکر ہے کمرا ان کی ہدایت کے حساب سے صاف ستھرا جھاڑا پونچھا ہوا تھا اور ہر شے ترتیب سے رکھی ہوئی تھی۔ پھر بھی انہوں نے ایک پوائنٹ پکڑ ہی لیا اور چھت کی طرف دیکھ کر بولیں۔

"چھوٹی دلہن! ہزار بار کہا ہے کہ میرے سامنے سر پہ دوپٹا رکھا کرو۔"

"اوہ۔ سوری اماں! میں کمرے میں لیٹی تھی تو بھول گئی۔" امنگ نے جلدی سے سرہانے رکھا شیفون کا دوپٹا اٹھا کر سلیقے سے سر پہ جمایا۔

"آپ بیٹھیں ناں۔" اس نے ساس کے بیٹھنے کا انتظار کیا مگر جب وہ کھڑی رہیں تو خود سے اشارہ کیا۔

"نہیں۔ میں بس یہ کہنے آئی تھی کہ شام کو تم ذرا جلدی تیار ہو جانا۔" وہ نفی میں سر ہلا کر کھڑی رہیں۔

یا اللہ۔ اب کون سی مصیبت آگئی؟ ان کی بات سن کر اس کا دل بڑی زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ روز روز کی سسرالی دعوتوں سے ناکوں ناک بیزار ہو چکی تھی، ان کی برادری کے گھروں کا ایک سا گھٹا گھٹا سا ماحول ایک سی منافقت بھری باتیں، منہ پہ تعریف، پیٹھ مڑتے ہی برائیاں۔ بعض اوقات اس کے لیے ہضم کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔

"سمجھ گئی ناں۔" اسے خیالوں میں کھویا دیکھ کر انہوں نے زمین پر چھڑی مار کر تصدیق چاہی۔

"کہیں جانا ہے کیا اماں؟" اس نے ڈرتے ہوئے سر اٹھا کر پوچھا۔

"بازل کے تایا نے تمہاری شادی کی دعوت رکھی ہے اور ان کا گھر یہاں سے بہت دور ہے، اس لیے ہم لوگوں کو تھوڑا جلدی نکلنا ہو گا، اس لیے تم اپنا ہار سنگھار جلدی ختم کر لینا۔" وہ چبا چبا کر بولیں۔

"اوہ! اچھا مگر کل تک تو دعوت کی کوئی خیر خبر نہیں تھی۔" بے تکلفانہ انداز میں بات اس کے منہ سے پھسل گئی اور ساس کے ردِعمل پر وہ پچھتائی۔

"کیا مطلب......؟ مجھے تو پہلے سے پتا تھا ناں، یہ کافی نہیں۔ اور ویسے بھی تمہیں کون سا ہاتھی گھوڑوں پہ سوار ہونا ہے جو اتنی پریشان ہو رہی ہو؟"

"نہیں...... میرا وہ مطلب نہیں تھا۔" اس کی گھبراہٹ چہرے سے ظاہر ہوئی۔

"دیکھو، میری جٹھانی بہت نکتہ چیں خاتون ہیں، میں نے نہیں چاہتی کہ دیر سے پہنچنے پر انہیں

www.pklibrary.com

باتیں بنانے کا موقع مل جائے، اس لیے وقت پر اپنے حجرے سے باہر آجانا۔'' وہ طنز فرماتے ہوئے شاہانہ انداز میں باہر کی جانب چل دیں۔

''کیا مصیبت ہے۔ آج تو میرا اور باذل کا پکچر دیکھنے کا پلان تھا۔'' ساس کے جانے کا یقین ہو جانے کے بعد اس کی خود کلامی شروع ہوگئی۔ ''کل تک تو امن تھا۔ یہ بیچ میں اچانک سے تایا جی کی دعوت کہاں سے آگئی؟'' اس کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ ''ایک تو ان لوگوں کو یہاں جاؤ تو سر جھکا کر بیٹھے رہو۔ میری تو کمر اکڑ جاتی ہے، اس پر سوچ سوچ کر بولو۔ ایسے اٹھو ایسے بیٹھو۔ یا اللہ میں کہاں پھنس گئی ہوں۔''

وہ بری طرح سے پریشان ہوگئی مگر باذل کا خیال آیا تو دل کو تھوڑی تسلی ملی اور فون ملایا مگر اس نے تبھی آفس میں بزی ہونے کی وجہ سے لائن کاٹ دی، جان مزید جل کر رہ گئی۔ تھک ہار کر امنگ بستر پر لیٹ کر کروٹیں بدلنے لگی، جانے کب آنکھ لگ گئی اور وہ دعوت کے لیے کپڑے استری کرنا بھول گئی۔

☆☆☆

شام کو پوری ٹیم نہا دھو کر وقت سے کافی پہلے جانے کو تیار کھڑی تھی، آخر مفت کی دعوت اڑانے جانا تھا، مگر امنگ تھی کہ کمرے سے باہر نکل کر ہی نہیں دے رہی تھی، مبینہ ہمیشہ کی طرح جامنی سلک کے سوٹ پر سلور آرٹیفشل ہار بندے پہن کر کمرے سے باہر نکلی تو احد اور اریب نے ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا۔ اسے سلک کے کپڑوں سے عشق تھا، چاہے موسم کیسا بھی ہو، اور تقریب کی نوعیت کچھ بھی ہو، وہ ڈھونڈ ڈھانڈ کر کوئی نہ کوئی سلک کا سوٹ نکال کر پہن لیتی، اس وقت بھی شرٹ اس کے پیٹ کے پاس سے پھٹی جا رہی تھی مگر وہ سانس روکے بڑے ٹھسے سے جا کر ساس کے برابر میں یوں بیٹھ گئی۔ جیسے مس ورلڈ لگ رہی ہو۔

''کیا مصیبت ہے۔ یہ چھوٹی دلہن اپنے حجرے سے باہر کیوں نہیں نکل رہی؟'' انتظار کرتے کرتے مبینہ اور شمیم بیگم کا منہ بننے لگا۔

''پتا نہیں۔ آج کل کی لڑکیوں کو سجنے سنورنے میں اتنا وقت کیسے لگ جاتا ہے؟'' مبینہ نے ناک چڑھا کر کہا۔

''کیوں بڑی بھابھی! آپ کیا رات سے تیار ہو کر بیٹھ جاتی ہیں؟'' اریب نے شرٹ کا کالر ٹھیک کرتے ہوئے چھیڑا۔

''ارے نہیں بھئی۔ ہم نے تو سرخی پوڈر لگایا اور ہو گئے تیار۔'' مبینہ نے ساس کے سامنے اپنے نمبر بنانے پر تلی ہوئی تھی، حالاں کہ وہ ایک ہی لپ اسٹک کو انگلی پر لگا کر آئی شیڈو، بلش آن لگاتی اور پھر اسی کو ہونٹوں پہ سرخی کے طور پر استعمال کر لیتی تھیں پھر دیر کس چیز میں لگتی تھی۔

''میں نے اسے دوپہر کو خاص طور پر جا کر بتایا بھی تھا مگر یہ عورت بڑی بے کہنی ہے۔'' شمیم نے پہلو بدلا۔

''یہ باذل نہیں آیا ابھی تک۔'' کمال اپنے کمرے سے سستے والے تیز پرفیوم میں نہا کر نکلے تو ساتھ کھڑے اریب نے ناک بند کر لی۔

''منجھلے بھائی کی کال آئی تھی انہیں آفس میں دیر ہو جائے گی وہ وہاں سے ڈائریکٹ تایا جی کے گھر پہنچیں گے۔'' احد نے بتایا۔

''واہ۔ بھئی یہاں تو میری پوری فوج تیار کھڑی ہے۔'' کمال نے اپنے بچوں کو خوش و خرم دیکھا تو مسکرا دیے۔

''بڑے بھائی۔ ابھی چھوٹی بھابھی تیار نہیں ہوئی ہیں۔'' اریب کی بڑبڑاہٹ کمال کے کانوں تک پہنچی مگر وہ جان کر انجان بن گئے۔

''اچھا چلو بھئی۔ سب چل کر گاڑی میں بیٹھو۔'' کمال نے بیوی کو اشارہ کیا، تاکہ وہ اماں سے پہلے جا کر فرنٹ سیٹ پر قبضہ جما لے۔

''ارے۔ پہلے یہ امنگ تو کمرے سے باہر نکلے۔'' مبینہ نے دانت کچکچا کر شوہر کو دیکھا۔

''کیا مطلب، جن کی وجہ سے دعوت ہے وہ ہی تیار نہیں ہوئے؟'' کمال نے مصنوعی حیرت سے ماں کو

www.pklibrary.com

دیکھا۔

"وہ ہی تو...... اماں کو اس کی ان ہی نافرمانیوں پر جلال آتا ہے۔" مبینہ نے مزید غصہ دلایا۔

"ویسے اماں اس معاملے میں تمہاری بڑی بہو کو ایوارڈ ملنا چاہیے، اللہ کی یہ نیک بندی دس منٹ میں تیار ہو جاتی ہے۔" کمال اپنی بیوی کی تعریف کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

اریب نے بڑے بھائی کو ناگواری سے دیکھا جو تیلی دکھانے کا کام اچھے انداز میں کرنے کے باوجود سب کی نگاہوں کا تارہ بنے رہتے تھے۔

"میں دیکھتی ہوں اسے۔" شمیم کے اندر اتنی اسٹیم بھر دی گئی تھی کہ وہ غصے میں اٹھیں اور امنگ کے کمرے کی طرف چل دیں۔

شمیم جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئیں، ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، امنگ اپنے بہت سارے ڈریس ہینگر میں لٹکائے، وڈیو کال پر اپنی کسی سہیلی سے باتوں میں مصروف تھی۔

"منجھلی بہو! یہ تم کیا کر رہی ہو؟" ان کے پر جلال لہجے پر وہ گھبرا کر لائن کاٹ دیتی ہے۔

"اماں۔ دراصل میں نوال سے مشورہ کر رہی تھی کہ کون سا سوٹ پہن کر جاؤں۔" اس نے نگاہیں جھکا کر کہا۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ایسا کوئی کرتا ہے بھلا؟" وہ آپے سے باہر ہونے لگ گئیں۔

"اماں۔ آپ نے ہی تو کہاں تھا کہ تائی اماں ہر بات پر تنقید کرتی ہیں، اسی لیے میں بہت کنفیوز ہو رہی تھی کہ کون سا ڈریس پہنوں۔" اس نے صفائی دینا چاہی۔

"یا اللہ...... تمہاری ماں نے تمہیں کوئی طریقہ سلیقہ سکھایا ہے یا نہیں۔ اور غیر لوگوں کو اپنے گھر کی ایک ایک بات بتانا کہاں کی عقل مندی ہے۔" شمیم کی پاٹ دار آواز باہر تک جا رہی تھی اور وہ چوروں کی طرح سر جھکائے کھڑی تھی۔

"اب بنا چلا ناں۔ میں نے کہا بھی تھا کہ اپنا سلک والا غرارہ سوٹ پہن لو جو میں نے بری میں سی کر رکھا تھا مگر بڑا اترا کر بولی بھابھی، میں اس سوٹ میں بہت بے آرام رہوں گی۔" مبینہ نے دیورانی کی درگت بنتا دیکھ کر خوش ہو کر شوہر کو بتایا۔

"ارے بھئی۔ ہر کسی میں تمہاری جتنی عقل تھوڑی ہوتی ہے۔" کمال نے مسکہ لگایا تو وہ شرما گئی۔

تھوڑی دیر گرجنے برسنے کے بعد جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو انہوں نے بری کا سبز بھاری کا مدار سوٹ ڈھونڈ کر نکالا اور امنگ کو تھما دیا اور ہدایت دیتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

"چلو، یہ سوٹ استری شدہ ہے۔ جلدی سے پہنو اور تیار ہو کر باہر آجاؤ باقی لوگ کب سے انتظار کر رہے ہیں۔"

"کیا مصیبت ہے، اس کا تو دوپٹا اتنا بھاری ہے میرے تو کاندھے ہی لٹک جائیں گے۔" اس نے ناگواری سے ہینگر میں لٹکے سوٹ کو دیکھا اور واش روم کی جانب بڑھ گئی۔ تیاری کے دوران ہزاروں آنسو بہا دیے، بلکہ گلابی آنکھوں کی سیلفی بنا کر باذل کو بھی بھیج دی جس پر وہ بے چین ہو اٹھا اور سمجھ گیا کہ اماں اور بیوی کے درمیان کوئی بڑا معرکہ ہو چکا ہے۔

☆☆☆

اپنے سسرال میں امنگ کو جہاں جٹھانی کی نفرتیں، جیٹھ کی منافقتیں تڑپاتی تھیں، وہیں باذل کی محبتیں اس کے لیے توانائی کا کام کرتی تھیں۔ پھر دونوں چھوٹے دیوروں کا دوستانہ رویہ اور بچوں کی حمایت بھی جینے کا حوصلہ بخشتی تھی۔ وہ اپنی حسین چاچی کے اردگرد چکر لگاتے رہتے تھے۔

خوب صورت تو وہ شروع سے ہی تھی مگر باذل کی محبت نے جیسے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیے تھے، وہ نہ صرف اسے شدتوں سے چاہتا تھا بلکہ اپنی چاہت کا اظہار کرنے میں کنجوسی سے کام بھی نہیں لیتا تھا اور نہ ہی اپنی محبت کو دنیا سے چھپانے کی کبھی کوشش کرتا۔ باذل کی حرکتوں پر اس کا پورا سسرال اسے "امنگ کا دیوداس" کہہ کر چھیڑتا تو وہ شرم سے گلابی

www.pklibrary.com

ہو کر رہ جاتی۔ تنہائی میں اسے سمجھاتی مگر وہ مسکرا کر اس کی گلابی ہتھیلی چوم لیتا۔

امنگ خود بھی باذل کو دل کی گہرائیوں سے چاہتی تھی، اسے یاد تھا کہ جب پہلی بار اس کے لیے اس کا رشتہ آیا تو تصویر دیکھتے ہی امنگ نے خوشی خوشی رضامندی دے دی۔ مگر اس کی ماں شبانہ بیگم نے ان لوگوں کو کوئی جواب نہیں دیا، وہ جب لڑکے والوں سے ملیں تو انہیں پہلی نظر میں ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ شمیم بیگم مزاج کی سخت اور اپنے اصولوں پر ڈٹ جانے والی خاتون ہیں۔ اسی لیے امنگ کی "ہاں" کے باوجود شبانہ بیگم اتنی بڑی فیملی میں بیٹی دیتے ہوئے بڑا گھبرا رہی تھیں، ماما کے باذل کافی پڑھا لکھا، اچھی نوکری پر فائز تھا۔ وہ جتنی گلابی نازک اندام اور بند کلی سی حسین تھی، باذل اتنا ہی پرکشش لمبا چوڑا مردانہ وجاہت کا نمونہ تھا۔ مگر دونوں خاندانوں کے بیچ ماحول کا واضح فرق موجود تھا، اسی لیے انہوں نے امنگ کو ایک بار پھر سے سوچنے کا موقع دیا۔ دوسری جانب باذل کو بھی امنگ کی تصویر دیکھتے ہی جیسے عشق کا خمار چڑھ گیا، وہ اتنی پیاری لڑکی کو کھونا نہیں چاہتا تھا، اسی لیے جب اس کے گھر والوں نے پورا ہفتہ گزر جانے کے باوجود کوئی جواب نہیں دیا تو تو شمیم بیگم کو بڑا تاؤ آیا اور وہ دوسری لڑکیاں دیکھنے چل دیں۔

باذل نے گھبرا کر بڑی بھابھی سے مدد مانگ لی اور امنگ کے بارے میں ضروری معلومات نکلوائی اور ایک دن اس سے ملنے اس کے کالج پہنچ گیا۔ چھٹی کے ٹائم وہ اپنی سہیلیوں کے جلو میں باہر آئی تو الگ ہی دکھائی دے رہی تھی، باذل نے ہاتھ لہرا کر اسے اپنی جانب متوجہ کیا تو اس کی سہیلیوں میں کھسر پھسر شروع ہو گئی۔

"آپ یہاں.....؟" امنگ کا چہرہ سب کی موجودگی میں گلابی پڑ گیا۔

"میری زندگی کی پہلی اور آخری امنگ کیا مجھ سے شادی کرو گی؟" بڑے اسٹائل سے گلاب کا پھول پیش کرتے ہوئے اس نے جھک کر درخواست کی تو وہ ششدر سی کھڑی کی کھڑی رہ گئی، سب کی سب ہنس دیں۔

"ہاں بول دے..... بندہ میں کچھ تو بات ہے۔" نوال نے کہنی مار کر کانوں میں سرگوشی کی

"چل ناں۔ آگے بڑھ۔" نازش نے دھکا دیا تو اس نے سر ہلاتے ہوئے گلاب تھام لیا۔

بعد میں بھی اس کی سہیلیوں نے امنگ کو بہت چڑھایا تھا کہ "دونوں کی چاند سورج کی جوڑی لگے گی۔ انکار نہ کرنا۔"

"میں صرف باذل سے شادی کروں گی۔" اس نے گھر جاتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ ماں کو اپنا فیصلہ سنا دیا۔

"بیٹا! سوچ لو۔ کبھی کبھی ماحول کا فرق زندگیوں کو مشکل بنا دیتا ہے۔" شبانہ نے بیٹی کو بغور دیکھا مگر اس پر تو باذل کا جادو چل چکا تھا۔

"حالات جیسے بھی ہو میں گزارا کر لوں گی، آئی پرامس۔ میری وجہ سے آپ لوگوں کو کبھی شرمساری کا سامنا نہیں ہوگا۔" اس نے محبت کی پٹی آنکھوں پر باندھ کر ماں کو یقین دلایا تو وہ سرد آہ بھرتی ہوئی وہاں سے اٹھ گئیں۔

شادی کے بعد سے وہ گزارا کرنے کی کوششوں میں ہی تو مصروف تھی، اس کی باذل کے لیے محبت ہی تھی جس کی وجہ سے امنگ نہ صرف ساس اور جٹھانی کی تیز مزاجی کو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کرنے میں مصروف تھی۔ حالاں کہ اس کے تال میل ان کے ساتھ ٹھیک نہیں بیٹھ رہے تھے، کیوں کہ وہ آزادانہ ماحول سے آئی تھی جہاں کسی کے معاملات میں اس وقت تک دخل اندازی نہیں کی جاتی تھی جب تک وہ خود مدد نہ مانگ لے۔ پھر بھی اس نے خود کو بدلنے کی بھرپور کوشش کی، اس کے باوجود مزاج کا بچپنا کچھ نہ کچھ ایسا کروا بیٹھتا کہ اسے سب کے سامنے شرمندگی کا سامنا ہوتا۔

☆☆☆

چھٹی کا دن تھا، سارے مرد گھر پر تھے اسی لیے شمیم بیگم نے کھانے پر اہتمام کروایا۔ امنگ نے پہلی بار حلیم اور بریانی پکائی تو بڑی ایکسائیٹڈ ہو کر ڈشز کو دسترخوان پر سجانے کے بعد بہت ساری تصویریں

www.pklibrary.com

لے ڈالیں اور کھانا شروع کرنے سے قبل ہی سوشل میڈیا پر پوسٹ لگانے کے علاوہ اپنی فرینڈز گروپ میں بھی بھیج دیں۔ دسترخوان پر بیٹھی شمیم بیگم کو منجھلی بہو یہ عادت بہت بری لگتی تھی، اس پر کمال اور مبینہ نے الگ اشاروں ہی اشاروں میں ماں کو جتایا۔ اسی وجہ سے جب امنگ پچن سمیٹنے میں مصروف تھی تو شمیم نے باذل کو اپنے کمرے میں بلوالیا۔

''جی اماں؟'' وہ مسکرا کر اندر داخل ہوا۔

آؤ، بیٹھو ذرا۔ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔'' انہوں نے تخت پر سمٹ کر بیٹے کے لیے جگہ بنائی۔

''سب خیریت تو ہے ناں؟'' باذل سمجھ گیا کہ ضرور کوئی خاص بات ہے، اس لیے پوچھا

دیکھو باذل۔ تمہاری بیوی کے چھن ٹھیک نہیں ہیں۔'' وہ بغیر ہچکچاہٹ کے ایک دم سے بولیں

''کیوں اماں۔ اب کیا ہوگیا؟'' اس کا چہرہ اتر گیا، دھیرے سے پوچھا۔

''کیوں؟ تم نے دیکھا نہیں دسترخوان پر اس نے کیا حرکت کی، کمال نے حلیم نکالنے کے لیے ڈونگے کی جانب ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس نے ٹوک دیا۔''

ہائیں مگر..... وہ کیوں؟ باذل کی نگاہوں سے یہ منظر اوجھل ہوگیا تھا کیوں کہ وہ دیر سے پہنچا تھا۔

''کہنے لگی بھائی جان ایک منٹ رک جائیں میں اپنی بنائی ہوئی حلیم کی تصویر تو لے لوں؟'' شمیم بیگم نے بہو کی نقل اتاری تو باذل ہنس دیا مگر ان کے غصے میں گھورنے پر چپکا رہ گیا۔

''اسے گھر کی کوئی فکر بھی ہے یا نہیں۔ پورا دن فون سے چپکی رہتی ہے، ایک دن کے لیے ذرا اس کا فون بند کر کے دیکھو اور اسے سمجھاؤ کہ باہر بھی ایک دنیا ہے، جہاں اس کی اپنی فیملی کے لوگ رہتے ہیں۔''

شمیم بیگم نے رسانیت سے بیٹے کو سمجھانا چاہا۔

''اماں۔ دراصل امنگ میں ابھی کچھ بچپنا ہے، اور اسے سیلفیاں لینے کا بھی شوق ہے۔'' وہ دبے لہجے میں بولا۔

''ہاہ۔ یہ تو اور بری بات ہے۔ تمہاری غیرت کہاں جا مری ارے۔ شریف بہو بیٹیاں کیا ایسے اپنی تصویریں بانٹتی پھرتی ہیں؟'' ان کو مزید جلال چڑھا۔

''ایسی بات نہیں ہے اماں۔ بس وہ ذرا الگ مزاج کی لڑکی ہے، ایسی چھوٹی چھوٹی چیزوں میں خوشیاں ڈھونڈتی ہے، کچھ پکائی ہے تو سہیلیوں سے شیئر کرتی ہے۔'' باذل نے بیوی کا دفاع کرنا چاہا۔

''توبہ..... توبہ..... یہ کون سی خوشیاں ہیں؟ ارے۔ اچھی بری نگاہ پڑنے کی وجہ سے رزق سے برکت اڑ جاتی ہے اور پھر یہ بھی تو سوچو جو لوگ روکھی سوکھی کھاتے ہیں، ایسی تصویریں کیا انہیں نہیں للچاتی ہوں گی۔ ہاں؟'' وہ چبا چبا کر بولیں

''اچھا ٹھیک ہے، میں اسے سمجھا دوں گا۔ وہ اب ایسا نہیں کرے گی۔''

باذل کو بھی احساس ہونے لگا تھا کہ پانی سر سے اونچا ہوگیا ہے، امنگ کی یہ سیلفیاں لینے کی عادت ختم کرانا ہی ہوگی، اس سے پہلے کہ گھر میں کوئی بڑا طوفان آجائے۔ وہ ماں کے کمرے سے سر جھکائے باہر نکلا تو اریب کو کھڑا پایا، شاید وہ اندر ہونے والی ساری گفتگو سن چکا تھا۔ اسے بھائی کی بے بسی پر افسوس ہوا۔

''ادھر آئیں، اور میری بات سنیں۔'' بھائی کے کاندھے پہ ہاتھ رکھ کر تسلی دیتے ہوئے دھیرے سے کچھ بتاتا چلا گیا تو باذل کے چہرے کی چمک بڑھ گئی اور اس نے بھائی کے کاندھے پر مکا مارا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆

وہ امنگ کو پیار سے سمجھا کر اس کی یہ عادت چھڑانا چاہتا تھا جانتا تھا کہ اگر سختی کرے گا تو وہ بھی ضد پر اتر آئے گی مگر جیسے ہی وہ کمرے میں آیا تو اسے کسی سہیلی کے ساتھ وڈیو چیٹ میں مصروف پایا۔ باذل کو بھی بیوی کی یہ بات آج بہت ناگوار گزری شاید ماں کے سمجھانے کا اثر تھا مگر خود پر قابو پاتے ہوئے نرمی سے سیل فون اس کے ہاتھ سے لے کر لائن کٹ کردی۔

''ارے۔ ارے..... باذی! نوال مجھ سے حلیم کی ریسپی پوچھ رہی تھی۔'' وہ اس کے ہاتھ سے اپنا

www.pklibrary.com

موبائل چھیننے کی کوشش کرنے لگی۔

"جب میں اور تم ہوں تو ہمارے بیچ میں۔ کسی تیسرے کی گنجائش نہیں رہتی۔ ویسے بھی یار پرائیویسی بھی کوئی چیز ہوتی ہے یا نہیں۔" اس نے جان بوجھ کر بیوی کانوں میں پیار بھری سرگوشی کی۔

"مگر وہ نوال پتا نہیں کیا سوچے گی۔" وہ شرما گئی مگر پھر سے ذہن نیلی کی طرف گیا۔

"اپنی نوال سے کل بات کر لینا۔ فی الحال بندہ ناچیز آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔" اس کا دھیان بٹا کر وہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔

"ایک بات پوچھوں امنگ!" اس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد تمہید باندھی۔

"کیا کوئی خاص بات ہے باذل؟" وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے کتنا پیار کرتی ہو؟" باذل نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھا۔

"آپ کی سوچ سے بھی بڑھ کر۔" اس نے شرمائے ہوئے انداز میں جواب دیا اور اپنا ہاتھ چھڑایا۔

"اچھا تو کیا میرے لیے خود کو بدل نہیں سکتیں؟" وہ بیڈ پر اس کے مزید قریب ہوتے ہوئے بولا۔

"بدل سکتی ہوں سے کیا مطلب؟" وہ ایک دم سے منہ پھلا کر کھسک کر اس سے دور ہوئی۔

"وہ ہی مطلب ہے جو تم سمجھی ہو۔" اس کی چٹیا اپنے ہاتھوں پر لپیٹتے ہوئے جواب دیا اس کی شوخیاں عروج پر تھیں مگر وہ چڑ گئی۔

"بڑے ناشکرے بندے ہیں۔ میں نے صرف آپ کی خاطر ہی خود کو اتنا بدلا ہے کہ میرے گھر والے بھی کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے والی امنگ لگتی ہی نہیں۔" اس کی ناراضی باذل کے دل پر قہر ڈھاتی تھی۔ اسی لیے اس کا خوش نما سر زبردستی اپنے کاندھے پر رکھ کر پیار سے تھپکا۔

"ہاں۔ مگر کندن بننے میں ابھی تھوڑی کسر رہ گئی ہے؟" اس کی چھیڑ چھاڑ جاری تھی۔

"کمال ہے صاحب یہاں مرغا اپنی جان سے گیا اور کھانے والے کو مزا ہی نہیں آیا۔" اس نے شوہر کو طنز سے دیکھا۔

"انتہائی غلط مثال دی ہے۔ اور آپ کی جان پر تو بس اب ہمارا حق ہے۔ ہے یا نہیں؟" باذل کے ہونٹوں پہ بڑی جاندار مسکراہٹ چھا گئی۔

"چھوڑیں یہ فضول باتیں اور یہ بتائیں پکچر دکھانے کب لے جا رہے ہیں۔" امنگ نے مدھ برساتی نگاہوں سے پیچھا چھڑاتے ہوئے بات بدلی اور شوہر کو اس کا وعدہ یاد دلایا۔

"اچھا تو چلو کیا یاد کرو گی۔ ہم تمہارے بدلنے کی خوشی میں کل پکچر دیکھنے چلتے ہیں۔" منانے والے انداز میں کہا۔

"سچ باذی! کتنے بجے چلیں گے؟" وہ ایک دم سے پرجوش ہو کر بولی۔

"دو بجے فلم شروع ہو جائے گی۔ اس لیے تم تیار رہنا ویسے بھی ہم گھر سے ایک بجے نکل جائیں گے۔" اس نے جانب بوجھ کر جتایا۔

"اوکے۔ میں تیار رہوں گی۔" وہ مسکرائی۔

"امنگ یاد رہے گا ناں۔ یہ نہ ہو کہ ہم لیٹ ہو جائیں اور فلم شروع ہو جائے۔" سونے سے پہلے اس نے ایک بار پھر بیوی کو یاد دلایا۔

"ہاں ہاں۔ میں تیار ہو جاؤں گی۔ بس آپ آفس سے جلدی آ جایے گا۔" اس نے بھی شوہر کو یقین دہانی کرائی۔

"ہاں مجھے تو ویسے بھی ہاف ڈے کرنا ہے میں ٹائم پر پہنچ جاؤں گا۔" اس نے تکیہ پر سر رکھ کر اپنا بازو پھیلاتے ہوئے کہا تو امنگ نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔

☆☆☆

دوسرے دن امنگ نے صبح اٹھتے ہی اپنے حصے کی ہانڈی پکائی اور باقی کا سارا کام نمٹا کر کمرے میں گھس کر جانے کی تیاری کرنے لگی۔ اس نے برنٹ اورنج کلر کی شرٹ اور موزی گرین ٹراؤزر پہننے کا فیصلہ کیا۔ باذل نے بلیو جینز پر چاکلیٹ براؤن ٹی شرٹ پہنی اور چینج کر کے لاؤنج میں جا کر بیٹھ گیا اور اس کا تیار ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اریب جو ٹی وی دیکھ رہا تھا، اس نے

www.pklibrary.com

بھائی کو انگوٹھا دکھایا تو دونوں ہنس دیے۔ امنگ واش روم سے کپڑے بدل کر آئی اور ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی ہو کر جلدی جلدی میک اپ کرنے لگی۔

"امنگ چلیں؟" دس منٹ بعد باذل نے باہر سے پکارا۔

"جی۔ بس بال بنا کر آتی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

وہ برش اٹھا کر لمبے بالوں کو سلجھا رہی تھی مگر برا ہو، اسی وقت نوال کی کال آ گئی، اس نے پہلے تو سوچا کہ فون ریسیو نہیں کرتی مگر جب اس کا فون مسلسل بجتا رہا تو مجبوراً کال پک کرنی پڑی۔

"کل تمہارا اور باذل بھائی کا جھگڑا ہوا تھا؟" اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"ارے۔ نہیں یار انہیں مجھ سے کچھ ضروری کام تھا، اس لیے لائن کاٹ دی تھی۔" وہ بال بناتے ہوئے صفائی دینے لگی۔

"شکر ہے، میں تو گھبرا ہی گئی تھی۔" نوال نے جواب دیا۔

"اچھا یار۔ ابھی میں فون رکھتی ہوں۔ بعد میں بات کریں گے۔" اس نے عجلت میں بالوں میں برش چلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں۔ میں تمہارے سارے بہانے سمجھتی ہوں، ہم سے دل بھر گیا ہے۔" اس نے طعنہ مارا۔

"نہیں نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔" وہ کنگھی بھول گئی، اسے سہیلی کی ناراضی کی فکر پڑ گئی۔

"شادی کے بعد سب بدل جاتے ہیں۔" نوال کا لہجہ نم ہوا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ بس وہ..... میں اور باذل پکچر دیکھنے جا رہے ہیں۔ اور....." امنگ سہیلی کو سارا قصہ سنانے بیٹھ گئی، اسی میں اچھا خاصا ٹائم نکل گیا۔

باذل کی نگاہیں گھڑی کی سوئیوں پر تھی مگر بیوی کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ اریب نے اسے معنی خیز انداز میں دیکھا تو اس نے سر ہلاتے ہوئے کاندھے اچکائے۔ باذل نے تھوڑی دیر بعد اسے پھر سے پکارا۔

"امنگ یار! دیر ہو رہی ہے چلیں؟"

"ہاں۔ میں بس آ رہی ہوں۔" اس نے جواب دیا اور سہیلی سے اجازت طلب کی۔

"اچھا سن۔ جانے سے پہلے اپنی ڈھیر ساری سیلفیاں لے کر ہمارے فرینڈز گروپ میں شیئر ضرور کرنا، دیکھیں تو ہماری بنو کیسی لگ رہی ہے۔" نوال نے فون رکھنے سے پہلے ہدایت دی۔ تو بال بناتے ہوئے اس کے دل میں بھی اپنی سیلفی لینے کا خیال جاگا۔ ویسے بھی وہ میک اپ کے بعد بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"ابھی تو ٹائم ہے چند سیلفی ہی لے لوں۔" اس نے سیل فون نکالا اور ٹائم دیکھتے ہوئے سوچا اور پھر شروع ہو گئی۔

"یہ تو اچھی نہیں آئیں۔" اس نے اپنی تصویریں دیکھ کر خود ہی ریجیکٹ کر دیں اور دوسری بنانے لگی۔

باذل نے اسے باہر سے دو تین بار پکارا مگر امنگ اپنی سیلفیاں لینے میں اتنی مگن تھی کہ اسے ٹائم کا بھی خیال نہیں رہا، فرینڈز گروپ میں اپنی تصویریں شیئر کرنے کے بعد جب گھڑی پر نگاہ ڈالی تو دو بجنے میں پندرہ منٹ رہ گئے تھے۔ وہ گھبرائے ہوئے انداز میں پرس اٹھا کر باہر کی جانب بھاگی مگر لاؤنج میں باذل نہیں دکھائی نہیں دیا۔ اریب البتہ صوفے پہ بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا بھئی بھابھی؟" اریب نے اس کے چہرے کی اڑی اڑی رنگت دیکھ کر پوچھا۔

"اریب! تمہارے بھائی کہاں چلے گئے؟" اس نے پریشانی سے پوچھا۔

"بھائی تو شاید فلم دیکھنے چلے گئے۔" اس نے مسکرا کر بتایا۔

"وہ میرے بغیر کیسے جا سکتے ہیں؟" اس کا انداز دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ اریب نے بڑی مشکل سے ہنسی پر قابو پایا۔

"انہوں نے آپ کا بہت انتظار کیا مگر آپ شاید فون پر بزی تھیں۔ تو مجھے کہہ گئے کہ آپ کو بتا دوں۔ ٹکٹ ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ وہ اکیلے ہی پکچر دیکھ

www.pklibrary.com

آئیں۔'' اریب نے بڑی سنجیدگی سے تفصیل بتائی۔

''پکچر تو مجھے بھی دیکھنا تھی۔'' وہ ایک دم سے سر پکڑ کر رو دی، غلطی بھی تو اس کی اپنی تھی۔

''بھائی نے تو جانے سے پہلے آپ کو کئی بار پکارا تھا منجھلی بھابھی مگر آپ نے شاید سنا ہی نہیں۔'' اس نے ہمدردی دکھائی۔

''ہاں۔ مگر ایک بار زبردستی ہاتھ پکڑ کر بھی لے جاسکتے تھے۔ یہ کیا اکیلے ہی چلے گئے۔'' وہ ڈھیلے قدموں سے بڑبڑاتی ہوئی کمرے کی طرف واپس مڑ گئی مگر چونک کر رہ گئی۔

''آپ.....'' بیڈ پر جوتوں سمیت دراز شوہر کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

''جی جناب۔ میں.....'' اس نے بڑی ادا سے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے قریب بٹھایا۔

''مگر آپ تو اکیلے ہی سینما چلے گئے تھے۔'' اس نے ناراضی سے کہا۔

''میں اپنی زندگی کی امنگ کو چھوڑ بھلا کیسے جاسکتا ہوں؟'' وہ اس کی ناک دبا کر بولا۔

''مگر وہ اریب تو کہہ رہا تھا کہ.....'' اس نے دیور کی بات بتائی۔

''ہاں۔ میں نے ہی اسے وہ سب کہنے کو کہا تھا۔'' اس نے ہاتھ اٹھا کر بات کاٹی۔

''اوہ۔ اچھا تو آپ مجھے بے وقوف بنا رہے تھے۔'' وہ طیش میں بستر سے اتر کر کھڑی ہوگئی۔

''نہیں یار! میں تمہیں احساس دلانا چاہ رہا تھا ہر کام کی زیادتی نقصان دہ ہوتی ہے۔'' باذل نے اسے زبردستی اپنے برابر میں بٹھا کر دلاسا دیا۔

''ہاں۔ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ غلطی تو میری تھی۔'' اس نے لمحے بھر کو سوچا اور پھر معذرت خواہانہ انداز میں اسے دیکھا۔

''دیکھو جانم! ہر کام اپنے وقت پر اچھا لگتا ہے، ورنہ ٹائم گزر جائے تو ہر شے کی اہمیت ختم ہوجاتی ہے۔'' وہ دھیرے سے اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے سمجھانے لگا۔

''سوری باذی!'' امنگ نے سر جھکا کر معافی طلب کی۔

''ویسے محترمہ دیر ہوئی کس وجہ سے؟'' اس نے جان بوجھ کر بات نکالی۔

''وہ میں اپنی فرینڈز کے گروپ میں سیلفی شیئر کر رہی تھی۔'' اس نے دھیرے سے جواب دیا۔

''ایک بات کہوں۔ یہ جو تم اپنی سہیلیوں کے گروپس میں تصویریں شیئر کرتی ہو ناں۔ مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں۔''

''وہ کیوں؟'' اس نے معصومیت سے شوہر کو دیکھا۔

''تم میری عزت ہو اور کوئی غیر میری بیوی کو دیکھے میرے لیے یہ ناقابل برداشت ہے۔'' اس نے بڑی سنجیدگی سے جتایا۔

''مگر باذی! اس گروپ میں تو صرف میری دوستیں ہیں۔'' اس نے اعتراض اٹھایا۔

''دیکھو۔ ڈارلنگ اگر کبھی کسی نے ان کامس یوز کیا تو پھر؟'' اس کے لہجے نے امنگ کو ڈرایا۔

''باذی وہ سب اچھے گھرانوں کی لڑکیاں ہیں۔ ایسا کچھ نہیں کریں گی۔'' وہ قائل ہونے کے باوجود اپنی حرکت کا دفاع کرتی چلی گئی۔

''کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ تصویریں کوئی اور نہیں دیکھ سکتا؟ اس کے سوال پر وہ خاموش سی رہ گئی۔

''فرض کرو ان کا فون چھن جائے یا بھائی وغیرہ کسی کی بھی غیر کی نگاہوں میں آگئیں تو پھر؟'' اس نے پیار سے پوچھا۔

''میں نے تو یہ بات کبھی سوچی ہی نہیں۔'' اسے بھی ادراک ہوا کہ شوہر کا خدشہ بے جا نہیں۔

''دیکھو، میں ان کے خلوص پر شک نہیں کر رہا مگر اخبارات ایسی خبروں سے بھرے ہوتے ہیں، کوئی بھی انہونی ہوتے دیر نہیں لگتی ویسے بھی ہم کسی کو خود سے کیوں موقع فراہم کریں؟'' اس کی بات پر امنگ نے چونک کر شوہر کو دیکھا، اس کی خاموشی بتا رہی تھی کہ وہ اندر سے قائل ہوچکی ہے۔

''اچھا۔ چلو چھوڑو ان باتوں کو اور یہ بتاؤ کہ اب کیا کرنا ہے؟'' باذل نے کچھ دیر بعد اس کا ہاتھ

www.pklibrary.com

تھام کر گفتگو کا رخ بدلا۔

''آئی ایم سوری باذی! مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میری وجہ سے آپ کی تفریح بھی خراب ہوگئی۔'' اس نے شوہر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ایک بار پھر سے معذرت کی۔

''ہماری بیگم کے بغیر بھلا ہم کیسے انجوائے کر سکتے تھے اب جلدی سے چلو۔ فلم شروع ہونے میں آدھا گھنٹہ رہ گیا ہے۔'' اس نے امنگ کا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب۔ پکچر کا ٹائم تو نکل گیا ہے ناں؟'' وہ ایک دم چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

''ارے نہیں۔ یہ ترکیب تو مجھے اریب نے سکھائی تھی ورنہ ہماری بکنگ تو تین بجے کی ہے۔'' وہ ہنسا۔

''یا اللہ..... یہ اریب کا بچہ۔ آگے چل کر پکا ڈرامہ رائٹر بنے گا۔'' وہ بھی ہلکی پھلکی ہو کر کھلکھلائی۔

اور..... میرے بارے میں کیا خیال ہے محترمہ؟'' اس نے قریب ہو کر چوڑے سینے پر اس کا نازک سا ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

''آپ تو سچ مچ کے ایکٹر ہیں۔'' اس نے گلابی ہوتے ہوئے شوہر کو پیچھے دھکیلا اور بیگ اٹھا کر باہر کی طرف چل دی۔

''ایکٹر نہیں تمہاری زندگی کا ہیرو۔ قدر کر لو جانم۔ ایسا باکمال انسان بار بار نہیں ملتا اور تمہارے باذل جیسا تو بالکل بھی نہیں۔'' وہ بھی شوخی سے کہتا ہوا کار کی چابیاں اٹھائے اس کے پیچھے چل دیا۔

''اور آپ کی امنگ بھی تو لیمیٹڈ ایڈیشن ہے۔'' وہ لمحے بھر کو رکی اور مڑ کر چھیڑنے والے انداز میں اسے دیکھا تو بیوی کے انداز پر باذل کی ہنسی نکل گئی۔

☆☆☆

ائر کنڈیشن کی خنکی نے کمرے کے ماحول کو بڑا پرسکون بنا دیا تھا، روم میں داخل ہوتے ہی اس کے نازک سے وجود میں جیسے طمانیت اترتی چلی گئی مگر جیسے ہی ذہن بنٹو کی باتوں کی طرف گیا۔ وہ پھر سے ڈسٹرب ہونے لگی۔ امنگ نے تھوڑی دیر پہلے ہی اپنے سات سالہ بیٹے کے ساتھ لنچ کیا تھا اور پھر کچن صاف کرنے لگ گئی۔ امنگ نے دوپہر کے کھانے میں آلو مٹر کی طہری پکائی تھی اور ساتھ ہی سادے دہی میں کھیرا کتر کر رائتہ بنا لیا جو بنٹو کو بہت پسند تھا۔

نئے گھر میں شفٹ ہونے کے باوجود وہ لاشعوری طور اپنے سسرال میں پکائے جانے والے مینو کو ہی فالو کرتی تھی، اس کی ساس ہمیشہ دوپہر میں گھر کی عورتوں کے لیے ہلکا پھلکا کھانا پکواتی تھیں۔ کبھی کالی مسور کی دال اور بگھارے چاول، چٹنی سلاد کے ساتھ، کبھی بھنی کھچڑی کے ساتھ دہی کا رائتہ اور پاپڑ اور کبھی طہری کے ساتھ گھر کا ڈالا ہوا اچار، اس طرح کی بچتوں سے رات کو جب سارے مرد گھر پر ہوتے تو پھر بھنا گوشت کا بکرے سالن یا مرغی وغیرہ پکتی تھی۔

ظہر کی نماز کی ادائی کے بعد وہ قیلولہ کرنے سے پہلے بیٹے کے کمرے کی طرف آئی تو اسے بنٹو آئی پیڈ پر گیم کھیلتے ہوئے دکھائی دیا وہ ایک دم سے ناراض ہوگئی اور بیٹے سے جھپٹ کر آئی پیڈ چھینا اور جھاڑ پلائی۔

''یہ کیا ہر وقت اس سے چپکے رہتے ہو، آنکھوں پر موٹے موٹے چشمے چڑھ جائیں گے، پھر اس کا پیچھا چھوڑو گے کیا؟''

''ہاں تو پھر کیا کروں..... کس کے ساتھ کھیلوں؟'' وہ منہ بسورنے لگا۔

''پہلے بھی تو اس کے بغیر کھیلتے تھے۔'' اس کے پوچھنے پر بنٹو نے ناراضی سے ماں کی طرف دیکھا۔

''افوہ مما۔ دادی کے گھر تو تایا ابا والے ارسلان بھائی تھے، ان کے ساتھ کھیلنے میں مزا آتا تھا۔ اور یہاں اس گھر میں اکیلا ہوں، کس کے ساتھ کھیلوں.....'' بنٹو کے جھنجھلا کر جواب دینے پر امنگ ہکا بکا رہ گئی۔

''کیا میری ضد کی وجہ سے بنٹو تنہائی کا شکار ہو رہا ہے؟'' بیٹے کا منہ تکتے ہوئے من میں خلش سی جاگی۔

''مما! کیا ہم دادی اماں کے گھر جا کر دوبارہ نہیں رہ سکتے۔ مجھے یہاں ان سب کے بغیر بالکل مزا نہیں آتا ہے؟'' ماں کو خیالوں میں کھویا دیکھ کر وہ معصومیت سے امنگ کا کاندھا ہلاتے ہوئے فرمائش کرنے لگا۔

''فضول باتیں مت کرو اور چپ چاپ لیٹ

www.pklibrary.com

کر تھوڑی دیر سو جاؤ۔ شام کو نیچے جا کر دوستوں کے ساتھ کھیل لینا۔'' امنگ نے بیٹے کو زبردستی لٹایا۔ اس کا آئی پیڈ دراز میں ڈالا اور دروازہ بند کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی۔

امنگ گھر کے چاروں جانب پھیلی خاموشی سے نگاہیں چراتی، اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ وہ سوچوں میں گم اپنے وسیع و عریض بیڈ پر نیم دراز ہو گئی۔ سسرال میں اتنی مشکلیں کاٹنے کے بعد پورے نو سال بعد اسے اب جا کر آرام نصیب ہوا تھا۔ وہ اپنے رب کا جتنا شکر ادا کرتی کم تھا۔ اس نے عادتاً ادھر ادھر دیکھا اور مسکرا کر تکیہ کے نیچے سے کرن ڈائجسٹ نکالا، اصل میں سسرال میں اسے چھپ کر ڈائجسٹ پڑھنے کی لت پڑ گئی تھی، اس لیے یہاں بھی اس کے کان میں ساس کی باتوں کی بازگشت گونجتی رہتی تھی۔ وہ اس کے ہاتھ میں کوئی بھی رسالہ دیکھتے ہی غصے سے ابل پڑتی تھیں۔

''ہائے ہائے..... اس سے بہتر ہے کہ کچھ اللہ رسول کر لیا کرو کیا ہر وقت فرضی قصے کہانیوں میں پڑی رہتی ہو؟''

''اماں! ان ہی قصوں کہانیوں نے ہماری لڑکیوں کو شعور عطا کیا ہے۔'' وہ سمجھانے کی کوشش بھی کرتی مگر بے سود۔

''انہیں تو ہر اس شے سے چڑ ہے جو مجھے پسند ہے۔'' کبھی کبھی وہ سوچتی اور ایک دن شوہر سے شکایت لگا دی۔

''ارے بھئی کسی دن اماں کو بھی ان میں چھپنے والی کوئی اچھی سی اسٹوری سنا دو۔'' باذل کی فرمائش پر امنگ نے ایک دو چھوٹے چھوٹے افسانے شمیم بیگم کو پڑھ کر سنائے تو اس کے بعد سے وہ ان ڈائجسٹوں کی شیدائی ہو گئیں۔ اس سے رسالہ مانگتیں اور چشمہ لگا کر خود ہی پڑھنے لگ جاتیں۔ اس کے باوجود بہوؤں کے ہاتھوں میں ہر وقت رسالہ دیکھنا انہیں ناگوار گزرتا۔ دراصل وہ زندگی کو ترتیب سے گزارنے کی خواہش مند تھیں۔

اب ایسے یہاں اپنے گھر میں ہر شے کی مکمل آزادی حاصل تھی، مگر پھر بھی من میں ایک خلش سی جاگ جاتی تھی، ان کی نصیحتوں کی بازگشت کانوں میں گونجتی رہتی اور وہ نا چاہتے ہوئے بھی وہ ہی کچھ کرتی جیسا شمیم بیگم اس سے امید رکھتی تھیں۔

''توبہ ہے۔ چاہ کر بھی اس پرانے گھر سے میرا ناتا نہیں ٹوٹ پاتا۔ ہر کام میں اماں کی نصیحت کانوں میں گونج اٹھتی ہے۔'' اس نے مسکرا کر سوچا اور سر جھٹک کر ساری باتوں کو بھلاتے ہوئے، مزے سے ناول پڑھنے میں مگن ہو گئی ابھی کہانی ایک دلچسپ موڑ تک پہنچی ہی تھی کہ آنکھوں میں نیند بھر گئی۔ امنگ نے جمائیاں روکنے کی بڑی کوشش کی مگر جانے کیسے سر تکیہ پہ گرا اور وہ سو گئی۔

پوری دوپہر بڑے پرسکون انداز میں سو کر گزاری، ورنہ ماضی میں تو اس کی ساس کو عصر مغرب کے درمیان بہوؤں کو لیٹا دیکھتے ہی خلجان شروع ہو جاتا تھا اور وہ اپنی ناگواری کسی سے چھپانے کی کوشش بھی نہیں کرتی تھیں۔

''اری منجھلی بہو..... باہر آ جاؤ، دونوں وقت مل رہے ہیں، کیا سو سو کر نحوست پھیلا رکھی ہے۔'' وہ اس کے چھوٹے سے کمرے کا پرانا دروازہ دھڑ دھڑاتے ہوئے چلاتیں۔ دن بھر کے کاموں سے تھکی ہاری امنگ کی آنکھ ذرا دیر کو ہی لگی ہوتی تھی، مگر وہ ان کی پکار پر وہ اچھل کر بستر سے نیچے اترتی اور شام کی چائے بنانے کے لیے کچن کی جانب دوڑ لگا دیتی، ویسے بھی وہاں ایک دو کپ چائے کہاں بنتی تھی اتنے سارے لوگوں کے لیے پورا پتیلا بھر کر چڑھایا جاتا تھا۔

وہ پتا نہیں کب تک ایسے ہی پڑی سوتی رہتی مگر بنٹو نے اسے ہلا کر بتایا کہ وہ نیچے کمپاؤنڈ میں کھیلنے جا رہا ہے، اس نے نیند میں سر ہلایا اور پھر غنودگی میں چلی گئی۔ کچھ دیر بعد ہی کمرے میں پھیلے اندھیرے سے ایک دم سے گھبرا گئی اور سینے پہ ہاتھ رکھ کر اٹھ بیٹھی دل کی دھڑکن بڑی تیز ہو رہی تھی۔

''یا اللہ۔ آج تو میں بہت دیر تک سوتی رہ گئی؟'' وہ بڑبڑاتی ہوئی سستی سے بیڈ سے اتری اور چٹ سے کمرے کی لائٹ آن کر دی۔ گھڑی پر نگاہ گئی تو اسے اپنا اتنا سونا خود سے معیوب لگنے لگا۔ عصر کی نماز نکلنے والی تھی۔ وہ جلدی سے واش روم کی طرف بڑھی تاکہ وضو کر کے نماز پڑھے۔ نماز کی ادائی کے بعد وہ ٹی وی لگا کر بیٹھ گئی

www.pklibrary.com

مگر جانے کیوں آج کسی چیز میں دل نہیں لگ رہا تھا۔

☆☆☆

چھٹی والے دن اس نے ٹیبل پر گرما گرم بریانی کی ڈش، سلاد اور رائتہ لا کر سجایا ہی تھا کہ من میں پکچر لینے کی خواہش پیدا ہوئی۔ موبائل اٹھایا ہی تھا کہ دل میں وہم آنے لگے۔ ساس کی بات یاد آئی اور اس نے موبائل واپس رکھ دیا۔

"بھلی بیٹا! اس طرح سے کھانوں کی تصویریں نہ لگایا کرو؟"

"کیوں اماں! اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" اس نے لاپروائی سے پوچھا تھا۔

"دیکھو بھلی! جتنے کوئی اس قابل ہو بھی یا نہیں کہ اتنے اچھے کھانے کھا سکے، بے چارہ بھوکا ہو یہ سب دیکھ دیکھ کر اس کا دل برا ہوگا، برکت الگ اڑ جاتی ہے۔" شمیم بیگم نے رسانیت سے بھلی بہو کو سمجھایا تھا۔

"میں نے اس طرح سے کبھی سوچا ہی نہیں۔" ساس کی بات پر وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"تو اب سوچ لو۔ اگر ہم کسی کو کھانا کھلا نہیں سکتے تو کم از کم انہیں دکھا دکھا کر للچائیں تو نہ۔" وہ کہتے ہوئے دسترخوان سے اٹھ گئیں۔

آج بھی تصویر لیتے ہوئے ان کی باتیں یاد آئیں تو اس موبائل ٹیبل پر رکھ دیا اور خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئی۔

"جانم! کھانا شروع کریں یا آپ پہلے اپنا سیلفی کا شوق پورا کریں گی؟" اسے کھویا ہوا دیکھ کر باذل نے کاندھے پہ ہاتھ رکھ کر چھیڑا۔

"نہیں۔ چلیں بسم اللہ کرتے ہیں۔" اس نے شوہر کی پلیٹ میں کھانا نکالتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

☆☆☆

نئے فلیٹ میں شفٹ ہوئے ایک سال ہونے کو آئے تھے مگر اب بھی وہ جیسے پرانے ماحول کی قیدی تھی، اکثر اس کے کانوں میں ساس اماں کے جملوں کی بازگشت جاری رہتی، کبھی ایسا لگتا کہ وہ کمرے سے نکل کر اس کی کلاس لگانے والی ہیں، کبھی کھانوں میں مرچیں تیز ہو جانے پر وہ ڈرتے ہوئے ادھر دیکھتی کہ اسے کہیں سے تنقید کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے، یا بھی سہیلیوں سے باتوں میں مگن ہونے پر اگر سالن جل جاتا تو اس کی جان ہی نکل جاتی۔

"اب کیا کروں، باذی تو پہلا لقمہ لیتے ہی ٹیبل سے اٹھ جائیں گے۔" امنگ جانتی تھی کہ شوہر کو جلا ہوا سالن بالکل پسند نہیں۔

"میں نے بھی ناں بس فضول کی باتوں میں ٹائم ضائع کر دیا۔" مسالہ ڈال کر چکن بھونتے ہوئے اسے اپنی لاپروائیوں پر غصہ آنے لگا۔

"ابھی بڑی بھابھی ہوتیں تو کھٹ سے چولہا بند کر دیتیں، ان کی ناک بھی تو بہت تیز تھی۔" وہ ہاتھ دھوتے ہوئے سوچ کر مسکرا دی۔

اسے یاد تھا کہ وہاں تو کچن کے کاموں میں مبینہ بھابھی بڑی چوکس رہتی تھیں، اسی لیے اسے کافی سہولت تھی مگر یہاں وہ اکیلی اکثر کوئی نہ کوئی غلطی ہو ہی جاتی تھی۔ اس نے۔ دھیرے دھیرے اس نے فون پر باتیں کرنا بھی کم کر دیا اور پورا دھیان اپنے گھر پر لگانا شروع کر دیا۔

☆☆☆

"ہیلو جانم..... سوری۔ میں لیٹ ہو جاؤں گا۔ ڈنر پر پھر کبھی چلیں گے۔" باذل نے اسے جب سے کال کر کے بتایا تو وہ بری طرح سے تپی ہوئی تھی۔

"افوہ! کم از کم آج کے دن تو انسان اپنا وعدہ پورا کر لیتا ہے۔" حسین سنہری بالوں کی چٹیا بناتے ہوئے وہ بڑبڑائی۔ اور غصے میں برش ڈریسنگ ٹیبل پر پھینک دیا، وہ بہت ڈپریسڈ لگ رہی تھی۔ دراصل اس کی شادی کی سالگرہ تھی اور ان کا باہر ڈنر کا پروگرام تھا مگر پھر شام کو باذل نے کال کر کے منع کر دیا کیوں کہ اسے آفس میں ارجنٹ کام آ گیا تھا۔ وہ گلابی ہونٹ چباتی ہوئی خاموشی سے کمرے سے باہر نکل آئی۔

شروع سے بھرے پھرے گھر میں رہنے کی وجہ سے گھر کے چاروں کونوں میں پھیلی تنہائی اب اسے وحشت زدہ کرنے لگی تھی۔ پہلے تو باذل سرِ شام گھر لوٹ

www.pklibrary.com

آتا تھا بلکہ راستے سے اپنے بیگ میں سب سے چھپا کر بیوی کے لیے گرما گرم سموسے یا کچوری خریدتا ہوا لاتا تھا۔ امنگ بھی دو کپ چائے بنا کر ٹرے میں رکھتی اور بہانے سے اپنے کمرے میں لے آتی اور پھر دونوں میاں بیوی سبز چٹنی لگا کر مزے سے سموسہ یا کچوری کھاتے، ان محبتوں کا اپنا ہی مزا تھا۔ آج اس کے کچن کیبنٹ میں کیک، بسکٹ اور نمکو کے بہت سارے پیکٹ پڑے تھے، مگر اس کا اکیلے کھانے کا دل نہیں کرتا تھا۔ نہ ہی ان کی سیلفی بنا کر پوسٹ کرنے کا ہوش تھا۔

امنگ لائف اسٹائل میں جس طرز کی تبدیلی چاہتی تھی وہ تو اس کی زندگی میں آچکی تھی۔ ہونا تو چاہیے تھا کہ اب وہ پرسکون ہو جاتی مگر اس کے ساتھ ہی ماہانہ اخراجات میں جو بڑی تیزی سے اضافہ ہوا، اس پر قابو پانا بڑا مشکل ہو رہا تھا۔ ہمیشہ سے جوائنٹ فیملی میں رہنے کی وجہ سے سارے بھائی مل کر گھر چلاتے تھے۔ ایک ہنڈیا پکتی اور پورا گھر مزے سے کھا لیتا تھا۔ اسی کے مرہون منت تو باذل نے اتنی بچت کر لی کہ اچھے علاقے میں چار کمروں کا فلیٹ بک کرا لیا، سالوں قسطوں کی ادائی کے بعد جب پروجیکٹ مکمل ہوا تو ان کو اس کا قبضہ مل چکا تھا۔ شفٹنگ کے بعد سے دن بہ دن خرچوں میں اضافہ ہی ہوا تھا، اس پر امنگ کی خواہش پر بنٹو کو بھی شہر کے بڑے مشہور اسکول میں داخل کرایا گیا۔ باذل ان حالات چکرا کر رہ گیا یوں لگتا تھا کہ جیسے ہر شے سے برکت اٹھ گئی ہو، حالات پہلے جیسے نہیں رہے۔ باذل کی ایک تنخواہ میں گزارا ناممکن ہو گیا تھا۔

بہت سوچ بچار کے بعد اس نے ایک جگہ پارٹ ٹائم جاب کر لی تھی، اس کے بعد سے باذل کی زندگی سے جیسے فراغت اڑ گئی تھی اور مزاج کی شگفتگی کھو گئی۔ اسے گھر واپسی میں دیر ہو جاتی تھی، اس کا محبت بھرا لہجہ بھی تکان کی نذر ہو گیا تھا۔ وہ جانے انجانے اپنی پیاری امنگ کو بھی نظر انداز کرنے لگا۔ وہ جو شروع سے اس کی محبت اور جنون کی عادی تھی، اب دل ہی دل میں ناراض رہنے لگی تھی۔

"باذی! مجھے اکیلے پن سے خوف آتا ہے۔" وہ کبھی اس کے لیٹ ہو جانے پر گھبرا کر کہتی تو باذل اسے طنزیہ انداز میں دیکھتے ہوئے ہنس پڑتا، اور وہ چڑ سی بن جاتی۔

شادی کی سالگرہ کا دن بھی چپ چاپ گزر گیا، باذل نے اس دن دفتر سے واپسی پر امنگ کو قیمتی پرفیوم گفٹ کیا۔ ساتھ ہی اس کا ماتھا چوم کر وش بھی کیا مگر وہ اتنا تھکا ہوا تھا کہ بیٹھ کر بیوی کے ساتھ ایک کپ چائے کا بھی نہیں پی سکا، حالاں کہ امنگ نے چائے کے ساتھ تھوڑا سا اہتمام کیا ہوا تھا۔ مگر وہ کمرے میں جاتے ہی کپڑے بدل کر سو گیا۔ دوسرے دن صبح امنگ نے ریفرشمنٹ کا وہ سارا سامان ایسے ہی اٹھا کر کام والی مائی کو دے دیا اور نم آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

"بنٹو..... بنٹو....." امنگ نے اپنے خیالوں سے پیچھا چھڑاتے ہوئے گھبرا کر بیٹے کو پکارا تو اسے یاد آیا کہ وہ تو اس وقت اپنے دوستوں کے ساتھ نیچے کمپاؤنڈ میں سائیکلنگ کرنے جاتا ہے۔

امنگ دھیرے سے قدم اٹھاتے ہوئے کچن میں داخل ہوئی اور سستی دور کرنے کے لیے ایک کپ چائے کا بنایا پھر پریس کی طرف نکل آئی اور وہاں رکھی چیئر پر بیٹھ کر چائے کے سپ لینے لگی۔ آج کل وہ شدید قسم کی بوریت کا شکار ہو رہی تھی، حالاں کہ اس سے قبل تو پرانے گھر کے نیم خوابیدہ ماحول میں ساس اور جٹھانی کی ہر وقت کی تو تو میں میں اور شور شرابے سے وہ تا کان تک بیزار ہو چکی تھی۔ اپنے بیٹے بنٹو کی تہذیب یافتہ ماحول میں پرورش کرنے کی خواہش اتنی شدت اختیار کر گئی اور پھر جیسے اس کی بس ہو گئی فلیٹ مکمل ہوتے ہی امنگ نے باذل پر الگ ہو جانے کے لیے شدید دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ حالاں کہ وہ تو ابھی فلیٹ کرائے پر چڑھا کر سب کے ساتھ ویسے ہی اپنے آبائی مکان میں ہنسی خوشی رہنا چاہتا تھا مگر پہلی بار امنگ نے کسی معاملے میں اتنی شدت سے ضد کی تھی آخر اسے پسپائی اختیار کرنا پڑی۔

کمال کو گھر میں زیادہ کمروں کی ضرورت تھی، بچے بڑے ہو رہے تھے، اسی لیے جب باذل نے

www.pklibrary.com

ڈرتے ڈرتے علیحدہ ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تو اس اپنی بیوی مبینہ کی ایما پر بھائی کی پیٹھ تھپتھپا کر اسے بخوشی الگ ہوجانے کی اجازت دے دی۔ شمیم بیگم نے البتہ خوب رونا دھونا مچایا مگر باذل کی ایک عادت تھی جب ایک بار کسی بات کے لیے ذہن بنالیتا تو اس سے پیچھے نہیں ہٹتا تھا، اس بار بھی ایسا ہی ہوا ماں کے رونے پر انہیں لپٹا چپٹا کر دم دلاسے دیتے ہوئے بیوی کو سامان کی پیکنگ کا عندیہ دے دیا۔

شوہر کا حکم سن کر امنگ کی تو جیسے جان میں جان واپس آئی، ورنہ تو آخری لمحے تک اسے یہ ہی لگتا رہا تھا کہ شمیم بیگم کے آنسوؤں کی وجہ سے باذل اپنا فیصلہ بدل دے گا اور اسے دوبارہ سے اتنی بڑی فیملی کے ساتھ اس کابک جیسے چھوٹے سے کمرے میں گزارا کرنا پڑے گا۔

اور آج جب وہ جوائنٹ فیملی سے علیحدہ ہوکر بڑے طمطراق سے اپنے نئے کشادہ فلیٹ میں شفٹ ہوگئی تھی تو اسے یہاں کی تنہائی ایک دم سے کاٹ کھانے کو دوڑنے لگی، شاید اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ''انسان کسی حال میں خوش نہیں رہتا۔''

☆☆☆

ان کی زندگی مکمل ہوگئی تھی، سب کچھ اتنا مکمل ہونے کے باوجود امنگ کو کبھی کبھی عجیب سی بے چینی اور خلش آ گھیرتی۔ وہ پاؤڈر پنک اسٹائلش سوٹ پر شیفون کا پرنٹڈ دوپٹے سے سر ڈھانپے ٹیرس کی کرسی پر بیٹھی، سوچوں میں گم ہوگئی۔ آہٹ ہوئی تو اس نے مڑ کر دیکھا۔

''ہیلو جانم! کن خیالوں میں گم ہو؟'' باذل چپکے سے آکر اس کے برابر میں رکھی ہوئی دوسری کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

''آپ..... اس وقت؟'' خلاف توقع شوہر کو قبل از وقت گھر پر دیکھ کر وہ سرپرائز ہوگئی

''جی جناب۔ ہم نے سوچا آج جلدی گھر جایا جائے۔'' اس کا موڈ خوش گوار تھا۔

''اچھا.....'' اسے شادی کی سالگرہ والی بات یاد آئی تو کاندھے اچکا کر منہ موڑ کر چائے کے سپ لینے لگی۔

''ہوں تو ہماری جانم ابھی تک ہم سے خفا ہیں۔'' یہ اس کی ناراضی کا انداز تھا، وہ بیوی کو محبت سے دیکھنے لگا مگر اس نے ذرا توجہ نہیں دی۔

''میری چائے کہاں ہے؟'' باذل نے کچھ دیر بعد بڑی محبت سے خود سے ہی اسے مخاطب کیا۔

''میں نے نہیں بنائی۔'' اس نے قدرے نروٹھے پن سے جواب دیا۔

''جب اپنے لیے بنا ہی رہی تھی تو ایک کپ پانی مزید بڑھا دیتیں۔'' وہ بیوی کی ناراضی سمجھتا تھا اسی لیے مسکرا کر بولا۔

''آپ اس ٹائم پر گھر کب آتے ہیں؟'' وہ چمک کر بولی۔

''اچھا۔ چلو ایسا کرو اب بنا دو ناں پلیز!'' اس نے امنگ کا ہاتھ تھامنا چاہا۔

''اچھا کیا آپ کو ایک کپ چائے بنانا بھی نہیں آتی۔'' اس نے ہاتھ جھٹکتے ہوئے بے رخی سے کہا۔

''تم جانتی تو ہوں ناں امنگ کہ مجھے تمہارے ہاتھ کی چائے کی عادت ہے، پھر خود سے کیوں بناؤں؟'' وہ بھی بچوں کی طرح ضدی ہوا۔

''آپ اپنی مصروفیت میں اتنا کھو چکے ہیں کہ سب کچھ بھول چکے ہیں۔ یاد ہے پہلے میرے لیے سموسے لاتے تھے؟'' وہ منہ بسور کر بولی۔

''یار! تم کیسی باتیں نکال کر بیٹھ گئی ہو۔ پہلے میرے پاس ٹائم ہوتا تھا پھر سموسے والے کی دکان تو اماں کے گھر کے قریب نکڑ پر تھی، مگر اس ایریے میں تو بڑی بڑی بیکری ہیں، مہینے کی گروسری کرتے ہوئے میں کتنے سارے کیک، بسکٹ اور نمکو کے پیکٹ لاتا تو ہوں۔'' اس نے ناراضی سے کہا۔

''آپ کے پاس ٹائم تو ہے مگر شاید اب اتنی اہمیت نہیں دیتے ہیں، جتنی پہلے دیتے تھے۔'' وہ پھولے منہ سے بلاوجہ لڑ رہی تھی۔

''جانم..... میں..... پہلے صرف ایک جاب کرتا تھا۔ ٹائم ہوتا تھا میرے پاس۔ ہر بار یہ بات تمہیں کیوں بتانا پڑتی ہے۔'' وہ جھلا کر بولا۔

''ہاں تو چھوڑ دیں۔ مگر کم از کم مجھے اور اپنے بیٹے کو ٹائم تو دیں۔'' وہ بھی سخت لہجے میں بولی۔

www.pklibrary.com

''چھوڑو تو دوں مگر تم لوگ جو اتنی آسائشات کے ساتھ رہ رہے ہو۔ اس کا کیا ہوگا سوچا ہے بھی؟'' اس نے طنز کیا۔

''کمال ہے ہر انسان اپنی فیملی کے لائف اسٹائل کو بہتر بنانے کے لیے کام کرتا ہے مگر آپ تو طعنہ دینے پر اتر آئے۔'' وہ بھی چڑ گئی۔

''بات طعنے کی نہیں ہے، تمہیں ہی شوق تھا ناں اکیلے رہنا کا؟ پھر اتنی جلدی تنہائی سے کیوں گھبرا گئی ہو؟'' اس نے پھر سے جتایا۔

''چلیں۔ اب یہ باتیں شروع کر دیں۔ بھئی، کیا مجھے اپنے بچے کے اچھے مستقبل کے بارے میں سوچنے کا کوئی حق نہیں؟'' اس نے مڑ کر شوہر کو دیکھا۔

''ضرور سوچو مگر..... ایک ماں اور بھی ہے، جس نے اپنے بچوں کا مستقبل سنوارنے میں زندگی تج دی اور آج جب ان کی اولاد اپنے پیروں پر کھڑی ہو چکی ہے تو ماں کو سہارا دینے کے بجائے اپنی الگ دنیا بنا کر بیٹھ گئی ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہوا۔'' اس نے بیوی کو ایسا طعنہ مارا کہ وہ سن سی کھڑی رہ گئی۔

''جانتی ہو اماں کو دیکھے ہوئے پورے چار دن گزر گئے ہیں، کمال بھائی کی کال آئی تھی، ان کی طبیعت ٹھیک نہیں، بنو کو بہت یاد کر رہی ہیں۔''

''اماں کو کیا ہوا ہے؟'' وہ گھبرا گئی۔

''بخار آ رہا ہے، میں اسی لیے آج تھوڑا جلدی گھر آیا تھا کہ ہم جا کر ان سے مل آئیں گے مگر تم تو اپنے شکوے شکایت کا دفتر کھول کر بیٹھ گئی ہو۔'' وہ اسے سناتے ہوئے غصے میں آ گیا اور فوراً ہی گاڑی کی چابی اٹھائے ماں سے ملنے کے لیے گھر سے اکیلا نکل گیا۔

باذل کو گئے ہوئے گھنٹہ گزر گیا تھا اور وہ چپ چاپ بیٹھی، اپنا احتساب کر رہی تھی۔ امنگ کے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کرے تو کیا کرے، اس نے کئی بار شوہر کو کال ملائی مگر باذل نے ہر بار لائن کاٹ دی تو وہ مزید پریشان ہو گئی، اتنے میں اس کا فون بجا تو امنگ نے شوہر کا فون سمجھ کر دیکھے بغیر عجلت میں کال ریسیو کر لی مگر دوسری جانب سے نوال کی آواز سن کر مایوس ہو گئی۔ پہلے تو امنگ کا دل چاہا کہ بات نہ کرے، مگر اس نے کافی عرصے بعد کال کی تھی اس لیے اخلاق نبھانا پڑا۔

''اور بتاؤ نازش اور باقی فرینڈز کیسی ہیں۔ تمہاری تو سب سے بات چیت ہوتی ہوگی؟'' سلام دعا کے بعد امنگ نے پوچھا۔

''نہیں۔ میں نے سب سے رابطہ ختم کر دیا ہے۔'' وہ دھیرے سے بولی۔

''کیوں خیریت اور نازش سے تو تمہاری بہت اچھی انڈر اسٹینڈنگ تھی۔'' وہ چونکی۔

''اس بے غیرت کا نام نہ لو۔ وہ دوست نہیں آستین کا سانپ نکلی۔'' نوال نے بڑے غصے میں جواب دیا۔

''ہائیں مگر کیوں..... کیا ہوا؟'' اس نے حیرت کا اظہار کیا۔

''ارے۔ اس نے فرینڈز گروپ میں شیئر کی ہوئی ہماری تصویریں لیک کر دی تھیں، میرے بھائی نے انہیں اپنے ایک دوست کے موبائل میں دیکھا تو گھر میں ہنگامہ مچ گیا، ابا تو مجھے مارنے پر تل گئے تھے۔ مجھ سے موبائل تک چھین لیا گیا تھا۔'' وہ فون کی دوسری طرف سے ایک دم رو دی۔

''اچھا، مگر اس نے ایسا کیوں کیا؟'' امنگ نے پریشانی سے پوچھا۔

''اس منحوس نے شیخی میں اپنے منگیتر کو ہماری تصویریں دکھا دیں۔ اور اس نے وہاں سے لے کر آگے بڑھا دیں۔'' وہ دانت کچکچا کر بولی۔

''یہ تو نازش نے بہت غلط بات کی۔'' سب سن کر امنگ کو بھی بہت برا لگا تھا۔

''کون کہتا ہے دنیا چاند پر پہنچ گئی ہے، ہم آج بھی وہیں اٹکے ہوئے ہیں، دنیا اور مردوں کی چھوٹی سوچ۔'' نوال نے دکھ سے کہا۔

''میری بات ہوئی تو میں نازش کو سناؤں گی۔'' امنگ کو یہ سب سن کر بہت زور کا غصہ آ رہا تھا۔

''کوئی فائدہ نہیں، اسے خود اندازہ نہیں تھا کہ یہ سب ہو جائے گا، میں سوچتی ہوں کہ آخر کب تک ہم اس قسم کی باتوں کو فیس کریں گے، لڑکیوں کو باشعور ہو جانا چاہیے اور اپنی احتیاط خود کر لینی چاہیے۔''

www.pklibrary.com

نوال نے سرد آہ بھری۔

"یہ بات تو ٹھیک ہے، ہمارا بچپنا، ہمیں کبھی کبھی مصیبتوں میں پھنسا دیتا ہے۔" امنگ نے بھی حامی بھری۔

"ایک بات کہوں امنگ تم بہت لکی ہو۔" نوال نے ایک دم سے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"اچھا۔ وہ کیوں؟" اس نے حیرت سے پوچھا

"تمہیں اتنی سمجھ دار ساس اور محبت کرنے والا شوہر ملا، بجائے طعنہ تشنہ دینے کہ انہوں نے کتنے عرصے پہلے تمہیں سمجھا بجھا کر اس فرینڈز گروپ میں سلفیاں شیئر کرنے سے روک دیا تھا۔" اس کے کہنے پر امنگ کے کانوں میں اپنی ساس کی باتوں کی بازگشت شروع ہوگئی۔

"یہ تو سچ ہے، ورنہ میں بھی آج اس تکلیف سے گزر رہی ہوتی، جس سے باقی کی سہیلیاں گزریں۔" امنگ نے اقرار کیا اور کی آنکھوں سے آنسو بہتے چلے گئے۔ فون رکھنے کے بعد وہ ایک فیصلہ تک جا پہنچی تھی، چادر اٹھائی بنٹو کو ساتھ لیا اور گھر لاک کر کے لفٹ کی جانب بڑھ گئی۔

☆☆☆

"چاچی آگئیں...... چاچی آگئیں۔" اس نے جیسے سسرال میں قدم رکھا، ہمیشہ کی طرح بچوں نے شور مچانا شروع کر دیا، اسے اپنا خیر مقدم بہت اچھا لگا۔ بنٹو کو کزن نے ہاتھوں ہاتھ لیا، وہ ان کے ساتھ کھیلنے چلا گیا۔ امنگ نے کچن کے دروازے پہ کھڑی جٹھانی کو سلام کیا اور بے قراری سے ساس کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ شمیم بیگم تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں اور باذل انہیں اپنے ہاتھوں سے کھچڑی کھلا رہا تھا۔ اس نے خوش گوار حیرت سے بیوی کو دیکھا۔

"اماں! آپ کیسی ہیں؟ مجھے معاف کر دیں۔" وہ جاتے ہی ان سے لپٹ گئی اور بے قراری سے کہا۔

"اپنے بچوں کو دیکھ لیا۔ اب میری طبیعت ٹھیک ہوگئی۔" کمزور وجود کی آواز میں گھن گرج باقی تھی۔

"بس بہت ہوگیا۔ اب آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ میرا اور باذل کا دل آپ کے بغیر بالکل نہیں لگتا۔" اس نے روتے ہوئے ساس کے ہاتھ چوم لیے تو انہوں نے منجھلی بہو کو پھر سے چمٹا لیا۔

"ہاں ہاں اماں! جائیں۔ چند دنوں کے لیے باذل کے گھر بھی جا کر رہ لیں، ماحول کی تبدیلی سے طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔۔" کمال نے موقع سے فائدہ اٹھا کر ماں کو جلدی سے مشورہ دیا۔

"میں بھی اپنا سامان پیک کرلوں بھابھی؟" اریب کا دل بھی ان لوگوں کے بغیر نہیں لگ رہا تھا، اس کے پوچھنے پر امنگ نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"میری زندگی کی امنگ......دل جیت لیا۔" باذل جو خاموشی یہ سب دیکھ رہا تھا، پیار سے بیوی کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے اماں کا سامان پیک کرنے میں اس کی مدد کرنے لگا۔

گھر لے جانے کے لیے ماں کو کار میں بٹھاتے ہوئے باذل کو یوں لگا جیسے اس کے وجود کی توانائی واپس آگئی ہو۔

شادی کے پہلے دن سے امنگ پر شمیم بیگم کا بڑا رعب و دبدبہ قائم تھا۔ مگر اس بات سے نگاہیں چرانا بھی مشکل ہو جاتا کہ ان ہی کی تربیت تھی جس کی وجہ وہ لاابالی سی لڑکی جسے بس سلفیاں لینے کا شوق تھا، اب ایک سلیقہ شعار اور سمجھ دار ماں اور بیوی بن چکی تھی۔

ساس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے امنگ نے دل میں تہیہ کیا کہ اب وہ انہیں اپنے ساتھ ہی رکھے گی، کیوں کہ اس کی ساس نے ہی اسے جینے کا سیدھا راستہ سکھایا تھا اور ابھی تو اسے ان سے بہت کچھ سیکھنا تھا کیوں کہ کل کو اسے بھی ساس بننا تھا۔

بنٹو دادی اور چاچو کے آنے سے بہت خوش رہنے لگا تھا، اریب کی تنخواہ سے گھر کی آمدنی میں اضافہ ہوا تو باذل نے دوسری نوکری چھوڑ دی۔

تعلقات خوش گوار نہیں ہوتے جب تک نباہنے والے انہیں نباہنے کا فن نہ سیکھ لیں۔ اور امنگ نے زندگی کے تجربات سے یہ فن سیکھ لیا تھا۔ کہتے ہیں بدلاؤ کی شروعات اپنی ذات سے ہوتی ہے، یہ ہی سوچ کر امنگ نے اپنی سوچ کو بدلا اور ساس کو ماں کا درجہ دیا تو شمیم بیگم بھی اب اسے منجھلی بہو کی جگہ امنگ بیٹا پکارنے لگ گئی تھیں۔

☆☆

www.pklibrary.com

بہناوئی

عمارہ خان

''امی میں سوچ رہا ہوں آفس سے جو لون ملا ہے، اس سے ایک بیڈروم سیٹ نہ لے لوں۔'' جاوید نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے سنجیدہ بیگم سے پوچھا

''وہ کیوں۔'' سنجیدہ بیگم نے حیران نظروں سے بیٹے کی طرف دیکھا۔

''شادی ہو تو رہی ہے تمہاری۔ پھر......؟''

''اسی لیے تو۔''

''کیا اسی لیے؟ جہیز میں آتا ہے سب کچھ۔ تمہیں اتنا نہیں معلوم۔''

''وہ میں...... میرا مطلب ہے امی...... پھپھو کیسے ہر چیز ارینج کریں گی اتنا کچھ۔ اکیلی ہیں وہ۔ پھوپھا تو چلنے پھرنے سے بالکل ہی قاصر ہو چکے ہیں۔''

''تو......؟''

''شادی میں بہت خرچا ہوتا ہے۔ کیسے ہو پائے گا۔ پھوپھا کی بیماری، کرائے کا گھر، اس پہ شادی کا خرچا۔''

''تو اس میں انوکھی بات کون سی ہے؟'' سنجیدہ بیگم کی حیرت کسی حال کم نہیں ہو رہی تھی۔ ''یہ تو بانو کی پیدائش پہ ہی بھابھی کو سوچ لینا چاہیے تھا، بیٹی آ گئی ہے تو اب ذرا سوچ سمجھ کے خرچ کریں۔ ساری عمر کمایا ہے اگر دو چار پیسہ جوڑ کے رکھے ہوتے تو ایسے پریشان تو نہیں ہوتے نا۔''

''امی پلیز۔'' جاوید نے ماں کو دکھ سے دیکھا۔

''کیا امی پلیز۔ کیا میں نے نہیں جمع کیا ہوا رانی کے لیے۔ یا داماد سے فرمائش کر رہی ہوں، تم لکڑی کی چار چیزیں لے لو۔ حد ہو گئی بھئی۔''

''امی انہوں نے کچھ نہیں کہا۔'' جاوید نے فوراً صفائی دی۔

''تو تمہیں زیادہ سگا بننے کی ضرورت نہیں ہے سمجھے۔ لون ملا ہے تو مجھے دو تا کہ بہن کے لیے زیور کا آرڈر دے دوں۔'' سنجیدہ بیگم نے منہ بناتے ہوئے اکلوتے جوان بیٹے کو ٹوکا۔ ''دو دو شادیاں ہیں سر پہ اور نواب زادے کو ہونے والی ساس کا دکھ لگا ہوا ہے۔ ماں کا کوئی خیال نہیں، بہن کی کوئی پروا نہیں۔''

''افوہ...... امی ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ یہ تو بس ایسے ہی ایک سوچ...... اچھا چھوڑیں اس بات کو۔'' جنید کو اندازہ نہیں تھا معمولی سی بات اتنی بڑی ہو جائے گی جو اس کی شادی کے آخری دن تک چلتی رہے گی۔

''اس سوچ کی جڑ جہاں سے نکل رہی ہے تو اسے کنٹرول کرنا ہی پڑے گا۔'' سنجیدہ بیگم نے کچھ سوچتے ہوئے بیٹے کو دیکھا۔ ''ابھی گھر نہیں آئی تو بیٹا اس کی

www.pklibrary.com

طرف داری کرنے لگا۔ یہ تو خطرے والی بات تھی۔"

☆☆☆

"سناتم نے رانی! اپنے بھائی کی کہانیاں۔"

رانی جو موبائل پہ نت نئے کپڑوں کے ڈیزائن دیکھ رہی تھی، سرسری سا ماں کی جانب توجہ دی۔

"صاحبزادے کو پھپھو کا دکھ لگا ہوا ہے۔ فرمارہے تھے بیڈروم سیٹ لے لیتا ہوں تاکہ پھپھو پہ بوجھ کم ہو۔ اے لو ہم کون سا ظلم کررہے ہیں ان پہ۔ جو دو گے اپنی بیٹی کو دو گے، کون سا ہمیں سونے کے زیور ڈال رہے ہو۔ حد ہے بھئی، حد ہے۔ سنا ہی تھا شادی ہوتے ہی بیٹے بدل جاتے ہیں ادھر تو شادی کی تاریخ رکھی نہیں بیٹے نے نظریں پھیرنی شروع کردیں۔"

سنجیدہ بیگم نے ایک ہی سانس میں رانی کو ساری رام کہانی سنادی۔

"تم دیکھ لینا سیل سے لیے کچھ معمولی سے کپڑے ہوں گے اور سستے سستے دو چار برتن۔ اس پہ بھی جاوید کا بس نہیں چل رہا کسی طرح پوری شادی کے اخراجات خود ہی اٹھالے۔ ایک پہناوٹی ہی تو دینی ہے ہمیں، وہ بھی رو رو کے دے رہی ہیں بھابھی بیگم۔ ایک کمرے کا فرنیچر بھی بھاری پڑرہا ہے ان پہ تو..... میں نے تو کہہ دیا۔ جہیز آئے نہ آئے۔ مجھے پہناوٹی چاہیے۔ کون سا اور بیٹے بیٹھے ہیں میرے، ایک ہی تو ہے۔"

"تو آپ پہناوٹی کا منع کردیں نا امی۔ اتنے کپڑے تو بنالیے ہیں آپ نے۔ پھر میری سسرال سے بھی کپڑے آرہے ہیں۔ ایک کم ہوجائے گا تو کیا فرق پڑے گا۔" رانی نے کندھے اچکائے۔

"آئے ہائے۔ کیسی اولاد دے دی مجھے بھی تو نے....." سنجیدہ بیگم نے نظریں اوپر کی اور شکوہ کیا۔

"ادھر ماں ٹکا ٹکا جوڑ کے دو دو شادیوں کے کام کررہی ہے، ادھر اولاد کو پروا ہی نہیں۔ ایک ماں کا سوٹ ہی تو پہناوٹی میں آرہا ہے، وہ بھی کھٹک رہا ہے۔"

"امی۔ پلیز..... اتنا چھوٹا دل مت کریں اور اگر بھائی اپنے کمرے کے لیے کچھ کررہے ہیں تو کرنے دیں۔ وہی استعمال کریں گے نا۔" رانی نے ماں کو ان ہی کے الفاظ یاد دلادیے۔ "بانو اور بھائی مل کے اگر کچھ کررہے ہیں تو کرنے دیں، رہنا بھی تو انہوں نے ہی ہے۔"

"کیسے کرنے دوں بی بی۔ تمہیں بھی تو ٹرک بھر کے جہیز دینا ہے۔ وہ کیا ادھار مانگ کے کروں گی پورا۔ لون ایک دو لاکھ روپے کا مل رہا ہے کوئی کروڑوں کا نہیں، جو حاتم طائی بن بیٹھے ہو بہن بھائی۔" سنجیدہ بیگم نے منہ بنا کے فوراً بیٹی کو بھی چپ کرادیا۔ "یہ میرے کرنے کے کام ہیں تم دونوں خاموش رہو بس۔ جو دنیا کا چلن ہے ہم بھی وہی کررہے ہیں، کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ لڑکی جہیز لارہی ہے کوئی احسان نہیں کررہی کسی پہ..... ہنہ..... بس آج کل کی نئی نسل سے زبان چلوالو۔"

رانی نے اب خاموشی میں ہی عافیت جانی۔ ورنہ اس کا برائیڈل سوٹ کھٹائی میں پڑسکتا تھا۔

☆☆☆

بیٹی کو رخصت ہوئے چار دن ہی ہوئے تھے۔ سنجیدہ بیگم اداس بیٹھی تھیں۔ آس پاس کے رشتے دار واپس جاچکے تھے، اب صرف لاہور کی ایک بہن اپنی بہو کے ساتھ رہ گئی تھیں۔ وہ بھی جانے کا بستر اباندھنے بیٹھی تھی۔ جاوید نک سک سے تیار کمرے سے باہر نکلا۔ ماں کے پاس جاکے سلام دعا کی۔

"جاوید میرے بچے! بھول نہ جانا ہم نکل جائیں گے آج۔"

"آپ کب تک نکلیں گی خالہ!" جاوید خالہ سے پوچھا۔ "بیں سوزوکی ساتھ لے آؤں گا تاکہ اسٹیشن وقت پہ پہنچ جائیں۔"

"اے جیتا رہ میرا بچہ۔ بس چھ بجے تک نکلیں گے۔ آٹھ بجے کی ٹرین ہے۔ کیوں ذکیہ! ٹھیک ہے نا؟" خالہ نے اپنی بہو سے سوال پوچھا۔

"جی امی! ٹھیک ہے۔" ذکیہ نے بچوں کے کپڑے تہ کرتے ہوئے کمرے سے ہی جواب دیا۔

www.pklibrary.com

"چلتا ہوں پھر۔" جاوید نے بانو کو کمرے سے برآمد ہوتے دیکھ کے کہا۔ "پھوپھا کی طبیعت کافی خراب ہے۔"

"بانو! تمہارے ابا کا آپریشن کب ہے خیر سے؟"

بانو کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے بے ساختہ ہی زیرلب دہرایا۔

"آپریشن....."

"ہاں تم بتا رہی تھی نا۔" خالہ نے بانو سے سوال پوچھا۔ "کوئی مشکل سا نام تھا، ارے وہی جس میں گھٹنے میں کچھ ڈالیں گے تو وہ چل پھر سکیں گے۔"

"منع کر دیا خالہ! مشکل ہے اب آپریشن کرنا۔" بانو نے جھکے ہوئے سر کے ساتھ دھیرے سے جواب دیا۔

"آئے ہائے وہ کیوں؟"

باتک کے ہارن کی آواز سن کے سنجیدہ نے ہاتھ ہلا کے اسے جانے کو کہا۔ وہ جانتی تھیں آپریشن کی وجہ اور نہیں چاہتی تھیں اس وقت یہ بات خاندان والوں کے سامنے نکلے۔

"تم جاؤ بانو! جاوید انتظار کر رہا ہے۔" جاتی ہوئی بانو پہ نظریں جمائے سنجیدہ بیگم نے سر جھٹکا۔

"ذکیہ راستے میں کھانے کے لیے کیا لے جاؤ گی۔ ابھی چڑھا دو کہیں دیر ہو جائے پھر۔" نہ چاہتے ہوئے بھی انہوں نے موضوع بدل دیا۔

"اب کیا پکانا چھوٹی۔ میں تو سوچ رہی تھی شادی کا کھانا بچا رکھا ہے، وہ ساتھ کر دینا۔"

"جیسے آپ کی مرضی آپا۔" سنجیدہ نے مسکراتے ہوئے بہن کی طرف دیکھا جو صرف ان کے بچوں کی شادی کے لیے کراچی آئی تھیں۔

"ویسے مبارک ہو سنجیدہ! ساتھ خیریت سے نمٹ گئیں تم۔"

"خیر مبارک آپا۔ بس ہو ہی گیا سب کچھ۔"

"ویسے تمہارا داماد مجھے بھلا مانس لگا۔ ایسی شرافت اور خیال رکھنے والی سسرال اب کہاں ہوتی ہے۔"

"یہ تو ہے۔" عاجزی سے کہتی ہوئی سنجیدہ بیگم نے سر ہلایا۔ "میری بیٹی کی قسمت اچھی ہے۔ پتا نہیں کون سی نیکی کا صلہ ملا ہے ایسا داماد۔"

"ٹھیک کہتی ہو۔ مجھے تو رانی کی ساس پہ حیرت ہوئی۔ کون ساس اتنا بڑا دل رکھتی ہے آج کل۔"

"کیوں خالہ! کیا ہوا۔" ذکیہ نے فوراً آگے ہو کے پوچھا۔

"اے تجھے نہیں معلوم ذکیہ۔" خالہ نے آنکھیں پھیلائیں۔

"قسم لے لو۔ میں تو سارا وقت ان ہی کو سنبھالتی رہی۔" ذکیہ نے فوراً اپنے جڑواں بچوں کی طرف اشارہ کیا۔

"رانی کی ساس نے جہیز لینے سے منع کر دیا تھا نا۔ کہا ابھی کچھ ہی دن پہلے انہوں نے پورے کمرے کا فرنیچر بدلوایا ہے۔ یہ تو اپنے شوہر کے دل کے دورے کی وجہ سے شادی اتنی جلدی کرنی پڑ گئی انہیں..... خیر یہ بھی بڑے پن کی بات ہے ورنہ آج کل تو ساسیں یہ برداشت ہی نہ کریں..... کیوں سنجیدہ؟"

"جج..... جی جی..... ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ آپا۔" سنجیدہ بیگم نے بمشکل کہا۔ سامنے ہی تو جاوید کھڑا تھا جو انہیں دیکھ رہا تھا۔

"بھلی مانس نے کہا۔ آپ فکر مت کریں بس بیٹے کی شادی پہ دھیان دیں۔ ہم بہو نہیں بیٹی بنا کے لے جا رہے ہیں رانی کو۔ اے میں بتاؤں ذکیہ! شریف عورت نے پہناوؤنیاں تک نہیں لیں۔ بھئی مجھے تو جنتی عورت لگی رانی کی ساس۔ چھ چھ بیٹوں کی ماں ہے مجال ہے کوئی نخرا ہو۔ نیک عورت ہے۔"

"کیا ہوا جاوید بھائی! اچھا اچھا موبائل بھول گئے تھے۔" ذکیہ نے جاوید کو کھڑے ماں کو تکتے پا کے سوال پوچھا۔

سنجیدہ بیگم کے ماتھے پہ چمکنے والے قطرے بتا رہے تھے وہ جاوید کی نظروں سے چھلکنے والا شکوہ سمجھ چکی ہیں۔

☆☆

www.pklibrary.com

سدرہ حیات

خبر ہونے تک

''رابی۔'' ماہا نے سرگوشی نما آواز میں کہا۔
''ماہی۔''
اگلے لمحے ماہا نے ہاتھوں کے گلوز اتار کر زور سے اس کی جانب پھینکے تھے جو اس کے بازو پر زور سے لگے۔
''شش۔'' ماہا نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔
''تم نے تو ڈرا ہی دیا تھا۔'' ماہا نے دل پر ہاتھ رکھ کر گویا سانس بحال کیا۔
''کیک بڑا زبردست لگ رہا ہے۔'' ربیعہ نے جائزہ لیتے ہوئے تعریف کی۔
''تمہیں کہا بھی تھا کہ صبح پانچ بجے آنا۔ ہم نے مل کر کیک بنانا تھا اور تم اب آ رہی ہو۔'' ماہا نے اسے گھورا۔

pklibrary.com

مکمل ناول

دبے قدموں اوپر والے پورشن کی سیڑھیاں چڑھتی وہ دروازے تک پہنچی تھی جو کہ حسب توقع آج کھلا ملا تھا۔ چھوٹے سے لاؤنج سے ہوتی وہ اپنی کچن تک آئی جہاں وہ اپنے دھیان میں اوون سے کیک نکال رہی تھی۔
''واؤ کیا خوشبو آ رہی ہے۔'' اور کیک شیلف پر رکھتے، ماہا اچھل ہی تو پڑی تھی۔

''سوری یار! موبائل میں بھی چارجنگ نہیں تھی بس اس لیے اور پھر ابھی امی کو بھی ناشتے کے لیے منع کر کے آئی ہوں کہ اوپر کروں گی آج ناشتا۔ مشکوک نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔''
''تو بتا دیتیں ممانی کو۔''
''جی بالکل اور سرپرائز بھی خراب کر دیتی۔ جانتی نہیں ہو اپنی ممانی کو۔ ہم سے پہلے اپنی اکلوتی نند

www.pklibrary.com

pklibrary.com

www.pklibrary.com

کوشش کرنے پہنچی ہوتیں۔" ربیعہ نے کہا تو اس نے سر ہلایا پھر اس کی تیاری پر نظر پڑی۔ نئے استری شدہ اسٹائلش ٹراؤزر شرٹ میں وہ اوپر سے نیچے تک تیار تھی۔ کلائی میں بریسلٹ تک پہن رکھا تھا۔ بالوں کا سامنے سے پف بنائے نیچے سے کھول رکھے تھے۔

"اٹھتے ہی اگر اپنی تیاری کے بجائے آ کر کیک بنوا دیتیں تو بہت احسان ہوتا میری ذات پر۔ میں اسی رات والے حلیے میں ہوں اور تم بن ٹھن کر آ گئی ہو۔" ماہا صدمائی کیفیت میں بولی۔

"میں نے سوچا تھوڑا اسپیشل فیل ہو بس اسی لیے تیار ہو کر آ گئی۔" شرمندہ ہونا تو ربیعہ نے سیکھا ہی نہیں تھا سو آرام سے بولی۔ "دیکھو لان سے پھول بھی توڑ کر لائی ہوں۔" مزے سے پھول گلدان میں رکھتے ہوئے بولی اور کچن کے قریب لگی کھانے کی میز پر وہ گلدان سجا دیا۔ لاؤنج کی مدھم روشنی میں بھی وہ بہت بھلے لگ رہے تھے اور ان کی بھینی سی خوشبو بھی اطراف میں پھیل گئی تھی۔

"اب میں تیار ہونے جا رہی ہوں اور تم ناشتا بناؤ گی۔" ماہا نے ایپرن اتارتے اس کے سر پر بم پھوڑا کم از کم اسے تو یہی لگا تھا۔

"ماہی! یہ ظلم تو نہ کرو۔"

"شاباش، جلدی سے آملیٹ تیار کرو اور ہاں چائے ساتھ ہی رکھ دینا۔ اگر ماما کے ناشتے میں ذرا سی بھی دیر ہوگئی نا تو تم جانتی ہو وہ ناراض ہوں گی کیونکہ میں نے رات میں ہی انہیں کہہ دیا تھا کہ کل کا ناشتا میں اور ربیعہ بنائیں گے۔" اسے مطلع کرتی وہ اپنے کمرے کی جانب چلی گئی۔

ربیعہ نے پہلے اس کی پشت کو گھورا پھر ناچاہتے ہوئے آملیٹ تیار کرنے لگی۔

"ہائے یہ سب ماں کے ہاتھ کے ناشتے سے انکار کی سزا ہے۔" پندرہ منٹ بعد اسے تیار ہو کر آتے دیکھ کر اس نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"اونہوں! کیک نہ بنوانے کی سزا ہے۔" ماہا نے تصحیح کی تو ربیعہ نے اسے گھورا۔

کچھ دیر بعد ناشتا میز پر لگاتے ساتھ میں کیک میز پر رکھتے اب وہ ان کے آنے کی منتظر تھیں۔ جو پورے ایک منٹ بعد تیار ہو کر کمرے سے نکلیں۔

"ہیپی برتھ ڈے۔" دونوں نے یک زبان ہو کر کہا تھا۔

"تھینک یو چندا۔" مسکراتے ہوئے انہوں نے دونوں کو ساتھ لگا کر پیار کیا۔

"کیسا لگا سرپرائز پھوپھو!" ربیعہ نے بچوں کی طرح خوش ہو کر پوچھا۔

"بہت اچھا۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں مسکرائیں۔

اس نے کبھی ماں کو ہنستے نہیں دیکھا تھا۔ سنجیدگی ہمیشہ ان کی طبیعت کا خاصا رہی تھی، ایک یہ مسکراہٹ ہی تھی جو کبھی کبھی ان کے چہرے پر چھب دکھلا جاتی تھی۔

"خیریت صبح ہی صبح منکر نکیر ناشتے کی میز پر۔" شرارتی انداز میں بولتا وہ اپنے کمرے سے برآمد ہوا تھا۔

"ماموں۔"

"چاچو۔"

دونوں نے ایک ساتھ خفگی کا اظہار کیا۔

"میرو۔" ناز نے تنبیہی انداز میں کہا۔ نام تو اس کا منیب تھا مگر وہ اسے میرو کہتی تھیں۔

"کیا کریں بجو، ان کو دیکھ کر یہی اصطلاح ذہن میں آتی ہے۔" وہ مسکرایا۔ پھر خوب صورت پیکنگ والا ایک گفٹ ان کی جانب بڑھایا۔

"ہیپی برتھ ڈے بجو۔"

"تھینک یو منیب۔" وہ مسکرائیں اور اس کا کندھا پیار سے تھپتھپایا۔

"اب یہ دونوں یقیناً آپ سے رات کا ڈنر مانگنے والی ہیں۔" منیب نے ان کی حیران آنکھوں کو دیکھا جو یہی سمجھ رہی تھیں کہ وہ ناز کی برتھ ڈے بھول

www.pklibrary.com

چکا تھا۔

ناز نے گفٹ کھولا جس میں ان کا پسندیدہ پرفیوم تھا۔ ہر سال وہ انہیں یہی گفٹ کیا کرتا تھا۔ مسکرا کر انہوں نے پرفیوم خود پر اسپرے کیا۔

"ضرور ڈنر کراؤں گی۔" اب سب ناشتا شروع کرو، رزق کو انتظار کروانا اچھی بات نہیں ہے۔"

وہ دونوں بھی ڈنر کا سن کر خوشی سے بیٹھ گئیں۔

"میرو! میرے ساتھ ہی ہو سپیشل چل رہے ہو نا؟" ناز نے ناشتا ختم کرتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے بینک جانا ہے آپ چلی جائیں میں اپنی گاڑی میں آجاؤں گا۔" وہ سر ہلا کر ہینڈ بیگ اٹھاتے ہوئے کرسی پر سے اٹھیں جب شفیق بھائی اور لیلیٰ بھابھی آگئے۔

"سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔" سلام کرنے کے بعد انہوں نے محبت سے بہن کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ بھائی جان۔ یہ بچے بھی نا بھلا اب کون سی سالگرہ اس عمر میں۔"

"کیوں نہیں بھئی خوش ہونے کا بہانا ہے یہ تو، اس کا عمر سے کیا تعلق۔" لیلیٰ بھابھی نے بھی اسے گلے لگایا۔

"ربیعہ تو ہمیں بتائے بغیر ہی آگئی تھی۔ وہ میں نے اخبار پڑھتے تاریخ دیکھی تو لیلیٰ سے پوچھا کہ آج کہیں ہماری بہن کی سالگرہ تو نہیں۔ بس پھر آگئے ہم اوپر۔" شفیق بھائی نے کہا تو ربیعہ مسکراہٹ چھپانے کو سر جھکا گئی۔ اب کیسے کہتی کہ آپ کو بتاتی تو سرپرائز کیسے رہتا۔

"اوہو! ماما۔ کیک تو کاٹا ہی نہیں۔" ماہا کو بروقت یاد آیا۔

"کیک بھی موجود ہے، واہ بھئی، آجاؤ ناز۔" شفیق بھائی خوش ہوتے ہوئے میز کی جانب آئے۔

سب کی خوشی کے لیے انہوں نے کیک کاٹا۔ شفیق بھائی نے ایک بار پھر ان کے سر پر ہاتھ رکھا تو انہوں نے ممنون سا ہو کر ان کو دیکھا یہی ہاتھ تو تھا جو ہمیشہ کسی مضبوط چھت کی طرح ان کے سر پر رہا تھا۔ آنکھوں میں آئی نمی کو انہوں نے خاموشی سے اندر اتار لیا۔

☆☆☆

نیلی پتلون کے اوپر نیلی چیک والی شرٹ پہنے، آئینے میں دیکھ کر بال سنوارتا وہ تیار ہو رہا تھا۔ ایک نگاہ خود پر ڈال کر مطمئن ہو کر کلائی پر گھڑی باندھی اور عجلت میں کمرے سے نکلا۔ سیڑھیاں اتر کر ڈائننگ ہال میں پہنچا تو ناشتا میز پر لگ چکا تھا۔ روئف تایا کو سلام کرتا وہ اپنی کسی پر ٹک گیا۔ ناشتا تو وہ پہلے ہی کر چکے تھے سو اخبار سمیٹتے اٹھ گئے یوں بھی آج کل وہ جلدی دفتر جایا کرتے تھے۔

"وہاج! کیا بنا تمہاری نوکری کا؟" جاتے جاتے انہیں خیال آیا تو پوچھا۔

"جی ابھی انٹرویوز دے رہا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"ہوں چلو کر لو کوشش۔" وہ جلدی میں تھے اسی لیے مزید کچھ کہے بغیر چلے گئے تو اس نے شکر ادا کیا۔

وہ ناشتا شروع کر چکا تھا جب شارق برابر والی کرسی پر آکر بیٹھا۔

"ابو تو نکل رہے ہیں۔ میری اب شامت آجائے گی اگر وقت پر نہ پہنچا۔" ناشتا شروع کرتے وہ بولا۔

"ہائے۔" لائبہ بھی بن ٹھن کر میز تک آئی تھی۔

"ہیلو۔" جواب صرف شارق نے دیا تھا وہ خاموشی سے ناشتا کرتا رہا۔

"زرینہ! جاؤ جا کر وقار کی کافی اور بسکٹس اس کی اسٹڈی میں لے جاؤ۔" ناہید تائی کچن سے بولتے ہوئے ہوئی نکلیں۔

"بی بی جی! کافی کی بوتل تو بس خالی ہو گئی ہے اور منگالیں۔ صاحب جی کا تو گزارا نہیں ہے کافی بغیر۔" زرینہ نے اطلاع دینے والے انداز میں کہا۔

"خالی تو ہونی ہے سارا سارا دن یہ کالی کافی پی کر ہی تو اپنا غم غلط کرتا رہتا ہے۔" تائی نے تبصرہ

www.pklibrary.com

کرتے اسے جانے کا اشارہ کیا اور اپنی مخصوص کرسی پر آ بیٹھیں۔

"بے چارہ کرے تو بھی تو کیا۔ بیوی کی بے وفائی کے بعد بھلا کسی کو منہ دکھانے لائق رہا ہی کب ہے۔ ایسی بدکردار بیوی جس بھی شریف شخص کی ہو وہ یوں ہی دنیا سے منہ چھپائے رہتا ہے۔"

ناہید تائی کی بڑبڑاہٹ اتنی اونچی تھی کہ کچن تک با آسانی آواز جا سکتی تھی اور وہ تو سامنے ہی بیٹھا تھا۔ نوالہ گویا حلق میں ہی کہیں پھنس گیا تھا اور ایسے بہت سے جملے تو وہ بچپن سے سنتا آ رہا تھا۔ خود کو لاپروا ظاہر کرتا وہ ہمیشہ کی طرح ناشتا جاری رکھے ہوئے تھا۔ مگر کوئی اس سے پوچھتا کہ یہ کس قدر مشکل کام تھا۔ بے دلی سے نوالے لیتا وہ جس تکلیف سے گزر رہا تھا وہی جانتا تھا۔ تائی دن میں جتنی بار بھی موقع ملتا اس کی ماں کا ذکر ضرور ہی چھیڑتی تھیں۔ اور وہ بے حس بننے کی ایکٹنگ کیا کرتا۔ نہ تائی اسے پسند کرتی تھیں اور نہ وہ انہیں۔ ان کی نظر میں شاید اس کا جرم یہی تھا کہ وہ اس عورت کا بیٹا تھا جس نے اس کے باپ کو دھوکا دیا اور پھر اس کو یہیں چھوڑ کے چلی گئی۔

"بات بنی کسی سافٹ ویئر ہاؤس میں؟" شارق کے سوال نے اس کا دھیان بٹایا۔

"ابھی تو نہیں۔"

"ابو نے کہا ہے دفتر آ جاؤ اپنا کاروبار ہے۔" شارق اپنے لاپروا انداز میں بولا تو اس کی نگاہیں تائی کے چہرے پر پھیلتی ناگواری پر پڑیں۔

"بالکل اب تو میں نے سوچ لیا ہے کہ کچھ نہ بنا تو تایا کے ساتھ دفتر ہی جاؤں گا۔" تائی کے دل پر گویا ہاتھ پڑا تھا اور اسے ہمیشہ کی طرح انہیں تپا کر مزا آیا تھا۔

"زرینہ زرینہ۔" بل کھاتے ہوئے وہ غصے سے اسے پکار رہی تھیں اور زرینہ بے چاری گھبرا کر سامنے آئی تھی۔ "جاؤ گرم پراٹھا لے کر آؤ۔"

"جی وہ آٹا تو ختم ہو گیا بی بی جی۔"

ہاں تو مفت خورے جو اس گھر میں بہت ہیں۔ جاؤ یہ گرم کر کے لاؤ۔" اپنے سامنے پڑی پلیٹ کی جانب اشارہ کیا۔

"کیا ہو گیا تائی جان، بی پی شوٹ کر جائے گا اتنا غصہ نہ کیا کریں پھر خواہ مخواہ ہسپتال کے چکر لگانے پڑیں گے۔"

ہلکے پھلکے انداز میں کہتا۔ شارق بھی جانے کے لیے اٹھ گیا جبکہ ایک لائبہ تھی ان کی گفتگو سے بے نیاز ایک ہاتھ سے موبائل کی اسکرین اسکرول کرتی دوسرے سے ہاتھ میں پکڑی ڈبل روٹی کھا رہی تھی۔

شارق کے جاتے ہی اس گھر کی ایک اور ہستی میز تک پہنچی تھی۔ ہمیشہ کی طرح گھبراہٹ کا شکار ہوتی تائی کو سلام کرتے وہ اپنا یونیورسٹی بیگ کرسی کی پشت سے لٹکاتی کرسی پر ٹک گئی۔

"سارا گھر ناشتا کر چکا تو محترمہ کی سواری آ گئی۔"

"سوری تائی، رات کو پڑھ رہی تھی بس اسی لیے۔" وہ منمنائی۔

"پتا نہیں یہ پڑھائی کے بہانے کب تک چلیں گے۔ ہاں بھئی مفت کا پیسہ آ رہا ہے سب اڑائے جاؤ۔ ماں باپ تو مر گئے ہماری جان کو یہ بوجھ چھوڑ گئے۔"

تائی نے سارا غصہ اس پر انڈیل دیا تھا اور میرب رحمان کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ آج بھی ماں باپ کا ذکر اسے دکھی کر دیتا تھا۔ ڈبل روٹی کا پیس بمشکل حلق سے اتارا ورنہ اگر یونہی اٹھ جاتی تو تائی سے اور بہت کچھ سننے کو ملتا۔

"یتیموں اور مسکینوں کا تو جیسے ہم نے ٹھیکا ہی اٹھا رکھا ہے۔" ان کی بڑبڑاہٹیں مسلسل جاری تھیں۔

میرب سر جھکائے اپنے آنسو روکنے میں ناکام ہوئی جا رہی تھی۔

☆☆☆

دروازے پر دستک دیتا وہ اندر آ گیا تھا۔ سامنے ہی اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھے وہ کتاب پڑھ رہے تھے۔ اس پر نظر پڑی تو مسکرا کر کتاب سینے پر

www.pklibrary.com

رکھی اور آنکھوں پر لگا نزدیک کا چشمہ اتار کر ہاتھ میں تھام لیا۔

"کیسے ہیں ابا!" وہ کرسی قریب کھینچتا بیٹھ گیا۔

"ٹھیک، تمہاری تیاری ہو گئی؟" رات میں وہ انہیں اپنے انٹرویو کے لیے جانے کا بتا چکا تھا۔

"بس جا ہی رہا تھا۔"

"ناشتا کر لیا؟" ایسے چھوٹے چھوٹے سوال وہ اس سے کیا کرتے تھے۔

اس کی نگاہیں کافی کے خالی مگ کی جانب گئیں ساتھ میں پڑی بسکٹس کی پلیٹ میں تین بسکٹ ابھی باقی تھے۔

"کبھی میرے ساتھ بھی ناشتا کر لیا کریں۔" وہ دل میں ان سے مخاطب ہوا مگر زبان سے یہ الفاظ ادا نہ ہو پائے۔ جانتا تھا کہ وہ اکیلے رہنا پسند کرتے تھے اور پھر تائی کی باتیں! اچھا ہی تھا کہ وہ ان کی زبان سے نکلے ان زہریلے الفاظ کو کم سن پاتے تھے۔

"جی کر لیا۔"

"بسکٹ لو۔" کسی معمول کی طرح انہوں نے آفر کی اور اس نے ہمیشہ کی طرح ایک بسکٹ اٹھا لیا۔

"دعا کیجیے گا میں چلتا ہوں۔" وہ اٹھ گیا۔

"میری ساری دعائیں تمہارے لیے ہیں تمہارے علاوہ ہے ہی کون میرا۔" محبت سے اسے دیکھ کر وہ بولے، لہجے میں دکھ تھا۔

"تھینک یو ابا۔" دل میں آئی ایک سوچ کو جھٹکتے اس نے ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا اور جھک کر ان کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ یہ اس کا مخصوص انداز تھا۔ بچپن میں وہ اسے ایسے پیار کرتے تھے اور اب وہ یوں پیار کا اظہار کیا کرتا۔ وہ اس کی زندگی میں بہت اہم تھے۔

الوداع کہتے وہ کتاب میں دوبارہ سے مگن ہو گئے۔ وہ جاتے جاتے مڑا اور ان پر ایک نگاہ ڈالی۔ ریٹائرمنٹ انہوں نے بہت جلدی لے لی تھی اور اس کے بعد بس یونہی گھر کے ایک کمرے میں گوشہ نشین ہو کر رہ گئے تھے اور اس کے لیے وہ انہیں حق بجانب سمجھتا تھا۔ زندگی نے ان کے ساتھ اچھا بھی تو نہیں کیا تھا اور نہ ہی ان کی زندگی میں آنے والے لوگوں نے۔ اگر کبھی اسے ان سے شکایت ہوتی بھی تو اس کا اپنا دل ہی ان کے حق میں اتنی دلیلیں دینے لگتا کہ وہ باقی ہی نہ رہتی۔

☆☆☆

"انٹرویو تو اچھا ہو گیا پر لوگ بہت تھے کیا خبر کیا بنتا ہے۔" وہ اور سلمان ابھی ابھی انٹرویو دے کر نکلے تھے۔

"مجھے جاب کی سخت ضرورت ہے۔ مجھے اب تایا سے پیسے نہیں لینے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہے۔" وہاج نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ یہ گاڑی وقار کی تھی جو اب اس کے استعمال میں تھی۔

"میں نے تو سنا تھا روئف ماموں تمہیں کاروبار میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔" اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے وہ بولا۔

"ایک تو مجھے کاروبار میں دلچسپی نہیں ہے اور پھر میں اپنی فیلڈ میں کچھ کرنا چاہتا ہوں اسی لیے تو سافٹ ویئر ہاؤس کے چکر لگا رہا ہوں اور سچ پوچھو تو مجھے تایا کی غلامی نہیں کرنی۔ ان کی سخت طبیعت سے بھی تم واقف ہو۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں تو صرف اس لیے کہہ رہا تھا کہ ان سے سرمایہ لے کر اپنا سافٹ ویئر ہاؤس بناتے ہیں۔" سلمان نے مشورہ دیا۔

"دماغ خراب ہے میرا جو ان سے سرمایہ لوں اور اپنی مامی جان کو تو آپ بھول ہی گئے ہیں۔" وہاج نے تالی کا حوالہ دیا۔

"انہوں نے ہماری جانیں عذاب میں ڈال دینی ہیں کہ ان کا پیسہ ہم لے کر دبا گئے ہیں۔"

"ہاں ہٹلر کو تو میں بھول ہی گیا تھا۔ حالانکہ وہ بھولنے والی ہستی ہیں نہیں۔" سلمان نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"خدا کرے، یہاں بات بن جائے۔ ورنہ میرے والد گرامی پروفیسر صاحب نے میرا آگے

www.pklibrary.com

ایڈمیشن کرا دینا ہے اور مجھے اپنی طرح کا خشک پروفیسر بنا کر چھوڑنا ہے۔"

"پھوپھا بہت اچھے ہیں تم نے بس انہیں ہوا بنا رکھا ہے۔" وہاج اس کی بات پر ہنسا۔

"دور کے ڈھول سہانے۔" سلمان نے کہا اسی وقت اس کا موبائل بج اٹھا۔

"لو، تمہاری پھوپھو کا فون ہے۔ انہیں بتاؤ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور ابھی تک میں نے کوئی گینگ جوائن نہیں کیا جس کا انہیں خطرہ لاحق ہے۔ تمہیں تو ویسے بھی میری بیوی کہتی ہیں اور اپنی بہو کے ساتھ میری موجودگی پر انہیں تسلی رہتی ہے۔" سلمان کے مزے دار جملوں پر اس نے پھوپھو کا فون اٹھا لیا جنہیں اکلوتی اولاد کی فکر رہتی تھی۔

"جی پھوپھو..... جی سلمان دوسری ٹیبل پر بیٹھا ہے۔ ایک لڑکی کے ساتھ ڈیٹ چل رہی ہے جیسے ہی فارغ ہوتا ہے بات کرواتا ہوں۔" وہاج نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سلمان نے اس کے کندھے پر مکا رسید کیا۔

"کیوں میری معصوم ماں کے دل پر چھریاں چلا رہا ہے۔ میرا گھر سے نکلنا بند ہو جائے گا۔" سلمان نے دہائی دیتے فون اس کے ہاتھ سے اچک لیا۔ اب گاڑی میں سلمان کی وضاحتیں اور وہاج کی ہنسی گونج رہی تھی۔

☆☆☆

ہر اتوار کی طرح آج بھی وہ سب شام کی چائے پر جمع تھے۔ موسم بھی کچھ خوش گوار تھا اس کی مناسبت سے ماہا اور ربیعہ نے سموسے اور پکوڑے بھی تل لیے تھے۔ ربیعہ نے چائے کو دم دے کر پیالیوں میں ڈالا تب تک ماہا ٹرے تیار کر چکی تھی۔ لان میں لگی کرسیوں پر بیٹھے وہ سب خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

"شکر ہے، آج کی تاریخ میں چائے آ گئی۔" منیب نے پکوڑا اٹھاتے ہوئے ان کے دیر سے چائے لانے پر چوٹ کی۔

"ساتھ میں دس چیزوں کی فرمائش بھی تو تھی نا ماموں۔" ماہا نے کہا۔

"وہ دس چیزیں ہمیں کیوں نہیں نظر آ رہیں۔" شفیق صاحب بھی انہیں تنگ کرنے کو شرارتی انداز میں بولے۔

"بڑے ماموں، آپ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔" ماہا مصنوعی خفگی سے بولی۔ باقی سب مسکرا دیے۔

"میرا خیال ہے کہ گھر میں ایک اور فرد کا اضافہ ہو جانا چاہیے تاکہ آپ لوگوں کے اعتراضات کچھ تو کم ہو سکیں اور ہمیں بھی کوئی کمپنی دینے والا مل جائے۔" ربیعہ نے چائے کا کپ ہاتھ میں لیتے ہوئے مشورہ دیا۔

"ربیعہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اب بس منیب کی شادی ہو جانی چاہیے۔" نازفور اس کی بات سمجھ گئیں۔

"خیال تو بہترین ہے۔ ڈاکٹر تو بن ہی گیا ہے تو اب شادی بھی ہو جانی چاہیے۔" لیلیٰ بھابھی نے بھی تائید کی تو ماہا اور ربیعہ کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے۔

"بس پھر ٹھیک ہے جلدی سے چاچو کی شادی کر دیتے ہیں۔" ربیعہ پرجوش ہوئی۔

"پلیز ابھی میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ مجھے اپنے کیریر پر فوکس کرنا ہے۔" منیب نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا، انداز خاصا سنجیدہ تھا۔

"مگر کیوں اس میں کیا قباحت ہے بیوی کون سا تمہیں روکے گی کر لینا کیریر پر فوکس۔" شفیق صاحب نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"آپ بھول رہے ہیں آپ کی خواہش پر ہی منگنی کی تھی مگر اس کی ڈیمانڈز نے زچ کر کے رکھ دیا تھا۔ میں بس اس جھنجٹ میں نہیں پڑنا چاہتا۔" میڈیکل کے فرسٹ ایر میں منیب کی منگنی انہوں نے اپنے دوست کی بیٹی سے کر دی تھی۔ مگر اس لڑکی نے تھوڑے سے عرصے میں ہی منیب کو کچھ اس طرح سے

www.pklibrary.com

تنگ کیا تھا کہ وہ اس رشتے سے ہی اکتا گیا تھا۔ جو شادی سے پہلے اس پر اثر انداز ہونے کی کوشش کر رہی تھی بعد میں وہ کیا نہ کرتی اور ساتھ میں اس کی پڑھائی بھی متاثر ہو رہی تھی۔ سو اس رشتے کو ختم کر کے ہی اسے سکون ملا تھا۔

"مانا کہ وہ ایک مختلف مزاج کی لڑکی تھی، ہر لڑکی تو ویسی نہیں ہوگی، تمہیں سوچنا تو پڑے گا ہی شادی کے بارے میں۔" ڈاکٹر ناز نے بھی سمجھانے کی کوشش کی۔

"دیکھا جائے گا بجو ابھی اس موضوع کو رہنے دیں۔" منیب کی سنجیدگی سے کہی بات پر وہ سب خاموش ہو گئے۔

گھنٹے بعد جب یہ محفل برخاست ہوئی تو ربیعہ اور ماہا جلدی سے اس کے قریب اپنی کرسیاں رکھتی بیٹھ گئیں۔

"تم دونوں کے ارادے مجھے ہرگز نیک نہیں لگ رہے۔" منیب نے ان کو مشکوک نگاہوں سے دیکھا۔

"ماموں، آپ کی گاڑی مل سکتی ہے ہمیں؟" ماہا نے پہل کی۔

"بس ایک دن کے لیے۔" ربیعہ نے اس کا ساتھ دیا ساتھ میں معصوم سی شکل بھی بنالی۔

"سوچنا بھی مت۔ پچھلی بار تم نے اس کی ہیڈ لائٹ توڑ دی تھی۔" وہ بھولا نہیں تھا سو فوراً انکار کیا۔

"پلیز پیارے چاچو۔" ربیعہ نے منت کی۔

"ماموں، آپ تو ہمیں انکار کر ہی نہیں سکتے ہیں پتا ہے۔" پلیز پلیز اب کچھ نہیں ہوگا آپ کی گاڑی کو..... پرامس۔" ربیعہ نے اس کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اصرار کیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" اس نے ان کی مسکین صورتیں دیکھ کر حامی بھر لی۔

"تھینک یو سو مچ۔" دونوں کورس میں بولیں۔

"ویسے چاچو۔ یہ اسلام آباد اور پنڈی کتنے قریب قریب ہیں نا۔" ربیعہ نے سرسری انداز میں کہا تو ماہا نے اسے گھورا جبکہ منیب کے کان کھڑے ہوئے۔

"بیٹا جی، آپ کو صرف پنڈی میں ہی گاڑی لے جانے کی اجازت ہے وہ بھی مارکیٹ تک، اس لیے ایسی کوئی حرکت نہ کرنا۔"

"میں تو ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔ ہمیں اسلام آباد تک جانا ہوگا تو آپ کے ساتھ جائیں گے اکیلے تھوڑی جائیں گے۔" ربیعہ فوراً بولی تو وہ سر ہلاتا اٹھ گیا اور اس کے جاتے ہی ماہا نے اس کے کندھے پر زور سے دھپ رسید کی۔

"اوہو! میں تو بس انفارمیشن لے رہی تھی۔" کندھا مسلتی وہ اپنی صفائی میں بولی۔

☆☆☆

"تم کبھی کسی ٹرپ پر نہیں گئیں۔ اس بار چلی جاؤ گی تو کیا ہو جائے گا۔" ہمیشہ کی طرح ٹرپ کا سنتے ہی میرب نے انکار کر دیا تھا جس پر نداتپ گئی تھی۔ وہ اس کی واحد دوست تھی جو اس کی زندگی کے مسائل سے پوری طرح آگاہ تھی۔

"سب کچھ تو معلوم ہے تمہیں۔" میرب نے آہستگی سے کہا۔

"تم نے کبھی بات کرنے کی بھی تو کوشش نہیں کی نا۔ ایک بار بات تو کرو۔ ایسا کرو اپنے تایا سے بات کرو ہو سکتا ہے وہ اجازت دے دیں۔ اچھا ہے نا پیسے بھی دے دیں گے۔" ندا نے مشورہ دیا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ تائی اسے پاکٹ منی بھی کتنی کم دیتی تھیں جس میں اسے سارے مہینے گزارا کرنا ہوتا تھا اور پھر ٹرپ کے لیے وہ کیوں کہ پیسے دیں گی۔

"تایا سے میں بات کروں.....؟ نہیں میں نہیں کر سکتی اور پھر تائی۔ وہ اور بھی ناراض ہوں گی اور سارا عتاب مجھے سہنا پڑے گا۔" وہ محض تصور سے ہی بدک گئی تھی۔

"تمہارا نا کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیوں ڈرتی ہو اتنا تائی سے۔" ندا کو اس پر غصہ بھی آیا اور دوسرے لمحے اس کے چہرے کی معصومیت پر پیار بھی۔

www.pklibrary.com

اس معصوم سی لڑکی کی زندگی میں بس یونیورسٹی تھی یا گھر، اور کہیں آنے جانے کی اسے اجازت نہیں تھی۔ پاکٹ منی بھی تائی اتنی باتیں سنا کر دیتی تھیں کہ اسے اپنی کم مائیگی کا احساس ہوتا تھا۔ مگر ندا اسے تحریک دلانے کی کوشش کرتی رہتی تھی کہ اسے زندگی میں اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا سوچنا چاہیے ورنہ تائی اسے اپنی مرضی پر چلاتی رہیں گی۔ ندا کی منتوں اور ناراضی کی دھمکیوں کے بعد وہ تائی سے بات کرنے پر رضامند تو ہوگئی تھی مگر دل اس خیال سے ہی گھبرا رہا تھا۔ تائی تو یوں بھی ہر وقت اسی تایا کے پیسے پر پلنے کا طعنے دیا کرتی تھیں بھلا ٹرپ کے لیے پیسے کیوں دیتیں۔

ہمت کر کے وہ رات میں ان کے کمرے کے دروازے تک آئی۔ ذہن میں الفاظ ترتیب دیتی وہ وہیں ٹہل رہی تھی جب وہاج اس جانب آیا۔

"میرب آپی! آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟"

وہ اس سے چار سال چھوٹا تھا۔ مگر چونکہ ماں باپ کی وفات کے بعد وہ اتنی بیمار رہی تھی کہ اس کی پڑھائی کے کچھ سال ضائع ہو گئے تھے۔ یہی وجہ تھی اس کی گریجویشن ابھی تک مکمل نہ ہو پائی تھی جبکہ وہاج اور سلمان اپنی گریجویشن کر چکے تھے۔

"میں وہ بس ایسے ہی وہ تائی سے کچھ کہنا تھا اسی لیے کھڑی تھی۔" وہ اپنے دھیان سے چونکی۔

"تائی سے کوئی بات کرنا اور سمجھانا خاصا وقت طلب کام ہے۔ بیسٹ آف لک۔" اس کی پریشانی سمجھتا وہ اسے وش کرتا آگے بڑھ گیا۔ "میری مدد کی ضرورت ہو تو بتایئے گا۔" جاتے جاتے وہ کہہ گیا تھا۔ اور وہ اپنے کمرے میں واپس آ گئی تھی کہ صبح ہی بات کرے گی۔

صبح وہ ناشتے کے وقت سے کچھ پہلے ہی تائی کے پاس کچن میں پہنچ گئی اور یونیورسٹی کے ٹرپ کا بتایا تھا سر چونکہ جھکا ہوا تھا اس لیے تائی کے تاثرات نہ دیکھ سکی جو اسے دیکھ کر ہی بگڑے گئے تھے۔ رات کو جب سے روئف صاحب نے ان سے میرب اور شارق کے رشتے کی بات کی تھی تب سے انہیں آگ لگی ہوئی تھی۔ شوہر کو انہوں نے منع تو اسی وقت کر دیا تھا مگر وہ پھر بھی بضد تھے کہ اس بات پر سوچا جائے۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے ان سیر سپاٹوں پر جانے کی۔" اس کی شکل دیکھ کر ہی غصہ بڑھ گیا تھا، بات نے تو مزید تپا دیا۔ میرب کا چہرہ پھیکا پڑا۔

"جی۔" وہ واپس مڑ گئی۔

"اچھا سنو۔ کتنے دن کا ٹرپ ہے۔" کچھ سوچ کر تائی نے پوچھا۔

"تین دن کا۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔" تائی نے کہا۔

پھر ناشتا ختم کر کے جب وہ میز پر سے اٹھی تو تائی نے روکا۔

"یہ پیسے لے لو چلی جانا ٹرپ پر۔" وہ اتنی بے نیازی سے بولیں کہ کچھ دیر کے لیے تو وہ بے یقینی سے انہیں دیکھے گئی۔

"اب نخرے کیا کر رہی ہو۔ جانا ہے یا نہیں۔" تائی سختی سے بولیں تو اس نے پیسے پکڑ لیے اور شکریہ کہتی جلدی سے باہر نکلی۔ مگر پیسے ہاتھ میں پکڑے وہ ابھی تک بے یقین تھی کہ یہ کایا کیسے پلٹی وہ بھی اتنی جلدی۔

☆☆☆

"ہو گئیں تیار۔" ربیعہ انگلی پر گاڑی کی چابی گھماتی اس کے کمرے میں آئی تھی۔

"ہوں چلو۔" دوپٹا اوڑھتے ماہا نے کہا ساتھ میں اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا۔

"میں بہت ایکسائٹڈ ہوں اسلام آباد تک کی ڈرائیو مزا آئے گا۔" ربیعہ کی خوشی دیدنی تھی۔

"مجھے تو ڈر لگ رہا ہے کسی کو پتا چل گیا تو ہماری شامت آ جائے گی۔" ماہا نے اپنے خدشات کا اظہار کیا۔

"کچھ نہیں ہو گا میں ہوں نا۔" ربیعہ نے اسٹائل سے کہا۔

"اسی بات کا تو ڈر ہے۔ سارے الٹے کام

www.pklibrary.com

تمہارے ہی تو ہوتے ہیں۔ اچھا تھا پنڈی ہی بلا لیتے تمہارے مشورے پر عمل کیا جو اسلام آباد جانے کا پروگرام بنالیا۔'' ماہا اب بری طرح پچھتا رہی تھی۔

''اچھا تم فضول باتیں چھوڑو بس اس بات پر فوکس کرو کہ آج ایک اسپیشل دن ہے اور تم بہت اسپیشل بندے سے ملنے جارہی ہو۔'' ربیعہ نے اس کا دھیان بٹایا تو اس کا تصور آتے ہی ماہا کا چہرہ کھل اٹھا، لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔

''یہ تو ہے۔''

''ویسے یار ماہی، تم نے اسے فیس بک پر ہی دیکھا ہے تو سامنے آئے گا تو پہچان لوگی۔'' ربیعہ نے پوچھا۔

''اتنی بار دیکھ چکی ہوں کہ اب تو لاکھوں میں بھی پہچان لوں گی۔'' جب سے اس سے بات ہوئی تھی دن میں کتنی بار تو وہ اس کی تصویر دیکھا کرتی تھی۔

''فیس بک کا کیا اعتبار۔ سوفلٹرز سے گزار کر تو لوگ اس پر تصویریں لگاتے ہیں جانے اصل میں کیسا ہوگا۔''

''تم بس رہنے دو۔ مجھے یقین ہے ویسا ہی ہو گا۔ چلو اب دیر ہورہی ہے۔'' ماہا نے اسے کھینچ کر باہر نکالا جو اس کا آدھا پرفیوم اپنے اوپر چھڑک چکی تھی۔ پھر سارے راستے ماہا اسے آرام سے گاڑی چلانے کی ہدایات دیتی رہی تھی۔

☆☆☆

اسلام آباد سے نکلتے ہی جب اسے پتا چلا کہ اس ٹرپ میں ان کے ساتھ کوئی ٹیچر نہیں ہے بلکہ یہ اسٹوڈنٹس کا ارینج کیا ہوا ٹرپ ہے تب سے وہ ندا سے ناراض تھی، وہ تو تائی کو یہی بتا کر آئی تھی کہ ٹیچرز بھی ساتھ جارہے ہیں۔

''مجھے نہیں جانا بس مجھے واپس جانا ہے۔'' میرب نے دسویں بار ندا کا کندھا ہلا کر اس سے کہا۔

''کچھ نہیں ہوتا، تم پریشان مت ہو۔ تائی کو پتا نہیں چلے گا۔ اب انہیں الہام تو ہونے سے رہا۔'' ندا مزے سے بولی اس کی صحت پر میرب کے واویلے کا ذرا اثر نہیں ہوا تھا۔

''تین دن کی کیا ضرورت ہے۔ آج ہی واپس آجاتے ہیں۔'' میرب کو نیا خیال آیا۔

''تمہیں پتا تو ہے تین چھٹیاں ہیں یونی سے اور پھر ہماری پوری کلاس ہی سیر سپاٹے کی شوقین ہے سو پروگرام مری کا بنا تو بھی سب تیار ہوگئے کہ چھٹی ہے تو تین دن ہی گھوم پھر کر آئیں گے۔ شاید کشمیر تک کا پلان بن جائے یوں بھی اس بار کوئی بھی ہوسٹل لائٹ گھر نہیں جارہا۔'' ندا نے تفصیل بتائی۔

''کشمیر ..... نہیں میں نہیں جارہی اس کی اجازت نہیں لی میں نے۔'' میرب کو نئی پریشانی نے گھیرا۔

''اچھا نا..... اب نئی ٹینشن نہ لو۔ میں ہوں نا تمہارے ساتھ خیال رکھوں گی تمہارا۔'' ندا نے تسلی دی۔ ''میں تو اسی پر حیران اور خوش ہوں کہ تمہاری تائی نے اجازت دے دی۔'' ندا نے کہا تو اس کا دھیان بھی بٹ گیا۔

حیرت تو اسے بھی تھی تائی کو ہوا کیا تھا جو اتنی مہربان ہورہی تھیں۔ پچھلے ہفتے ہی کوئی کایا پلٹی تھی کہ انہوں نے اسے خود سے ندا کے گھر تک جانے کی اجازت دی تھی اور وہ دوبار ندا کے گھر ہو کر آئی تھی۔ ندا تو بہت ہی خوش ہوئی تھی مگر وہ ڈھنگ سے خوش بھی نہ ہو پائی تھی آخر اتنے سالوں بعد تائی کو اس کا خیال کیوں کر ہونے لگا تھا اور اس سب کی وجہ کیا ہو سکتی تھی، کیا تائی کا دل پلٹ گیا تھا۔ اگر نہیں تو اس کے پیچھے ان کا مقصد کیا تھا؟ ایسی بہت سی سوچیں اس کے ذہن میں کھلبلی مچائے ہوئے تھیں۔ پھر مری کا راستہ شروع ہوا تو اس کی سوچوں کا سلسلہ تھما۔

وہ پہلی بار شہر سے باہر نکلی تھی۔ اور یہ راستہ اتنا خوب صورت تھا کہ وہ گویا آنکھیں جھپکنا بھول گئی تھی۔ خوب صورت پہاڑ اور ٹھنڈک کا احساس اسے عجیب سی خوشی میں مبتلا کر گیا۔ اسے یقین ہوگیا تھا کہ اس کے اگلے تین دن بہت اچھے اور یادگار گزرنے والے تھے۔

www.pklibrary.com

☆☆☆

گھڑی پر وقت دیکھتے اس نے موبائل پر کال ریسیو کی۔

"کہاں ہو؟" دوسری جانب سلمان تھا۔

"ریسٹورنٹ میں بیٹھا کسی کا انتظار کر رہا ہوں۔" اس نے مزے سے بتایا۔

"مجھے بھی بلا لیا ہوتا۔ کس دوست کا انتظار کر رہے ہو؟ میں آتا ہوں جگہ بتاؤ۔"

"خاص دوست سمجھو تمہیں ابھی نہیں بتا سکتا۔" بات ختم کرتے وہاج نے سلمان کی مزید سنے بغیر ہی فون بند کر دیا تھا کیونکہ سامنے سے ایک لڑکی اسے بغور دیکھنے کے بعد اس کی جانب آ رہی تھی۔ اس کے قریب پہنچنے تک وہ بے اختیار کھڑا ہو گیا۔

"ماہا۔" اس کے بولنے سے پہلے ہی وہ بول اٹھا چہرے پر خوشی پھیلی تھی اور آنکھوں میں چمک۔ دوسری جانب اس کی کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ کب سوچا تھا وہ یوں آمنے سامنے ہوں گے۔

"بیٹھو۔" وہاج نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بیٹھ گئی۔

"آپ کیسے ہیں؟"

"آپ۔" وہاج نے دلچسپی سے اسے دیکھا جو کچھ گھبرائی ہوئی سی لگ رہی تھی۔

"تم، مجھے تم بھی کہہ سکتی ہو۔"

"دو سال بڑے ہیں آپ مجھ سے۔" ماہا نے توجیح پیش کی۔

"جو تمہارا دل چاہے وہی کہو۔ تم نہیں جانتیں کب سے مجھے اس دن کا انتظار تھا۔ تمہارے بارے میں میں ہمیشہ سوچا کرتا تھا۔" اس نے محبت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا بھی دل چاہتا تھا کہ میں آپ سے ملوں۔ مگر مجھے لگتا تھا ایسا کبھی نہیں ہو سکے گا۔" ماہا نے اپنے دل کی بات کی تھی۔

"دیکھو میں نے تمہیں ڈھونڈ ہی لیا۔ پتا نہیں کیسے مجھے خیال آ گیا کہ میں تمہیں فیس بک پر ڈھونڈوں اور پھر تم مل بھی گئیں۔"

"آپ کا میسج دیکھ کر مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ آپ مجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔" ماہا کی خوشی اس کی آنکھوں سے چھلکی۔ اسے وہ لمحہ یاد آیا تھا۔

"میں کیوں نہیں بات کرنا چاہوں گا تم سے۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ وقت نے ہمیں ایک دوسرے سے الگ کر دیا مگر ہمارا رشتہ اتنا مضبوط ہے کہ کوئی اسے ختم نہیں کر سکتا اور نہ ہمیں ملنے سے روک سکتا ہے اور اپنی بہن سے ملنے سے کے لیے مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔" وہاج کا لہجہ مضبوط تھا۔

پھر ادھر ادھر کی بہت سی باتیں کرتے انہیں وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا تھا۔ اتنے سالوں کی باتیں تھیں جو وہ ایک دوسرے کو بتا دینا چاہتے تھے۔ وہ اسے دیکھتی یہ بتا نہ سکی کہ اس کے بال ناز کے بالوں کی طرح براؤن اور سلکی تھے کیونکہ ان کے درمیان طے ہوا تھا کہ وہ ماں باپ کی کوئی بات نہیں کریں گے۔

"مجھے دیر تو نہیں ہوئی نا۔ لنچ تو نہیں آرڈر کر لیا۔" ربیعہ نے اچانک ہی پہنچی تھی۔ وہ ساتھ والے شاپنگ مال سے کچھ شاپنگ کر کے آئی تھی۔

"یہ ربیعہ ہے۔" ماہا نے جلدی سے تعارف کروایا۔ وہاج نے اسے سلام کیا۔

"میں آپ کے بڑے ماموں کی بیٹی ہوں اور ماہا کی بچپن کی دوست بھی۔" ربیعہ نے اپنا پورا تعارف کرانا ضروری سمجھا۔

وہاج یک دم سنجیدہ ہوا۔ "میرے کوئی ماموں نہیں ہیں۔" ماہا گڑبڑائی جبکہ ربیعہ پہلے حیرت کا شکار ہوئی پھر تپ گئی۔ "اچھا پھر یہ کون ہے آپ کی۔"

"یہ میری بہن ہے اور باقی کسی سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔" وہاج کے لہجے میں کچھ تھا کہ ماہا نے ربیعہ کو آنکھوں سے اشارہ کیا اور مزید بولنے سے روکا۔

www.pklibrary.com

"لنچ آرڈر کرتے ہمیں واپس بھی پہنچنا ہے۔"
ماہا کے کہنے پر وہاج نے ویٹر کو بلایا۔
"ہوں۔ ویسے بھی اگر ہم لیٹ ہوگئے نا تو ماہا تمہارے چھوٹے ماموں ہم دونوں پر بگڑیں گے۔"
ربیعہ نے تمہارے پر زور دیا مقصد سامنے بیٹھے وہاج کو تنگ کرنا تھا جس کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں ابھرا تھا بس ایک خاموش نظر اس نے ربیعہ پر ڈالی جو نگاہ ملنے پر مسکرا کر مینیو کارڈ کی جانب متوجہ ہو گئی تھی۔

☆☆☆

مری پہنچتے ہی انہوں نے مطلوبہ ہوٹل تلاش کیا تھا۔ کمرے پہلے سے بک کروائے گئے تھے اسی لیے چابی ملتے ہی وہ سب سامان رکھ کر مال روڈ گھومنے نکل پڑے۔ ہوٹل مال روڈ پر ہی تھا اس لیے سب پیدل ہی ٹولیاں بنا کر موسم لطف اندوز ہونے اور رونقیں دیکھنے کے لیے مال روڈ کی سڑکیں ناپنے لگے۔ دس بجے تک میرب ندا کے ساتھ پھرتی رہی، اس دوران انہوں نے کھانا بھی کھایا تھا اور کافی بھی پی تھی۔ جب وہ واپس ہوٹل پہنچیں تو کاؤنٹر پر موجود شخص نے انہیں روکا۔
"سوری میڈم! ہماری غلطی کی وجہ سے آپ کو غلط روم دے دیا گیا ہے۔ ہم آپ کا سامان دوسرے روم میں شفٹ کر دیتے ہیں یہ والا روم پہلے سے ڈاکٹر صاحب کے لیے ریزرو تھا۔" اس نے شائستگی سے کہا تو ندا نے سر ہلا دیا۔
دوسرا کمرا تھا تو دو کمرے چھوڑ کر مگر اس کی کھڑکی سے وہ مناظر نظر نہیں آ رہے تھے جو پچھلے والے کمرے سے نظر آتے تھے۔
"ہائے، یہ ڈاکٹر صاحب جانے مری کیا کرنے آئے ہیں۔ اچھا بھلا کمرا ملا تھا۔ ندا نے کھڑکی میں دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ کمرا تھا بھی تھوڑا چھوٹا جبکہ ان کے ساتھ دو اور لڑکیوں نے اس کمرے میں رہنا تھا۔
"یہ کمرا بھی ٹھیک ہے۔" میرب کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔
ندا کے گھر سے فون آ گیا تو وہ سارے دن کی روداد سنانے لگی جبکہ میرب خاموشی سے کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی جہاں سے ہوٹل کا داخلی دروازہ نظر آ رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے محسوس کرتے ہوئے وہ انجانی سی خوشی محسوس کر رہی تھی جو ایک عرصے کے بعد اسے میسر آئی تھی۔

☆☆☆

سعد اس کے بچپن کا دوست تھا اور ان دنوں کسی کام سے ملتان سے اسلام آباد آیا ہوا تھا تو منیب نے چھٹی لے کر اس کے ساتھ مری آنے کا پروگرام بنا لیا۔ اب دونوں مال روڈ کے ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔
"تم بھی اب شادی کر ہی لو اس سے پہلے کہ سر کے بال گرنے لگیں پھر کسی لڑکی نے نہیں ماننا۔" سعد کا انداز تنگ کرنے والا تھا۔
"بالوں کی ٹینشن نہیں ہے، میرے ابا اور دادا کے بال بھی آخری عمر تک سر پر سلامت تھے اور اب شفیق بھائی کو ہی دیکھ لو۔" منیب کا جواب تیار تھا۔
"چلو سفیدی تو اتر ہی آئے گی نا۔" سعد بھی پیچھے رہنے والا نہیں تھا۔
"کر لیں گے پہلے تمہاری تو بھگتا لیں۔" منیب نے ٹالا۔
"میری شادی تو بس تین مہینے بعد ہو ہی رہی ہے اپنی بات کرو، کب تک کنوارا رہنے کا ارادہ ہے۔"
"بجو کی طرح تمہیں بھی میری شادی کی ٹینشن ہے۔ کر لوں گا جب کوئی دل کو بھائے گی یا پھر جب نصیب میں ہوگا۔"
"جی جی بالکل ہو سکتا ہے مری میں ہی آپ کا نصیب لکھا ہوا اور کل ہم ڈاکٹر منیب کی شادی کے لڈو کھا رہے ہوں۔" سعد نے مذاق اڑایا۔
"ایسی کوئی جلدی نہیں ہے مجھے۔" منیب مسکرایا۔ دس منٹ بعد کھانا ختم کر کے وہ ہوٹل کی جانب روانہ ہوئے۔

www.pklibrary.com

☆☆☆

ہوٹل میں تھوڑی دیر آرام کر کے سعد کو تیار ہونے کا کہتا وہ گاڑی تک آیا جب وہ دو لڑکیاں اس کی گاڑی کے سامنے کھڑی باتیں کر رہی تھیں۔

"کیا ضرورت تھی اس عورت کو پیسے دینے کی۔ ایک تو تمہیں ہمدردی کا بخار چڑھتا رہتا ہے۔ پہلے ہی تمہاری تائی نے کوئی اتنے پیسے نہیں دیے کہ تم یوں لوگوں کو دیتی پھرو ابھی دو دن باقی ہیں۔" ندا اس کی کلاس لے رہی تھی۔

"اس کی ضرورت پوری ہو جائے گی، تھوڑے سے پیسے ہی تو تھے۔" میرب منمنائی۔

"بس رہنے دو، پتا نہیں سچ بھی بول رہی تھی یا نہیں۔ وہ تو میں نہ ہوتی تو میرب بی بی تم نے سارے پیسے اسے تھما دینے تھے۔" ندا سخت نالاں تھی۔

"تم تو اس بچے کی روداد بھی سننے کھڑی ہو جاتیں اگر جو میں تمہیں ہاتھ پکڑ کر وہاں سے لے نہ آتی۔" اس لڑکی کی تقریر خاصی لمبی ہوتی جا رہی تھی۔ یہی سوچ کر منیب کھنکارا تا کہ اپنی موجودگی کا احساس دلا سکے۔

دونوں چونکیں۔

"میں گاڑی نکالنا چاہ رہا تھا۔" منیب نے شائستگی سے کہا تو انہیں سمجھ میں آیا کہ وہ اس کی گاڑی کا راستہ روکے کھڑی تھیں۔ معذرت کرتی ندا کے ساتھ وہ بھی آگے بڑھ گئی۔

"یہ ڈاکٹر منیب ہیں جن کا روم غلطی سے ہمیں مل گیا تھا۔ صبح ویران سے دوائی لکھوا رہا تھا۔" ندا نے اندر کا رخ کرتے ہوئے بتایا۔ "بندے کی پرسنیلیٹی ہے بہت اچھی۔" ساتھ میں تعریف بھی کی مگر میرب نے کوئی تبصرہ نہ کیا۔

☆☆☆

آج ماہا کی برتھ ڈے تھی۔ صبح ڈاکٹر ناز نے اسے وش کیا تھا۔ جبکہ ربیعہ اور منیب اسے رات میں ہی وش کر چکے تھے۔ ناشتا کر کے جب وہ نیچے شفیق ماموں کے پورشن میں آئی تو لیلیٰ مامی، ماموں اور ربیعہ پہلے سے کیک میز پر رکھے انتظار کر رہے تھے۔ کیک کاٹنے کے بعد ماموں نے ہمیشہ کی طرح اسے پیسے دیے کہ وہ اپنی پسند سے تحفہ خریدے۔ مامی اور ربیعہ نے جوڑا دیا تھا جو اسے بہت پسند آیا تھا۔ ڈاکٹر ناز نے کہا تھا کہ وہ اس کے ریزلٹ آنے پر اسے تحفہ دیں گی۔

یونیورسٹی آنے کے بعد وہ سب سے مبارک باد وصول کر رہی تھی، وہاج کی جانب سے کوئی میسج نہیں آیا تھا اور صبح سے وہ کافی مرتبہ موبائل دیکھ چکی تھی۔ ربیعہ تو اسے تنگ کرتی رہی تھی کہ وہ برتھ ڈے بھول چکا ہے۔ دو کلاسز لینے کے بعد سننے میں آیا کہ پچھلے سمسٹر کا ریزلٹ آج آنے والا ہے اور تب سے ربیعہ یونیورسٹی والوں کو کوس رہی تھی کہ آخر آج کا دن ہی کیوں ریزلٹ کے لیے چنا گیا تھا۔

"اچھا ہے نا کب سے لٹکایا ہوا تھا۔" ماہا اس خبر پر خاصی خوش تھی۔

"تمہیں تو انتظار ہوگا ہی۔ پھوپھو نے گفٹ کا وعدہ جو کر رکھا ہے۔" ربیعہ جل کر بولی۔ "میرا جی پی اے اس بار کم آنے والا ہے مجھے پتا ہے۔"

"اچھا ہی آئے گا دیکھنا۔" ماہا نے تسلی دی۔

ریزلٹ آؤٹ ہونے کی خبر ملی تو ربیعہ اسے بیٹھنے کا کہہ کر خود نوٹس بورڈ دیکھنے چلی گئی۔ اسی وقت وہاج کی کال آ گئی وہ یونیورسٹی کے باہر کھڑا تھا۔ وہ خوش ہوتی گیٹ تک گئی۔

"ہیپی برتھ ڈے۔" وہ اسے وش کرنے خود آیا تھا ماہا کو بہت اچھا لگا۔

"تھینک یو۔ مجھے کل سے انتظار تھا۔"

"اسی لیے میں نے سوچا جا کر وش کرتا ہوں۔ لنچ پر چلیں اگر کوئی ضروری کلاس نہیں ہے تو۔" وہاج کی آفر پر اس نے کچھ دیر سوچا پھر حامی بھر لی۔

"میں ربیعہ کو کال کرتی ہوں وہ ہمارے ساتھ جائے گی۔" موبائل نکالتے اس نے وہاج کو دیکھا کہیں اسے اعتراض نہ ہو۔ وہ سمجھ کر مسکرایا۔

"تمہاری اتنی اچھی دوست ہے مجھے کیا

www.pklibrary.com

اعتراض ہوسکتا ہے۔" ماہا کے کال ملانے کے پانچ منٹ بعد وہ تقریباً بھاگتی ہوئی آئی۔

"مبارک ہو تمہارا تھری جی پی آیا ہے۔" ربیعہ آتے ہی اس کے گلے لگ گئی۔

"شکریہ ہے۔" ماہا کچھ اور خوش ہوئی۔

"تمہارا کیا آیا؟"

"میرا 2.9....."

"بہت اچھا ہے۔" ماہا اس بار اس کے گلے لگی۔ "آپ دونوں کو مبارک ہو۔" وہاج بولا تو ربیعہ نے اسے دیکھا۔

"اوہو، تو آپ آئے ہیں۔ پھر تو آج کوئی بہت بڑا دن ہے۔" ربیعہ چہکی۔

"بالکل آج ماہا کی برتھ ڈے ہے اور اب تو ریزلٹ بھی آ گیا تو لنچ کی دعوت میری طرف سے۔"

"اور یہ دعوت ماہا کے لیے ہوگی۔ ہم تو آپ کے کچھ لگتے ہی نہیں ہیں۔" ربیعہ کے جملے پر ماہا نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"میری بہن کی دوست ہیں اس لیے آپ کو بھی دعوت دے رہا ہوں۔" وہاج اس کی بات سمجھ کر بولا۔

"اپنی اپنی سمجھ کی بات ہے میں کچھ اور سمجھ کر دعوت قبول کر لیتی ہوں۔" ربیعہ نے اسے جتایا۔ اسی وقت ماہا جلدی سے بول پڑی۔

"مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے چلتے ہیں۔"

پھر انہوں نے ایک اچھا اور یادگار دن گزارا۔ لنچ کے بعد ماہا نے کیک کاٹا جس کے لیے وہاج نے ریسٹورنٹ میں پہلے سے ارینجمنٹ کروائی ہوئی تھی۔ ساتھ میں اسے بہت سے تحفے دیے جن میں پرفیومز، کریمز اور ہینڈ بیگ شامل تھا۔

"اتنا سب کچھ۔" ماہا حیران بھی ہوئی تھی اور خوش بھی۔

"اگلی بار شاپنگ کراؤں گا۔ جاب مل گئی ہے مجھے۔" وہاج نے مسکرا کر کہا تو وہ اس کے لیے خوش ہوئی۔

"جاب کی ٹریٹ تو رشتہ داروں کو دینا بنتی ہی ہے۔" ربیعہ نے تنگ کرنے کو کہا تو اس نے ایک سنجیدہ نگاہ اس پر ڈالی تو وہ مسکرا دی۔

"ماہا! تمہاری دوست کو رشتہ داریاں بنانے کا کچھ زیادہ ہی شوق ہے۔"

"یہ کام تو خدا کے ہیں بندہ کیا کر سکتا ہے۔" اور وہاج کے بولنے سے پہلے ہی ماہا اٹھ کھڑی ہوئی۔

"دیر ہو رہی ہے چلتے ہیں۔"

شام میں وہ گھر جا رہی تھیں جب گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ربیعہ اس کے قریب کھسکی۔

"ماہی! وہ نامیرا .....ایک کورس پاس نہیں ہوا۔"

"کیا۔" ماہا کی اونچی آواز پر اس نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے ڈرائیور کی موجودگی کا احساس دلایا۔ یہ گاڑی شفیق صاحب نے اپنے دفتر سے بھیجی تھی۔

"اچھا اب فوراً جا کر امی کو نہ بتانا۔ انہیں یہ شاک آرام سے ہی لگے تو بہتر ہے۔"

"رابی کی بچی بتایا کیوں نہیں۔"

"تم اتنی خوش تھیں اور پھر تمہارے اس سڑو بھائی کا موڈ بھی آج اچھا تھا۔ اسی لیے۔"

ماہا نے اس کے کندھے پر بازو پھیلا کر اسے قریب کیا۔ اپنے مارکس کی خوشی اسے یاد نہیں رہی تھی بلکہ مامی کی ناراضی کا خیال آ رہا تھا اور اس کے لیے افسردہ بھی ہو رہی تھی۔

"حوصلہ کرو اور سوچو تمہاری ممانی جان کو کیسے بتائیں گے۔" ربیعہ نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

وہ باہر جانے کے لیے نکلے تھے جب ندا کو اپنا ہینڈ بیگ یاد آیا جو وہ کمرے میں ہی بھول آئی تھی۔

"میں بس دو منٹ میں آئی۔" ندا اس سے کہتی تیز رفتاری سے اندر کی جانب بڑھی۔ وہ بھی ہلکی خنک

www.pklibrary.com

ہوا اور ماحول میں رچی بسی خوشبو کو محسوس کرتی اردگرد کے نظارے دیکھنے لگی۔ ہوٹل سے وہ تھوڑا ہی آگے آئے تھے اور مال روڈ کی رونقیں عروج پر تھیں۔ اسی وقت اس کی نگاہ ایک بچے پر پڑی جو لکڑی کے بینچ کے ساتھ جڑا زمین پر بیٹھا تھا۔ ٹانگوں کو موڑ کر بازوان کے گرد حمائل کر رکھے تھے اور اس کی سیاہ رنگت والے چہرے پر اداسی کے ساتھ ساتھ چند آنسوؤں کی بوندیں بھی تھیں جنہوں نے اسے اس کی جانب دیکھتے رہنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ دھیمی چال چلتی اس کے قریب آ گئی۔

"یہاں چھپ کر رو رہے ہو۔" وہ بچوں کے بل اس کے سامنے بیٹھی۔ اس کی آنکھوں سے اور بہت سے آنسو نکل پڑے تھے گویا انہیں بہنے کا موقع مل گیا تھا۔ اس نے بازو سے چہرہ پونچھا۔

"کیا کروں باجی لوگوں کے سامنے رو بھی تو، وہ مکر ہی سمجھتے ہیں۔ آپ بڑے لوگوں کو کیا پتا کہ بھوک کیسے رلاتی ہے۔" اس کی آواز میں تکلیف تھی جو میرب کا دل ہلا گئی تھی۔

"کل سے ابا کی کمر میں درد تھا۔ مزدوری پر نہیں گیا بس کل سے بھوکے بیٹھے ہیں، آج اگر مزدوری مل گئی تو روٹی ملے گی۔"

"چلو آؤ میں تمہیں کھانا کھلاتی ہوں۔" میرب نے کہا تو اس نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"باجی آپ!"

"باجی! کہا ہے تو آؤ پھر میرے ساتھ۔" میرب کا انداز دوستانہ تھا۔

"سچ میں باجی۔" اس کا چہرہ خوشی سے چمکا۔ وہ اسے لے کر ہوٹل تک آئی اور کاؤنٹر کے قریب ویٹر کو کھانے کا آرڈر دیا تو وہ جھجکتے ہوئے بولا۔

"باجی اپنے بہن بھائی اور اماں کو بھی لے آؤں وہ بھی تھوڑا سا کھالیں گے۔" میرب نے چند لمحے سوچا۔ اتنے پیسے تو اس کے پاس نکل ہی آتے کہ وہ ان کو کھانا کھلا دیتی۔

"ٹھیک ہے تم لے آؤ۔" وہ پرجوش سا واپس بھاگا تھا۔ مسکرا کر اس کی خوشی دیکھتی وہ ویٹر کی جانب مڑی جو کچھ مرعوب سا کھڑا تھا۔

"اس بچے کے ساتھ جتنے بھی افراد ہوں گے آپ ان کو کھانا کھلا دینا۔ میں آ کر پیسے دے دوں گی۔"

"او کے میڈم۔" اس نے مودب ہو کر کہا۔ پھر اس نے مینیو آگے کیا تو ایک نظر دیکھ کر اس نے انگلی مطلوبہ چیز پر رکھ دی وہ سر ہلا گیا۔

"مدر ٹریسا کس کو کھانا کھلا رہی ہے۔" صدف نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہلایا تو وہ چونکی۔

"کچھ نہیں تم لوگوں کا کیا پروگرام ہے۔" اس نے ٹالنا چاہا۔

"آج تو یہیں چکر لگائیں گے، بس میں کوئی مسئلہ ہو گیا ہے۔ اس لیے کل ہی بھور بن یا پھر تھیا گلی جائیں گے۔ رات میں پروگرام بناتے ہیں۔" اس وقت ندا بھی آ گئی تو وہ ندا کے ساتھ باہر چل پڑی۔ ندا کو اس نے بچے کا نہیں بتایا تھا ورنہ وہ اس پر برس پڑتی۔

"یار یہ ہوٹل میں کیا میلہ لگا ہوا ہے۔" سعد نے اطراف کا جائزہ لیا۔ ہوٹل کے بائیں جانب والے حصے میں کچھ فقیر ٹائپ لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے بلکہ بری طرح کھانے پر ٹوٹے ہوئے تھے۔

"کیا ماجرا ہے بھائی۔" منیب نے ویٹر کو روک کر پوچھا۔

"سر، وہ ایک میڈم ہدایت کر کے گئی تھیں کہ ان لوگوں کو کھانا کھلایا جائے، بل وہ دیں گی۔" ویٹر نے جوش سے بتایا۔

"واہ! مری میں یہ کون سی نیک دل پری اتری آئی ہے۔" سعد نے تبصرہ کیا۔

"اچھی بات ہے۔" منیب نے توصیفی انداز میں کہا۔ تقریباً گھنٹے بعد وہ ندا کے ساتھ واپس آئی جس کو صدف کا فون آیا تھا کہ ہوٹل پہنچیں۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" ندا نے حیرانی سے کہا۔ میرب بھی حیرت کا شکار تھی۔ اسی وقت ویٹر قریب

www.pklibrary.com

آیا۔

"میڈم! آپ کی ہدایت کے مطابق سب کو کھانا دیا گیا ہے۔" مودب سا وہ میرب سے مخاطب ہوا تو اس کی نگاہیں ندا سے ملیں جو چونک کر اسے دیکھنے پر مجبور ہوئی تھی۔

"یہ سب لوگ۔" اس کے حلق میں کچھ اٹکا۔ نظر ہال میں موجود لوگوں کی تعداد پر پڑی تو سانس لینا مشکل لگا۔

"جی میڈم۔"

"بھائی یہاں کوئی نیک دل لڑکی کھانا کھلا رہی ہے۔" ایک عورت بچہ بغل میں اٹھائے قریب آئی ساتھ ایک لڑکا تھا۔

"جی جی یہ ہیں وہ۔" ویٹر نے فوراً اشارہ کیا تو وہ مشکور سی ہوگئی۔ "خوش رہو باجی۔ ہمیں بھی کھلا دو بھائی" ویٹر نے اسے بیٹھنے کی جگہ بتائی تو وہ جلدی سے اس جگہ تک لپکی۔

"یہ کیا حرکت ہے۔" ندا نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"وہ میں نے تو اس بچے کو....." نظر ہال پر ڈالی مگر وہ بچہ شاید جا چکا تھا۔ میرب نے گھبرا کر ندا کو دیکھا اور اصل قصہ سنایا۔

"تم بھی ناں میرب، بے وقوف ہو بالکل، بچے کو کھانا کھلانا ہی تھا تو خرید کے دے دیتیں۔ اتنی فیاضی دکھانے کی کیا ضرورت تھی۔" ندا نے اسے ڈپٹا۔

"مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان سب کو کس نے بتایا کہ یہاں کھانا کھلایا جا رہا ہے۔" اسی وقت ہال میں آتے صدف کے گروپ پر نظر پڑی جو اب ایک میز کے گرد بیٹھ رہا تھا اور چہروں پر مسکراہٹ تھی جو ہال میں موجود لوگوں کو دیکھتے کچھ اور گہری ہوئی تھی۔ ندا اس کا ہاتھ پکڑ کر ان کے سروں پر پہنچی۔

"لو مدر ٹریسا آ گئیں۔" عظمیٰ اسے دیکھ کر بولی۔

"آج سے ہم نے تمہیں رحم دل لڑکی کا خطاب بھی دے دیا ہے۔" صدف چہکی۔ باقیوں کے چہروں پر مذاق اڑانے والی مسکراہٹ تھی۔ ساتھ والے میز پر موجود وہ دو نفوس بھی متوجہ ہوئے۔

"یہ حرکت تم لوگوں کی ہے۔ اگر یہ اس بچے کے خاندان کو کھانا کھلا کر ایک نیکی کر رہی تھی تو تم لوگوں کو کیا تکلیف تھی۔" ندا کا بس نہیں چل رہا تھا ان کو کسی پہاڑی سے دھکا دے کر ہی اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتی جو سچویشن کا مزا لے رہی تھیں۔

"ہم نے تو محض اس کی نیکیوں میں اضافہ کرنا چاہا ہے۔ بس ایک دو فقیروں سے کہا تھا کہ ایک انتہائی نیک دل لڑکی مری کا رخ کر چکی ہے جو آج غریبوں کو کھانا کھلائے گی۔ اب یہ قوم ہوتی ہی ایسی ہے دیکھو نا اتنے بہت سے جمع کر لیے۔" صدف نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"مان گئی میرب، میں تمہیں۔ جیسے یونیورسٹی میں ٹیچرز کے آگے تمہاری واہ واہ ہوتی ہے، آج سارا مری تمہیں سیلوٹ کرنے کو تیار ہے۔ برائٹ اسٹوڈنٹ کے سینے میں کیسا نرم دل ہے۔" مسکراتے ہوئے سب لڑکیوں نے ہاں میں ہاں ملائی۔

"اب ہم سب مل کر یہ بل دیں گے۔" ندا نے کچھ اور کہنے سے خود کو روکا۔

"سوری، ہم یہ نیکی افورڈ نہیں کر سکتے۔" صدف نے اپنے مخصوص مغرور انداز میں انکار کیا۔ میرب نے ندا کا ہاتھ کھینچا۔ ان سے بحث لاحاصل تھی۔

"وہ نہیں مانیں گی۔"

"یہ کیا اب ہم یہ بل بھریں گے۔ میرب یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ اپنے ساتھ مجھے بھی اس مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔" ندا کا دماغ غصے سے ابل رہا تھا۔

"ہوٹل والے اگر کوئی رعایت کر دیں مطلب تھوڑے تھوڑے کر کے پیسے لے لیں۔" میرب نے ہاتھ مسلتے آہستہ سے کہا۔

"ہاں وہ تو فوراً مان جائیں گے۔" ندا نے

www.pklibrary.com

طنز کیا۔ پریشانی دونوں کے چہروں سے عیاں تھی۔

"یار، ویسے لڑکی کا بھی جواب نہیں ہے۔ کھانا خرید کر ساتھ دے دیتی تو اس مصیبت میں نہ پھنستی۔" سعد نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کچھ زیادہ ہی ہو گیا ہے۔ میرب اب پیسے کہاں سے دے گی۔" ایک لڑکی کی آواز ان کے کانوں میں پڑی۔

"زیادہ ہمدردی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سچویشن کا مزا تو لینے دو۔ کچھ بے عزتی ہونے دو۔ دیکھنا آخر میں یہ ہمارے پاس منتیں کرتے ہوئے آئیں گی پھر سوچیں گے۔" صدف نے مزا لیتے ہوئے کہا۔ یوں بھی وہ میرب کے ہر بار اس سے نمبروں میں بازی لے جانے کی وجہ سے اس سے جلتی تھی۔

منیب نے افسوس سے ان پر نظر ڈالی جو اچھے خاصے قیمتی لباس پہنے ہوئے تھیں۔

"یہ محض ایک غلط فہمی کی وجہ سے ہو گیا ورنہ میں نے تو صرف ایک بچے کے بارے میں ہدایت کی تھی۔" میرب کاؤنٹر پر کھڑے شخص کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی جو عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اور ویٹر ساتھ کھڑا اب خود بھی گھبرایا ہوا تھا۔

"میڈم! بل تو آپ کو بھرنا پڑے گا ہوٹل کے عملے نے تو آپ کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔"

منیب سعد کو اشارہ کرتا کاؤنٹر تک آیا، انہیں ابھی باہر جانا تھا۔

"اچھا آپ قسطوں میں پیسے لے لیں۔ ابھی تو ہم اتنے سارے پیسے نہیں دے سکتے۔" میرب منمنائی۔

"دیکھیں میڈم یہ ہوٹل کا بل ہے۔ کوئی گاڑی نہیں ہے جو ہم آپ سے قسطوں پر ادائیگی کروالیں۔" وہ بھی تپ گیا تھا۔ سعد نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

"بل آپ مجھے دیجیے۔" منیب یکدم بولا تو سعد سمیت وہ سب چونکے۔ اس شخص نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"ان میڈم کے بل کی بات کر رہا ہوں۔" اس کے کہنے پر اس نے جلدی سے بل سامنے کیا۔ ندا اور میرب کی نگاہیں ملیں۔ منیب نے پیسے نکال کر کاؤنٹر پر رکھے اور رسید تھام کر آگے بڑھ گیا تو سعد بھی پیچھے لپکا۔

"ندا یہ....."

"شکر ہے یہ بلا تو ٹلی۔" ندا ہلکی پھلکی سی ہو کر مسکرائی جبکہ میرب عجیب سے محسوسات کا شکار تھی۔

"یہ غلط بات ہے انہوں نے ہمارا بل کیوں دیا۔ بلکہ یہ تو مجھے دینا چاہیے تھا۔" میرب تیزی سے ہوٹل سے باہر جانے والے رستے کی جانب بڑھی جہاں وہ دونوں گئے تھے۔

"رکیے پلیز۔" وہ ان کے پیچھے پہنچ چکی تھی۔ دونوں نے مڑ کر حیرت سے اسے دیکھا۔

"آپ نے بل ادا کر دیا آپ کا شکریہ۔ مگر یہ بل مجھے ہی ادا کرنا چاہیے تھا میں....." ندا نے قریب پہنچتے ہی بات کاٹی۔

"بہت شکریہ آپ کا۔ یہ سب ایک غلط فہمی کی وجہ سے ہو گیا ورنہ ہم اسٹوڈنٹس اتنا خرچا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ اصل میں نا میری یہ دوست خاصی رحم دل ہے۔"

"جی جی..... وہ تو ہم جان ہی چکے ہیں۔" سعد مسکرایا۔

"مگر میں آپ کو تھوڑے تھوڑے کر کے پیسے دے دوں گی۔" میرب منیب سے مخاطب تھی۔ ندا نے اسے گھورا مگر وہ متوجہ ہی کب تھی۔

"کیا نیکی کرنے کا حق صرف آپ کو ہے۔" منیب نے اپنی مسکراہٹ روکتے ہوئے شائستگی سے کہا، نگاہیں اس لڑکی کے چہرے پر تھیں جس پر معصومیت بھرا تاثر تھا۔

"یہی تو میں اسے سمجھا رہی تھی کہ آپ کو نیکی کرنے کا پورا حق ہے۔" ندا پر جوش سی بولی۔

"کمنٹ تو میری تھی اصولاً مجھے دینے چاہیے

www.pklibrary.com

تھے۔" وہ سادگی سے بولی۔

"اٹس ناٹ اے بگ ڈیل۔ یوں سمجھ لیں کہ یہ نیکی میری قسمت میں لکھی تھی۔" جہاں میرب لا جواب ہوئی تھی وہیں ندا بول پڑی۔

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" ساتھ ہی اس کا بازو پکڑ کر اسے مزید بولنے سے باز رکھنا چاہا۔

"ہمیں بھی یہ ملاقات یاد رہے گی۔ یہ میرا دوست ڈاکٹر ہے آپ کو یا آپ کی دوست کو کوئی بھی مسئلہ ہو تو بتایئے گا۔ یہ بھی آپ کی دوست سے تھوڑا سا کم مگر ہے اسی ٹائپ کا رحم دل، نیک دل، حساس دل....." اس سے پہلے کہ سعد مزید بولتا منیب نے بات کاٹی۔

"اس رقم کی ادائیگی سے آپ میری مقروض نہیں ہوگئیں اس لیے ایسا مت سوچیں اور ہمیں اجازت دیں۔" منیب نے بات ختم کرتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ سعد انہیں ہاتھ ہلاتا اس کے ہم قدم ہوگیا تو ندا نے ایسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا جو نگاہیں چرا رہی تھی، جانتی تھی کہ اب وہ اس کی ٹھیک ٹھاک کلاس لینے والی تھی۔

☆☆☆

دروازے کی جانب اٹھتا اس کا ہاتھ پیچھے سے دی گئی پکار پر ہوا میں ہی رک گیا۔

"ہیلو مسٹر! میری بات سنیں پہلے۔" مڑ کر اس نے اس لڑکی کو دیکھا جو کھڑی اسے گھور رہی تھی۔

"آپ مجھ سے کچھ کہہ رہی ہیں؟" سلمان نے اپنی جانب اشارہ کیا، انداز سوالیہ تھا۔

"جی ہاں اور مجھے معلوم ہے کہ آپ کس مقصد سے پروفیسر صاحب کے دفتر جا رہے ہیں۔" سلمان نے حیرت سے اس سرخ چہرے والی لڑکی کو دیکھا جو یقیناً اس وقت غصے میں تھی۔

"دیکھیں محترمہ....." اس نے اس کی بات کاٹی۔

"آپ میری بات سنیں۔" یہ آپ بی بی اے ڈیپارٹمنٹ والے اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہیں آخری۔ یہاں ایک پتھر اٹھاؤ تو چار بی بی اے والے ملیں گے۔ اور آپ لوگ سمجھے بیٹھے ہیں کہ یہاں سے نکلیں گے تو کمپنیاں آپ کے انتظار میں بیٹھی ہوں گی تو ایسا کچھ نہیں ہے۔"

اب کی بار اس نے دلچسپی سے اس نازک سی لڑکی کو دیکھا جس نے بولتے ہوئے اپنے بالوں کی لٹ کو کان کے پیچھے کیا تھا گویا اس کی دخل اندازی بھی پسند نہیں آئی تھی۔

"اگر آپ لوگوں کی یہی حرکتیں رہیں تو کچھ نہیں کر پائیں گے۔ اب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس روز آپ کی ساری کلاس چیٹنگ کر رہی تھی اور ہماری کلاس کے اسٹوڈنٹس گواہ ہونے کے باوجود خاموش رہے اور اب جب آپ لوگوں پر کیس بن رہا ہے تو آپ ہم پر الزام لگا رہے ہیں تاکہ ہمارا رزلٹ بھی کینسل ہو جائے۔ اگر آپ لوگ باز نہ آئے تو میں پروفیسر نعیم کو سب سچ سچ بتاؤں گی بلکہ آپ لوگوں کی چیٹنگ کی ویڈیو بھی انہیں ثبوت کی طور پر دکھاؤں گی جو ہمارے کلاس فیلو نے بنائی ہے آپ لوگوں کی موبائل سے چیٹنگ کرتے ہوئے۔" کلاس کی جی آر ہوتے ہوئے اسے جتنی غیرت دلائی گئی تھی اس کے بعد اس کے منہ میں جو آیا بولتی چلی گئی۔

"اور آپ کا وہ کلاس فیلو وہ بھی یقیناً اس وقت موبائل سے چیٹنگ ہی کر رہا ہوگا۔ یا پھر پیپر دیتے یادگار لمحات کی ویڈیو بنا رہا تھا۔" سلمان شرارتی لہجے میں بولا تو وہ کچھ گڑبڑا گئی۔

"وہ تب تک پیپر کر چکا تھا۔" اس نے بات بنائی تو سلمان نے بمشکل اپنی ہنسی روکی۔

"ہوں، چلیں اب آپ آ گئی ہیں تو فیصلہ تو پروفیسر نعیم ہی کریں گے کہ وہ خود بھی چیٹنگ کر رہا تھا یا کچھ اور۔" اس کے کہنے پر وہ سٹپٹائی۔

"آپ لوگ ہی پھنسیں گے میں بتا رہی ہوں، ہمیں بیچ میں نہ گھسیٹیں تو بہتر ہے۔" اسی وقت دروازہ کھلا اور پروفیسر نعیم کا چہرہ نظر آیا۔

"آجاؤ سلمان، میں تمہارا ہی انتظار کر رہا

www.pklibrary.com

تھا۔" وہ واپس مڑے۔ اس پر مسکراتی نگاہ ڈالتا وہ بھی اندر کی جانب بڑھا۔

"جی بیٹا، آپ بھی آیئے۔" ماہا کو بھی بلایا تو ناچار اسے اندر جانا پڑا۔

"اصغر صاحب نے وہ سامان دے دیا تھا؟" وہ سلمان سے مخاطب تھے۔

"جی یہ لیں۔" ہاتھ میں پکڑا شاپر انہیں تھمایا اسی وقت دروازہ کھول کر ایک اور شخص اندر آیا۔

"سر! ڈسٹرب تو نہیں کر رہا۔"

"آیئے آیئے خان صاحب۔" پروفیسر نعیم خوش دلی سے بولے۔

"ان سے ملیں یہ میرا بیٹا ہے سلمان۔" انہوں نے تعارف کروایا تو ان سے ہاتھ ملاتے اس نے ایک نظر اس لڑکی پر ڈالی جو حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کمپیوٹر سائنس کیا ہے انہوں نے اور سافٹ ویئر ہاؤس میں جاب مل گئی ہے۔"

"شکر ہے بی بی اے سے بچ گیا۔" اس کی شیرازتی بڑبڑاہٹ سن کر وہ اچھی خاصی شرمندہ ہو چکی تھی، جلدی سے سر سے دوبارہ آنے کا کہتے ہوئے وہاں سے بھاگی۔ جبکہ سلمان کی مسکراتی نگاہوں نے دروازے تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

☆☆☆

"رابی! یہ تم نے بنایا ہے؟" ماہا کی پرشوق نگاہیں اس اسٹائلش سے سوٹ پر مرکوز تھیں۔

"کوئی شک۔" ربیعہ نے فخریہ انداز میں کہا۔

"بس یہ فالتو کا کام کروالو اس سے۔" ماہا کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے، لیلیٰ مامی خراب موڈ کے ساتھ کچن سے نکلی تھیں۔

"مامی! ٹیلنٹ ہے اس کا آپ کو تو خوش ہونا چاہیے۔" ماہا نے سفارشی انداز میں کہا۔

"رہنے دو اپنی دوست کی سائڈ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ پڑھائی میں تو محترمہ کا کوئی ٹیلنٹ نظر نہیں آتا۔" وہ تو جیسے بھری بیٹھی تھیں۔ ماہا چپکی ہو گئی مگر ربیعہ کی زبان پھسل پڑی۔

"فیشن ڈیزائننگ پڑھ رہی ہوتی تو آپ دیکھتیں میں کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہوتی۔"

"خوش فہمی ہے تمہاری، یہی حال ہوتا تب بھی۔" اونچی آواز میں بولتے ہوئے وہ چلی گئیں تو ماہا اس کی جانب مڑی۔

"آج پھر مامی کو کیا ہو گیا ہے؟"

"جب جب دکھ یاد آئے گا، رلائے گا۔" اس نے لہک کر کہا تو ماہا نے اس کے کندھے پر دھپ رسید کی۔

"ہونا کیا ہے۔ ابو نے مجھے نادیہ کی خالہ کے بوتیک جانے کی اجازت دے دی ہے۔" ربیعہ نے مسکراتے ہوئے بتایا تو ماہا اچھل پڑی۔

"سچ۔"

"بالکل ابو خود مل کر آئے ہیں ان سے اور انہی کی گاڑی آیا کرے گی ویک اینڈ پر مجھے لے جانے اور چھوڑنے کے لیے۔"

"واہ؟ پر یہ ہوا کیسے؟" ماہا ابھی تک حیران تھی۔

"میں نے منایا ہے ابو کو اور اس کے بعد کی بمباری تو آپ دیکھ ہی چکی ہیں۔" اب اسے مامی کا غصہ سمجھ میں آیا تھا۔ مگر وہ ربیعہ کے لیے بہت خوش تھی۔

☆☆☆

"کیا میں آپ کے پاس بیٹھ سکتی ہوں؟" وہ بینچ پر بیٹھی تھی جب وہ لڑکی اس کے قریب آئی، چہرے پر دوستانہ مسکراہٹ تھی۔

میرب نے سر ہلایا یوں بھی باقی بینچ خالی تھا۔ آج وہ لوگ نتھیا گلی سے ہو کر آئے تھے اور اب رات ہو رہی تھی اور وہ پھر سے مال روڈ کی رونقیں دیکھنے نکل آئے تھے، رات کا کھانا بھی یہیں کھانے کا پروگرام تھا، ندا ایک دکان پر گرم شال لینے گئی تھی تو وہ وہیں ایک بینچ پر بیٹھ گئی۔

"آپ میرب ہیں نا۔" میرب نے حیرانگی سے اسے دیکھ کر سر ہلایا۔ اس نے پرانی سی جینز کے

www.pklibrary.com

اوپر کالی قمیض پہن رکھی تھی۔ گلے میں جینز کے ہم رنگ نیلا دوپٹا تھا، بالوں کی پونی بنا رکھی تھی۔

"کل آپ نے ہوٹل میں غریبوں کو کھانا کھلایا تبھی آپ کے متعلق معلوم ہوا۔" اس کی وضاحت پر وہ شرمندہ سی ہوگئی۔ "میں بہت متاثر ہوئی آپ سے، دوسروں کے لیے سوچنا، ان کا احساس کرنا بہت بڑی بات ہے۔" اس نے توصیفی انداز میں کہا۔ "آپ کسی اچھی فیملی کی لگتی ہیں۔ آپ کے پیرنٹس کہاں سے ہیں؟"

"جی میں اسلام آباد سے آئی ہوں، پیرنٹس کی تو ڈیتھ ہوگئی ہے، تایا تائی کے پاس رہتی ہوں۔" اس نے اپنا تعارف کرایا۔

"سوری، افسوس ہوا سن کر۔ آپ کے اندر میں نے بہت حساسیت دیکھی ہے۔ دراصل میری آنٹی کے این جی او ہے پنڈی اسلام آباد میں۔ ہم لوگوں کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور آپ جیسے لوگوں کی ہمیں ضرورت رہتی ہے جو دل سے کام کریں۔ ہم آپ کو اچھا معاوضہ بھی دیں گے۔" اس کی آفر پر وہ حیران ہوئی۔

"آپ اپنا نمبر مجھے دے دیں میں کال کرلوں گی۔"

اس نے حامی بھرتے ہوئے اپنا نمبر لکھوا دیا، اسے یہ سوچ کر خوشی ہو رہی تھی کہ وہ کوئی ایسا کام کر سکتی ہے جس سے کسی کا فائدہ ہو اور ساتھ میں اگر وہ اپنا بوجھ بھی اٹھالے تو تائی کے طعنے بھی کچھ کم ہو جاتے۔ پھر وہ کچھ دیر اس سے چھوٹی موٹی باتیں جو پوچھتی رہی جن کا وہ جواب دیتی رہی۔

"آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔" اسے خیال آیا۔

"سیماب۔" میرب کی جانب ہاتھ بڑھاتے اس نے کہا تو میرب نے بھی اپنا ہاتھ آگے کیا جو اس نے تھام لیا۔ اس کی کلائی میں رنگ برنگے بینڈز تھے۔

"امید ہے ابھی یہ بات ہمارے درمیان ہی رہے گی۔" وہ مسکرائی، ہاتھ اس نے ابھی تک نہیں چھوڑا تھا۔ میرب نے سمجھ کر سر ہلایا۔

"تم بہت خوب صورت ہو اور معصوم بھی۔"

اس نے دوسرے ہاتھ سے اس کے گال پر نرمی سے چٹکی ڈالی تو اسے کچھ عجیب سا احساس ہوا، یوں کبھی کسی نے تعریف کی بھی تو نہیں تھی۔ پھر اس کا ہاتھ چھوڑ کر "بائے" کہتی وہ آگے بڑھ گئی۔ میرب نے اپنے ہاتھ کو دیکھا جس پر پسینہ سا محسوس ہو رہا تھا۔ کتنا گرم تھا اس لڑکی کا ہاتھ کیا واقعی اسے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا موقع ملنے والا تھا۔ اس کے ذہن میں مختلف سوچیں ابھرنے لگیں۔

☆☆☆

"آج وہ بھور بن جانے کے لیے نکلے تھے اور کشمیر پوائنٹ تک ہو کر آئے تھے۔ کمرے کی جانب جانے والی سیڑھیاں چڑھتے وہ باتیں کرتے آگے بڑھ رہے تھے جب ندا پھولی سانسوں کے ساتھ تقریباً بھاگتی ہوئی ان تک پہنچی تھی۔

"ڈاکٹر منیب۔" اس کی پکار پر دونوں نے مڑ کر دیکھا۔

"شکر ہے، آپ مل گئے۔ میری دوست کو چوٹ لگی ہے اگر آپ کے پاس فرسٹ ایڈ باکس ہے تو پلیز آکر بینڈیج کردیں۔"

"آپ کی دوست کہاں ہیں؟" منیب نے پوچھا۔

"نیچے ہال میں۔"

"اوکے میں فرسٹ ایڈ باکس لے کر آتا ہوں۔"

"تھینک یو۔" وہ مشکور سی پلٹ گئی۔

سعد معنی خیز انداز میں کھنکارا، منیب نظر انداز کرتا فرسٹ ایڈ باکس لینے کمرے میں چلا گیا۔ نیچے ہال میں پہنچتے ہی انہیں وہ دونوں نظر آئیں۔

میرب کی کلائی پر زخم آیا تھا جس کو اس نے کپڑے کی مدد سے دبا کر خون روکنے کی کوشش کی تھی۔

www.pklibrary.com

منیب نے آہستگی سے وہ کپڑا ہٹایا، خون بہنا بند ہو چکا تھا مگر زخم خاصا گہرا تھا۔

"کیسے لگا یہ زخم؟" بینڈیج نکالتے اس نے پوچھا۔

"نوکیلا پتھر لگا ہے۔ میری دوست کو ہمدردی کا بخار ہر وقت چڑھتا رہتا ہے بس اسی چکر میں ایک خاتون کو گاڑی کے نیچے آنے سے بچاتے ہوئے یہ چوٹ لگوا بیٹھی، وہ تو عین وقت پر سنبھل گئیں مگر یہ گر گئی۔" ندا نے تفصیل بتائی۔

منیب نے مسکراہٹ روکتے اس پر نظر ڈالی جو اس کے بینڈیج لگانے کی وجہ سے آنکھیں میچے تکلیف برداشت کر رہی تھی۔

"آپ کی دوست کی نظریں بھی یقیناً کافی تیز ہوں گی جو ایسے مواقع تلاش کر لیتی ہیں۔ لیکن آپ فکر نہ کریں ڈاکٹر منیب کے ہوتے ہوئے آپ کی دوست کو کبھی بھی فری طبی سہولت میسر آ سکتی ہے۔" سعد نے شوخ انداز میں کہا۔

"آپ لوگوں کا بہت شکریہ کیونکہ یہاں پر اب ہم کہاں ڈاکٹر ڈھونڈتے پھرتے۔" ندا بولی۔

"شکریہ کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ تو اچھا ہوا کہ ہم یہیں تھے۔" بینڈیج کر کے سامان سمیٹتے ہوئے منیب نے جواب دیا۔ پھر اس کی جانب دیکھا جو خاموش بیٹھی تھی۔

"مس میرب! دوسروں کے لیے دل میں ہمدردی رکھنا بہت اچھی بات ہے مگر ایسے میں اپنی ذات سے غفلت برتنا خود اپنے ساتھ ناانصافی ہے۔ اپنا خیال خود رکھنا سیکھیے۔"

اس کی اپنی جانب اٹھی آنکھوں میں دیکھتے وہ سنجیدگی سے بولا۔ اس کی بات پر غور کرتی وہ سر جھکا گئی۔ پھر ندا کو پین کلر کے ساتھ چند ہدایات دے کر وہ سعد کے ساتھ آگے بڑھ گیا تو وہ دونوں بھی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

☆☆☆

ندا کو پریشانی سے ٹہلتے خاصا وقت گزر چکا تھا۔ اب تو اس کی ٹانگیں تک شل ہو گئی تھیں۔ سوچ سوچ کر دماغ ماؤف ہوا جا رہا تھا۔ کتنے چکر تو وہ ہوٹل کے اندر بھی لگا آئی تھی۔ ویٹرز سے بھی پوچھ چکی تھی۔ مگر میرب کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ آج ان کا مری میں آخری دن تھا انہیں شام پانچ بجے نکلنا تھا اسی لیے آج طے ہوا تھا کہ وہ مال روڈ پر ہی پھریں گے تاکہ وقت پر نکل سکیں۔ صبح وہ لیٹ اٹھی تھیں اور ناشتا کر کے باہر چکر لگانے کا ارادہ تھا۔ مال روڈ پر چکر لگاتے وہ دکانوں میں چیزیں دیکھ رہی تھیں۔ جب میرب نے اس سے کہا کہ وہ بک فیئر کی طرف جا رہی ہے۔ ندا کپڑے دیکھ رہی تھی اس نے سر ہلا دیا یوں بھی وہ اب یہاں اتنا پھر چکے تھے کہ ساری دکانوں اور جگہ کا علم ہو گیا تھا۔ ساری دکانوں سے ہوتے ہوئے وہ جب اس جانب آئی جہاں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جاتے تو دائیں جانب بک فیئر لگایا گیا تھا۔ وہاں پر میرب نہیں تھی۔ شاید اس سے پہلے ہی جا چکی تھی۔

اگلے آدھے گھنٹے میں پوری مال روڈ پر اسے تلاش کرتے وہ پریشان ہو اٹھی تھی۔ پھر وہ اس بک فیئر والی جگہ بھی گئی اور وہاں موجود شخص سے میرب کا پوچھا۔ وہ انہیں پہچان گیا تھا وہ پہلے بھی یہاں اکٹھے آ چکی تھیں۔ اس کا کہنا یہی تھا کہ میرب آج یہاں نہیں آئی تھی اور یہ سن کر ندا کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہو رہا تھا۔ آخر وہ یہاں سے کہاں جا سکتی تھی۔ ایک گھنٹہ مزید اسے تلاش کرنے کے بعد وہ ہوٹل واپس آئی تو میرب یہاں بھی نہیں پہنچی تھی۔ پانچ بجنے والے تھے سب اپنا سامان لے کر باہر نکل رہے تھے۔ سامان تو ان دونوں کا بھی تیار تھا بس میرب غائب تھی۔

پانچ بجے اس نے پریشانی سے انہیں اطلاع دی تھی کہ میرب غائب ہے۔

"آخر وہ کہاں چلی گئی اسے معلوم بھی تھا کہ پانچ بجے بس چل پڑے گی۔" عدیل کو غصہ آ رہا تھا یہ سارا ٹرپ اس نے مینج کیا تھا۔

"مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا اس کا نمبر بھی آف جا رہا ہے۔" ندا پریشانی سے بولی۔

www.pklibrary.com

"اسے غیر ذمہ داری کا ثبوت نہیں دینا چاہیے تھا اب ہم تو آج یہاں نہیں رک سکتے۔ ہمیں ہر حال میں واپس جانا ہے۔" طاہر بولا۔

"کہیں وہ کسی کے ساتھ تو نہیں چلی گئی۔" صدف کی بات پر وہ بھڑک ہی تو اٹھی۔

"وہ ایسی لڑکی نہیں ہے بہتر ہے تم اپنے خیالات اپنے پاس رکھو۔"

"یہ لڑنے کا وقت نہیں ہے۔ اب سوچو کہ کرنا کیا ہے۔" عدیل نے انہیں ٹوکا۔ وہ اگر مزید رکتے تو سب کو اور پیسے ڈالنے پڑتے اور پھر اس بات کی ضمانت کون دیتا کہ میرب واپس آئی بھی یا نہیں۔ چار گھنٹے مزید انتظار کرنے کے بعد عدیل اس کے پاس آیا۔

"دیکھو ندا ہمیں نہیں پتا وہ کہاں گئی ہے۔ ہم سب اسے تلاش کر چکے ہیں۔ یقیناً وہ اپنی مرضی سے نہیں گئی ہے۔ تم نے خود ہی بتایا تھا کہ وہ بک فیئر کا کہہ کر گئی تھی جبکہ وہاں نہیں پہنچی تو اب اس کا صاف مطلب یہی ہے۔ اب نہ بس والا یہاں رکنے پر تیار ہے نہ کوئی اسٹوڈنٹ بہتر ہے کہ تم بھی بس میں بیٹھ جاؤ۔"

اس نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

"میں اپنی دوست کو چھوڑ کے چلی جاؤں۔"

"تمہاری دوست خود یہاں سے گئی ہے۔ تم نے جانا ہے یا رکنا ہے تم بتا دو۔" وہ کچھ سننے کے موڈ میں نہیں لگ رہا تھا۔

"ہم اس کے گھر والوں کو کیا جواب دیں ہم ایسے کیسے۔" ندا کو بولنا مشکل لگا تھا۔ آنسوؤں کا گولا حلق میں پھنس گیا تھا۔

"اپنے عمل کی وہ خود جواب دہ ہے۔ ہم اسے جتنا تلاش کر سکتے تھے کر چکے ہیں اب وہ خود کہیں چلی گئی ہے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔" عدیل نے صاف جواب دیا۔

سب گاڑی میں بیٹھ رہے تھے جبکہ وہ امید سے اردگرد دیکھ رہی تھی کہ شاید میرب کہیں سے آجائے مگر وہ نہیں آئی۔ بمشکل اپنی ٹانگوں کو حرکت دیتے وہ بس میں چڑھ گئی تھی۔ مگر دروازے کے پاس سے ہل نہیں سکتی تھی۔ دل کی عجیب کیفیت ہو رہی تھی۔ وہ اس کی سب سے اچھی دوست تھی اسے جانتی تھی وہ بھی کسی کے ساتھ نہیں جا سکتی تھی، پھر بھلا اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔

مری آتے ہوئے جس خوشی اور جوش کا مظاہرہ سب کر رہے تھے وہ اب غائب ہو چکا تھا۔ عجیب سی کیفیت سب پر طاری تھی۔ دھیمی سرگرشیوں کی آوازیں آ رہی تھیں مگر وہ ان سب سے بے نیاز چلتی ہوئی کھڑکی کے پاس بیٹھ گئی تھی۔ نگاہیں مری کی سڑکوں پر بھٹک رہی تھیں۔ کاش وہ اسے ساتھ آنے پر مجبور نہ کرتی یا اپنے سے الگ نہ ہونے دیتی۔ کیا اب وہ ساری زندگی میرب کو نہیں دیکھ پائے گی؟ ایسے بہت سے سوال اس کے ذہن میں کلبلا رہے تھے۔

☆☆☆

سامان گاڑی میں رکھ کر وہ کاؤنٹر پر چابی دینے رکے تھے۔

"ٹرپ والے نظر نہیں آ رہے؟ ان میں سے ایک لڑکا عدیل میرا نمبر مانگ رہا تھا جب آئے تو اسے میرا کارڈ دے دیجیے گا۔" منیب نے اپنا کارڈ کاؤنٹر پر کھڑے شخص کو پکڑایا۔

"سر! وہ لوگ تو جا چکے ہیں۔" ان کی تو بڑی ٹینشن بن گئی تھی۔

اس کی بات پر وہ دونوں متوجہ ہوئے۔

"ایک لڑکی غائب ہو گئی تھی جی، کافی دیر انتظار کیا مگر نہیں واپس آئی۔ وہی جی جنہوں نے غریبوں کو جمع کر لیا تھا کھانا کھلانے کے لیے۔" سعد اور منیب نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ "پھر وہ ملیں؟" منیب نے پوچھا۔

"نہیں جی، ان کی دوست کہتی تھیں کہ جہاں کا بتا کر گئی تھیں وہ نہیں پہنچیں۔ ساری مال روڈ دیکھ لیا۔ ان سب نے پر شاید وہ کسی کے ساتھ چلی گئیں ورنہ

www.pklibrary.com

مال روڈ سے کدھر جانا تھا جی۔"

"یہ ٹرپ والوں کا کیا قصہ ہے۔" اسی وقت ہوٹل کا ایک ملازم قریب آیا تھا۔ کاؤنٹر والے نے اسے بھی ساری بات بتائی۔

"ایسی لگتی تو نہیں تھی کہ کسی کے ساتھ چلی گئی ہو۔" سعد نے منیب سے کہا جو خود بھی یہی سوچ رہا تھا۔

"کہیں اغوا کاروں کے ہاتھ تو نہیں لگ گئی۔ ابھی سن کر آرہا ہوں مری میں کوئی گینگ آیا ہوا ہے۔" وہ مڑتے مڑتے رکے تھے۔ "پچھلے ہفتے ایک لڑکی غائب ہوئی ہے، یتیم بچی تھی دوستوں کے ساتھ آئی تھی پھرنے، پہلے تو اس کی ماں اور ماموں ہسپتالوں میں تلاش کرتے رہے پھر اب پولیس میں رپورٹ کرائی ہے۔"

وہ دونوں خاموشی سے آکر گاڑی میں بیٹھے۔

"وہ لوگ اسے چھوڑ کر کیسے چلے گئے۔ اگر پولیس کو بتایا جاتا تو وہ اسے تلاش تو کرتی۔" منیب سنجیدگی سے بولا۔ دل سوچ سوچ کر کچھ بوجھل سا ہو رہا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔" سعد نے کہا۔ منیب نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے اور انہیں نکلتے کافی دیر ہو چکی تھی۔

"کیا ہوا؟" منیب نے گاڑی روکی تو سعد نے پوچھا۔

ٹائر کی ہوا چیک کر لیتا ہوں۔ شام کو مجھے شک سا ہو رہا تھا۔" منیب نے اترتے ہوئے کہا۔ سعد کی نگاہیں سڑک پر تھیں جہاں اکا دکا گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ سڑک کے دوسرے کونے میں ایک گاڑی رکی نظر آئی۔ پھر وہ بھی آگے بڑھ گئی اسی وقت منیب تیزی سے آکر گاڑی میں بیٹھا تھا۔ اس کا انداز غیر معمولی تھا۔

"وہ جو گاڑی ابھی گزری ہے میں نے اس میں اس لڑکی کی جھلک دیکھی ہے۔" تیزی سے بولتے منیب نے عجلت میں گاڑی اسٹارٹ کی۔

"تمہارا وہم بھی ہو سکتا ہے۔ اتنے اندھیرے میں بھلا تمہیں وہ کیسے نظر آگئی۔" سعد بے یقین ہوا۔

"نہیں میرا وہم نہیں ہے گاڑی کی لائٹ چند لمحوں کے لیے آن ہوئی تھی اور اس کا ڈرا سہما سا چہرہ مجھے نظر آیا تھا۔" منیب بے چینی سے بولا۔ گاڑی اب پوری رفتار سے اس کے گاڑی کے پیچھے جا رہی تھی جو خاصی اسپیڈ سے جا رہی تھی۔

"منیب یار دھیان سے چلا۔" سعد کو پریشانی ہوئی۔

"یہ ایک معصوم لڑکی کی زندگی کا سوال ہے، ہمیں اسے بچانا ہوگا۔" منیب کا لہجہ اٹل تھا۔

"ہم پولیس بلا لیتے ہیں وہ لوگ خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔"

"وقت نہیں ہے ہمیں ہی کچھ کرنا ہوگا۔ جب تک ہم پولیس کو خبردار کرنے جائیں گے یہ نکل جائیں گے۔ گاڑی کی ڈیش بورڈ کے نیچے والا خانہ کھولو۔"

سعد نے ناسمجھی سے اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔ گاڑی اس وقت پوری رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ رات کا وقت تھا اور ذرا سے غلطی سے کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ سعد نے ہدایت پر عمل کرتے خانہ کھولا تو سامنے رومال میں لپٹا پستول نظر آرہا تھا۔ سعد نے منیب کو ایک نظر دیکھا اور پھر سامنے بھاگتی گاڑی کو جس سے ان کا فاصلہ کم ہوتا نظر آرہا تھا۔

اپنی گاڑی اس کی گاڑی کے آگے روکتے اس نے انہیں بریک لگانے پر مجبور کیا۔ سعد کے ہاتھ سے پستول پکڑ کر اپنی پتلون کی جیب میں رکھتا وہ تیزی سے گاڑی سے اترا۔ سعد نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ منیب کے قریب پہنچتے ہی اگلی نشستوں سے دو لمبے تڑنگے آدمی نیچے اترے۔

"کیا مسئلہ ہے۔ کیوں روکا ہے ہمیں۔" لمبے بالوں والے اس شخص نے ترشی سے پوچھا۔

"شرافت سے لڑکی کو چھوڑ دو کیونکہ اس کو لیے بغیر تو ہم نہیں جائیں۔" منیب نے غرا انداز میں اس

www.pklibrary.com

کر آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"اپنی جان پیاری ہے تو چلے جاؤ یہاں سے۔"

اس شخص نے پستول نکال کر دونوں پر تان لیا۔

"اسے لیے بغیر نہیں جاؤں گا۔ اپنی خوش قسمتی سمجھو کہ ہمارے ساتھ پولیس نہیں ہے ورنہ تم لوگ بھی پکڑے جا چکے ہوتے۔"

سعد نے ہونٹ پر زبان پھیرتے اس اندھیری رات کی ہولناکی کو پوری طرح محسوس کیا جبکہ منیب بے خوفی سے کھڑا تھا۔

"چلے جاؤ ورنہ جان سے جاؤ گے۔ رحم کروا پنی جوانی پر۔" منیب نے پستول نکال کر اس پر تانی۔ "سوچو اگر یہ چل گئی تو تم جان سے جاؤ گے کیونکہ میرے پاس اصلی ہے۔"

منیب کی بات پر جہاں سعد حیران ہوا وہیں وہ آدمی گڑبڑا گیا۔

"کیا مطلب تمہارا؟"

"مطلب تم اچھی طرح جانتے ہو۔ میں نہ صرف نشانہ اچھا لگاتا ہوں بلکہ پستول دیکھ کر بتا سکتا ہوں کہ اصلی ہے یا نقلی اس لیے تم مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ سعد پچھلا دروازہ کھول کر خواتین کو اتارو۔"

وہ سعد سے مخاطب ہوا تو اس نے جلدی سے تعمیل کی۔

ان دونوں کے درمیان بیٹھی ڈری سہمی سی میرب نیچے اتری۔ ان کی گفتگو وہ سن چکی تھی۔ جلدی سے اس کی اوٹ میں آ کھڑی ہوئی۔ آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ بچ نکلی تھی۔ منیب نے انہیں پہلے نکلنے دیا تھا کیونکہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا پھر وہ گاڑی میں بیٹھے تھے۔

"میرب آپ ٹھیک ہیں نا؟" اس نے پچھلی سیٹ پر بیٹھی میرب سے پوچھا۔

"جی آپ کا بہت شکریہ" آنسوؤں کے درمیان وہ بمشکل بول پائی تھی۔

"شکریے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ تو اللہ کا کرم ہے کہ ہم بروقت آپ تک پہنچ گئے۔ آپ مطمئن ہو جائیں اب آپ اس مشکل سے نکل آئی ہیں۔" منیب نے نرم لہجے میں اسے تسلی دی تھی۔

☆☆☆

"اب فنکشنز میں اتنی دیر تو ہو ہی جاتی ہے نا۔" ربیعہ نے آرام سے کہا، وہ خاصی پرسکون تھی۔

"بڑے ماموں کو بخار نہ ہوتا تو وہ خود لینے نکل چکے ہوتے۔ اور یہ منیب ماموں یہ تو مری کے ہی ہو کے رہ گئے ہیں۔" ماہا کو منیب کا خیال آیا۔ اگر وہ پنڈی میں ہوتا تو انہیں لینے آ چکا ہوتا۔ وہ دونوں پنڈی کے تیسرے کونے میں اپنی دوست ایمن کی شادی میں گئی تھیں۔ واپسی میں دیر ہو گئی تھی۔ اتنی رات کو وہ پہلے کبھی خود ڈرائیو کر کے کہیں نہیں گئی تھیں اسی وجہ سے وہ پریشان ہو رہی تھی۔

"ٹینشن مت لو میں جو ہوں۔" یہی تو ٹینشن ہے۔ ماہا جھٹ سے بولی اور اسی وقت گاڑی جھٹکے سے رکی۔

"کیا ہوا؟" کندھے اچکاتے ربیعہ نے گاڑی اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی مگر وہ تھی کہ اسٹارٹ ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"اب کیا ہوگا؟" ماہا نے سنسان سڑک پر نظر ڈالی۔ کہ اس کی نظر کچھ فاصلے پر رکنے والی گاڑی پر پڑی۔ اس نے بے اختیار جھرجھری لی۔

"باہر نہیں نکلنا رابی، وہ لڑکے مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے" ماہا نے توجہ دلائی تو ربیعہ کو بھی عجیب سا احساس ہوا۔ اس نے پھر سے گاڑی اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی مگر کچھ آوازیں نکالنے کے بعد گاڑی بند ہو گئی۔ اور اتنے میں وہ لڑکے ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔ پھر کچھ دیر آپس میں باتیں کرنے کے بعد وہ ان کی گاڑی جانب بڑھنے لگے۔ تو ربیعہ نے جلدی سے گاڑی کا لاک چیک کیا۔

"رابی! اب کیا ہوگا۔" ماہا کی سہمی ہوئی آواز گاڑی میں گونجی۔ اس نے ربیعہ کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا اور اب تو ماہا کے ساتھ ربیعہ کا دل بھی لرز اٹھا تھا۔

ماہا کو فوراً وہاج کا خیال آیا اور اس نے وہاج کو

www.pklibrary.com

کالج ملائی اور ساری صورتحال بیان کی وہاج نے اسے تسلی دی۔

ماہا! میں آرہا ہوں، قریب ہی ہوں۔ تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں پریشان مت ہونا۔

وہ اور سلمان ساتھ ہی تھے۔ دوستوں کے ساتھ کھانا کھا کر آرہے تھے جب اسے ماہا کا فون آیا اور فوراً اس نے گاڑی پنڈی کی جانب موڑی تھی۔ آندھی اور طوفان کی طرح گاڑی چلاتے وہ جلد از جلد مطلوبہ جگہ پہنچنا چاہتا تھا۔

''بیس منٹ مزید لگ جائیں گے ہمیں ابھی۔'' سلمان نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ اس کا وہاج کی بہن سے غائبانہ تعارف ہو چکا تھا۔ اور اب وہ وہاج کی جذباتی کیفیت کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

اگلے پندرہ منٹ میں وہ وہاں تک پہنچے تھے۔ دور سے ہی ان کی گاڑی نظر آگئی تھی جس کے قریب ان لڑکوں کا گروپ کھڑا ان کو ڈرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مقصد یہی تھا کہ وہ دروازے کھول دیں۔ وہاج کا خون گویا ابل پڑا تھا۔ چہرہ سرخی مائل ہو گیا۔ گاڑی ان کے قریب ایک جھٹکے سے روکی۔ وہ سب چونک کر متوجہ ہوئے۔ جسے ہی وہاج اور سلمان گاڑی سے اترے وہ سب لڑکے تیزی سے اپنی گاڑی میں بیٹھے اور وہاں سے فرار ہو گئے۔

ماہا اور ربیعہ کی آدھی ٹینشن تو انہیں دیکھ کر ہی ختم ہو گئی تھی۔ باقی معاملہ بگڑنے کا خطرہ تھا جو کہ ٹل چکا تھا۔ دونوں دروازہ کھول کر اتریں۔

''شکر ہے آپ آگئے ہم تو گھبرا گئے تھے۔'' ماہا وہاج کو دیکھتے ہی بولی۔

''آج تو بیچ میں ماہا کے بھائی آپ نے بچالیا ورنہ یہ ماہا تو ابھی تک بے ہوش ہو چکی ہوتی۔'' ربیعہ اپنی جون میں آچکی تھی۔ سلمان بھی قریب آکر کھنکارا تو انہوں نے اسے دیکھا۔ ماہا کے ذہن میں یونیورسٹی والا سین گھوم گیا جبکہ سلمان پہلے ہی اسے پہچان چکا تھا۔

''یہ میری بہن ماہا ہے اور ماہا یہ ہماری پھوپھو کا بیٹا سلمان ہے اور میرے بچپن کا دوست بھی۔'' وہاج نے تعارف کرایا۔

ماہا نے اس کے سلام کا جواب دیتے اس کی شرارتی نظریں پوری طرح محسوس کر لی تھیں اور اس روز والی باتیں یاد کر کے شرمندہ بھی ہو رہی تھی۔

''میں آپ لوگوں کو نظر آرہی ہوں۔'' ربیعہ نے منہ بنا کر وہاج کو دیکھا۔''

یہ میری دوست اور ماموں کی بیٹی ہے۔'' ماہا جلدی سے بولی۔

اونہو! ادھورا تعارف نہیں کراتے ماہی۔ ابھی ابھی تو تمہارے بھائی نے مجھے کزن تسلیم کیا ہے۔ یہ تمہاری پھوپھو کے بیٹے اور میں ان کی ماموں کی بیٹی۔'' ربیعہ نے دونوں کی جانب اشارہ کرتے مزے سے کہا انداز سراسر چڑانے والا تھا۔

''ہماری گاڑی میں بیٹھو۔ اور اپنی گاڑی لاک کر کے چابی مجھے دے دو۔'' وہاج نے اس کی بات کے جواب میں بولنا ضروری نہیں سمجھا محض اس پر ایک خاموش نگاہ ڈالی۔

ماہا نے ربیعہ کے ہاتھ سے چابی لے کر وہاج کو دی۔ پھر وہ ان کی گاڑی میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ ماہا ہی نے اسے گھر کا راستہ سمجھایا۔

''سلمان صاحب! آپ سے دوستی کیسے کر لی انہوں نے۔ رشتہ داروں سے تو یہ بات تک کرنا پسند نہیں کرتے۔'' ربیعہ کی بات پر ماہا کا سر پیٹ لینے کا دل چاہا جسے وہاج کو چھیڑے بغیر آرام نہیں آرہا تھا۔

''ماہا! تمہاری دوست کو رشتہ داریاں بنانے کا زیادہ ہی شوق ہے۔'' جواب اس بار وہاج کی طرف سے آیا تھا۔

''ہم تو دل کے صاف لوگ ہیں رشتوں کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔''

''رشتے اپنی قدر خود بڑھاتے اور کھوتے ہیں۔'' وہاج سنجیدگی سے بولا۔

''میرا خیال ہے یہاں کوئی تقریری مقابلہ نہیں چل رہا آپ دونوں کچھ خوش گوار گفتگو نہیں کر سکتے۔''

www.pklibrary.com

سلمان کی مداخلت پر ماہا نے سکون کا سانس لیا۔

"آپ کے دوست کے لیے تھوڑا مشکل ہو جائے گا۔" ربیعہ مسکرائی۔

"اور آپ کی دوست بولنے کے لیے کس خاص موقعے کا انتظار کر رہی ہیں۔" سلمان مسکراتے لہجے میں بولا۔

"یہ دل میں مجھے کوس رہی ہے کہ کہیں اس کے بھائی صاحب کو ناراض نہ کر دوں۔ گھر جا کر میری کلاس لے گی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" ماہا نے اسے گھورا۔

"کیوں کزن، ناراض تو نہیں ہو گئے آپ؟" ربیعہ نے شرارت سے پوچھا تو اب کی بار وہاج کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔

"نہیں، بہن کی دوست سے کون ناراض ہو سکتا ہے۔" وہ بھی واضح کرنا نہیں بھولا۔

"گڈ، خوش آئند بات ہے۔ ایک دن ماموں کی بیٹی سے بھی مان جائیں گے۔"

"یہاں پھوپھو کے بیٹے کی ضرورت ہے یا وہ گاڑی سے کود جائے۔" سلمان نے دہائی دینے والے انداز میں کہا تو گاڑی میں ہنسی کی آوازیں گونج اٹھیں۔ ماہا نے بھی سکون کا سانس لیا ورنہ آج ربیعہ نے وہاج کو زچ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

گھر پہنچتے انہیں کافی ٹائم ہو گیا تھا اور دونوں کے موبائلز کی بیٹری بھی جواب دے گئی تھی ایسے میں ان کی جو بے عزتی گھر جاتے ہی ہونے والی تھی اس کی دونوں کو ہی فکر تھی۔ گھر کے گیٹ پر وہ اتر رہی تھیں جب ربیعہ نے رک وہاج کو مخاطب کیا۔

"کزن اب یہاں تک آ گئے ہیں تو اندر بھی آ جائیں۔" ماہا کے قدم وہیں رک گئے جیسے اس کا جواب سننا چاہتی ہو۔

"بہت دیر ہو گئی ہے۔ آپ دونوں کو اب جانا چاہیے۔" وہاج نے سنجیدگی سے کہا تو ماہا ہاتھ ہلاتی اس کا بازو پکڑ کر اسے گیٹ تک لے گئی۔ چابی ان کے پاس تھی اس لیے دروازہ کھول کر اندر چلی گئیں تو وہاج نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

☆☆☆

راستے میں سعد کو اتارتے اور اس کے گھر پہنچتے آدھی سے زیادہ رات بیت چکی تھی۔ دوران سفر میرب انہیں سارا قصہ سنا چکی تھی کہ کیسے وہ لڑکی اسے اپنے ساتھ اصرار کر کے لے گئی تھی کہ اس کی آنٹی این جی او کے کام سے مری آئی ہوئی ہیں تو وہ ان سے مل لے۔ پھر انہوں نے اسے کمرے میں بند کر دیا۔ جس کے کچھ گھنٹوں بعد انہوں نے اسے گن پوائنٹ پر ڈرا دھمکا کر گاڑی میں سوار کروا لیا۔

"آپ گھبرائیں نہیں میں آپ کے تایا سے خود بات کروں گا۔" بیک ویو مرر میں اس کا پریشان چہرہ دیکھتے منیب نے تسلی دی۔ میرب اس کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ اس کی واپسی کا تایا تائی کو اچھی طرح علم تھا اور پوری رات تقریباً گزر چکی تھی ایسے میں ایک غیر شخص کے ساتھ اس کی واپسی پر گھر میں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہو گا۔

گاڑی رولیف ہاؤس کے سامنے رکی تو وہ اپنے اندر ہمت جمع کرتی نیچے اتری۔ منیب اس کے ساتھ گیٹ تک آیا۔ دروازہ چوکیدار نے کھولا جس کی نظروں میں حیرانی اتر آئی تھی۔ اسی وقت رولیف تایا باہر نکلے تھے اور اس پر نظر پڑتے ہی ان کے چہرے کے تاثرات بگڑے۔ منیب نے آگے بڑھ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر دوسری جانب وہ اخلاقیات نبھانے کے موڈ میں قطعاً نہیں تھے۔

"اندر آؤ" سخت لہجے میں کہتے وہ واپس ہو لیے، دونوں نے ان کی تقلید کی۔ اندر ناہید تائی پہلے سے موجود تھیں شاید بیل کی آواز سن کر آئی تھیں۔

"آپ نے اس کو اندر کیسے گھسنے دیا اور ساتھ اس کو بھی لے آئی جس کے ساتھ گئی تھی۔"

تو کیا اپنے گھر کا تماشا باہر لگاتا۔" تایا غصے سے بولے۔

میرب کا سانس سینے میں اٹکا۔

www.pklibrary.com

"میں آپ کو ساری حقیقت بتاتا ہوں۔" منیب اعتماد سے آگے بڑھا۔ "دراصل مس میرب مری میں ایک اغوا کار گینگ کے ٹریپ میں آگئی تھیں اور ان کی خوش قسمتی تھی کہ میں اور میرا دوست جو کہ انہی کے ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ان کو پہچانتے تھے یہ ہمیں مل گئیں اور ہم نے انہیں.....

"واہ میاں واہ۔ تم نے کیا سمجھ لیا تھا کہ کوئی بھی کہانی گھڑ لو گے اور ہم یقین کر لیں گے۔" تائی نے ترشی سے اس کی بات کاٹی۔

"یہ سچ کہہ رہے ہیں تائی۔" میرب نے زبان کھولی۔

تم تو خاموشی ہی رہو۔ ذرا شرم نہیں آئی تمہیں۔ ساری رات گزار کر اب یہ کہانی لے کر ہمارے سامنے آگئیں۔ ارے ہمیں کیا بے وقوف سمجھ رکھا ہے۔" تائی غصے سے بولیں۔

"دیکھیں خاتون، اب آپ زیادتی کر رہی ہیں۔" منیب ناگواری سے بولا۔

"مجھ سے بات کرو تم۔ کیوں آئے ہو اب اسے چھوڑنے۔ اس کا کالج ٹرپ نہ صرف واپس آچکا ہے بلکہ انہی سے ہمیں پتا چلا ہے کہ یہ کسی کے ساتھ پہلے ہی جا چکی تھی۔" تایا نے غضب ناک انداز میں کہا۔ اور اس کی دوست ندا نے خود بتایا ہے کہ یہ ایک لڑکے کے ساتھ اپنی مرضی سے گئی تھی۔" تائی نے ٹکڑا لگایا۔

"میرب نے حیرت سے تائی کی شکل دیکھی۔ ندا اس کے متعلق ایسی بات نہیں کر سکتی تھی پھر تائی یہ سب کیوں کہہ رہی تھیں۔"

"میں نے تو اسے جانے سے بھی منع کیا تھا مگر یہ ضد کر کے ٹرپ پر گئی اور اب اصل وجہ تو تم ہی ہو جو دیدہ دلیری سے اسے چھوڑنے تک آگئے۔ مطلب پورا ہو گیا تھا کیا۔"

"آپ کو احساس ہے کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ ہمارے کردار پر الزام لگا رہی ہیں آپ۔" منیب کا چہرہ سرخ ہوا۔

میرب تو تائی کے جھوٹ پر گنگ کھڑی تھی۔ کیوں کر رہی تھیں وہ ایسا۔

"اتنے ہی یار سا ہو تم تو لے جاؤ اسے یہاں سے نکاح کر کے کیونکہ یہاں اس کی اب کوئی جگہ نہیں ہے۔" تایا کی گرجدار آواز گونجی۔

شارق نیند سے آنکھیں ملتا نیچے آیا تھا۔

"تایا جان! میں نے کچھ نہیں کیا میں....." میرب نے بولنا چاہا مگر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

"میں تم سے بات کرنا بھی گناہ سمجھتا ہوں۔ مرے ہوئے ماں باپ کی عزت کا جنازہ نکالتے تم شرم سے مر کیوں نہ گئیں۔ مجھے اگر بھائی کا خیال نہ ہوتا تو ٹانگیں توڑ دیتا تمہاری۔"

"عزتوں پر ہاتھ ڈالنے والے سایہ بن کر دہلیز پار نہیں کراتے۔ اگر میری نیت میں کھوٹ ہوتا تو میں انہیں یہاں چھوڑنے ہی کیوں آتا۔" منیب سنجیدگی سے بولا۔

"اچھا باقی سارے جھوٹے اور تم سچے ہو۔ یہ لفاظی کہیں اور جا کر کرنا۔ سچ بولو نا کہ ایسی لڑکی کو اپنی عزت بنا کر لے جا نہیں سکتے۔" تایا تلخی سے بولے۔

"میں اس لڑکی کا گواہ بن کر ساتھ آیا تھا اور آپ ہیں کہ اسی پر الزام لگائے جا رہے ہیں۔" منیب زچ ہوا۔

"اور تمہاری گواہی کون دے گا۔ میاں جو لڑکی رات گزرنے کے بعد ایک اجنبی شخص کے ساتھ آئے وہ عزت دار کہلانے کی حق دار نہیں رہتی۔ اور نہ ہم اسے قبول کریں گے۔ ہمارے جیسے گھروں میں عزت جان سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔" منیب نے ان کے چہرے پر پھیلی نفرت کو دیکھا اور مضبوط لہجے میں بولا۔

"ٹھیک ہے، میں نکاح کے لیے تیار ہوں۔"

میرب کی آنکھوں سے بہتے آنسو ساکت ہوئے۔

"یہ نکاح ابھی اور اسی وقت ہوگا اور یہ تمہارے ساتھ جائے گی۔" پھر وہ شارق کی جانب مڑے۔ جاؤ مسجد کے مولوی صاحب کو لے کر آؤ۔

تائی کے چہرے پر گویا سکون سا اتر آیا تھا۔ کل کو وہ جس لڑکی کے اپنی بہو بن جانے کے خیال سے خائف تھیں آج قسمت نے انہیں موقع فراہم کر دیا تھا

www.pklibrary.com

کہ اس کا پتا آسانی سے صاف کر دیتیں۔

☆☆☆

"چاچو! یہ کس لڑکی کو اٹھا لائے ہیں۔" ربیعہ نے بے ساختہ پوچھا۔ صبح کے سات بجے ان دونوں کی آنکھیں پوری کھل چکی تھیں۔ رات کو وہ ماہا کے کمرے میں ہی سو گئی تھی اور اب منیب کی کال پر وہ دونوں جاگی تھیں اور ایک لڑکی کو منیب کے کمرے میں موجودگی کا سن کر دونوں حیرت زدہ تھیں۔

"حد ادب لڑکی..... یہ اٹھا لانے کا کیا مطلب ہے۔" اپنے کمرے کے دروازے کو دیکھتے منیب نے بھتیجی کو گھورا۔

"ماموں اس سچویشن میں یہی الفاظ منہ پر آسکتے تھے۔" ماہا بھی بول اٹھی۔

"یہ ہے کون چاچو؟" ربیعہ سے صبر نہیں ہو پا رہا تھا۔

"چاچی ہیں تمہاری۔" دونوں کا منہ کھل گیا۔

"کچھ مسئلہ ہو گیا تھا اس لیے مجھے نکاح کرنا پڑا۔ بعد میں سارا قصہ بتاتا ہوں۔ بس ابھی تم انہیں اپنے کمرے میں لے جاؤ اور بجو سے ابھی ذکر مت کرنا۔ شام میں میں خود سب کو بتا دوں گا۔ اور اگر آج چھٹی کر سکتی ہو تو کر لو۔"

"چھٹی تو آج ہم ویسے بھی کر رہے تھے۔ مگر یہ سب۔" ماہا کو یقین کرنا مشکل لگ رہا تھا بھلا منیب کسی کو نکاح کر کے گھر کیسے لا سکتا تھا۔

"چاچو! اپنے کمرے میں رہنے دیں نا انہیں۔ ہم بھی کچھ دیر سو جائیں گے۔" ربیعہ کے منہ سے نکلا تو منیب نے گھورا۔

"تو میں کیا سونے ہسپتال جاؤں۔"

"نہیں..... وہ آپ کی تو ڈیوٹی نہیں تھی آج۔" ربیعہ گڑبڑائی۔

"کل رات سے جاگ رہا ہوں آج نہیں جا سکتا۔ فون کر کے ایمرجنسی لیو لیتا ہوں، تم لوگ بس ان کا خیال رکھ لو مہربانی ہوگی۔" منیب کے چہرے سے تھکن واضح ہو رہی تھی سو ماہا نے ہامی بھر لی۔ منیب انہیں کمرے تک لے کر گیا جہاں وہ گم صم سی بیٹھی دیوار کو تک رہی تھی۔

"میرب..... یہ ماہا اور ربیعہ ہیں میری بھانجی اور بھتیجی۔" منیب نے تعارف کروایا تو وہ چونک کر متوجہ ہوتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

دونوں نے اس کا جائزہ لیا جو کنفیوز سی لگ رہی تھی۔ گوری رنگت اور خوب صورت نقوش والی وہ لڑکی جس کی صورت میں دلکشی کے ساتھ ساتھ معصومیت کا تاثر بھی شامل تھا انہیں بہت اچھی لگی۔

وہ اسے اپنے ساتھ کمرے میں لے گئیں۔ ناشتے کا پوچھا مگر اس نے انکار کر دیا تو اسے آرام کرنے کا کہہ کر وہ لاؤنج میں آ گئیں۔

"مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا۔" ماہا نے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

"اور میں سوچ رہی ہوں، پھوپھو تو ویسے ہی کل وہاج کا سن کر خاموش ہو گئی تھیں اور آج چاچو سرپرائز لے کر آ گئے ہیں اب ہوگا کیا۔" ربیعہ نے لب کاٹے، کل رات وہ جب وہاج کے ساتھ گھر پہنچی تھی تو ڈاکٹر ناز نے انہیں کھڑکی سے وہاج کے ساتھ گاڑی سے اترتے دیکھ لیا تھا تو مجبوراً انہیں وہاج کے بارے میں بتانا پڑا۔ اتنے میں ڈاکٹر ناز اسپتال کے لیے تیار ہو کر کمرے سے نکلیں۔

"ماما! میں ناشتا بناتی ہوں۔" ماہا جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھی۔

"میں ہاسپٹل میں ہی کر لوں گی مجھے جلدی جانا ہے۔ منیب آ گیا؟" جی ماموں سو رہے ہیں۔" اس کے جواب دینے پر وہ گھڑی پر نظر ڈالتی خدا حافظ کہتے ہوئے عجلت میں نکل گئیں۔

"تمہیں نہیں لگتا پھوپھو اور وہاج کو ملنا چاہیے۔ اتنے سال پھوپھو نے اپنے بیٹے کے بغیر گزار دیے اب ہمیں انہیں ملوانا چاہیے۔" ڈاکٹر ناز کی سرخی مائل آنکھیں ربیعہ کو بے چین کر رہی تھیں۔

"وہاج بھائی نے منع کیا تھا کہ ہم ماں باپ کا ذکر نہیں کریں گے۔"

"جب تک ملیں گے نہیں یہ گلے شکوے کیسے دور

www.pklibrary.com

ہوں گے۔ پھوپھو کا دل یقیناً بیٹے کے لیے تڑپتا ہوگا۔"

ماہا نے گہرا سانس لیا۔ چاہتی تو وہ بھی تھی کہ وہاج ماں سے ملتا اور کہیں دل میں باپ سے ملنے کی خواہش بھی دبی ہوئی تھی جن سے چاہے ہزار شکوے سہی مگر خون کا رشتہ بھی تو تھا جس چاہتے ہوئے بھی جھٹلایا نہیں جاسکتا تھا۔

☆☆☆

اس نے جب سے میرب کے فوری نکاح کا سنا تھا۔ یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ اور تائی کا واویلا سن کر محض دل خراب ہوا تھا۔ بھلا وہ ایسی کب تھی کسی لڑکے کے ساتھ کہیں چلی جاتی اور پھر اسی کو لے کر گھر بھی آجاتی۔ وہ سیدھا پھوپھو کے گھر آیا تھا وہ لوگ اس وقت ناشتا کر رہے تھے۔

"کہا بھی تھا بھائی صاحب کو کہ میرب کو مجھے دے دیں میں پال لوں گی۔ مگر ان کی ایک ہی ضد تھی کہ اس گھر کی بیٹی ہے تو اسی میں پلے گی۔ پتا نہیں، اس معصوم کو کس کے ساتھ چلتا کر دیا رحمان کی تو روح بھی تڑپ اٹھی ہوگی۔" پھوپھو تو سن کر صدمے کی کیفیت میں آگئی تھیں۔

"گھر کی شریف بچی تھی پھر ایسے کیسے۔" پروفیسر نعیم بھی حیرت کا شکار تھے۔

"یہی تو انکل..... میں تو شاک میں ہوں۔ میرب آپی تو سادہ سی ہیں ان کے لیے یہ سوچنا ہی عجیب لگ رہا ہے۔" وہاج نے کہا وہ تو بغیر ناشتے کے ہی گھر سے نکل آیا تھا۔

"اس قدر جلدی بازی کی کیا ضرورت تھی۔ ایک تو روئف بھائی ہمیشہ سے ہر معاملے میں عجلت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ کیا خبر کس دھوکے میں بچی کو انجان لوگوں کے حوالے کر دیا۔" پروفیسر نعیم افسوس سے بولے پھر وہ اٹھ گئے انہیں یونیورسٹی پہنچنا تھا۔

"ہمیں میرب آپی کا پتا کرنا چاہیے۔" سلمان فکرمندی سے بولا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔ روئف بھائی کا مجھے پتا ہے وہ تو اب اس کا نام لینے کی اجازت بھی نہیں دیں گے۔ تم دونوں معلوم کرو میرا تو سوچ سوچ کر دل بیٹھا جا رہا ہے۔" وہ پریشانی سے بولیں تو وہاج نے تسلی دی۔

"ہم پتا کرتے ہیں پھوپھو۔ میرب آپی کی دوست ندا ان کا نمبر میں تلاش کرتا ہوں۔ وہ ضرور کچھ جانتی ہوں گی۔" ہم ان سے یونیورسٹی جا کر بھی مل سکتے ہیں۔" سلمان کو بھی خیال آیا تو وہاج نے سر ہلا دیا۔ اب انہیں خود ہی کچھ کرنا تھا۔

☆☆☆

"آپ کا نام کیا ہے؟" ماہا نے پوچھا۔ وہ دونوں اس وقت لاؤنج میں میرب کو گھیرے بیٹھی تھیں۔ وہ جاگ چکی تھی اور وہ دونوں بھی نیند پوری کر چکی تھیں۔

"میرب۔" وہ اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں بولی۔

"میرو اور میرب، واہ کیا جوڑی ہے۔" ربیعہ کی بے ساختگی پر ماہا نے اسے کہنی مار کر خاموش کرایا جبکہ میرب نے سر اٹھا کر ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"آپ کو بھوک لگ رہی ہوگی۔ ناشتا بناتی ہوں آپ کے لیے۔" ماہا جلدی سے بولی۔ اسی وقت منیب اپنے کمرے سے نکلا۔

"دولہا میاں بھی آگئے۔" ربیعہ نے آہستگی سے کہتے ہوئے مسکراہٹ لبوں میں دبائی۔

"کیا حال ہے آپ کا، ٹھیک سے نیند تو آئی نا آپ کو۔" منیب قریب آکر اس سے مخاطب ہوا تو وہ بے اختیار اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

"پلیز بیٹھیں۔" وہ نروس سی واپس بیٹھ گئی۔

"آپ پریشان نہ ہوں میں کوشش کروں گا کہ آپ کو یہاں اجنبیت کا احساس نہ ہو۔" نرمی سے کہتا وہ ان کی جانب مڑا جو آنکھوں میں دلچسپی بھرے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"کچھ کھلایا پلایا بھی ہے یا صرف باتیں کرتی رہی ہو تم دونوں۔"

"ابھی بناتے ہیں نا۔" ماہا مسکرا کر بولی۔

"آپ آرام سے بیٹھ کر گپ شپ کریں

www.pklibrary.com

چاچو۔'' ربیعہ نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''جلدی بناؤ، میں تب تک سیلی بھابھی سے مل کر آتا ہوں۔'' وہ نچلے پورشن کی جانب چل پڑا اور وہ دونوں کچن میں جبکہ لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی میرب خاموشی سے بیٹھی اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو تکے جارہی تھی۔ ایک بار جی میں آیا بھی کہ کچن میں ان کی مدد ہی کردے مگر پھر یہ سوچ کر بیٹھی رہی کیا خبر انہیں کیسا لگے۔ ابھی تو اس گھر کے مکینوں کے ردعمل کی بھی خبر نہیں تھی۔ جانے وہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرتے اور کیا منیب کی زندگی میں اس کی کوئی جگہ تھی بھی یا نہیں، بہت سے سوال اس کے ذہن میں کلبلا رہے تھے۔

☆☆☆

شام میں ڈاکٹر ناز واپس آئیں تو منیب نے انہیں اور شفیق بھائی کو بٹھا کر اپنے نکاح کے بارے میں بتایا۔ جواباً وہ برہمی سے بولیں۔

''شادی کوئی مذاق نہیں ہے کہ تم کسی بھی لڑکی سے نکاح کر کے لے آؤ۔''

''بجو، سارا قصہ سنا تو دیا ہے آپ کو۔''

''ناز ٹھیک کہہ رہی ہے۔ کیا خبر کوئی فراڈ لوگ ہوں۔ کہیں پیسے ویسے کا چکر نہ ہو۔ بھلا اس طرح کون اپنی بیٹی روانہ کرتا ہے۔'' شفیق صاحب کو پریشانی ہوئی۔

''مجھے بھی یہ ساری کہانی ہی لگ رہی ہے۔'' ڈاکٹر ناز نے بھی خدشے کا اظہار کیا۔

''کیا ہو گیا ہے بجو،'' بھائی جان بتا تو چکا ہوں آپ کو وہ ایک سادہ سی لڑکی ہے اور سادگی کے باعث مار کھا گئی۔ اب اس کے تایا تائی اس پر یقین نہیں کر رہے تو وہ تو قصوروار نہیں ٹھہرائی جاسکتی۔'' منیب نے دفاع کرنا چاہا۔

''اگر تمہاری بات مان بھی لی جائے تو آخر کس خاندان کی لڑکی ہے جو انہوں نے یوں اسے نکاح پڑھوا کر راتوں رات روانہ کر دیا۔'' شفیق صاحب نے اگلا نکتہ اعتراض اٹھایا۔

''منیب نے گہرا سانس لیا۔

''اب اس کا تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر وہ خود ایک معصوم اور ہمدرد سی لڑکی ہے آپ لوگ پلیز اس سے ایسی کوئی بات نہ کریں وہ پریشان ہے۔ اس کے لیے بھی سب کچھ ناقابل یقین ہے۔'' منیب نے کہا تو وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

''میں ربیعہ سے کہتی ہوں اسے بلا لائے۔'' خاموشی سے ان کی گفتگو سنتی سیلی بھابھی بولیں۔

پھر اس نے آکر سلام کیا اندر سے وہ بہت ڈری ہوئی تھی جانے ان کا رویہ کیسا ہوتا مگر انہوں نے بس اس کا حال احوال پوچھا۔

''جو کچھ ہوا بیٹا، وہ ہم سب کے لیے غیر متوقع ہے مگر آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔'' شفیق صاحب نے اتنا ہی کہا جانے کیوں اس کی معصوم صورت اور گھبراہٹ دیکھ کر وہ کچھ پوچھ نہیں سکے تھے۔ اب جو بھی تھا فیصلہ تو منیب نے ہی کرنا تھا مگر وہ سوچ چکے تھے کہ اس کے خاندان کے متعلق چھان بین ضرور کریں گے۔

''کھانا لگ گیا ہے۔'' ربیعہ نے آکر اطلاع دی تو وہ سب کھانے کے لیے اٹھ گئے۔

☆☆☆

دوا کا نسخہ لکھ کر انہوں نے الوداعی کلمات ادا کیے اور مریض کے کمرے سے نکلتے ہی ریسیور اٹھا کر بٹن دبایا۔

''ڈاکٹر ناز ہیئر، ڈاکٹر منیب وارڈ سے آگئے؟''

''یس میم.....''

''پلیز مس، ڈاکٹر منیب کے روم کا بتا دیں۔'' دوسری طرف سے کسی نے کہا تھا۔

''اپنا نام لکھوا دیں۔'' اس نے اسے ہدایت کی تھی۔

''وہاج وقار'' اور ریسیور واپس رکھتا ان کا ہاتھ ساکت رہ گیا تھا۔ انہیں اپنی سماعت پر شک گزرا تھا۔ کچھ لمحوں بعد انہوں نے میز پر رکھا گلاس اٹھا کر جگ سے پانی بھرا۔ گلاس لبوں سے لگاتے وہ ہولے ہولے پانی حلق میں اتارتی گئیں۔ پھر کانپتے ہاتھوں سے گلاس واپس رکھتے ہوئے وہ اپنی کرسی پر سے اٹھیں۔ مدھم چال چلتی وہ اپنے کمرے سے نکلیں منیب

www.pklibrary.com

کے کمرے تک پہنچتے انہیں لگا وہ بہت لمبا سفر طے کر کے یہاں تک پہنچی ہیں۔ ہینڈل پر ہاتھ رکھا مگر اتنی ہمت نہ ہو پائی کہ اسے کھول سکتیں۔ اندر سے باتوں کی آوازے آرہی تھیں مگر ان کا ذہن سمجھ نہیں پارہا تھا۔ پتا نہیں کتنی دیر گزری جب آوازیں دروازے کے قریب آئیں تو وہ یک دم دوسری جانب دیوار کی اوٹ میں ہوگئیں۔ دروازہ کھول کر کوئی باہر نکلا تھا اور انہوں نے سر نکال کر اسے جاتے ہوئے شخص کی پشت دیکھی تھی۔ آنکھیں بے اختیار بھر آئیں۔ آنسوؤں کو اندر اتارتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئیں۔ شام میں منیب نے ذکر کیا تھا کہ میرب کا کزن اس سے اسپتال ملنے کے لیے آیا تھا اور وہ سن کر بے تاب ہوگئی تھیں تو کیا وہاج میرب کا کزن تھا؟ ذہن میں کلبلاتا یہ خیال ان کے لبوں پر نہ آسکا۔

☆☆☆

یہاں آئے ہوئے اسے تین دن ہوگئے تھے اور سارا دن اسے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے۔ آج وہ ہمت کر کے نیچے اتر آئی تھی جہاں لیلیٰ بھابھی اپنے کاموں میں مصروف تھیں۔

''آجاؤ میرب..... کچھ چاہیے۔'' اسے دیکھ کر وہ بولیں۔

''نہیں، بس کچھ کرنے کو نہیں تھا سوچا آپ کے پاس آجاؤں۔ آپ کو برا تو نہیں لگا؟'' وہ جھجک کر بولی تو لیلیٰ بھابھی اس کی آنکھوں سے جھلکتا ڈر بھانپ گئیں۔ اور وہ تھی بھی تو کتنی من موہنی سی، اس پر اس کے چہرے پر پھیلا معصوم سا تاثر انہیں بہت بھایا۔

''نہیں بچے، کیوں برا لگے گا۔ اور پھر منیب کے حوالے سے اس گھر کی فرد ہو۔ اچھا کیا آگئیں۔ میں تو خود کل سے سوچ رہی تھی کہ تمہیں نیچے بلالیا کروں۔'' انہوں نے خوش دلی سے کہا اور سچ تو یہ تھا کہ وہ اس خیال سے اس کے پاس نہ گئیں کہ جانے کس مزاج کی لڑکی ہو۔

''میں آپ کی مدد کرادیتی ہوں۔'' وہ ان کے قریب آگئی جو سبزی کاٹ رہی تھیں۔

''میں کرلوں گی تم بیٹھو۔'' انہوں نے روکا مگر اس نے بھی ان کا ہاتھ بٹانا شروع کردیا۔

''تمہارے ماں باپ کا سن کر افسوس ہوا۔ اب ہمیں بھی اپنا ہی سمجھنا۔ اس گھر میں سبھی بہت اچھے ہیں۔ رشتوں کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ ناز تھوڑی سنجیدہ مزاج ہے۔ زیادہ بات بھی نہیں کرتی مگر ہے دل کی بہت اچھی۔''

یہ تو وہ بھی جان ہی چکی تھی۔ اس گھر کے لوگوں نے اس سے برا رویہ نہیں رکھا تھا۔ ورنہ رؤف ہاؤس میں تو تائی کی نگاہیں اور زبان ہر وقت ہی تلخ رہتی تھی جبکہ یہاں جن حالات میں وہ آئی تھی ان سے قطع نظر سب نے خاصے بڑے پن کا مظاہرہ کیا تھا اور اب ماہا اور ربیعہ کے بعد لیلیٰ بھابھی تھیں جو اس سے گھل مل کر باتیں کررہی تھیں۔ شام تک وہ انہی کے ساتھ رہی تھی۔ پھر رات میں وہ ماہا کے کمرے میں تھی جب منیب ناک کر کے آیا تھا۔

''کیسی ہیں آپ؟'' کوئی مسئلہ تو نہیں ہے یہاں؟'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔ سر جھکا ہوا تھا۔

''کل میں کوشش کروں گا جلدی آجاؤں پھر آپ کو باہر لے جاؤں گا آپ اپنی مرضی سے چیزیں لے لیجیے گا۔''

''نہیں، مجھے کچھ نہیں چاہیے۔'' اس نے انکار کیا ویسے بھی وہ اس سے خاصی شرمندگی محسوس کرتی تھی کہ ناچاہتے ہوئے بھی اس کی زندگی میں داخل ہوگئی تھی۔

''چلیں جا کر دیکھ لیں گے۔ ہوسکتا ہے ضرورت محسوس ہوجائے۔ بلکہ آپ پرسوں سے اپنی یونیورسٹی پھر سے جوائن کرلیں۔ میں آپ کو صبح چھوڑ دیا کروں گا۔''

''نہیں مجھے نہیں جانا اب۔'' اس کے لبوں سے پھسلا۔

''جب آپ نے کچھ کیا ہی نہیں ہے تو پھر گھبراہٹ کیسی۔ آپ فکر مت کریں میں آپ کے ساتھ ہوں کسی بھی حال میں آپ کو اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔'' منیب کے لہجے میں کچھ تھا کہ وہ بے اختیار اسے دیکھنے پر مجبور ہوگئی۔

''آپ اپنی پڑھائی مکمل کریں۔ اسے دوسروں

www.pklibrary.com

کی وجہ سے ادھورا مت چھوڑیں بلکہ انہیں دکھائیں کہ آپ میں خود کھڑا ہونے کی صلاحیت ہے اور اس میں میں آپ کی مدد کروں گا۔"

تو کیا وہ محض اس کی مدد کرنا چاہ رہا تھا۔ کیا وہ اس کی زندگی میں مسیحا بن کر اس کی مشکلات کو کم کرنا چاہتا تھا یا اس کی زندگی میں ان کے رشتے کی بھی کوئی اہمیت تھی۔ وہ جو صبح سے اس گھر کو اپنی قسمت سمجھ کر خوش ہونے لگی تھی الجھ کر رہ گئی۔ شاید اس کی زندگی میں ایک پرسکون زندگی تھی ہی نہیں۔

☆☆☆

"پلیز، آپ آجائیں نا گھر میں کوئی بھی نہیں ہے اور میرا دل گھبرا رہا ہے۔ میرے پیر میں بھی موچ آگئی ہے۔ آپ بس جلدی سے آجائیں۔"

"ماہا! میں کیسے....." فون پر بات کرتا وہ گاڑی چلا رہا تھا۔ دوسری جانب سے ماہا نے اس کی بات کاٹی۔

"آپ میری خاطر تھوڑی دیر کے لیے بھی نہیں آسکتے۔" خفگی اس کے لہجے سے ظاہر تھی۔

"اوکے میں آرہا ہوں۔" گہرا سانس لیتے اس نے ہامی بھری تو ربیعہ کو دیکھتے ہوئے ماہا مسکرائی۔

"میں انتظار کر رہی ہوں۔" پھر فون بند کر دیا۔

ماہا نے ربیعہ کے پلان کے مطابق جھوٹ بول کر وہاج کو بلایا تھا تاکہ مما اور وہاج کی ملاقات کروا سکے۔ کھانے کی بہت سی چیزیں اس نے میز پر لگائیں جن کی تیاری میں وہ دوپہر سے لگی ہوئی تھی۔ ٹھیک پونے گھنٹے بعد اس کا فون آیا تھا وہ دروازے پر کھڑا تھا۔ آج بڑے ماموں اور ممانی بھی کسی تقریب میں گئے ہوئے تھے اور منیب بھی میرب کو اس کے نہ نہ کرنے کے باوجود بازار لے کر گیا تھا تاکہ وہ اپنے لیے جو چیزیں لینا چاہے مرضی سے لے سکے۔

اس کے لیے دروازہ ربیعہ نے کھولا تھا۔

"ماہا کے اکیلے ہونے میں آپ کا شمار کیسے ہوتا ہے۔" اسے دیکھ کر وہاج سنجیدگی سے بولا۔

"کیا کریں ہم دونوں میں محبت ہی کچھ اس قسم کی ہے۔" ربیعہ مسکرائی۔ "آجائیں اور کوئی بھی نہیں ہے سوائے ماہا کے۔" اسے دروازے میں جمے دیکھ کر اسے کہنا پڑا ورنہ وہ وہیں سے پلٹ بھی سکتا تھا۔

ماہا نے خوشی سے اس کا استقبال کیا تھا۔

"موچ کیسے آگئی؟" اس کے پیروں کو دیکھتے اس نے پوچھا ورنہ یہاں اس گھر میں کھڑے ہونا اسے بہت مشکل لگ رہا تھا۔ اس نے تو نظر بھر کر ان در و دیوار کو دیکھا تک نہیں تھا۔

"اب تو بہتر ہے۔ آپ سے ملنے کا اتنا دل چاہ رہا تھا۔"

"تو ہم کہیں باہر بھی تو مل سکتے تھے۔" وہاج بولا۔

"تو یہاں ملنے میں کیا حرج ہے۔" ماہا آرام سے بولی تو اسے دیکھ کر رہ گیا۔ بہت سے الفاظ زبان پر ہی رک گئے۔ "چلو اب تو مل لیا نا۔ مجھے کہیں ضروری پہنچنا ہے میں اب چلوں گا۔" وہ جو بمشکل صوفے پر ٹکا تھا اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔" ماہا ناراضی سے بولی۔

اور یہ جو آپ کی بہن نے ساری دوپہر لگا کر کھانا بنایا ہے وہ کہاں جائے گا۔" ربیعہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"کل پیک کر کے یونیورسٹی لے آنا۔" وہاج نے اسے بہلایا۔

"تھوڑا سا کچھ کھا ہی لیں۔ ماہا اس سے بولی حالانکہ ربیعہ نے اسے ہدایت کی تھی کہ آج اسے وہاج کو ہر حال میں روکنا ہے۔

اسی وقت منیب اور میرب اندر داخل ہوئے۔ وہاج نے حیرت سے میرب کو دیکھا جبکہ وہ دونوں بھی اسے یہاں دیکھ کر حیران ہوئے تھے۔

"وہاج! آپ یہاں۔" منیب قریب آیا۔ میرب کے چہرے پر بھی اسے دیکھ کر رونق آگئی کتنے دنوں بعد اسے دیکھا تھا۔

"ماموں! آپ وہاج کو جانتے ہیں۔" ماہا اور ربیعہ بھی بے یقینی کا شکار تھیں۔

"یہ میرب کے کزن ہیں۔ مگر تم کیسے جانتی ہو؟" منیب بھی ٹھٹکا۔

www.pklibrary.com

''یہ وہاج بھائی ہیں..... میرے وہاج بھائی۔''
ماہا نے خوشی سے تعارف کرایا تو منیب خوش گوار حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ جبکہ میرب تو حیرت کے باعث بولنا ہی بھول گئی تھی۔

''میں چلتا ہوں۔'' وہاج نے قدم اٹھانا مگر منیب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے روکا۔
رک جاؤ ایسے تو تمہیں نہیں جانے دیں گے ہم۔''

''سوری، میں مزید نہیں رک سکتا۔'' وہاج نے اپنے لہجے کو تلخ ہونے سے روکا مگر ساتھ ہی اس کا ہاتھ اپنے کندھے پر سے ہٹایا۔

''میں نے آپ کو بلایا تھا۔ میرے لیے ہی رک جائیں۔'' ماہا نے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔ اس کے لہجے میں اصرار تھا۔

''میں نے تم سے کہا تھا نا ماہا، کہ ہمارے درمیان کسی تیسرے کو نہیں آنا چاہیے۔'' سنجیدگی سے اس سے کہتے اس کی آنکھوں میں شکایت تھی۔

''وہ کوئی تیسرا نہیں ہماری ماں ہیں۔'' ماہا کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''تو آج سن لو کہ میری کوئی ماں نہیں ہے۔'' سختی سے کہتے اس نے اس کا ہاتھ جھٹک کر اپنا بازو چھڑوایا اور تیزی سے مڑا مگر سامنے سے قریب آتی ڈاکٹر ناز کو دیکھ کر وہ ساکت ہوا تھا اور باقی سب بھی اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے تھے۔

اس نے کبھی انہیں دیکھا نہیں تھا مگر سامنے کھڑی اس عورت کی خود پر پڑتی نگاہوں میں کچھ ایسا ضرور تھا کہ دل میں پہلا خیال یہی آیا تھا وہی ڈاکٹر ناز ہیں۔

''ماں کو سامنے دیکھ کر بھی انکار کرو گے۔'' ان کے منہ سے نکلنے والے سوال پر وہ آگے بڑھا۔

''میں اس عورت کو اپنی ماں نہیں مانتا جو میرے باپ کو دھوکا دے کر اس سے بے وفائی کر کے اپنے چھوٹے سے بچے کو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے پیچھے چھوڑ آئی تھی۔ اور اگر ایسا کوئی رشتہ ہے بھی تو نفرت ہے مجھے اس سے۔'' نفرت سے ان کی آنکھوں میں دیکھتا وہ تیز قدموں سے وہاں نکلتا چلا گیا تھا۔

''بجو!'' ڈاکٹر ناز کو یک دم نیچے بیٹھتا دیکھ کر منیب تیزی سے ان کے پاس آیا تھا۔ ربیعہ بھاگ کر پانی لائی تھی۔ ان کے چہرے پر تکلیف کے تاثرات بڑھتے جا رہے تھے۔

''بجو کو اٹھاؤ جلدی کرو ہمیں اسپتال جانا ہوگا۔''
منیب نے ماہا سے کہا جو بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ ماں کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھی۔ اس کی ماں کو کچھ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ان کو سنبھالتے اس کے لبوں پر دعا تھی۔

☆☆☆

وہاں سے آئے دو دن گزر گئے تھے اور ایک عجیب سی بے چینی نے اس کا گھیراؤ کر رکھا تھا۔ کتنی بار ماہا کو فون کرنا چاہا مگر ہمت نہیں پڑی۔ اور اب دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے اس کا نمبر ملایا۔

دوبارہ کال کاٹ دی گئی تھی مگر پھر اس کے مسلسل کال کرنے پر دوسری طرف سے فون اٹھا لیا گیا تھا۔

''مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔''

''ماہا! میری بات میں.....'' اس کے اجنبی لہجے نے اسے بے چین کیا۔

''آپ میری بات سنیں۔ میری غلطی تھی جو میں آپ سے ملی۔ آپ کی وجہ سے ماما کو ہارٹ اٹیک ہوا۔ وہ موت کے منہ سے واپس آئیں ہیں اب مجھے آپ سے کوئی تعلق نہیں رکھنا۔ میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔'' فون بند ہو چکا تھا۔ اور اس کی طبیعت عجیب سی ہو رہی تھی۔ وفتر فون کر کے اپنے نہ آنے کا بتا کر گاڑی واپس گھر کی طرف موڑ لی۔ تائی کے کمرے کے سامنے سے گزرتے اس کے قدم اندر سے آتی آوازوں پر رکے۔

''یہ وقار کہیں آتا جاتا نہیں ہے؟'' راحیلہ کی آواز آئی تھی جو کہ تائی کی چھوٹی بہن تھیں۔

''کہیں جانے کے قابل رہا کہاں ہے۔ جب تم سے شادی سے انکار کیا تھا تبھی سے اس کے ستارے گردش میں آ گئے تھے۔''

''آپ نے خوب بدلہ لیا اس کے انکار کا ورنہ وہ ناز جسے چاہت سے بیاہ کر لایا تھا وہ یہاں راج

www.pklibrary.com

کر رہی ہوتی۔'' راحیلہ کے ہنسنے کی آواز آئی۔ اور وہ گویا برف کا ہو گیا تھا۔

''میرے ہوتے ہوئے تو ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اور یہ وقار تو اس کا دیوانہ تھا مگر میں نے ہوشیاری سے اس کے دل میں زہر بھرا۔ اور اس رات جب ناز کی گاڑی خراب ہوئی تھی میں نے اسے کہا تھا کہ وقار تو گھر پر نہیں ہے تو اپنے اس کولیگ کے گھر رک جائے۔ اور پھر وقار کو بتایا کہ اس رات اس کے گھر والے شہر سے باہر تھے۔ اسی لیے تو اس بندے کے گھر والوں سے بھی تعلقات بنائے تھے تاکہ وقت آنے پر اس بات کو استعمال کر سکوں۔''

باہر کھڑے وہاج کو لگا جیسے اس گھر کی ساری دیواریں اس کے اوپر گر پڑی ہوں۔ وہ آہستگی سے مڑا جب سامنے کھڑے وقار کو دیکھ کر اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔ ان سے نگاہیں ملیں۔ پھر اپنے ہاتھ سے پکڑا خالی مگ لیے وہ مڑ گئے تو چند لمحے وہاں کھڑے رہنے کے بعد وہ ان کے پیچھے ان کے کمرے تک گیا۔

''ابا! آپ آپ نے سنا جو تائی نے کہا۔'' عجیب سی کیفیت کا شکار وہ ان سے مخاطب ہوا جو سر جھکائے کھڑے تھے۔

''ہوں۔ میں بہت عرصے پہلے یہ سب جان چکا تھا۔'' اس نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

''آپ سب جانتے تھے پھر بھی۔'' وہ بات مکمل نہ کر سکا۔

''اس وقت تک میں ناز کو چھوڑ چکا تھا اور اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس سے معافی ہی مانگ لیتا۔ اور فائدہ بھی کیا تھا اپنا گھر توڑ ہی چکا تھا بھائی کا گھر کیسے خراب کرتا۔ رؤف بھائی کی طبیعت سے واقف تھا، وہ فوراً بھابھی کو طلاق دے کر نکال دیتے بس اسی لیے چپ سادھ لی۔

''آپ نے بھائی کے گھر کا تو سوچ لیا مگر میرے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔ آپ کو احساس ہے میں نے ساری زندگی کس تکلیف میں گزاری ہے۔ ہر پل اپنی ماں کے کردار پر اٹھتی انگلیوں کو محسوس کیا ہے۔ صرف اس گھر میں نہیں ہر جگہ تائی نے میری ماں کے عمل کی تشہیر کی ہے۔ ہر ایک کی زبان سے مجھے اپنی ماں کے لیے برے الفاظ سننے کو ملے ہیں۔ اور آپ جانتے بھی ہیں کہ اپنی ماں سے نفرت کرنا کتنا تکلیف دے ہے۔ میں گزرا ہوں اس تکلیف سے اور آج آپ کہہ رہے ہیں کہ سب جانتے تھے۔'' کیسی اذیت تھی اس کے لہجے میں۔

''کیا تھا کہ آپ اس عورت سے معافی مانگ لیتے اور اگر یہ نہیں کر سکتے تھے تو کم از کم مجھے ہی اس کے پاس چھوڑ آتے۔ بہت زیادتی کی ہے آپ نے میرے ساتھ۔'' افسوس سے کہتا وہ تیزی سے باہر نکل گیا اور وہ اسے روک بھی نہ پائے تھے۔

☆☆☆

وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ بڑھی ہوئی شیو، گم صم سا انداز۔

''وہاج'' وہ اس کی پکار پر متوجہ ہوا تھا۔ ربیعہ کو سامنے دیکھ کر رک گیا۔ وہ جو نادیہ کی آنٹی کی بوتیک سے نکلی تھی اسے آواز دیے بغیر نہ رہ پائی تھی۔

''آپ مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے۔ ہم کہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔'' وہ سر ہلاتا خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا۔ یوں بھی وہ دونوں سے شدید ذہنی دباؤ کا شکار تھا۔ آفس بھی نہیں جا رہا تھا نہ ہی رؤف ہاؤس کا رخ کیا تھا بلکہ پھوپھو کے گھر پر تھا جہاں سلمان اسے زبردستی لے گیا تھا اور آج کے دفتر جانے کے بعد وہ یونہی بے مقصد باہر نکل آیا تھا۔

''اس دن کے بعد آپ کو مجھ سے بات بھی نہیں کرنی چاہیے تھی۔'' نگاہیں چراتا وہ بولا۔ وہ بوتیک کے ساتھ والے کیفے میں بیٹھے تھے۔

''آپ کی حالت نے مجھے ایسا نہیں کرنے دیا۔ آپ ہمارے کسی رشتے کو نہیں مانتے مگر میں نظر انداز نہیں کر سکتی۔'' ربیعہ صاف گوئی سے بولی۔

''مجھے تو اپنوں نے ہی ایسا دکھ دیا ہے کہ کسی کو اپنا نہیں کہہ سکتا۔'' گہرا سانس لیتا وہ گلاس وال سے باہر دیکھنے لگا۔

''ایسا کیا ہوا ہے؟'' نرمی سے کہتے ہوئے اس

www.pklibrary.com

نے اسے بولنے پر اکسایا۔ پھر وہ ساری بات اسے بتاتا چلا گیا۔

☆☆☆

وہ اب گھر آچکی تھیں اور کافی بہتر تھیں۔ منیب میرب کو ان کی ساری کہانی سنا چکا تھا جس کے بعد وہ یہ سوچ کر پریشان تھی کہ جانے وہ سب اس سے کیسے پیش آئیں گے بلکہ وہ تو ڈاکٹر ناز کے سامنے جانے سے بھی کترا رہی تھی حالانکہ ان کا کھانا بھی وہ خود ہی بنا رہی تھی جو ماہا کے ہاتھ بھیج دیتی مگر تیسرے روز انہوں نے اسے بلایا تھا۔

"میرب بیٹا! تمہیں شرمندہ ہونے یا ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے ساتھ جو بھی ہوا اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ تم رحمان کی بیٹی ہو اور وہ میری بہت عزت کرتا تھا۔" اسے پاس بٹھا کر انہوں نے نرمی سے کہا۔ وہ ان کی طرف پر حیران رہ گئی۔

کہاں تائی اسے پسند نہیں کرتی تھیں اور یہ اس گھر کی بیٹی کو عزت دے رہی تھیں جس کے مکینوں نے ان کے ساتھ برا کیا تھا۔ آج اسے یقین آگیا تھا کہ دنیا اچھے لوگوں سے خالی نہیں ہوئی تھی۔

ماں کی بات سنتی ماہا بھی مسکرائی تھی۔ اس نے ہی انہیں بتایا تھا کہ میرب کچھ پریشان سی ہے اور ان کے سامنے آنے سے جھجک رہی ہے۔

"میں آجاؤں پھوپھو؟" ربیعہ دروازہ بجا کر اندر آئی۔

"تمہیں کون روک سکتا ہے۔" وہ مسکرائیں۔

"میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے پھوپھو جو اپنے الفاظ پر نادم ہو کر آیا ہے۔ اسے بھی گلے لگائیں گی نا۔" اس کی بات پر ان کے ساتھ ماہا بھی چونکی۔

"کون ہے۔" ان کے لب ہلے۔

"اندر آجائیں۔" ربیعہ کے آواز دینے پر وہ اندر آیا تھا ان کے بستر کے پاس آکر گھٹنوں کے بل بیٹھا۔

"کیا اپنے بیٹے کو معاف کریں گی۔" اور انہوں نے آگے ہو کر بے قراری سے اس کو اپنے ساتھ لگایا تھا۔ کتنے لمبا عرصہ انہوں نے اس لمحے کو سوچتے گزارا تھا جو آج حقیقت بن کر سامنے آگیا تھا اور اس ملاپ کو دیکھتے ان سب کی آنکھیں اشکبار ہوئیں۔

☆☆☆

ان کی چوتھی کال پر اس نے کال ریسیو کی تھی۔

"باپ سے اتنے ناراض ہو کہ شکل بھی نہیں دکھاؤ گے۔" ان کی آواز سنائی دی۔

"رشتوں کی اصلیت کو پہچاننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ آؤں گا..... ہمت تو پیدا کر لینے دیں۔" اس نے گہرا سانس لیا۔

اب اس کا روئف ہاؤس کا رخ کرنے کا بھی دل نہیں کرتا تھا جہاں اسے تائی اور تایا کا سامنا کرنا پڑتا جنہوں نے مل کر اس کی ماں کو اس گھر سے نکالا تھا۔ تائی اگر ان کے خلاف سازش میں ملوث تھیں تو تایا نے اس کے باپ کو فوری فیصلہ کرنے پر اکسایا تھا اور اسے اپنی ماں کے ساتھ جانے سے روکنے والے بھی وہی تھے۔

"وہ کیسی ہے؟"

"کون۔" کس کے بارے میں پوچھ رہی تھے وہ۔

"ماہا"

"ٹھیک ہے، آپ کے بارے پوچھتی ہے۔ شاید آپ سے ملنا چاہتی ہے۔ آپ کے پاس لاؤں گا اسے اگر وہ آنا چاہے تو۔" وہاج بولا۔

"ہوں ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا۔" انہوں نے فون بند کر دیا۔

وہاج نے ماہا کو بتایا کہ وقار اس سے ملنا چاہتے تو جھٹ سے وہاج کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوگئی۔ ڈاکٹر ناز نے اسے وقار سے ملنے کی اجازت دے دی تھی۔ ماں کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا اس سے قطع نظر باپ سے ملنے کی فطری خواہش اس کے دل میں تھی۔ بہت سے شکوے شکایتیں تھیں جو وہ ان سے کرنا چاہتی تھی۔ لڑنا چاہتی تھی کہ انہیں اس کی یاد کیوں نہ آئی۔ سب کچھ جانتے کیوں اس کو خود سے دور رکھا۔ کیوں اس کی ماں کو اس کو اکیلا کر دیا۔

"یہ کون ہے؟" تائی اسے دیکھ کر ٹھٹکیں۔

"میری بہن ہے۔" وہاج آرام سے کہہ گیا۔

www.pklibrary.com

"کس کی اجازت سے آئی ہے؟" تائی غصہ سے بولیں۔ ماہا سہم کر وہاج کے پیچھے ہوئی۔

"اپنے باپ سے ملنے آئی ہے اور اس کے لیے اسے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔" وہاج نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ کھڑا کیا۔

"اس عورت کی بیٹی کو لائے ہو جس نے ......"

وہاج نے تیزی سے ان کی بات کاٹی۔

"بس اب اور نہیں۔ میری پاک دامن ماں کے بارے میں کچھ مت کہیے گا۔ میں وہ سچ جان چکا ہوں جس کو آپ نے جھوٹ بنا کر سب کے سامنے پیش کیا تھا۔ اور ابا بھی سب جان گئے تھے مگر محض تایا کے گھر کی خاطر چپ رہے۔ اب آپ بھی کچھ خدا کا خوف کریں اور اپنے گناہوں کی سزا کا انتظار کریں۔"

ماہا کو لے کر وہ آگے بڑھ گیا۔ جبکہ وہ بے یقینی کی کیفیت میں وہیں کھڑی رہ گئیں۔

دروازے پر دستک دے کر وہ اندر داخل ہوئے۔ باپ کو صوفے پر نیم دراز دیکھ کر وہاج ان کی جانب بڑھا۔

"ابا! ماہا آپ سے ملنے آئی ہے۔" مگر ان کے وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔ بابا کی پیاسی نظریں ان کے وجود کے گرد طواف کر رہی تھیں۔

"ابا!" وہاج نے پریشان ہو کر انہیں چھوا۔ پھر بے یقینی سے ان کا بازو ہلایا۔ "ابا نہیں ابا۔ آنکھیں کھولیں ابا۔" ان کی نبض پر ہاتھ رکھتا وہ بے قراری سے بولا۔ جبکہ ماہا نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔ کل سے کیا کچھ نہیں سوچا تھا اس نے ان لحات کے بارے میں مگر وہ باپ جس سے کہنے کے لیے اس کے پاس لمبی فہرست تھی۔ زندگی کی بازی ہار چکا تھا۔

☆☆☆

"بیٹا تم ٹھیک ہو؟" ڈاکٹر ناز نے اس کے ماتھے کو چھوا تھا۔ آج وقار کی موت کو ہفتہ گزر چکا تھا۔ اور وہ روز رونق ہاؤس جا کر ان کے کمرے میں کچھ دیر بیٹھا رہتا تھا جہاں پر انہوں نے اپنی زندگی کا ایک طویل حصہ گزرا تھا۔ تایا نے اس سے پوچھا تھا کہ وہ کہاں رہ رہا ہے تو اس نے صاف بتا دیا تھا کہ وہ اب اپنی ماں کے ساتھ رہے گا۔ جس پر ان کے چہرے کے زاویے بگڑے تھے مگر اس موقع پر کچھ نہیں بولے اور نہ اس نے کچھ بتانے کی کوشش کی تھی۔ جب اس کے باپ نے ساری زندگی ان سے سچائی چھپائے رکھی تو وہ اب بتا کر کیا کرتا۔

"آپ پریشان نہ ہوں میں ٹھیک ہوں۔"

خدا کی مرضی کے آگے ہم بے بس ہیں۔ تم بس انہیں دعاؤں میں یاد رکھو۔"

اس نے ان کی جانب دیکھا تھا۔ ساری عمر اس نے کس اعلا ظرف عورت سے نفرت کی تھی۔ اسے ندامت ہوئی۔

"انہیں معاف کر دو۔" انہوں نے نگاہوں چراتے ہوئے کہا۔

"سب جاننے کے باوجود میں ان سے نفرت نہیں کر سکا۔ سچ تو یہ ہے کہ کسی کی نفرت تو محبت میں بدل سکتی ہے۔ مگر جس شخص سے آپ ساری زندگی محبت کرتے رہے ہوں اس سے نفرت نہیں کر سکتے۔" دل کی بات زبان پر لاتے وہ افسردگی سے بولا پھر اندر آتی ماہا کو دیکھ کر ہاتھ میں پکڑ کاغذ اس کی جانب بڑھا دیا۔

"ابا کی رائٹنگ ٹیبل سے ملا ہے۔" کاغذ تھامتی ماں پر نگاہ ڈال کر وہ اپنے کمرے میں آ گئی اور عجلت میں کاغذ کی تہہ کھولی۔

"میں ایک ناکام انسان ہوں یہ تو میں بہت پہلے جان گیا تھا۔ مگر آج سوچتا ہوں کہ مجھ جیسا کمزور اور نادم انسان اپنی بیٹی کا سامنا کیسے کرے گا۔ میں تو زمین میں گڑ جاؤں گا اسے دیکھ کر، میں تو خود میں یہ ہمت بھی پیدا نہیں کر پایا کہ ناز سے معافی ہی مانگ لیتا۔ اس سے کہہ پاتا کہ میں اس کی بربادی کا ذمہ دار تھا۔ اور ماہا وہ مجھے باپ کہے گی تو کیا اس کی آنکھوں میں وہ عزت ہو گی جو ایک باپ کے لیے ہونی چاہیے۔ اور یہ سب سوچ کر مجھے آج رات نیند ہی نہیں آ رہی کہ صبح میری بیٹی مجھ سے ملنے آئے گی۔ دل اسے دیکھنے کو بے تاب بھی ہے اور اس کے سامنا کرنے سے خائف بھی۔ کاش میں ایک اچھا باپ بن پاتا۔"

www.pklibrary.com

آخری الفاظ پڑھتے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔ نہ اس کا باپ اس کی ماں کو جان پایا تھا نہ ہی اس کو جو باپ کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب تھی ان کے سینے سے لگ کر تو سب معاف کر دیتی۔

☆☆☆

واش روم سے نکل کر اس نے فون اٹھایا تھا جو کافی دیر سے بج رہا تھا۔

"بس پہنچ رہا ہوں تھوڑا لیٹ ہو گیا۔ اب تو سب لوگ پہنچ چکے ہوں گے۔" وہاج نے تیزی سے بالوں میں برش پھیرتے ہوئے کہا۔

آج روئف تایا کی اکلوتی بیٹی لائبہ کا نکاح تھا اور تقریب روئف ہاؤس میں ہی رکھی گئی تھی۔

"میں نکاح سے پہلے آجاؤں گا۔"

یار ادھر غضب ہو گیا ہے۔ سلمان کی پریشان آواز آئی۔ وہاج ٹھٹکا۔

"کیا ہوا؟"

"سب ٹھیک جا رہا تھا۔ لڑکے والے بھی آچکے ہیں مگر لائبہ کا کہیں پتا نہیں ہے۔ اور ناہید مامی نے خود امی سے اعتراف کیا کہ وہ اس نکاح پر راضی نہیں تھی۔ تم بس پہنچو روئف ماموں کی حالت بھی اچھی نہیں ہے۔ بہت بدنامی ہو گئی ہے۔ لڑکے والے الگ دانت تیز کیے بیٹھے ہیں۔"

"میں آرہا ہوں۔"

وہاج کے منہ سے نکلا۔ پھر وہ اگلے آدھے گھنٹے میں روئف ہاؤس میں موجود تھا۔ مہمانوں سے گھر بھرا پڑا تھا۔ اور روشنیوں سے سجے اس گھر پر ایک عجیب سی ماتمی فضا قائم تھی۔ تایا کے پسینے چھوٹے ہوئے تھے۔ شارق کا کچھ پتا نہیں تھا۔ سلمان نے بتایا تھا کہ وہ غصے کی حالت میں کہیں نکل گیا ہے۔ وہ اندر آیا تو تائی پر نظر پڑی جو نڈھال سی روئی جا رہی تھیں۔

"ناہید! بس کر دو۔ اب رونے کا کیا فائدہ پہلے بیٹی پر نظر رکھی ہوتو آج اس بدنامی کا سامنا تو نہ ہوتا۔" وہ تائی کی کوئی رشتہ دار تھیں اور ویسی ہی صاف گوئی سے بولی تھیں جس کا مظاہرہ تائی ہمیشہ کیا کرتی تھیں۔

"پہلی دفعہ تھوڑی ہو رہا ہے ایسا۔ اس گھر کی عورتوں کے تو چلن ہی ایسے ہیں۔ پہلے ناز، پھر میرب اور اب لائبہ، اسی لیے تو میں نے اس گھر سے رشتہ نہیں مانگا۔"

سرگوشی نما آواز پر وہاج نے لب بھینچ لیے اور افسوس سے تائی کو دیکھا یہی تو مکافات عمل تھا۔ جو بہتان وہ باقیوں پر لگاتی آئی تھیں آج ان کی بیٹی اس کی لپیٹ میں آچکی تھی۔

لڑکے والے جھگڑا کرنے کے بعد چلے گئے تھے۔ عزیز رشتہ دار بھی ہمدردی کی آڑ میں باتیں سنا کر چلتے بنے۔ وہ سب بھی رات وہیں رک گئے تھے۔

لائبہ کا نہ پتا چلا تھا نہ ہی چلنا تھا وہ اپنی مرضی سے کسی کے ساتھ جا چکی تھی جبکہ شارق لوگوں کی باتوں اور بدنامی سے گھبرا کر انگلینڈ بھاگ گیا تھا اسے پروا نہیں تھی کہ ماں باپ پیچھے کیسے رہیں گے کیونکہ وہ اس سب کا ذمہ دار بھی تائی کو ہی ٹھہرا رہا تھا جنہوں نے اگر وقت پر لائبہ کے انکار کا پتا دیا ہوتا تو آج اس بدنامی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

اب روئف ہاؤس کی ویرانی دیکھ کر وہاج کو یقین آگیا تھا کہ ہر گناہ کا بوجھ انسان کو بھی نہ بھی اٹھانا ہی پڑتا ہے۔ تائی کو بھی ان کے بہتان کی سزا مل چکی تھی۔ جس گھر سے انہوں نے ناز اور میرب کو نکالا تھا اس میں آج وہ تنہا رہ گئی تھیں جبکہ روئف تایا جن کو ان کے بھائیوں نے اپنے زندگی میں ہمیشہ گھر کے سربراہ کی حیثیت دی وہ بھی اپنی جگہ پر قصوروار تھے۔ نہ وہ سب کے معاملات میں جلد بازی سے بغیر تحقیق کیے فیصلے سناتے اور نہ دوسروں کی زندگیوں کی بربادی میں ان کا ہاتھ ہوتا۔ انصاف کے تقاضے پورے کرنا گھر کے سربراہ کی ذمہ داری ہے جس کا حق وہ ٹھیک سے ادا نہیں کر پائے تھے۔

☆☆☆

آج اتوار تھا اور میرب اور ماہا ناشتا تیار کر رہی تھیں جبکہ وہاج، منیب اور ڈاکٹر ناز ناشتے کی میز پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

"اب لے بھی آؤ ماہی، کب تک انتظار کرواؤ

www.pklibrary.com

گی۔" وہاج نے تیسری مرتبہ آواز لگائی۔

"صبر کریں۔ سنڈے اسپیشل ناشتا بن رہا ہے۔ وقت تو لگے گا۔" ماہا نے جواباً کہا۔

ربیعہ کا تو پتا کرو۔ شفیق بھائی اور بھابھی تو فجر پڑھ کر نکل گئے ہوں گے۔ بلکہ اب تک تو پہنچ بھی چکے ہوں گے۔" ڈاکٹر ناز بولیں۔ وہ دونوں کسی تقریب میں شرکت کرنے کی غرض سے لاہور گئے تھے۔

"کہا تھا محترمہ کو کہ ناشتا بنانا ہوگا جلدی آجائے اٹھ کر۔ مگر وہ کبھی وقت پر نہیں آسکتی۔" ماہا تو یوں بھی اس پر تپی ہوئی تھی جو ہر بار کی طرح اس بار بھی لیٹ تھی۔

اسی وقت ربیعہ زوردار سلام کرتی ہوئی آئی۔

"تھوڑی لیٹ ہوگئی میں۔" وہ مسکرائی۔

"نہیں بالکل بھی نہیں۔ آنے کی ضرورت کیا تھی، میں وہیں حاضر ہوجاتی ناشتا لے کر۔" ماہا نے اسے گھورتے طنز سے کہا۔

"آپشن اچھا تھا مگر اب ناشتا بھی تو کسی نے میز پر لگانا تھا نا۔" وہ مزے سے بولتی تیار شدہ ناشتا میز پر لگانے لگی۔

"وہ دوست ہی کیا جو وقت پر کام نہ آئے۔" وہاج کی بات پر اس کے سامنے پلیٹ رکھتی ربیعہ نے اسے گھورا پھر ڈاکٹر ناز کو مخاطب کیا۔

"پھوپھو! اپنے بیٹے کو سمجھالیں۔ خواہ مخواہ پھوٹ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"بھئی، ہماری بیٹی کو تنگ مت کرو۔" وہ مسکرائیں۔ اتنے عرصے بعد ایسا مکمل منظر دیکھنا انہیں بہت اچھا لگ رہا تھا۔ زندگی کی ساری تکلیفوں کی گویا تلافی ہوگئی تھی۔

"بلکہ ان" سے دور ہی رہو یہ خاصی خطرناک ہیں۔ آپس میں معاملہ سیٹ رکھتی ہیں اور اگر کوئی بیچ میں آنے کی کوشش بھی کرے تو الٹا اسی کے پیچھے پڑجاتی ہیں۔" منیب نے مشورہ دیا۔

"دیکھا تجربہ بول رہا ہے۔" ربیعہ مسکرائی۔

"میں تو کل سے سوچ رہا ہوں۔ میں بھائی جان اور وہاج ہم بے چارے تو گئے کام سے۔"

"وہ کیوں چاچو؟" ماہا نے اپنی کرسی سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"اس گھر میں خواتین کی اکثریت جو ہوگئی ہے۔" منیب کی بات پر سبھی ہنس پڑے۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں ماموں آپ۔" وہاج نے مزا لیا۔

"بس پھر بچ کے رہیں۔" ربیعہ نے اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھا۔ جبکہ منیب کی نگاہیں خاموشی سے ناشتا کرتی میرب پر تھیں جس کی توجہ ناشتے پر کم تھی۔ شاید وہ کسی سوچ میں گم تھی۔

"میرب آپی! چائے بھی لیں نا۔" ماہا نے چائے کا کپ اس کے آگے رکھا تو وہ چونکی۔ کپ تھام کر لبوں سے لگالیا۔

ناشتے کے بعد وہ ماہا کے کمرے میں جاکر لیٹ گئی۔ وہ عجیب سی کیفیت کا شکار تھی۔ منیب کی کل رات کی باتیں ذہن میں اٹک گئی تھیں جو وہ ڈاکٹر ناز سے کر رہا تھا اور کچن میں جاتی وہ اپنا نام سن کر تھم سی گئی تھی۔

"فیصلہ تو میں پہلے ہی کرچکا تھا اب آپ کہہ رہی ہیں تو بس کرلیتے ہیں اس کو بھی، جتنا جلدی ہوجائے اتنا اچھا ہے۔"

منیب اور بھی بہت کچھ کہہ رہا جس کو سن کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔ وہ کچن میں ہی اسٹول پر بیٹھ گئی تھی۔

تو کیا اس نے اسے چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا ہے اور وہ اپنے اور اس کے رشتے کے خاتمے کی بات کر رہا تھا۔ ساری رات اس کی اسی پریشانی میں گزر گئی تھی۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس سے کیسے کہے کہ نہ وہ اس گھر سے جانا چاہتی تھی نہ ہی اس کی زندگی سے اب بھی وہ سارا دن وہ اسی پریشانی میں رہی تھی۔ شام میں منیب نے ایک دوبار بلایا بھی تو وہ کترا کر سامنے سے ہٹ گئی۔

رات میں وہ چائے بنانے کے غرض سے کمرے سے نکلی تو باقی سب شاید نچلے پورشن میں تھے۔ پھر سے وہی سب سوچیں ذہن میں آئیں تو مگ میں ڈالا پانی اس نے سنک میں ہی انڈیل دیا۔ آنکھوں میں آنسو آگئے، وہ

www.pklibrary.com

بے بس سی مڑی تو دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹے وہ سامنے کھڑا تھا، نگاہیں اس پر تھیں۔ سر جھکاتے اس نے جلدی سے آنکھیں صاف کیں۔

اس کی خاموشی پر دل وہ دل ہی دل میں شرمندہ سی ہوگئی۔ مگر اگلا پل حیران کن تھا جب اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے آیا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" دروازہ بند ہوتے دیکھ کر وہ بوکھلا گئی۔

منیب نے اس کا ہاتھ تھامے اسے بستر پر بٹھایا اور خود کرسی کھینچ کر سامنے بیٹھ گیا۔

"صبح سے دیکھ رہا ہوں کہ پریشان صورت بنائے پھر رہی ہو۔" اس نے نرمی سے پوچھا۔

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"ایسے تو نہیں جانے دوں گا۔" وہ گھبرائی پھر بولی۔

"آپ مجھے چھوڑنا چاہتے ہیں۔"

"یہ کس نے کہا؟"

اس نے بتا دیا کہ اس نے کل رات اس کی بات سن لی تھی۔

"آدھی بات سن کر ساری کہانی بنالی۔ آپ کی اس صلاحیت کا تو مجھے اندازہ ہی نہیں تھا۔" منیب مسکرایا۔

"اگلے مہینے مجھے کانفرنس کے لیے باہر جانا ہے بس اسی لیے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اپنا ولیمہ کر لیتا ہوں تاکہ آپ کو ساتھ لے جاؤں۔ بس یہ بات تھی۔" اس نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں۔"

بالکل سچ جو لڑکی مجھے اتنی پیاری ہے کہ میں اس کے لیے خطرے میں کود پڑا۔ اسے نکاح کر کے گھر لے آیا بھلا اس کو کیوں چھوڑوں گا۔ میں نکاح کے معنی بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں اور اس وقت بھی میرے دل میں تمہارے لیے نرم گوشہ تھا اسی لیے میں نے فوراً تمہیں اپنی زندگی میں شامل کر لیا۔" محبت بھرے لہجے میں بولتا وہ اس کے دل کو سرشار کر گیا۔

"میرب! تم میری زندگی کی ساتھی ہو اور مجھے یقین ہے کہ ہم مل کر ایک اچھی زندگی گزاریں گے۔" اس کے ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھامتا وہ محبت سے بولا تو شرمیلی سی مسکان اس کے لبوں کو چھو گئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ اب اس کی زندگی کی خوشیاں اس کی منتظر ہیں۔

☆☆☆

سلمان کھنکارا تو چائے بناتی ماہا چونکی۔

"ارے آپ، کچھ چاہیے؟" وہ اور پھوپھو کچھ دیر پہلے ہی آئے تھے اور ان سے مل کر ماہا کو بہت اچھا لگا تھا۔

"آپ کے بھائی صاحب کہاں نکل گئے۔ میری بات ہوئی تھی تب تو گھر پر تھے۔" سلمان نے اوپن کچن کا جائزہ لیتے سرسری انداز میں پوچھا۔

"وہاج بھائی ربیعہ کو بوتیک سے پک کرنے گئے ہیں۔"

"ہوں تو یہ کام شروع کیا ہوا ہے بھائی صاحب نے۔" سلمان نے مسکرا کر کہا تو ماہا نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"میں سوچ رہا تھا کہ آپ کے منیب ماموں کی بھی بیوی آ گئی ہیں۔ وہاج بے چارہ اب کہاں جائے گا۔ اس کے لیے کوئی کمرا بھی نہیں ہے اس گھر میں۔"

"ہمارے گھر اور دل میں بہت جگہ ہے۔ میں دے دوں گی اپنا کمرا آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں۔" ماہا کو برا لگا۔

"یہ آپشن بہت اچھا ہے۔ پھر ایسا کیوں نا کریں کہ آپ ہمارے ساتھ آ جائیں، ہمارے دل اور گھر میں بھی بہت جگہ ہے۔" اس کی شرارتی مسکراہٹ اور جملوں پر وہ کنفیوز ہوئی۔

"آپ ڈرائنگ روم میں بیٹھیں چائے آ رہی ہے۔"

"اب اچھا تو نہیں لگتا کہ امی میرے رشتے کی بات کر رہی ہوں اور میں بھی بیٹھا رہوں۔"

ماہا نے حیران نظروں سے اسے دیکھا، وہ چائے ڈالنا تک بھول گئی۔

"وہاج کے لیے یہ قربانی تو دینی پڑے گی اسے کمرا مل جائے گا اور امی کو بہو۔" وہ شرارت پر آمادہ تھا۔

"ہم کمرا دیں یا نہ دیں یہ آپ کا مسئلہ نہیں

www.pklibrary.com

ہے۔'' وہ خفگی سے کہہ کر رخ پھیرتی تو وہ مسکرایا۔

''میرا مسئلہ یہ ہے کہ آپ پہلی ہی ملاقات میں کچھ اس طرح سے دل میں سما گئی ہیں کہ اب جتنی بھی کوشش کر لوں نکال نہیں سکتا اور نہ ہی نکالنا چاہتا ہوں۔'' اس کا چہرہ تیزی سے سرخ ہوا دل کی دھڑکن الگ تیز ہونی جا رہی تھی۔

''میرا دل اور گھر دونوں آپ کے منتظر ہیں، امید ہے آپ ہمیں مایوس نہیں کریں گی۔'' خوب صورت لب و لہجے میں کہتا وہ چلا گیا مگر ماہا نجانے کتنی ہی دیر اس کی باتوں کے سحر میں جکڑی مسکراتی رہی۔

☆☆☆

گاڑی میں بیٹھا وہ کافی دیر سے اس کا منتظر تھا۔

''اتنی دیر سے آ رہی ہو۔ کیا سارا بوتیک تم نے سر پر اٹھا رکھا ہے۔'' اس کے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہی وہ بول پڑا۔

''ایسا ہی سمجھ لیں۔ ربیعہ کے بغیر بھلا کچھ ہو سکتا ہے۔'' وہ اترائی۔

''اس پر تفصیلی روشنی تو مامی ہی ڈال سکتی ہیں۔'' وہاج اسے تنگ کرنے کو بولا۔

''آپ کی مامی کو میری صلاحیتوں کا ٹھیک سے علم ہی نہیں ہے۔'' وہ بھی ربیعہ تھی کہاں چپ رہتی۔

''اسی لیے وہ آپ کے ایک دو پروپوزلز پر آج کل غور کر رہی ہیں تاکہ جلد از جلد اپنی گنوں والی بیٹی سے چھٹکارا پا سکیں۔'' وہاج کی بات پر وہ اچھلی۔

''نہ کرو کزن، کس نے کہا یہ؟''

''ماما بتا رہی تھیں رات کو۔ انہیں تم سے خاصی ہمدردی ہے۔''

''امی کو بھی روز نئے خیال آتے ہیں۔'' وہ پریشان سی ہو گئی۔

''ٹینشن کیا ہے؟''

امی کی پسند تو کبھی کپڑوں میں بھی مجھے سمجھ میں نہیں آئی۔ سوچ رہی ہوں پتا نہیں لڑکا کیسا پسند کر لیں۔'' اس کی سنجیدگی سے کہی بات پر وہاج زور سے ہنسا تو اس نے اسے گھورا۔

''زیادہ خوش نہ ہو کزن۔ آپ کے لیے بھی ایسی لڑکی ڈھونڈوں گی کہ یاد کریں گے۔'' ربیعہ نے دھمکی دی۔

''اس سے بہتر آپشن ہے میرے پاس۔ ہم آپس میں شادی کر لیتے ہیں۔'' اس کے نارمل انداز میں کہی بات پر ربیعہ نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔

''مجھے ایسے مذاق زہر لگتے ہیں۔ میری بے تکلفی کو غلط مطلب مت دیں۔'' وہ برا مان گئی۔

''اچھا بابا سوری۔ یہ مذاق نہیں تھا۔ ماما نے رات میں مجھ سے پوچھا تو میں ان کی پسند جان کر خوش ہو گیا اور فوراً کہہ دیا کہ آپ کی بھیجی مجھے بھی پسند ہے۔'' وہاج نے مسکرا کر اسے دیکھا جو دوسری جانب دیکھنے لگی تھی۔

''ربیعہ کچھ تو کہو۔'' وہاج فکرمندی سے بولا۔

''جب کوئی آپ کے متعلق پوچھے گا تو بتا دوں گی۔'' وہ سنجیدہ تھی۔ وہاج نے گاڑی روکی۔

''تو پھر مس ربیعہ شفیق، میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی؟''

''ہوں سوچا جا سکتا ہے۔'' وہ اس کی جانب دیکھ کر بولی۔

''ابھی بھی سوچو گی۔'' وہ بے تاب ہوا۔

''چلیں کیا یاد کریں گے۔ آپ کو پھوپھو کا بیٹا ہونے کا مارجن دیتی ہوں۔'' مسکرا کر بولتی وہ سامنے شیشے کے پار دیکھنے لگی، چہرے پر سرخی پھیل گئی۔ وہاج نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

''کچھ لوگ شرماتے ہوئے بہت اچھے لگ رہے ہیں۔'' دل سے مسکراتے وہاج نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

''میں چاہتا ہوں ہم اس رشتے کو اتنا خوب صورت اور مضبوط بنائیں کہ اس میں کوئی تیسرا آ کر اسے توڑ نہ سکے۔''

وہاج کی سنجیدگی سے کہی بات سے وہ پوری طرح متفق تھی اور اسے یقین تھا کہ وہ ایک ایسا ہی رشتہ قائم کریں گے جس میں بھروسا شامل ہوگا کیونکہ وہ اپنے بڑوں کی زندگی سے بہت کچھ سیکھ چکے تھے۔

☆☆

www.pklibrary.com

نازیہ کنول نازی

جنہیں راستے میں خبر ہوئی

پانچویں قسط

کبھی تم لوٹ کر آؤ، مجھے بس اتنا سمجھاؤ
کہاں سے سیکھ لی تم نے، ادا مجھ کو بھلانے کی
تمہیں مجھ سے گلہ تھا یا کبھی کوئی شکایت تھی
زحمت تو ذرا سی تھی
نہ کی کوشش بتانے کی
بھلا یوں چھوڑ کر اپنا، کوئی اپنوں کو جاتا ہے
مسلسل دکھ کی بارش میں یوں جیون بھر رلاتا ہے
ابھی تو ریت گیلی ہے، ابھی سب نقش باقی ہیں
گئے قدموں یہ لوٹ آؤ مجھے بس اتنا سمجھاؤ
کہاں سے سیکھ لی تم نے اداء یوں دل جلانے کی
ادا مجھ کو بھلانے کی!

☆☆☆

وہ بہت تیز قدموں سے چلتا کمرے میں آیا تھا۔

ہادیہ جو کمرے کے باہر ٹیرس پر کھڑی تھی اسے یوں طوفانی رفتار سے کمرے کی طرف جاتے اور پھر دو منٹ کے بعد اسی رفتار سے واپس آتے دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

''سوزان۔'' برق رفتاری سے اس نے اسے آواز دی تھی مگر وہ اس کی پکار کو سنی ان سنی کرتا تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھا اور پھر زن سے گاڑی وہاں سے بھگا کر لے گیا۔

ہادیہ کو کچھ غیر معمولی ہونے کا احساس ہوا تو اس نے فوراً سیل اٹھا کر اسے کال ملائی۔ بیل مسلسل جاتی رہی مگر اس کی کال ریسیو نہیں ہوئی۔ تبھی اسے پریشانی لاحق ہوئی تھی۔ کہیں کچھ غلط ہوا تھا۔

ابھی کچھ دیر پہلے جب وہ ہوٹل سے کھانا کھا کر اکٹھے نکلے تھے تو سب کچھ ٹھیک تھا۔ دونوں کتنے خوش تھے، کہیں کوئی الجھن نہیں تھی۔ سوزان اسے وہاں اس کے کمرے کے باہر ڈراپ کر کے خود انجشاء کے پاس چلا گیا تھا۔

کیا ہوا تھا وہاں؟ اسے کچھ خبر نہیں تھی۔ پہلا خیال جو اس کے دماغ میں آیا وہ یہی تھا کہ انجشاء کو کچھ ہو گیا ہے شاید تبھی وہ یوں ہوا کی رفتار سے نکلا

www.pklibrary.com

تھا۔اس خیال کے آنے کی دیر تھی کہ وہ بجلی کی سی برق رفتاری سے خود بھی گاڑی کی طرف بڑھی اور پھر اگلے چند ہی لمحوں میں گاڑی جانے پہچانے راستوں پر فراٹے بھرنے لگی تھی۔ پندرہ منٹ کا راستہ اس نے پانچ منٹ میں طے کیا تھا۔ مطلوبہ ہاسپٹل کے سامنے گاڑی روک کر وہ تقریباً بھاگتے ہوئے انجشاء کے کمرے تک پہنچی تھی۔

انجشاء جس کی آنکھیں رونے کی شدت سے سرخ ہو چکی تھیں اسے یوں بدحواسی کے عالم میں کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر چونک گئی۔

''اوہ انجشاء! خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تم ٹھیک ہو، میں بہت ڈر گئی تھی۔'' اسے زندہ جاوید سامنے پا

pklibrary.com

www.pklibrary.com

کراس نے بے ساختہ شکر ادا کیا تھا جواب میں انجشاء نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

''حیرت کی بات ہے کہ مجھے زندہ جاوید پا کر تم شکر ادا کر رہی ہو۔''

''کیا مطلب؟'' اس کے نفرت بھرے طنزیہ لہجے پر وہ حیران ہی تو رہ گئی تھی۔ انجشاء نے اسے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تبھی اسے کچھ کلک ہوا۔

''سوزان کہاں ہے؟''

''تمہیں پتا ہونا چاہیے اس کا، تم گرل فرینڈ ہو اس کی، بلکہ رکھیل کہوں تو زیادہ بہتر ہوگا۔'' اس کا دماغ آگ میں جل رہا تھا اسے اندازہ ہی نہیں تھا کہ وہ کس قدر غلط لفظوں کا سہارا لے رہی ہے۔ ہادیہ کو جیسے زور کا دھکا لگا۔

''شٹ اپ.....'' خود پر ضبط کی ہزاروں کوشش کے باوجود وہ خود کو چلانے سے باز نہیں رکھ سکی۔ انجشاء نے اس کے چلانے پر تنفر سے سر جھٹک دیا۔ تبھی وہ الٹے پاؤں باہر بھاگی تھی کہ انجشاء سے زیادہ اس وقت سوزان کو اس کی ضرورت تھی۔ کپکپاتی انگلیوں سے مسلسل سوزان کا نمبر پریس کرتی وہ گاڑی میں آ بیٹھی۔ انجشاء کا لہجہ اور الفاظ بتا رہے تھے کہ ضرور اس کے اور سوزان کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا ہے۔ اگر جھگڑا ہوا بھی تھا تو اس کی نوعیت کیا اتنی شدید تھی کہ سوزان ہر چیز داؤ پر لگا دیتا۔ اسے لگا جیسے اس کا دماغ بلاسٹ ہو جائے گا۔ سوزان کہاں گیا تھا اور کیا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اس وقت یہ سوال کسی اژدھے کی طرح اسے ڈس رہا تھا۔ فل اسپیڈ سے بنا راستے کا تعین کیے گاڑی بھگاتی وہ مسلسل سوزان کو کال کر رہی تھی جب اس نے اس کی کال پک کر لی۔

''ہیلو سوزان۔''

ایک دم سے گاڑی کو بریک لگاتے ہوئے گویا اس نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ دی تھی۔ اس کی قسمت اچھی تھی کہ گاڑی نے پلٹا نہیں کھایا تھا ورنہ جو حرکت اس نے کی تھی گاڑی قلابازی ہو کر کب کی آگ کے شعلوں کی نذر ہو چکی ہوتی۔

''سوزان!'' دوسری طرف کی خاموشی اسے ہولا رہی تھی تبھی وہ بے چینی سے تقریباً چلائی تھی۔

سوزان نے بے ساختہ گہری سانس لی۔

''میں جانتا ہوں ہادیہ! اسلام میں خودکشی حرام ہے، اپنے ہاتھوں اپنی جان لینے والے کو اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا جب تک کہ وہ خود رحیم ہو کر اسے معاف نہ کر دے مگر میں بہت مجبور ہو گیا ہوں، زندہ رہنے کے لیے میرے پاس اب کوئی وجہ نہیں رہی ہے، اس لیے بس سمجھو کہ میرا اور زندگی کا ساتھ بس یہیں تک تھا۔ تم میری بہت اچھی دوست ہو، دکھ اور سکھ کے ہر موسم میں تم نے میرا ساتھ دیا ہے۔ میں پوری ایمان داری کے ساتھ کہتا ہوں ہادیہ، اگر میری زندگی میں انجشاء عظیم نامی خوب صورت ساحرہ نہ آئی ہوتی تو لازمی میں تم سے محبت کرتا اور شادی بھی، تمہاری کال بھی اس وقت اسی لیے پک کی ہے تاکہ یہ ایک آخری اعتراف کر کے تمہارا کچھ قرض تو اتار سکوں۔ مجھے معاف کر دینا، اور اور ہو سکے تو میرے بعد انجشاء کا بھی خیال رکھنا، کیونکہ تم جانتی ہو میں نے اس سے کتنی محبت کی ہے۔''

اس وقت سوزان ساحر کا بھیگا ہوا لہجہ اس بات کی چغلی کھا رہا تھا کہ وہ بہت شکستہ دل تھا، بہت ٹوٹا ہوا تھا۔ ہادیہ کو لگا جیسے اس کا دل دھڑکنا بند ہو جائے گا۔

''سوزان.....'' ایک انجانے سے خوف کی بھینٹ چڑھ کر اس نے بے تابی سے اسے پکارا۔ وہ اس کی بات کاٹ کر بے بسی سے بولا۔

''کچھ مت کہنا ہادو، بس بہت ہو گیا۔ بہت تھک گیا ہوں میں، اب صرف سونا چاہتا ہوں۔ ذلت کی موت ہی سہی، اس بے رحم زندگی سے چھٹکارا تو ملے گا، تم بس اپنا خیال رکھنا اور.....''

''میری بات سنو سوزان، تمہیں سوسائیڈ کرنی ہے تم شوق سے کرو، مجھے اور میرے کردار کو بھاڑ میں جھونکو، مگر خود مرنے سے پہلے صرف ایک منٹ کے لیے انجشاء کو آ کر دیکھ لو، وہ مر رہی ہے، ڈاکٹرز آئی سی یو میں لے کر جا رہے ہیں اسے، مگر وہ بار بار تمہیں

www.pklibrary.com

پکار رہی ہے۔ میں بھی یہیں ہوں سوزان، پلیز جلدی آجاؤ۔" اس کے دماغ نے بروقت کام کیا تھا اور اس نے وہ ترپ کا پتا پھینکا تھا جس کے بارے اسے سو فیصد امید تھی کہ وہ کام کرے گا۔ اس ایک چال کے علاوہ اس کے پاس اس وقت اسے اپنی جان خود لینے سے روکنے کے لیے اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

سوزان اس کے لہجے کی تڑپ اور رونے سے بلیک میل ہو کر واقعی اس کی چال میں آ گیا۔

"کیا ہوا ہے انجشاء کو؟" اگلے ہی پل اس نے پوچھا۔ ہادیہ کی رکی ہوئی سانس جیسے پھر سے بحال ہوئی۔

"سوسائیڈ کی ہے اس نے ..... چھری سے کلائی کی وین کاٹ لی۔"

سوزان نے اگلا سوال نہیں کیا اور فوراً کال کاٹ دی۔

ہادیہ جانتی تھی وہ اب بجلی کی رفتار سے ہاسپٹل پہنچنے کی کوشش کرے گا اور اگر وہ اس کے پہنچنے سے پہلے وہاں نہیں پہنچی تو اس کی ساری کوشش بیکار جائے گی بھی اس نے گاڑی کو ریورس (Reverse) میں ڈالا اور پھر اس کی کار جیسے شفاف سڑک پر بھاگتے ہوئے ہوا سے باتیں کرنے لگی تھی!

☆☆☆

سوزان جب تک ہاسپٹل پہنچا، ہادیہ وہاں پہلے سے موجود تھا۔ تبھی وہ گاڑی سے اتر کر تقریباً بھاگتا ہوا اس کی طرف آیا۔

"کیسی ہوا نجو..... ڈاکٹرز، کیا کہہ رہے ہیں؟"

ہادیہ دیکھ سکتی تھی جتنا وہ پریشان تھا۔ تبھی وہ نرمی سے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھتے ہوئے بولی۔

"اب ٹھیک ہے، کوئی پریشانی والی بات نہیں۔"

"کہاں ہے وہ؟"

"وہیں جہاں تم اسے چھوڑ کر گئے تھے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکا تو وہ بولی۔

"انجشاء کو کچھ نہیں ہوا وہ ٹھیک ہے، میرے پاس تمہاری جان بچانے کا کوئی اور راستہ نہیں تھا اس لیے یہ جھوٹ بولنا پڑا۔"

"ہادیہ تم ....." وہ سٹپٹایا تھا۔ ہادیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں بہت بری ہوں، مگر میں اپنی زندگی میں تمہیں مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی سوزان۔ میں نہیں جانتی کس بات نے تمہیں اتنا بڑا قدم اٹھانے پر مجبور کیا مگر یہ حقیقت ہے کہ تم بہت انمول ہو، میرے لیے بھی اور..... اس انجشاء کے لیے بھی جسے آج بھی تم اپنی جان سے بڑھ کر پیار کرتے ہو۔"

"چپ کر جاؤ یار، بہت بے ہودہ حرکت کی ہے تم نے۔" وہ خفا تھا مگر ہادیہ نے پروا نہیں کی۔

"جانتی ہوں، مگر تمہاری جان بچانے کا کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔"

"بھاڑ میں گئی یار ایسی جان، اچار ڈالنا ہے ایسی زندگی کا میں نے جس میں سکون ہی نہ ہو۔"

"سکون تو پچھلے کئی سالوں سے نہیں ہے، پھر پہلے کیوں خیال نہیں آیا تمہیں ایسی بزدلانہ حرکت کا؟" وہ بھی خفا ہوئی، تبھی وہ کمزور پڑ گیا۔

"تنگ آ گیا ہوں اب خود سے، بہت تھک گیا ہوں۔"

"جو بھی ہے مگر اپنی زندگی کا خاتمہ خود اپنے ہاتھوں سے کرنے کا تمہیں کوئی اختیار نہیں دیا گیا۔"

"تو کیا کروں پھر؟ پچھلے سات سال سے جس لڑکی کی محبت میں، میں نے اپنا سب کچھ لٹا دیا، وہ مجھ سے کہتی ہے کہ مجھے جینے کا کوئی حق نہیں، اس کا ڈاکو لٹیرا اوباش شوہر مجھ سے بہتر ہے اس کے لیے۔"

وہ بہت زیادہ دل برداشتہ تھا۔ ہادیہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے کوریڈور میں پڑے صوفے کی طرف لے آئی۔

"اگر تمہیں لگتا ہے کہ انجشاء کے دل میں

www.pklibrary.com

تمہارے لیے کچھ نہیں ہے تو ایسا نہیں ہے، سوزان! وہ یقیناً کسی بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہے، شاید اتنے سالوں کے بعد ہم دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر اسے کوئی غلط فہمی لاحق ہوگئی ہے، تم اسے کلیئر کرو کہ تم صرف اسی کے تھے اور آج بھی صرف اسی کے ہو، تم دیکھنا اس کے بعد سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"بات تمہارے میرے تعلق کی نہیں ہے، بات اس کے اور سمعان احمد کے تعلق کی ہے وہ اس شخص کو غلط نہیں سمجھتی، وکیل بنی ہوئی ہے اس کی، مجھ پر اہمیت دیتی ہے اسے۔"

"کوئی وجہ ہوگی اس کے پیچھے۔"

"کوئی وجہ نہیں ہے۔ بس دماغ خراب ہوگیا ہے اس کا۔" غصے سے کہتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ہادیہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

☆☆☆

وادی میں اس رات پھر برفیلی ہواؤں کا زور تھا۔ ہادیہ شام میں سو کر اٹھی تو سوزان اپنے کمرے میں موجود نہیں تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ ذہنی طور پر بہت ڈسٹرب ہے تبھی اپنا گرم کوٹ کندھے پر ڈالتی وہ نشیبی علاقے کی طرف چلی آئی۔ سوزان جب بھی بہت پریشان یا اداس ہوتا تھا وہ وہیں آتا تھا، اس وقت بھی اس کی توقع کے عین مطابق وہ وہیں پہاڑی ڈھلان پر اکیلا بیٹھا، نیچے وادی کے پر پیچ راستوں پر نگاہ جمائے ہوئے تھا۔ ہادیہ دھیمے قدموں سے چلتی اس کے پہلو میں جا بیٹھی۔

"کیا بات ہے سوزان! کیا ابھی تک ناراض ہو؟"

"نہیں۔" اس کی آمد پر گہری سرد آہ بھرتے ہوئے اس نے نیچے گہری وادی کے پر پیچ راستوں سے نظر ہٹائی۔

"تو پھر خاموش کیوں ہو بات کیوں نہیں کر رہے؟" اس نے پوچھا۔

"دل نہیں چاہ رہا۔"

"کیا انبشاء کی وجہ سے پریشان ہو؟"

"نہیں۔"

"پھر؟"

"پتا نہیں، کبھی کبھی اپنے دل کے اداس ہونے کی وجہ خود میری سمجھ میں بھی نہیں آتی۔"

"ٹھیک ہے، لیکن کیا تم اتنا بتا سکتے ہو کہ تمہارے اور انبشاء کے درمیان ایسی کیا بات ہوئی آخر کہ اتنے سمجھ دار انسان ہو کہ تم ایک نہایت غلط فیصلہ کر بیٹھے؟ کیا ہوتا اگر مجھے بروقت پتا نہ چلتا؟ میری جان جاتی ہے یہ سوچ کر کہ اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں کیا کرتی۔" وہ جذباتی ہوئی تھی۔

سوزان کی اداس نگاہیں بھٹک کر پھر وادی کے پر پیچ راستوں سے الجھ گئیں۔ وہ بولا تو اس کا لہجہ بے حد شکستہ تھا۔

"کیا سمجھ دار انسانوں کے سینے میں دل نہیں ہوتا..... کیا انہیں کوئی بات بہت تکلیف نہیں دے سکتی؟"

"میں نے یہ نہیں کہا، میں صرف وہ وجہ جاننا چاہتی ہوں جس نے تمہیں تکلیف دی۔"

"کیا کرو گی وجہ جان کر؟"

"کچھ نہیں، بس کوشش کروں گی کہ دوبارہ ایسی کوئی صورت حال پیدا نہ ہو۔" اب وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

سوزان کے انداز کی ٹھن کو جیسے کوئی روزن مل گیا۔ وہ بولا تو اس کا لہجہ بے حد نم تھا۔

"میرا دل ٹوٹ گیا ہے ہادو! جس لڑکی کی محبت نے، سات سالوں سے مجھے ساری دنیا سے کاٹ کر رکھا ہوا تھا، وہ لڑکی پورے سات سال کے بعد اچانک ایک غیر متوقع مقام پر ملی بھی تو اس حال میں کہ اس کا پور پور کسی اور کی محبت میں جکڑا ہوا ہے۔ کسی اور بھی کون؟ ایک سمگلر، ایک درندہ، جسے ٹھیک سے عورت ذات کی عزت کرنا بھی نہیں آتی، وہ کہتی ہے کہ مجھ سے محبت اس کی نادانی تھی اسے خبر ہی نہیں کہ اس کی محبت میں، میں کس حال کو پہنچ گیا ہوں۔" اندر کے زخم باہر نکلے تو لہجہ بھی

www.pklibrary.com

پھٹ گیا۔

ہادیہ اسے دکھی دیکھ کر خود بھی افسردہ ہوگئی۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو سوزی! میں خود بہت حیران ہوں کہ اتنے سالوں کے بعد تمہارے ساتھ ساتھ وہ مجھے بھی یوں ملی ہے جیسے کبھی جانتی ہی نہ ہو، شاید وہ ہم دونوں کے حوالے سے کسی بدگمانی کی لپیٹ میں ہے۔"

"کیسی بدگمانی؟ میں نے آج تک اس کے سامنے کبھی تمہارا ذکر نہیں کیا۔ یونیورسٹی لائف تمہاری سامنے ہے کسی لڑکی کی طرف کبھی غلط نگاہ نہیں اٹھائی۔ اب اتنے سالوں کے بعد بھی اگر تم ساتھ ہو تو صرف اس لیے کہ ہم یونیورسٹی فیلو ہیں۔ تم پہلے انجشاء کی دوست ہو پھر میری، تم بتاؤ اس ساری حقیقت میں بدگمانی کا وجود یا گنجائش کہاں نکلتی ہے؟ کیا تمہیں یاد نہیں اس روز جب میں ایک دوست کے گھر اس کی ماں کو ڈراپ لگانے گیا تو اس نے کیا کیا تھا پیچھے...... اس کی نظر میں، میں صرف ایک فلرٹی، غیر ذمہ دار اور لاپروا انسان ہی رہا ہوں۔ تبھی تو صرف سات سالوں میں مجھے بھول گئی وہ۔"

"ہوسکتا ہے میں نے اس کے ساتھ جو مذاق کیا اس کی وجہ سے......"

"نہیں ہادو! وہ کوئی بہت بڑی بات نہیں تھی، حقیقت یہی ہے کہ اس کا دل بدل گیا ہے وہ کیسے، کیوں، کب سمعان احمد تک پہنچی، میں نہیں جانتا۔ مگر شاید اس شخص کے اثر و رسوخ، اس کی دولت اور وجاہت نے اس کا دل بدل دیا ہے۔"

"ہوسکتا ہے، بہرحال صرف ایک بار تم اسے کلیئر ضرور کرنا کہ تم نے صرف اسی سے محبت کی ہے۔ اس کے سوا تمہاری زندگی میں کبھی کوئی نہیں رہا۔"

"اس سے کیا ہوگا؟" لہورنگ نگاہیں اٹھاتے ہوئے بڑی زخمی سی مسکراہٹ اس کی لبوں پر بکھری۔ تبھی وہ بولی۔

"اس کا دل صاف ہو جائے گا، ہوسکتا ہے تمہاری طرف واپس پلٹ آئے وہ!"

"کسی اور کی محبت دل میں رکھ کر......!"

"ہوسکتا ہے ایسا نہ ہو۔"

"اور اگر ایسا ہوا......؟"

"اگر ایسا ہوا تو میرا تم سے وعدہ ہو سوزی، اس شخص کو روئے زمین پر زندہ رہنے نہیں دوں گی، میں......"

اس بار وہ ہنسا تھا دل کھول کر مگر اس ہنسی میں بھی نمی تھی۔

"پاگل ہو تم یار، اسے مار دینے سے کیا ہوگا؟ اس کے لیے جو محبت انجشاء عظیم کے دل میں ہے وہ تو نہیں مرے گی۔"

"یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی یہ بتاؤ کہ اس اسٹوپڈ شخص کو نکیل کیسے ڈالنی ہے؟ پورا میڈیا اس کا چرچا کر رہا ہے۔ اپنی بیوی کے اغواء پر سنا ہے کہ بہت آگ بگولا ہو کر تیزی سے باہر آنے کی کوششیں کر رہا ہے وہ۔ اگر اس کی ضمانت ہوگئی تو تمہارے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے وہ۔"

"میرا کیا نقصان کر سکتا ہے وہ اب، میرا سب کچھ تو پہلے ہی چھین چکا ہے، وہ اب تو صرف یہ جان باقی ہے، اس کا بھی لالچ نہیں کیا میں نے۔"

"اچھا بس چلو اٹھو، انجشاء کو ہاسپٹل سے ڈسچارج کروانا ہے، پھر مجھے اس صغراں کی بچی سے رابطہ کر کے اسے اپنی وفاداری کا یقین بھی دلانا ہے۔"

"ٹھیک ہے، کیا اس کی طرف سے کوئی کال آئی؟"

"ہوں، برسوں سے ہزاروں کالیں کر چکی ہے اپنے سمعان سر کی بیوی کے بارے میں معلومات لینے کے لیے۔"

"پھر تم نے کیا کہا؟"

www.pklibrary.com

''میں نے کیا کہنا تھا، میں نے اسے بتایا ہوا ہے کہ میں تمہیں دل سے پسند نہیں کرتی، اس لیے تمہارے خلاف ان کی مدد کروں گی۔ اب اس کی کالز کے جواب میں انہیں یہ یقین دلانا پڑ رہا ہے کہ میں انجشاء کا پتا لگانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہوں۔''

''گڈ.....'' اس بار ہلکی سی چپت اس کے سر پر مارتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ہادیہ ضمیر چوہدری بھی کپڑے جھاڑتی اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

شام ڈھل رہی تھی۔ خنک زدہ ہوا جیسے بدن میں سوراخ کرتی جسم کے خیمے میں پناہ ڈھونڈتی بے چین ہو رہی تھی۔ وہ دونوں سست قدموں سے چلتے گاڑی تک آئے پھر گاڑی ہاسپٹل کے راستے پر ڈال دی۔

طویل کوریڈور عبور کر کے جس وقت وہ انجشاء عظیم کے کمرے میں آیا وہ کھڑکی کے پاس کھڑی سوچوں میں گم تھی۔ سوزان کا دل جیسے ڈوب سا گیا بھی سست قدموں سے چلتا وہ اس کے پہلو میں آ کھڑا ہوا۔

''چلو۔''

انجشاء نے پلٹ کر اسے دیکھا پھر فوراً رخ پھیر لیا۔

کوریڈور سے اپنے کمرے تک اس نے ان دونوں کو قدم سے قدم ملا کر ساتھ چلتے دیکھا تھا پھر دونوں میں کچھ طے ہوا اور انجشاء نے دیکھ کر ہادیہ کمرے کے دروازے سے پلٹ گئی۔ وہ خون کے گھونٹ نہ پیتی تو اور کیا کرتی۔

جانے وہ دونوں اس کے ساتھ کون سی آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ اس کی پوری زندگی اجاڑ کر وہ اسے ہمدردی کی بھیک دے رہے تھے۔ اس پہ ترس کھا کے اس کی مدد کر رہے تھے۔ وہ کیوں مدد قبول کرتی ان کی؟ کیوں ہمدردی کی بھیک لیتی؟ ایک اجڑے ٹوٹے دل کے ساتھ دغا کیوں کرتی؟ اپنا پندار، اپنا بھرم اسے اب دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پیارا تھا تبھی وہ بولی۔

''میں یہاں سے صرف اپنے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہوں، بس۔''

''ٹھیک ہے چلی جانا۔ مگر اس سے پہلے میں کچھ کلیئر کرنا چاہتا ہوں۔''

''مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں۔''

''جانتا ہوں، مگر پھر بھی کچھ ایسی باتیں ہیں ہمارے درمیان جن کا کلیئر ہونا ضروری ہے۔'' اس بار پینٹ کی پاکٹس میں دونوں ہاتھ ڈالتے ہوئے اس نے تحمل سے کہا تھا۔

''جب مجھے تم میں..... تمہاری کسی بات میں، کوئی دلچسپی ہی نہیں پھر کلیئر ہونا نہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔''

''کیوں معنی نہیں رکھتا..... سات سالوں میں دل اتنے پتھر تو نہیں ہو جاتے؟''

''میرا ہو گیا ہے۔''

''مگر کیوں؟'' وہ یک دم بھڑک اٹھا۔ ''تمہیں پتا ہے پچھلے سات سالوں میں میں اور ہادیہ پاگلوں کی طرح تمہیں ڈھونڈنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ مجھے لگا شاید تمہارے کزن اور پھوپھی نے تمہارے ساتھ کچھ غلط کر دیا ہے، کچھ اندازہ ہے تمہیں کہ اس خیال نے کتنا بے چین رکھا ہو گا مجھے کہ کہیں تمہارے ساتھ تمہاری بہنوں کی طرح کچھ غلط نہ ہو گیا ہو.....؟ مگر..... نہیں تمہیں احساس کیوں ہو گا تم نے کبھی میرے اور اپنے رشتے کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی، تم سے اچھی تو وہ ہادو ہے جو مجھے سمجھتی ہے مگر تم اس کے لیے بھی اجنبی بنی ہوئی ہو..... نفرت کرتی ہو اس سے جبکہ وہ بے حد اچھی لڑکی ہے، اس قابل ہے کہ اسے چاہا اور سراہا جائے، پوری زندگی اس کے ساتھ گزاری جائے۔ کاش! میرے بس میں ہوتا تو میں عشق کرتا اس سے مگر.....''

''بکواس بند کرواپنی۔'' وہ ابھی بات کی تمہید

www.pklibrary.com

ہی باندھ رہا تھا جب وہ دھاڑ اٹھی۔

کمرے میں داخل ہوتی ہادیہ ضمیر چوہدری نے اس کی سرخ آنکھوں میں بے تحاشا نفرت اُمڈتی دیکھی۔ وہ وہیں رک گئی۔ انجشاء اب بپھر ہوئے سوزان ساحر کے سامنے کھڑی تھی۔

"مجھے تمہاری کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ میری طرف سے تم بھی جہنم میں جاؤ اور یہ بھی۔ میرا مسئلہ نہیں ہے، میرا مسئلہ میرا شوہر ہے۔ اگر تم دونوں کی وجہ سے اس پر کوئی آنچ آئی تو یاد رکھنا، کھال کھینچ لوں گی میں تم دونوں کی۔"

جس آگ میں وہ جل رہی تھی اس کے سامنے دس سوزان ساحر بھی ہوتے وہ جلا کر راکھ کر دیتی۔

سوزان ساحر بھی اس لمحے جل کر راکھ ہو گیا تھا تبھی ہادیہ آگے آئی۔

"تم اتنی کٹھور اور اجنبی کیسے ہو سکتی ہو انجشاء! تمہیں خبر ہے کیسے اپنی جان مشکل میں ڈال کر یہ شخص تمہیں اس درندے کی قید سے نکال کر لایا ہے جسے میرا شوہر، میرا شوہر کہتے زبان نہیں سوکھ رہی تمہاری۔ ہم نے تو سمجھا تھا اتنے سالوں بعد مجھے اور سوزان کو اپنے سامنے دیکھ کر تم خوشی سے پاگل ہو جاؤ گی مگر نہیں...... تم تو اتنی روڈ اور لاتعلق بن کر سامنے آئی ہو جیسے ہمیں جانتی ہی نہیں ہو۔ کل تک جس سوزان ساحر پر جان دیتی تھیں آج وہی سوزان ساحر تمہاری وجہ سے اپنی جان کا دشمن بنا ہوا ہے مگر تمہیں پرواہی نہیں۔ اتنی سنگ دل کیسے ہو سکتی ہو تم!" سوزان کی نسبت اس کا لہجہ مضبوط تھا۔

انجشاء نے رخ پھیر کر اپنے آنسو چھپا لیے۔

"سوزان ساحر اور تم...... تم اور سوزان ساحر، تم دونوں سے ماضی میں جو بھی تعلق رہا ہو مگر اب میں تم دونوں سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔ مت ترس کھاؤ میرے حالات پر، تم دونوں کی شکل دیکھنے کی روادار بھی نہیں ہوں میں، آئی بات تمہاری سمجھ میں؟ جان چھوڑ دو میری اب تم لوگ، خدا کا واسطہ ہے نہیں۔" جتنا تلخ وہ اپنے لہجے کو کر سکتی تھی اس نے کیا تھا۔

سوزان کی برداشت بس یہیں تک تھی۔ وہ پلٹا تھا اور پھر تیز قدموں سے چلتا کمرے سے نکل گیا۔ ہادیہ نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا پھر افسوس سے انجشاء کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"اس رویے کی وجہ جان سکتی ہوں۔"

"نہیں۔" تنفر سے کہتے ہوئے انجشاء نے رخ پھیر لیا تھا۔ وہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

"چلو ٹھیک ہے، پھر بیسٹ آف لک۔" سپاٹ لہجے میں کہتی وہ رکی نہیں تھی خود بھی سوزان کے پیچھے ہی باہر نکل گئی تھی جبکہ انجشاء پلٹ کر بیڈ پر بیٹھتی اپنا ضبط کھو بیٹھی۔ اسے لگا جیسے اس نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے وجود کو کنویں میں دھکیل دیا ہو۔ کہتے ہیں مشکل کے بعد آسانی ضرور آتی ہے۔ مگر یہ انجشاء عظیم کی زندگی تھی جس میں مشکل کے بعد ایک اور مشکل آ رہی تھی کہیں کسی آسانی کا نام و نشان نہیں تھا۔

ہادیہ انجشاء کے کمرے سے نکل کر باہر آئی تو اسے سوزان پارکنگ کی طرف بڑھتا دکھائی دیا تبھی وہ تیز تیز قدم اٹھاتی خود بھی اسی طرف بڑھ گئی۔

"سوزان!" وہ گاڑی نکال رہا تھا جب اس نے آواز دی۔

"کیا ہوا؟" اس کے گاڑی قریب لانے پر وہ کھڑکی میں جھکی تو وہ بولا۔

"کچھ نہیں، میں ابھی ایک ضروری کام سے نکل رہا ہوں، تم ایسا کرو انجشاء عظیم کو سمعان کا ٹیج میں واپس چھوڑ آؤ، فی الوقت وہ سمعان احمد کے خلاف ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتی، لیکن اسے واپس سمعان کاٹیج پہنچا کر تم ان لوگوں کی نظر میں اپنا اعتماد ضرور بحال کر لو گی، ہمارے پاس اس شخص سے نپٹنے کے لیے بس یہی ایک آخری راستہ ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن......"

www.pklibrary.com

"لیکن ویکن کچھ نہیں، جو کہا ہے ویسا کرو پلیز......!" ہادیہ کی بات درمیان میں ہی کاٹتے ہوئے اس نے سرعت سے کہا پھر اگلے ہی پل بنا اسے کچھ بھی بولنے کا موقع دیے وہ زن سے گاڑی بھگا لے گیا۔

ہادیہ نے غصے اور بے بسی سے قریب کھڑی گاڑی کے بونٹ پر زور سے ٹھوکر رسید کی پھر پلٹ کر اسی کمرے کی طرف بڑھ گئی جہاں انجشاء عظیم نامی ایک لڑکی اپنے سفید بستر پر بیٹھی زور و شور سے آنسو بہانے میں مصروف تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے جلدی سے چہرہ خشک کیا تھا۔ تب ہی ہادیہ اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"تمہارے لیے ایک خوش خبری ہے، سوزان ساحر نے اپنی قید سے رہا کر دیا ہے تمہیں۔ چلو، آؤ تمہارے شوہر کے گھر چھوڑ آؤں تمہیں۔" اس بار اس کا لہجہ بھی قطعی اجنبی تھا۔

انجشاء ضبط کی انتہا کو چھوتی چپ چاپ سر اثبات میں ہلا گئی۔

☆☆☆

سبز جنگل میں پرندوں کے ٹھکانوں میں کہیں
وقت لے آیا ہمیں گزرے زمانوں میں کہیں
گم بھی ہو سکتے ہیں تاریخ کے اوراق میں ہم
مل بھی سکتے ہیں مگر تازہ فسانوں میں کہیں

پورے راستے ان دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی تھی۔ گاڑی سوات کی حدود میں داخل ہوئی تو اچانک ہادیہ نے گاڑی روک کر ڈیش بورڈ سے سیل اٹھالیا۔ اگلے چند لمحوں میں اس نے ایک نمبر نکالا پھر گاڑی میں اس کی آواز گونجی۔

"ہاں صغراں! ہادیہ بول رہی ہوں۔ تمہارے لیے ایک خوش خبری ہے۔" انجشاء کے کان کھڑے ہوئے تھے اور وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی، جو کہہ رہی تھی۔

"ہاں ہاں۔ کل رات اپنی جان داؤ پر لگا کر سمعان احمد کی بیوی کا پتا لگا لیا تھا میں نے۔ اس وقت وہ میرے ساتھ ہے۔ بتاؤ، کہاں لے کر آؤں؟"

انجشاء کے لیے اس کے الفاظ بے حد حیران کن تھے۔ کیا وہ اور سوزان، سمعان احمد کے خلاف کوئی گیم کر رہے تھے؟

اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کرتی، ہادیہ نے کال کاٹ دی۔ انجشاء کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"تمہارے شوہر کی سچائی تمہارے سامنے لانے کے لیے یہ سب ضروری ہے جو اس وقت میں اور سوزان کر رہے ہیں، لہٰذا بہتر ہوگا اگر تم اس راز کو راز رکھو۔"

اپنی بات مکمل کرتے ہی اس نے زن سے گاڑی آگے بڑھا دی۔

انجشاء نے بنا ایک بھی لفظ کہے اپنا رخ پھر سے کھڑکی کی جانب موڑ لیا۔

☆☆☆

سمعان احمد کی ضمانت منظور ہو گئی تھی۔ سوزان اور اس کے دوستوں کی لاکھ کوششوں کے باوجود وہ شخص لاک اپ سے باہر آ گیا تھا۔ رہائی کے بعد اپنے ایک خاص کارندے کی زبانی جو سب سے پہلی خبر اسے ملی، وہ انجشاء عظیم کی بازیابی تھی۔

بنا اسے کوئی نقصان پہنچائے، سوزان ساحر کی قید سے نکال کر اسے باحفاظت سمعان احمد تک لانا بلاشبہ ہادیہ ضمیر چوہدری کا بہت بڑا کارنامہ تھا، تب ہی سارے دھندے پس پشت ڈال کر جیل سے سیدھا وہ اپنے گھر پہنچا۔

صغراں کو اس کی آمد کی اطلاع مل گئی تھی، تب ہی وہ اس کے حضور ہاتھ باندھے فوراً حاضر ہو گئی تھی۔

"انجشاء کہاں ہیں؟" پہلا سوال جو اس سے ہوا، وہ یہی تھا۔ جواباً وہ ہمیشہ کی طرح سر جھکائے تابعداری سے بولی۔

www.pklibrary.com

"اپنے بیڈروم میں ہیں سائیں!"

"گڈ..... اور وہ لڑکی..... کیا نام ہے اس کا..... ہادیہ ضمیر چوہدری! وہ کہاں ہے؟"

"انہیں مہمان خانے میں ٹھہرایا ہے سائیں!"

"ہوں، آج رات کے کھانے پر اسپیشل اہتمام کرواور اس لڑکی سے کہو، مجھے اس سے ضروری بات کرنی ہے۔"

"جی سائیں!"

"اور سنو....." سارے حکم اس کے گوش گزار کرنے کے بعد اچانک اس کے دل میں جانے کیا آیا کہ وہ بول اٹھا۔ "جاؤ، باقی باتیں رات کو ہوں گی۔ تم آنا میرے پاس۔"

صغراں کے لیے اس کے منہ سے نکلنے والے یہ چند الفاظ صرف الفاظ نہیں تھے، آب حیات تھے۔ تب ہی اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

"سائیں آپ....."

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، دل سے کہہ رہا ہوں۔ میری غیر موجودگی میں جس طرح سے تم نے اپنا کردار نبھایا ہے، اتنا حق تو بنتا ہے تمہارا۔" وہ سچا، کھرا، ایمان دار شخص تھا۔

صغراں بھیگی آنکھوں کے ساتھ مارے تشکر کے اس کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

"میں اپنی جان دے کر بھی آپ کی مہربانیوں کا قرض ادا نہیں کر سکتی سائیں!"

"نہیں، ایسا مت کہو۔ تمہارے بھی بہت قرض ہیں میرے اوپر۔ بہرحال ابھی مجھے کچھ ضروری کام نپٹانے ہیں، رات کے کھانے تک لوٹ آؤں گا۔" اپنی بات مکمل کرتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

صغراں نے بھیگی پلکیں صاف کر کے چپ چاپ اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں آیا تو انجشاء بیڈ پر نیم دراز گہری نیند سو رہی تھی۔ وہ ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد فوراً پلٹ گیا۔ پہلی فرصت میں جو کام اسے سرانجام دینا تھا، وہ سوزان ساحر کا اس علاقے سے ٹرانسفر اور پھر نہایت بے رحمانہ قتل تھا۔ جس پر اسے بہت ہوشیاری اور سمجھ داری سے پلاننگ کرنی تھی۔ تاہم اس سے بھی پہلے جو زیادہ ضروری کام تھا، وہ انجشاء عظیم کی حفاظت تھی۔ اسے چوٹ پہنچانے کے لیے، سوزان ساحر یا اس کے ساتھی دوبارہ پھر اس کی عزت پر ہاتھ ڈال سکتے تھے مگر اس بار وہ اپنی کمزوری کسی کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتا تھا۔ تب ہی سمعان کا نیج سے نکلتے ہی اس نے جیب سے موبائل نکال کر تیزی سے ایک نمبر پریس کیا تھا۔ پانچویں بیل پر اس کی کال دوسری طرف سے پک ہوئی تھی۔

"السلام علیکم دادو جان! کیسے ہیں آپ؟" کال پک ہوتے ہی اس نے لہجے میں بشاشت سمو لی تھی، تب ہی دوسری جانب سے آواز ابھری۔

"وعلیکم السلام! آج اتنے سالوں کے بعد ہمارے پوتے کو کیسے دادا کی یاد آ گئی۔" دوسری طرف لہجے میں قدرے شکایت تھی۔ وہ مسکرا دیا۔

"شرمندہ نہ کریں دادو! میری مصروفیت کا تو پتا ہی ہے آپ کو۔ مہینوں آئینے میں شکل دیکھنے کی فرصت نہیں ملتی، مگر اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ آپ کو بھول گیا ہوں۔"

"چلو، تم کہتے ہو ایسا ہی ہوگا برخوردار! کہو کیسے یاد کیا؟"

"ایک بہت ضروری کام تھا آپ سے دادو!"

"ہاں، کہو۔"

"وہ اصل میں کچھ روز کے لیے میں آپ کی بہو کو آپ کے پاس بھیجنا چاہ رہا تھا تاکہ وہ محفوظ رہے۔"

"کون صغراں؟"

"نہیں دادو! اسے یہاں کوئی میری بیوی کی حیثیت سے نہیں جانتا؟"

"تو پھر؟"

"دوسری بہو ہے آپ کی..... انجشاء! شہر کی

www.pklibrary.com

پڑھی لکھی، ماڈرن لڑکی ہے۔ کچھ لوگ مجھے کمزور کرنے کے لیے اس پر ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے میں نے سوچا اسے کچھ روز کے لیے آپ کی خدمت میں بھیج دوں۔ آپ کا دل بھی بہل جائے گا اور وہ وہاں محفوظ بھی رہے گی۔"

"ہوں، ٹھیک سوچا ہے تم نے۔"

"کل شام وہ یہاں سے روانہ ہو جائے گی، آگے آپ کی ذمہ داری ہے۔"

"ٹھیک ہے، تم فکر نہ کرو۔ اللہ نے چاہا تو بچی یہاں بالکل محفوظ رہے گی۔"

"شکریہ دادو! میں رکھتا ہوں اب، کل شام میں بات ہوگی۔"

"چلو، ٹھیک ہے۔ اللہ کی امان میں۔" دوسری طرف سے کال فوراً منقطع ہو گئی تھی۔

سمعان نے گہری سانس بھری پھر قدم تیزی سے اپنی پجارو کی طرف بڑھا دیے۔ فی الوقت اس کے کندھوں سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا تھا۔

☆☆☆

کبھی تم لوٹ کر آؤ، مجھے بس اتنا سمجھاؤ
کہاں سے سیکھ لی تم نے ادا مجھ کو بھلانے کی
تمہیں مجھ سے گلہ تھا، یا کبھی کوئی شکایت تھی
زحمت تو ذرا سی تھی
نہ کی کوشش بتانے کی
بھلا یوں چھوڑ کر اپنا کوئی اپنوں کو جاتا ہے؟
مسلسل دکھ کی بارش میں، یوں جیون بھر رلاتا ہے؟

ابھی تو ریت گیلی ہے، ابھی تو نقش باقی ہیں
گئے قدموں پر لوٹ آؤ، مجھے بس اتنا سمجھاؤ
کہاں سے سیکھ لی تم نے ادا یوں دل جلانے کی
ادا مجھ کو بھلانے کی!!

وادی کمراٹ میں اس رات پھر برف باری ہوئی تھی۔ لوگ گھروں میں گرم لحافوں میں دبکے، خشک میوہ جات کے ساتھ قہوہ پی کر سردی کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر وہ..... اس سرد موسم میں بھی خود اپنے آپ سے لاپروا آتش دان کے سامنے بیٹھا، سلگتے ہوئے انگاروں کی حدت کو دیکھ رہا تھا۔

کیا آتش دان کی آگ اس کے اندر کی آگ سے بڑھ کر ہو سکتی تھی؟

جانے کیوں رہ رہ کر اسے انجشاء عظیم کی آنکھوں سے پھوٹتی نفرت کی چنگاریاں یاد آ رہی تھیں۔

سات سال وہ جس کی جدائی کی آگ میں پل پل سلگتا رہا تھا، اس نے کتنے آرام سے فقط چند لمحوں میں پرایا کر دیا؟

کیوں.....؟ کیا اس کی محبت میں سچائی نہیں تھی؟

کیا وہ اسی قابل تھا کہ سات سالوں کی بربادی کے بعد یوں دھتکار دیا جاتا؟

اس کے اندر سے اٹھتے یہ سوال صرف سوال نہیں تھے بلکہ زہریلے سانپ تھے، جو اسے ڈس ڈس کر نیلا کر رہے تھے۔

اسے یاد آ رہا تھا۔ سات سال پہلے جب انجشاء عظیم کے ساتھ اس کی نسبت طے ہوئی تھی، تو وہ کتنا خوش تھا۔ اسے لگا جیسے اسے کائنات کی ہر چیز بن مانگے ہی مل گئی ہو۔ یونیورسٹی میں ان دنوں امتحانات چل رہے تھے لہٰذا ان کا پورا گروپ زور و شور سے امتحانات کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا تھا۔

انجشاء، ہادیہ، معید اور وہ خود اتنے مصروف ہو گئے تھے کہ انہیں ایک دوسرے کی خیر خبر رکھنے کا وقت بھی نہ ملتا۔

انجشاء کی پھوپھو شمشاد بیگم کا رویہ انجشاء کے ساتھ ساتھ ان دونوں ماں بیٹے کے لیے بھی بہت بدل گیا تھا۔ اب وہ جب بھی ملتیں، ان کے لبوں پر مسکراہٹ ہوتی۔

ان ہی دنوں ایک روز جب وہ آخری پرچا

www.pklibrary.com

دے کر ایگزامینیشن ہال سے نکلا، جانے کہاں سے ایک لڑکی قطعی اتفاق سے اس سے ٹکرا گئی۔ لمبی کاٹن کی شرٹ میں کھلے بائچوں والے ٹراؤزر کے ساتھ، وہ کسی بہت اچھے گھرانے کی لڑکی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے خوب صورت سلکی بال نفاست سے لیئر کٹنگ میں کٹے، اس کے چہرے پر بے حد بھلے لگ رہے تھے، اس نے جلدی سے کہا۔

"ایم سوری! میں تھوڑی جلدی میں تھی۔ میں نے آپ کو سامنے سے آتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"کوئی بات نہیں۔"

وہ لڑکیوں سے ہمیشہ فاصلہ رکھتا تھا، تب ہی مختصر لہجے میں بات ختم کرنے کو بولا تو وہ اس کی شرافت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

"شکریہ۔ میرا نام زرنشاء ہے۔ میں بی کام کی اسٹوڈنٹ ہوں، اور آپ؟"

"میں سوزان ساحر۔ ایم ایس سی کا طالب علم ہوں۔"

"گڈ۔ میرا گھر یہاں پاس میں ہی ہے اور آپ کا؟"

"میرا بھی زیادہ دور نہیں ہے۔" وہ جان چھڑانا چاہ رہا تھا مگر وہ چھوڑنے کو تیار نہیں تھی۔ تب ہی خوشی سے بولی۔

"یہ تو اچھی بات ہے، کیوں نہ ایک کپ چائے ہو جائے۔"

"نہیں، ایم سوری۔ ابھی تو بہت تھکا ہوا ہوں، پھر سہی۔"

"چلو، کوئی بات نہیں۔ میں چاہتی ہوں، ہم پھر ملیں۔ کیا آپ مجھے اپنا سیل نمبر دیں گے پلیز۔"

"سیل نمبر دینے میں کوئی حرج نہیں، مگر معذرت۔ میں سیل زیادہ پاس نہیں رکھتا لہٰذا ہو سکتا ہے آپ رابطہ کریں اور میں رسپانس نہ دے سکوں۔"

"آپ پلیز نمبر دے دیں۔ رسپانس نہیں بھی دیں گے، مجھے برا نہیں لگے گا۔"

"ٹھیک ہے، جیسی آپ کی مرضی۔ کریں نوٹ۔"

اسے اس روز اس اجنبی لڑکی کو نا چاہتے ہوئے بھی اپنا نمبر دینا پڑا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس زبردستی کے ٹکراؤ کو ابنشاء نے کن نظروں سے دیکھا اور پھر بنا کوئی استفسار کرے وہ خاموشی سے واپس پلٹ گئی۔ سوزان کو خبر ہی نہیں ہوئی کہ اس کے دل میں شک کا کیا بیج نمو پا چکا تھا۔

☆☆☆

اس شام وہ گھر آئی تو قدرے چپ چپ سی تھی۔ وہ لیپ ٹاپ پر کام میں مصروف تھا جبکہ وہ مسز سیاحر کے پاس بیٹھی سبزی بنانے میں ان کی مدد کر رہی تھی۔ ساتھ ساتھ گفتگو بھی جاری تھی۔ وہ لیپ ٹاپ پر کام میں مصروف ہونے کے باوجود گاہے بگاہے نظر اٹھا کر اسے دیکھ رہا تھا۔ تب ہی اس نے سنا وہ کہہ رہی تھی۔

"پتا نہیں آنی! جب سے منگنی ہوئی ہے، گھر کا ماحول بہت عجیب سا ہو گیا ہے۔ ابو تو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ رہیں پھوپھو، وہ دن بھر کہیں نہ کہیں نکلی رہتی ہیں۔ میں گھر میں اکیلی ہوتی ہوں تو امتیاز کو شہہ مل جاتی ہے، بہت بدتمیزی کرنے لگا ہے وہ اب۔"

سوزان کی انگلیاں کچھ ٹائپ کرتے ہوئے ساکت ہوئی تھیں۔ مسز ساحر کے سبزی کاٹتے ہاتھ بھی تھم گئے۔

"کیا کرتا ہے وہ؟" بہت دھیمے لہجے میں انہوں نے پوچھا تھا، مبادا سوزان نہ سن لے مگر اس نے سن لیا تھا۔ نہ صرف سن لیا تھا بلکہ اس کا رواں رواں کان بن گیا تھا، جب وہ بولی۔

"تنگ کرتا ہے، کبھی راستہ روک کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ کبھی ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

www.pklibrary.com

کبھی کبھی تو اس بس سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ مجھے بہت ڈر لگتا ہے آپی! مجھے لگتا ہے جیسے پھوپھو جان بوجھ کر اسے موقع فراہم کر رہی ہیں کہ وہ میری عزت خراب کرے۔"

سوزان میں بس یہیں تک سننے کی ہمت تھی۔ اگلے لمحے لیپ ٹاپ بند کر کے اس نے فوراً موبائل اٹھایا اور پھر جلدی سے ایک نمبر نکال کر اس پر کال کر دی۔ دوسری ہی بیل پر اس کی کال ریسیو کر لی گئی تھی۔

"ہاں عماد، کیسے ہو؟"

"فٹ فاٹ۔ تم سناؤ، کیسے یاد کر لیا آج؟"

دوسری طرف اس کا دوست قدرے مسرور تھا۔ سوزان نے کمرا بند کر کے آواز دھیمی کر لی۔

"ایک لڑکا ہے امتیاز! ایڈریس اور اس کی تصویر تمہیں ابھی ارسال کر دیتا ہوں۔ اسے بستر پر ڈالنا ہے، مکمل بیڈ ریسٹ۔"

"ہاں ہاں میں سمجھ گیا، تم فکر نہ کرو۔ یہ بتاؤ کب کرنا ہے؟"

"آج اور ابھی...... اور ہاں یہ سب ایک حادثہ لگنا چاہیے۔"

"ایسا ہی ہوگا، بے فکر رہ۔"

"شکریہ......!"

یہ اس کا وہی دوست تھا جس کی شہر میں عدم موجودگی پر اس نے اس کے گھر جا کر اس کی ماں کو ڈرپ لگائی تھی۔ کال بند کر کے وہ کمرے سے باہر آیا تو انجشاء جانے کے لیے پر تول رہی تھی۔ وہ اس کے سر پر آ کھڑا ہوا۔

"کہاں جا رہی ہو؟ کمرا نہیں صاف کرنا؟"

اس کے سوال پر صرف ایک بار اس نے سر اٹھا کر دیکھا پھر نظر جھکا لی۔

"نہیں، آج وقت نہیں ہے۔"

"کیوں...... کہیں جانا ہے؟"

"ہاں۔"

"اچھا، پیپرز کیسے ہوئے؟"

"اچھے ہو گئے۔"

"پاس تو ہو جاؤ گی ناں؟"

"ان شاء اللہ۔"

"ناراض ہو؟" اس کی آنکھوں میں شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔ مگر انجشاء نے نظر نہیں ملائی۔

"نہیں۔" وہ جیسے کنی کترا رہی تھی، سوزان مسکرا دیا۔

"ناراض تو تم ہو، مگر مجھے وجہ نہیں معلوم۔"

"وجہ معلوم کر کے کرنا بھی کیا ہے تم نے۔ میں چلتی ہوں، اب مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"امی! دیکھ رہی ہیں آپ، کتنی اجنبی ہو کر بات کر رہی ہے یہ مجھ سے۔"

اس کا پریشان سنجیدہ انداز اسے بے کل ہی تو کر گیا تھا، تب ہی سائرہ بیگم کو شکایت لگائی تو وہ وہ بولی۔

"وہ کچھ پریشان ہے سوزان! تمہارے ابو آتے ہیں تو آج ان سے تم دونوں کے نکاح کی بات کرتی ہوں میں۔"

"اتنی جلدی؟ اور وہ بھی اس بدشکل سی لڑکی کے ساتھ۔ نہیں امی! آپ اتنا بڑا ظلم نہیں کر سکتیں مجھ پر۔"

وہ مزاح کے موڈ میں تھا۔ منگنی کے بعد ویسے ہی اس کا دل بات بے بات مسرت سے جھومتا رہتا تھا۔ جانے کیوں اسے چھیڑ کر مزا آتا تھا۔ اسے کیا خبر تھی، یہی چھیڑ چھاڑ اس کی زندگی کی کہانی پلٹ کر رکھ دے گی۔

اس وقت بھی اس کے الفاظ پر انجشاء کا چہرا سرخ ہوا تھا اور اس نے بنا سوچے سمجھے اپنی انگلی سے اس کی انگوٹھی اتار کر اس کے منہ پر دے ماری تھی۔

"میں بدشکل ہوں ناں...... جاؤ، آزاد کیا تمہیں۔ اپنے ساتھ زبردستی کے اس تعلق سے۔ اب جس کے ساتھ تمہارا دل کرے اسی کے ساتھ رشتہ جوڑنا، آئی سمجھ؟" بے حد غصے میں اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہ رکی نہیں تھی۔

www.pklibrary.com

سوزان جیسے ساکت سا اپنا مذاق پر اس کا رویہ دیکھتا رہ گیا تھا۔

"افسوس ہے تم پر سوزان! وہ لڑکی نجانے کن کن آزمائشوں سے گزر رہی ہے، مگر تم ہو کہ بجائے اسے سمجھنے کے فضول کی ہانکتے رہتے ہو۔ پتا نہیں کب عقل آئے گی تمہیں۔" مسز ساحر نے سبزی اٹھاتے ہوئے اسے ڈانٹا تھا۔ وہ شدید خفت محسوس کرتا، سر جھکا کر فوراً گھر سے باہر نکل گیا۔

سات سال گزر گئے تھے۔ اب اس کی ماں زندہ نہیں رہی تھی۔ وہ انہیں کیسے بتاتا کہ اسے اب عقل آ گئی ہے مگر..... وقت کے ساتھ پھر بھی اس کی نہیں بن رہی تھی۔

آتش دان میں خشک لڑکیاں جل جل کر ختم ہو گئی تھیں۔ وہ سردی کے احساس سے بے پروا وہیں راکنگ چیئر پر نیم مردہ سے وجود کے ساتھ پڑا خود بھی خشک لکڑیوں کی مانند سلگ سلگ کر جلتا رہا۔

☆☆☆

رات کھانے پر ہادیہ ضمیر چوہدری کا سامنا پھر سمعان احمد سے ہوا تھا۔ آف وائٹ کھدر کے سوٹ میں ملبوس، وجاہت کے تمام ریکارڈ توڑتا وہ اس کے سامنے براجمان تھا۔ ہادیہ کو اس کی سیاہ آنکھوں میں خوشی کی ایک عجیب سی چمک دکھائی دی تھی۔ شاید انجشاء کی طرح وہ خود بھی اسے بہت چاہتا تھا، تب ہی اس کی بازیابی پر خوش تھا۔

"السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟" اپنی سیٹ سنبھالتے ہی اس نے سلامتی بھیجی تھی۔ وہ مسکرا دی۔

"وعلیکم السلام! رہائی بہت بہت مبارک ہو آپ کو۔"

"بہت شکریہ۔ اصل میں شیر جنگل کا بادشاہ ہوتا ہے۔ اسی کے جنگل میں اسے قید کرنا، کیڑے مکوڑوں کی بس کی بات نہیں۔" وہ مغرور تھا اور اس پر غرور جچتا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"سوزان ساحر کو بہت ہلکا لے رہے ہیں آپ۔"

"نہیں، ایسا نہیں ہے۔ اس کی طاقت اور اپروچ کا اندازہ ہے مجھے، مگر اس نے بہت مجھے ہلکا لیا ہے۔ شاید اسے اندازہ ہی نہیں تھا کہ وہ کس آدمی کے ساتھ پنگا لے بیٹھا ہے۔"

"ہوں، وہ شروع سے ایسا ہی ہے۔ بے حد جذباتی اور ایمان دار۔"

"ایمان دار تو میں بھی ہوں مگر کسی کے ساتھ خواہ مخواہ کبھی متھا نہیں لڑایا۔ بہرحال آپ کیسے اس کے چنگل میں پھنس گئیں۔ میرا مطلب ہے منگنی کیسے ہوئی آپ کی اس سے؟" اسے کھانا شروع کرنے کا اشارہ دیتے ہوئے اس نے پوچھا۔ وہ تھوڑے سے چاول پلیٹ میں ڈالتے ہوئے بولی۔

"یونیورسٹی لائف میں ہی ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے مگر بعد میں مجھے پتا چلا، یہ پسندیدگی یک طرفہ ہے۔ میں اس پر جان دیتی رہی اور وہ کسی اور پر۔ یہاں تک کہ مجھ سے منگنی کے بعد بھی اس کے دل و دماغ پر اسی کا قبضہ ہے، جو خود شادی کروا کر نجانے کہاں روپوش ہو گئی ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ایک عورت یہ عذاب کتنے وقت تک برداشت کر سکتی ہے؟"

"ہوں۔" بیٹر کی ٹانگ میں منہ ڈالتے ہوئے اس نے اثبات میں سر ہلا کر اس سے اتفاق کیا تھا۔ جب وہ بولی۔

"میں نے سنا تھا، آپ عورتوں پر تشدد کرتے ہیں۔ ان کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔ اپنی بیوی کو بھی پابند سلاسل کر رکھا ہے، مگر جب میں یہاں آئی، پہلی بار آپ سے ملی۔ میں نے اپنے لیے آپ کی آنکھوں میں کچھ غلط نہیں دیکھا۔ تب ہی میں جان گئی تھی کہ سوزان نے آپ کے اوپر جو بھی الزامات لگائے ہیں، زیادہ جان نہیں ہے ان میں۔ وہ صرف آپ کو پھنسا کر واہ واہ سمیٹنا چاہتا ہے عوام کی اور بس..... سونے پر سہاگہ آپ کی وائف کی آپ سے

www.pklibrary.com

والہانہ محبت نے کر دیا۔'' وہ ابھی بول رہی تھی جب اس کی آخری بات پر سمعان کے گلے میں پھندا لگ گیا۔

صغراں کی جیسے جان پر بن گئی تھی۔

''سائیں، آپ ٹھیک ہیں؟''

''ہوں۔'' ایک گلاس پانی چڑھا کر ٹشو سے ہونٹ صاف کرتے ہوئے اس نے بہت توجہ سے ہادیہ ضمیر چوہدری کی طرف دیکھا تھا۔

''اپنی بات مکمل کریں پلیز.....!''

''آپ کی وائف کی بات کر رہی تھی، سوزان ساحر کی حراست سے نکلنے میں اگر ان کا تعاون نہ ہوتا تو میں کچھ نہیں کر سکتی تھی۔''

''میں سمجھا نہیں۔''

''بہت سیدھی سی بات ہے، آپ کی وائف آپ سے بہت پیار کرتی ہیں۔ سوزان ساحر کے سامنے زخمی شیرنی کی طرح لڑتی رہیں۔ آپ سے ان کی اس درجہ محبت اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ نے کبھی ان کے ساتھ برا سلوک روا نہیں رکھا، وگرنہ یہاں سے آزادی کے بعد وہ دوبارہ پھر سے کیوں یہاں آنے کی ضد کرتیں۔''

''ہوں۔'' سمعان احمد کی گھنی مونچھوں تلے مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔ ''وہ فارسٹ آفیسر یقیناً اتنی بڑی غداری کے لیے معاف نہیں کرے گا آپ کو۔''

''نہیں، اسے کبھی پتا نہیں چل سکتا کہ میں نے اس کی پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے۔''

''گڈ۔ ویسے میں غداروں کو معاف نہیں کرتا، سزائے موت کے بعد ان کی لاش کو بھی دفنانے کی اجازت نہیں دیتا میں۔ جنگل میں عبرت کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔'' چمکتی آنکھوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے اس نے گویا اسے مطلع کیا تھا۔

ہادیہ کے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔ پہلا خیال جو اس کے دماغ میں آیا، وہ جبار احمد کا تھا۔ یقیناً اس شخص نے اس کی لاش بھی جنگل میں ہی کہیں پھینکی ہوگی۔

''کیا ہوا، آپ تو پریشان ہوگئیں؟''

اس کے لبوں کی غائب ہوتی مسکراہٹ سمعان احمد سے مخفی نہیں رہ سکی تھی۔ ہادیہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''پریشان نہیں ہوئی، بس تھوڑا عجیب لگا کہ آپ اتنے سخت دل نہیں لگتے۔''

''کچھ معاملوں میں دل کو سخت کرنا پڑتا ہے۔'' ڈھٹائی سے مسکراہٹ ہوئے اس نے کھیر کا ڈونگا اٹھایا۔ ہادیہ اس بار خاموش رہی۔

کھانا کھانے کے بعد صغراں نے اسے گیسٹ روم تک پہنچا دیا تھا۔ ہادیہ کو کمرے تک پہنچا کر وہ واپس آئی تو سمعان سیب کاٹ رہا تھا۔

''کیا خبر ہے؟''

اسے دیکھتے ہی اس نے پوچھا۔

''غدار نہیں ہے' آپ کی خیر خواہ ہے۔'' اس نے ایسے کہا جیسے اسے ہادیہ پر پورا یقین ہو۔

''اچھی بات ہے، مگر پھر بھی نظر رکھنا۔ غدار چاہے میرا ہو یا دشمن کا، میری عدالت میں اس کے لیے کوئی معافی نہیں ہے۔''

''جی سائیں!'' تابعداری سے ہاتھ باندھے کھڑی صغراں یہی کہہ سکتی تھی۔

سمعان کچھ دیر سیب کاٹ کاٹ کر کھاتا گہری سوچ میں ڈوبا رہا پھر اٹھ کر اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا جہاں انجشاء ابھی باتھ روم سے فارغ ہو کر آئی تھی۔ وہ اسے ایک بدلے ہوئے روپ میں دیکھ کر بے حد مسرور ہوا۔

''کیسی ہو؟ تمہارے کڈنیپر کی فیانسی بتا رہی تھی کہ تم نے پھر سے میری قید میں آنے کے لیے اس کے ساتھ بھرپور تعاون کیا، وجہ جان سکتا ہوں اس کی؟''

''ہاں۔'' اسے اپنے مقابل دیکھ کر اس بار اس نے نفرت سے منہ نہیں پھیرا تھا۔

www.pklibrary.com

وہ مسرور سا آگے بڑھ آیا۔

''تو بتاؤ پلیز، میں وجہ جاننے کے لیے بہت بے چین ہو رہا ہوں۔''

''حالانکہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑی بہت سمجھ بوجھ رکھنے والا بندہ بھی اندازہ کر سکتا ہے کہ جس شخص نے تمہیں شکست دینے کے لیے تمہاری بیوی کو ہتھیار بنانا چاہا اس کا میرے ساتھ سلوک کیسا ہو سکتا تھا۔ تم جتنے بھی برے ہو مگر تمہاری تحویل میں اب تک میری عزت کی چادر میلی نہیں ہوئی۔ مرد کے بچے کی طرح اپنا قول نبھایا ہے تم نے۔ مگر وہ ایسا کیوں کرتا؟ اس کا سب سے پہلا وار میری عزت پر ہی ہونا تھا، پھر میں کیوں وہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کرتی؟''

''چلو ٹھیک ہے، مان لیا۔ مگر وہاں سے فرار ہو کر تم کہیں اور بھی تو جا سکتی تھیں۔ واپس میری قید میں ہی کیوں آئیں؟ جبکہ تم اچھی طرح جانتی ہو، کس مزاج کا بندہ ہوں میں۔''

''ہاں، جانتی ہوں مگر کہاں جاتی؟ اس باپ اور پھوپھی کے پاس جنہوں نے خود تمہارے ساتھ میرا سودا کر دیا؟ اگر وہاں جاتی تو وہ پھر کسی اور کے ساتھ سودا کر دیتے میرا۔ پھر کیا کرتی میں؟ کیسے عزت محفوظ رکھتی اپنی؟ یہاں تو جگہ جگہ بھیڑیے دندناتے ہوئے پھر رہے ہیں، نہ عمریں دیکھتے ہیں نہ جنس..... چھوٹے چھوٹے معصوم بچے اور بچیاں روزانہ ان کی حیوانیت کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں، مگر کوئی سدباب کرنے والا نہیں، پھر کہاں جاتی میں؟''

''ہوں..... یعنی کہ تم مانتی ہو کہ میں تمہارے لیے کتنا اہم اور اچھا انسان ہوں؟'' اس بار وہ مسکرایا تو وہ فوراً بولی۔

''اچھے انسان تو نہیں ہو تم، مگر میرے محافظ ضرور ہو۔''

''چلو، کسی لحاظ سے تو اچھا ہی ہوں۔ ویسے وہ لڑکی بتا رہی تھی کہ اس فارسٹ آفیسر کے سامنے بڑی شیرنی بنی رہی تھیں تم۔ میں تو سمجھ رہا تھا صرف میرے لیے ہی ایٹم بم بنی پھرتی ہو، مگر یہ تو اب پتا چلا کہ تم تو ہر مرد کے لیے ہی ایسی ہو زخمی ناگن.....'' اپنی بات پر وہ خود ہی مسکرا کر محفوظ ہوا تھا۔

انجشاء سر جھکائے اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ تب ہی وہ پھر بولا تھا۔

''اچھا، بات سنو۔ وہ جو لڑکا تھا تمہارا کزن..... جس سے عشق کرتی تھیں تم بقول تمہارے کزن کے، کیا اس نے دھوکا کیا تھا تمہارے.....''

''ہاں.....'' خود اپنے گلے پر چھری پھیرتے ہوئے اس نے اقرار میں گردن ہلائی تھی۔

''کیوں؟''

''پتا نہیں، اس سوال کا جواب تو میں خود بھی ڈھونڈ رہی ہوں اتنے سالوں سے۔''

''ہو سکتا ہے اس نے دھوکا نہ کیا ہو، محض تمہاری غلط فہمی ہو۔''

''نہیں..... ایسا نہیں ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس کی بے وفائی دیکھی ہے۔''

''کیا کیا تھا اس نے؟ کسی اور لڑکی کے ساتھ غلط تعلقات بنا رکھے تھے اس نے؟''

''نہیں، غلط تعلقات بنانے والا شخص نہیں تھا وہ۔''

''پھر.....''

''کسی اور لڑکی کے ساتھ سچی محبت تھی اسے۔''

''تمہیں کیسے پتا چلا؟''

''اس لڑکی نے بتایا تھا مجھے۔''

''وہ جھوٹ بھی تو بول سکتی ہے؟''

''ہاں، مگر اس وقت اس نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔''

''تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو؟''

''ثبوت دیکھے تھے میں نے۔''

''کیا وہ تم سے زیادہ خوب صورت تھی؟''

www.pklibrary.com

"نہیں....."

"پھر تمہیں کیوں محبت ہوئی اس سے؟"

"ایک ہی گھر میں اکٹھے پل کر جوان ہوئے تھے ہم۔ محبت کب نقب لگا کر دل میں گھس بیٹھی، پتا ہی نہیں چلا۔"

"اس کی بے وفائی پر کچھ بھی نہیں کہا تم نے اس سے؟"

"کیا کہتی؟ مجھے ان دونوں پر لعنت بھیجنے کا موقع بھی نہیں ملا اور میرے کزن نے تمہارے ساتھ سودا طے کر دیا میرا۔"

وہ جو اس کی شکل دیکھنے کی روادار نہیں ہوتی تھی، عجیب معجزہ ہوا تھا کہ اس کے ساتھ اپنا ماضی شیئر کر رہی تھی۔ بلا خوف و خطر اپنے قیمتی راز اس کے سپرد کر رہی تھی۔ جتنا وہ خوش اور حیران ہوتا، کم تھا۔ تب ہی مسکراتے ہوئے بولا۔

"اپنی رضا سے تو خیر نہیں کیا تھا اس نے، یہ تو مجھے تم سے پہلی نظر میں محبت ہو گئی تھی۔ لہٰذا تمہاری پیاری پھوپھی نے بیٹے کی جان کے صدقے خوشی خوشی تمہیں میرے سپرد کر دیا۔ میں درمیان میں نہ آتا تو اب تک تم اسی اسٹوپڈ سے کزن کی بیوی بن کر حیدر آباد کی کسی تنگ سی گلی میں گل سڑ رہی ہوتیں۔"

"یہی تو دکھ ہے میرا۔ کوئی بھی اپنا نہیں ملا۔"

"ہاہاہا..... اتنے دکھ نہ پالو اندر۔ یہ جو دکھ ہوتے ہیں ناں گھن کی مانند روح کو کھا جاتے ہیں۔"

"جانتی ہوں، مگر کچھ چیزیں ہمارے اختیار میں نہیں ہوتیں۔"

سمعان احمد کے سامنے بیٹھی وہ اس وقت پہلے والی انجشاء سے قطعی مختلف لگ رہی تھی، تب ہی وہ محبت پاش نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"صحیح کہا۔ میرے اختیار میں بھی کہاں ہے تمہیں آزاد کر دینا۔ تم چاہو نہ چاہو مگر میں دل سے چاہتا ہوں تمہیں۔ بس اب بھی پریشان مت کرنا، اور ہاں اس فارسٹ آفیسر نے کچھ ایف آئی آر درج کروائی ہیں میرے خلاف۔ جس میں ایک عورتوں پر ظلم و تشدد اور ان کی خرید و فروخت بھی ہے۔ یقینی طور پر عدالت میرے بارے میں تمہارا بیان لے گی۔ اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم کس کا ساتھ دیتی ہوں، اس فارسٹ آفیسر کا یا اپنے شوہر کا۔"

انجشاء نے اس کی بات پر جھکا سر اٹھایا تھا پھر اپنے ہاتھوں کے ناخنوں سے کھیلتے ہوئے بولی۔

"بے فکر رہو، اس فارسٹ آفیسر کے خلاف ہر جنگ میں، میں تمہارا ساتھ دوں گی۔"

"اتنی مہربانی کس لیے؟" سیاہ چمکتی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ مبہم سا مسکرایا۔

"پوری دنیا میں میرے واحد محافظ ہو اس لیے۔" اس نے جواب میں کہا۔

انجشاء کے جواب نے اس کی مسکراہٹ مزید گہری کی تھی۔ سیاہ روشن نگاہیں فتح کے احساس سے لبریز تھیں۔

"شکریہ۔ چلو اب اپنی ضروری تیاری کر لو۔ کل صبح ہمیں دادو کی طرف نکلنا ہے۔ جب تک میں اس فارسٹ آفیسر سے نپٹ نہیں لیتا، تم دادو کے پاس محفوظ رہو گی کیونکہ میں نہیں چاہتا، جو پہلے ہوا ہے وہ پھر دوبارہ ہو۔ تم سمجھ رہی ہو ناں میری بات؟" براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

انجشاء کے پاس سوائے چپ چاپ سر اثبات میں ہلا دینے کے اور کوئی آپشن نہیں تھا۔ اسے خبر ہی نہیں تھی کہ زندگی اس کے ساتھ کیسا نیا کھیل شروع کرنے جا رہی ہے۔

☆☆

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

www.pklibrary.com

مُسکان اَحزام

ہم نہیں سُدھریں گے

شہر لاہور پر سورج کی کرنیں پوری طرح پھیل چکی تھیں۔ ایسے میں اس گھر سے بلند ہوتی ماسٹر حبیب اللہ کی آواز آس پاس کے گھروں میں جارہی تھی۔

"نالائقو! کتنی دفعہ کہا ہے کہ دن چڑھے تک سونے سے گھر میں نحوست آتی ہے۔ بلکہ نحوست تو اسی دن اس گھر میں آگئی تھی جس دن تم تینوں پیدا ہوئے تھے۔"

صحن میں تین چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں جن پر وہ تینوں لیٹے اس وقت ماسٹر حبیب اللہ کی صلواتیں صبر کے ساتھ سن رہے تھے۔

"میری آواز سے محلے والے جاگ جاتے ہیں مگر مجال ہے کہ تم نکموں کی ذرا سی بھی آنکھ کھلتی ہو۔" ماسٹر حبیب معمول کی طرح ان کے سروں پر کھڑے انہیں اٹھانے کی تگ ودو کررہے تھے۔

"کیا ہے ابا! ذرا سا سونے بھی نہیں دیتے۔" یہ ان کا بڑا بیٹا تھا، جس نے سونے کا میدان چھوڑ دیا تھا اور اب انگڑائی لے کر ابا کے ساتھ نیا محاذ کھول لیا تھا۔

"بدبختو! دس بج گئے ہیں۔ نصیب تو سو ہی چکے تم لوگوں کے، یہ نہ ہو کہ میں تم لوگوں کو بھی ہمیشہ کے لیے سلا دوں۔" یہ کہہ کر ابا نے نیچے جھک کر اپنا ہتھیار اٹھایا اور مورچے میں سوتے ان تین جوانوں پر اندھا دھند برسا دیا۔ کمر اور سر پر ابا کے جوتے پڑتے ہی وہ چارپائیاں ایسے چھوڑ کر بھاگے جیسے سپاہی دشمن کی یلغار کے سامنے پسپائی اختیار کرتے ہوئے میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔

"ان کو بھی میرے ہی گھر میں پیدا ہونا تھا۔" معصومانہ سا شکوہ کرتے وہ کچن کی طرف بڑھ گئے تاکہ ان کے لیے ناشتا بنا سکیں۔

آدھے گھنٹے بعد وہ تینوں نہا دھو کر، استری شدہ کپڑوں میں ملبوس برآمدے میں بچھی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان چار کرسیوں کے بیچ پلاسٹک کی ایک درمیانے سائز کی میز پڑی تھی جس پر ماسٹر حبیب ناشتے کے لوازمات لاکر رکھ رہے تھے۔

"ارے واہ ابا! ہمیشہ کی طرح کھانے کی خوشبو لاجواب ہے۔" یہ عاصم تھا، ماسٹر حبیب کا سب سے چھوٹا بیٹا جو اس وقت آملیٹ کو ندیدی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"کاش تم لوگ بھی کسی کام میں لاجواب ہوتے۔" یہ کہتے ہوئے وہ بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔

"ابا! آپ دنیا کے واحد ابا ہوں گے جو صبح شام اپنی اولاد کو ڈانٹتے رہتے ہیں۔" عاصم نے برا سا منہ بنایا۔

"سوچا تھا کہ اولاد بڑی ہوگی تو کچھ بن کر دکھائے گی۔ میں بھی عمر کا آخری حصہ آرام و سکون سے گزاروں گا۔ قاسم نے انجینئرنگ کی تو امید ہوئی کہ یہ گھر کا بوجھ اٹھائے گا مگر یہ نالائق ڈگری لے کر میری ہی گود میں آ بیٹھا کہ ابا آگے بھی تہی پالو ہمیں۔"

ابا نے غصے بھری نگاہ پاس بیٹھے اپنے بڑے بیٹے قاسم پر ڈالی جو اس وقت تھرماس سے چائے اپنے کپ میں انڈیل رہا تھا اور ساتھ ساتھ ماسٹر حبیب کی باتوں سے اچھا خاصا بدمزا بھی ہو رہا تھا۔

"پھر جاسم نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو یقین ہو چلا تھا کہ یہ تو کچھ کرکے ہی دکھائے گا مگر یہ نکما کالا کوٹ پہن کر ہمارے اوپر ہی وکیل لگ گیا۔ کچہری جاتا ہے تو رکشے کا کرایہ بھی مجھ سے لے کر جاتا ہے۔"

ابا کی تیکھی نظروں کے عین سامنے جاسم بیٹھا تھا۔ کالی پینٹ پر سفید شرٹ پہنے، سلیقے سے بال بنائے وہ ابا

www.pklibrary.com

کی صلواتیں بھی سلیقے سے سن رہا تھا۔ کرسی کی پشت پر لٹکتا اس کا کالا کوٹ اپنی عزت افزائی پر ماتم منا رہا تھا۔

"ابا! آپ کو کیا پتا کہ اس کالے کوٹ کی کتنی عزت ہے۔" اس نے اپنے کالے کوٹ کا دفاع کیا تھا۔

"اکیلی عزت سے پیٹ نہیں بھرتا میرے بھائی۔" ماسٹر حبیب کا غصہ اس وقت ہمیشہ کی طرح آسمان کو چھو رہا تھا۔

"بھائی نہیں، بیٹا ہوں ابا آپ کا۔" پراٹھے کا لقمہ منہ میں رکھتے ہوئے اس نے ابا کو اپنا اور ان کا رشتہ بتایا تھا جو شاید غصے میں وہ بھول بیٹھے تھے۔

"نہ میاں! یہ کالا کوٹ پہن کر تم تو ہمارے بھی باپ ہو گئے ہو۔ کہا بھی تھا کہ کچھ ڈھنگ کا پڑھ لینا مگر موصوف کو نہ جانے کیا سوجھی کہ قانون ہی پڑھ کر آ گئے۔" اس کے کالے کوٹ کی شان میں قصیدے پڑھتے ہوئے ماسٹر حبیب کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ اسے جاسم سمیت اٹھا کر باہر گلی میں پھینک دیتے۔

"ابا! اب بس بھی کریں۔" جاسم سے یہ عزت افزائی اب اور برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"بس کر دیتا بیٹا! اگر یہ چھوٹا ہی کچھ بن جاتا۔" ابا کی توپوں کا رخ اب عاصم کی جانب ہو گیا تھا۔

"ہاں تو ابا، کچھ بن کر ہی دکھایا ہے۔" اس کا لہجہ فخریہ تھا۔

"شاعر اور مراثی (سنگر)۔ تھو....." ابا نے یہ کہتے ہوئے دوسری طرف تھوکا تھا۔

ابا کے اس ردِعمل پر عاصم کی حالت دیکھنے کے لائق تھی جبکہ قاسم اور جاسم نے بروقت اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کی تھی۔

"اس سے اچھا تھا کہ تو کسی میراثی کے گھر ہی پیدا ہو جاتا۔" عاصم کی دفعہ ماسٹر حبیب اللہ یونہی آگ بگولا ہو جایا کرتے تھے۔

"ابا! دیکھ لیجیے گا۔ جس دن میرا پہلا گانا اسکرینز پر چلے گا، آپ مجھ پر فخر کریں گے۔" وہ باپ

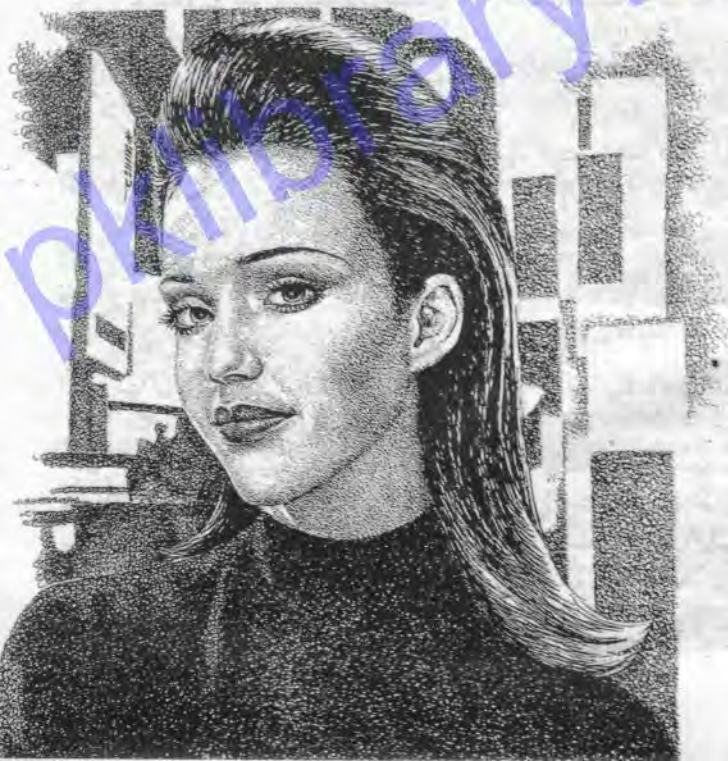

www.pklibrary.com

کو خواب دکھانے لگا تھا۔

"دعا کرو وہ دن دیکھنے سے پہلے ہی میں مرجاؤں۔" دکھ بھرے لہجے میں کہتے ہوئے وہ وہاں سے چلے گئے۔

"ابا۔" عاصم نے انہیں روکنا چاہا۔

اس کی اس حرکت پر قاسم اور جاسم نے اپنی نظریں گھما کر اس کی طرف دیکھا جیسے سارا قصور اس اکیلے کا ہی ہو۔

"کک..... کیا ہے؟" ان کے یوں دیکھنے پر اس نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

"کک..... کچھ نہیں۔" جاسم نے بھی اس کے انداز میں جواب دیا تھا۔

"بند کرو تم دونوں اپنی یہ چونچیں لڑانا اور یہ سوچو کہ اب ابا کو کیسے راضی کریں؟" قاسم نے اس وقت تھوڑی سی عقل کا عقل مندی کا ثبوت دیا تھا۔ وہ بڑا تھا اسی لیے شاید اس میں عقل بھی تھوڑی زیادہ تھی۔ بس تھوڑی سی ہی زیادہ تھی۔

"میرے پاس ایک زبردست پلان ہے۔ فی الحال تو کچہری سے دیر ہو رہی، واپسی پر بتاؤں گا۔" کرسی کی پشت سے اپنا سیاہ کوٹ اٹھا کر وہ جانے کے لیے کھڑا ہو گیا جبکہ ان دونوں نے لاتعلق ہوتے ہوئے سر جھکا لیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اب جاسم کا اگلا سوال کیا ہوگا۔

"تم دونوں کے پاس کچھ پیسے ہیں؟ رکشے کا کرایہ دینا ہے یار۔" وہ وکیل سے بھکاری بننے میں صرف لمحہ لگاتا تھا۔

وہ دونوں ناشتا کرنے میں مصروف رہے جیسے انہوں نے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔

"دیکھو! ہو سکتا ہے کہ آج یا کل میرے پاس کوئی کیس آجائے۔ اس لیے میں جلد ہی تم لوگوں کی پائی پائی چکا دوں گا۔ اگر ایسا نہ کر سکا تو بے شک میرا یہ موبائل بیچ دینا۔" وکیلوں کی سی بات کرتے ہوئے اس نے ہاتھ میں پکڑے موبائل کی طرف اشارہ کیا تھا جسے کوئی دو ہزار میں بھی نہ خریدتا۔

"پچھلے ایک سال سے تمہاری یہی بات سنتے آرہے ہیں۔" عاصم نے اسے پچھلے سال کے سارے وعدے یاد کروائے تھے۔

"مرجانا مگر کسی غریب کے کام نہ آنا۔" وہ تنک کر بولا۔

"یہ لو، لیکن اب کی بار اگر واپس نہ کیے تو پھر دیکھ لینا اگلے دن ہم تمہیں ہی بیچ دیں گے۔" قاسم نے اسے کچھ پیسے تھماتے ہوئے اپنی بات پر قائم رہنے کی دھمکی دی تھی۔

"یہ تم بس مجھ پر چھوڑ دو۔" پیسے لے کر وہ دالان سے باہر نکل گیا۔

"اکبرالہ آبادی نے سچ ہی کہا تھا کہ

پیدا ہوا وکیل تو شیطان نے کہا
لو آج میں بھی صاحب اولاد ہو گیا

عاصم نے بلند آواز میں شعر پڑھا تھا تاکہ راہداری سے باہر کی جانب جاتا جاسم اچھے سے سن لے اور اس نے سن بھی لیا تھا مگر کچہری سے دیر ہونے کی وجہ سے وہ پلٹ کر جواب نہ دے سکا۔

"کیا واقعی اکبرالہ آبادی نے ایسا کچھ کہا تھا؟" قاسم کو اپنے شاعر بھائی کے علم پر شک ہوا تھا۔

"کہا ہی ہوگا۔ اب یہ شعر میرا تو ہونے سے رہا۔" اسے یہ بات ناگوار گزری تھی۔

"ہاں یہی تو میں سوچ رہا تھا۔" قاسم نے اسے مزید چڑایا تھا اور وہ چڑ بھی گیا تھا۔ اس لیے چائے کا آدھا کپ چھوڑ کر اس کے پاس سے چلا گیا۔

"ہاہاہاہا۔" قاسم کے بے ساختہ قہقہے نے راہداری تک اس کا ساتھ دیا تھا۔

☆☆☆

رات کے دس بج رہے تھے۔ وہ تینوں کھانا کھا کر اوپر چھت کی اندرونی منڈیر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ پاؤں گھر کے کشادہ صحن کی طرف لٹکائے بیٹھے وہ اس وقت چائے سے لطف اٹھا رہے تھے۔

"ہاں چلو! بتاؤ کہ کیا پلان ہے تمہارے پاس؟"

www.pklibrary.com

قاسم نے جاسم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا جو کہ اس کے اور عاصم کے درمیان بیٹھا کسی سوچ کے تحت مسکرا رہا تھا۔

"چائے تو پینے دو۔ ٹھنڈی ہو جائے گی۔" اسے لوگوں کو انتظار کروانے میں الگ ہی مزا آتا تھا۔ شاید سارے وکیل ایسے ہی ہوتے ہیں، اسی لیے تو لوگوں کو مقدمات کے حل ہونے میں سالوں انتظار کرنا پڑتا تھا۔

"یہ نہیں سدھرے گا۔" قاسم سخت بدمزا ہوا تھا۔

"سدھر جائے گا جب سدھارنے والی آجائے گی۔" عاصم آنکھ کا ایک کونا دباتے ہوئے شرارت سے بولا۔

"سوفٹ ویئر انجینئر ہو پھر بھی تمہارے دماغ کا سوفٹ ویئر نہیں چلتا۔ اسے روز اپ ڈیٹ کیا کرو تاکہ پیسے کمانے کا کوئی ذریعہ نکل سکے۔" سدھارنے والی کی بات کو وہ بخوبی نظر انداز کر گیا تھا۔

"ایسے شیطانی خیالات صرف وکیلوں کے ذہن میں ہی آسکتے ہیں۔" قاسم نے منہ بسورتے ہوئے اپنی بے عزتی کا بدلہ لیا تھا۔

"یار تم سب کیوں ہاتھ دھو کر ہم وکیلوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہو؟" وہ چڑ گیا تھا۔

"شکر کرو کہ ہاتھ دھو کر پڑے ہیں ورنہ ایک تم وکیل لوگ بھی ہو جو پورے کا پورا انہا دھو کر غریب آدمی کے پیچھے پڑ جاتے ہو۔" عاصم بھی کہاں پیچھے رہنے والا تھا۔

"جا رہا ہوں میں۔" اپنے پیشے کے لیے اتنے تعریفی کلمات سننے کے بعد وہ وہاں مزید نہیں بیٹھ سکتا تھا۔

"بیٹھ جا میرے بھائی۔" قاسم نے اسے بازو سے کھینچ کر واپس بٹھایا تھا اور وہ ڈھیٹ بن کر دوبارہ ان کے بیچ بیٹھ گیا تھا۔

"پلان بتاؤ۔" چائے کا کپ ایک طرف رکھ کر عاصم نے بے صبری سے پوچھا۔

"ملک شہاب کی کوٹھی کے بٹوارے کا معاملہ کئی سال سے لٹکا ہوا ہے۔" وہ سرگوشی کے سے انداز میں پلان بتانے لگا۔

"تم دونوں نے کسی طرح سے ملک شہاب کے چھوٹے بھائی ملک وہاب کو راضی کرنا ہے کہ وہ اپنا حصہ لینے کے لیے ملک شہاب پر کیس کروا دے۔" اس کے شیطانی دماغ نے نہایت گھٹیا پلان تیار کیا تھا۔

"اس سے کیا ہوگا؟" عاصم کی عقل اس کی بات سمجھنے میں ناکام رہی تھی۔ ویسے بھی ان بھائیوں کی عقل کام کرتی تو آج کسی نہ کسی بہتر مقام پر پہنچ چکے ہوتے۔

"شاعر ہو ناں اسی لیے ایسی باتیں میں سمجھ نہیں آتیں تمہارے۔" جاسم نے طنز کا یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا تھا۔

"ابے الو! اس طرح ملک شہاب کی طرف سے کیس میں لڑوں گا اور ان سے بھاری فیس بھی تو لوں گا۔" جاسم نے سب سوچ رکھا تھا۔

"اور یوں جواد حارتم نے ہم سے لیا ہے وہ بھی واپس کر دو گے تم۔" قاسم نے اسے بروقت یاد کروایا تھا۔

"پہلے پیسے آتو لینے دو۔"

"ٹھیک ہے..... ٹھیک ہے۔" قاسم متفق ہو گیا تھا۔ عاصم کو بھی ہونا ہی پڑا تھا۔

"چلو اب نیچے جا کر سوتے ہیں۔ ورنہ صبح پھر ابا سے چھترول کروانی پڑے گی۔" پلان کے باقی نکات کو ترتیب دیکر وہ تینوں نیچے آگئے جہاں صحن میں بچھی چارپائیوں پر ان کے بستر لگائے گئے تھے۔

☆☆☆

"عورت کے بغیر گھر ایسے ہی ہوتا ہے جیسے کسی مصور نے دن رات ایک کر کے شاہکار تصویر بنائی ہو مگر اس میں رنگ بھرنا بھول گیا ہو۔ تصویر مکمل ہو کر بھی مکمل نظر نہیں آتی۔ یہی حال گھر کا ہوتا ہے۔ بظاہر مکمل نظر آتا ہے مگر حقیقت میں ہوتا ادھورا ہی ہے..... نامکمل سا..... خالی سا۔"

یہ ثریا پھپھو تھیں جو ہمیشہ کی طرح سورج نکلتے

www.pklibrary.com

ہی تشریف لا چکی تھیں اور صحن میں بچھا اپنا تخت سنبھال کر ماسٹر حبیب اللہ کو نصیحتیں کرنا شروع ہو چکی تھیں۔

"ثریا آپا! بات تو ٹھیک ہے مگر....." ماسٹر حبیب ان کے سامنے کرسی پر بیٹھے عجب کشمکش میں نظر آ رہے تھے۔

"لیکن کیا منے؟" پان دان سے پان نکال کر منہ میں رکھتے ہوئے انہوں نے حیرانی سے ماسٹر حبیب کی طرف دیکھا تھا۔ وہ صبح صبح بھی پان کھانے سے باز نہیں آتی تھیں۔ دانت چلے گئے مگر پان کھانے کی عادت نہ گئی۔

"ایک تو آپا! آپ مجھے "منے" نہ کہا کریں۔" ان کا انداز شکایتی تھا۔

"تجھے کیا تکلیف ہے۔ میں تجھے جو مرضی کہہ کر بلاؤں۔" وہ دبی دبی آواز میں بھی لڑائی کرنے میں ماہر تھیں۔ اس وقت بھی انہوں نے آواز کو اس لیے دھیما رکھا ہوا تھا کہ کہیں صحن میں سوئے ہوئے وہ تینوں نالائق جاگ نہ جائیں۔ ثریا پھپھو عمر میں ماسٹر حبیب سے بڑی تھیں۔ بچپن میں وہ انہیں "منے" کہہ کر ہی بلایا کرتی تھیں۔ جیسے جیسے عمر بڑھتی گئی، ثریا پھپھو کی عادت بھی پختہ ہوتی چلی گئی۔ اس لیے عمر کے اس حصے میں پہنچ کر بھی وہ ماسٹر حبیب اللہ کو "منے" ہی بلاتی تھیں۔ اور ماسٹر حبیب اس بات سے چڑ جایا کرتے تھے۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ جو مرضی کہہ لیا کریں۔" ثریا پھپھو کے بگڑتے تیور دیکھ کر انہوں نے ہار مان لی تھی۔

"ہاں تو کیا اعتراض ہے تمہیں اس گھر میں شادی کی خوشیاں دیکھنے پر؟" وہ اپنی پہلے والی ٹون پر آ گئی تھیں۔

"لیکن اس عمر میں شادی..... محلے والے کیا کہیں گے؟"

"ارے یہی تو عمر ہوتی ہے شادی کرنے کی۔ بعد میں عمر بھی نکل جاتی ہے اور لڑکی بھی ہاتھ سے۔" وہ دھیمے سے لہجے میں انہیں سمجھانے لگیں۔

"لاحول ولا..... آپ جانتی بھی ہیں کہ کیا عمر ہو چکی ہے؟" انہیں ثریا آپا سے اس قدر بچگانہ باتوں کی امید نہیں تھی۔

"ہاں۔ یہی کوئی ستائیس اٹھائیس ہوگی۔" دھیرے دھیرے پان چباتے ہوئے انہوں نے عمر کا اندازہ لگا کر بتایا تھا۔

ماسٹر حبیب سمجھ نہیں پائے تھے۔

"ارے آپا! کون ستائیس اٹھائیس کا ہے؟"

"قاسم کی بات کر رہی ہوں۔ ٹوکس کی شادی سمجھ رہا ہے؟" وہ پان چبانا بھول گئی تھیں اور اب مشکوک نظروں سے ماسٹر حبیب کے شرمندہ پڑتے چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔

"تمہاری عمر نکل گئی ہے میاں۔ جب کہا تھا تب تو مانے نہیں اور اب عمر کے اس حصے میں پہنچ کر شادی کے لیے ہاں کر رہے ہو۔ اب بیٹوں کے سہرا باندھنے کا سوچو۔" انہوں نے آج ماسٹر صاحب کی کلاس لے ہی لی تھی۔ وہ شرمندہ شرمندہ سے نظریں چرانے لگے۔ اچھا تھا کہ پہلے ہی پوچھ لیتے کہ وہ کس کی شادی کی بات کر رہی تھیں۔

"میں چائے لاتا ہوں آپا۔" وہ اب مزید ان کے سامنے نہیں بیٹھ سکتے تھے اس لیے چائے کا بہانہ بنا کر وہاں سے چلے اٹھ کر چلے گئے۔

☆☆☆

چٹاخ..... ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے نرم و نازک گال پر رسید کر کے وہ پھنکارتے ہوئے بولا۔

"تمہیں کیا لگتا تھا زینیہ شاہ! کہ میں تمہیں اتنی جلدی قبول کر لوں گا؟" اسے بالوں سے پکڑ کر وہ صحن میں لے آیا تھا۔ بال ابھی بھی اس کے ہاتھوں میں جکڑے ہوئے تھے اور وہ اپنی ہرن سی آنکھوں میں نمی لیے اس ظالم انسان کا چہرہ تک رہی تھی جسے وہ اپنا دل اور جان دونوں دے بیٹھی تھی۔

"دلاور! خدا کا واسطہ ہے۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا کہ جس کی اتنی بڑی سزا آپ مجھے دے رہے

www.pklibrary.com

ہیں۔'' تکلیف کے آثار اس کے سرخ پڑتے چہرے پر با آسانی دیکھے جاسکتے تھے۔

''بکواس بند کرواپنی.....'' یہ کہہ کر اس نے صحن میں پڑا لچک دار پائپ کا ٹکڑا اٹھا کر اس معصوم سی لڑکی کی کمر پر برسانا شروع کر دیا۔ پائپ اس لڑکی کی کمر پر پڑا تھا مگر تکلیف سدرہ کو اپنی کمر پر محسوس ہوئی تھی۔

اس نے پلٹ کر دیکھا تو اماں ہاتھ میں چھڑی لیے اس کے پیچھے کھڑی تھیں اور اب اسے گھور کر دیکھ رہی تھیں۔

''نالائق، نکمی! آگ لگے تمہارے اس موبائل کو۔ ہر وقت ہاتھوں میں لیے بیٹھی رہتی ہو۔''

اور وہ جو کسی آن لائن رائٹر کا ناول پڑھنے میں مصروف تھی، اماں کی بروقت سلطان راہی جیسی اینٹری سے کمر سہلانے لگی جہاں چھڑی نے تازہ تازہ چوٹ دی تھی۔

''چل اٹھ، اور رابعہ کی جا کر مدد کروا۔'' اماں نے چھڑی کو سلطان راہی کی طرح گنڈاسا سمجھ کر پکڑ رکھا تھا۔

سدرہ اپنی اماں یعنی ثریا آپا کے ارادے سمجھ چکی تھی۔ اس لیے مزید مار سے بچنے کے لیے کچن کی طرف لپکی تھی۔

''اُف..... کیا رومینس تھا۔'' کچن میں داخل ہوتے ہی وہ ناول کے اثر میں دوبارہ جانے لگی۔

''کہاں؟'' رابعہ نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''اس ناول میں.....'' اماں کی مار بھول کر وہ ابھی بھی دلاور نامی وحشی ہیرو کے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔

''توبہ ہے۔ ایک تو مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ تم ان رائٹرز کو پڑھ کیسے لیتی ہو جنہیں ابھی خود پڑھنے کی ضرورت ہے اور پھر ہیروز کی مار کو رومینس بنا کر کیسے پیش کر دیتی ہیں یہ۔ جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسی رائٹرز کو کسی مرد کا ہتھوڑے جیسا ایک ہاتھ پڑ جائے تو ان کا ویسے ہی ''نروس بریک ڈاؤن'' ہو جائے اور پھر مزید کچھ لکھنے کے لیے ان کے چراغوں میں روشنی نہ رہے۔'' رابعہ کو ہمیشہ ایسی کہانیوں پر غصہ آتا تھا۔ اگرچہ وہ پڑھتی نہیں تھی مگر اپنی سولہ سترہ سالہ چھوٹی بہن کی زبانی سن سن کر اسے ان آن لائن رائٹرز سے چڑ سی ہونے لگی تھی جو بنا سوچے سمجھے یہ سب دھڑا دھڑ لکھ رہی تھیں۔

''آپی آپ بھی ناں۔'' وہ فین گرل تھی اس لیے اپنی رائٹرز کے خلاف ایسی باتیں نہیں سن سکتی تھی۔

''آج کے بعد تم ایسا ویسا کچھ نہیں پڑھو گی۔ سمجھیں؟''

''سمجھ گئی۔'' اس نے یہ کہہ کر جان چھڑوائی تھی ورنہ جانتی تھی کہ رابعہ وہاں نصیحتوں کا صندوقچہ کھول کر بیٹھ جاتی اور پھر بمشکل ہی سدرہ کی جان چھوٹ پاتی۔

''آپ کو پتا ہے کہ ابھی میں نے کچن میں آتے وقت کسی کو دیکھا ہے۔'' وہ پرجوش سی ہو کر کہنے لگی۔

''کسے؟'' رابعہ نے استفسار کیا تھا۔

''جاسم بھائی کو۔'' جاسم کا نام سنتے ہی رابعہ کے چہرے پر خوشی کی دمک نمودار ہوئی تھی۔

''وہ کیا لینے آیا ہے؟'' اس نے بنے کے سے انداز میں پوچھا۔ جیسے جانتی ہی نہ ہو کہ وہ کیا لینے آیا تھا۔

''آئیں ہوں گے مجنوں صاحب ہمیشہ کی طرح اپنی لیلیٰ کا دیدار کرنے۔'' وہ رابعہ کو چھیڑتے ہوئے بولی تو رابعہ اپنی خفت چھپانے کے لیے رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔

''آہاں! آپ تو شرما گئیں۔'' وہ باز نہیں آرہی تھی۔

''جاؤ، چائے بنا کر لے جاؤ۔ ورنہ اماں آجائیں گی۔''

''آپ نہیں جائیں گی؟'' وہ حیران ہوئی تھی کیونکہ جاسم کے لیے چائے ہمیشہ رابعہ ہی لے کر

www.pklibrary.com

جاتی تھی۔

"نہیں..... یہ سزا ہے اس کی۔" بے رخی دکھاتی وہ چولہے کے قریب چلی آئی جہاں رات کا کھانا پک رہا تھا۔

"بے چارے جاسم بھائی۔" جاسم کی حالت کا سوچ کر سدرہ کو دلی دکھ ہوا تھا۔ وہ سر جھٹک کر چائے بنانے میں مصروف ہوگئی۔

☆☆☆

اگلے دن جاسم مٹھائی لے آیا تھا کیونکہ اس کا پلان سو فیصد کامیاب ہوا تھا۔

ملک وہاب نے قاسم اور عاصم کی باتوں میں آکر اپنے بڑے بھائی ملک شہاب پر کیس کروانے کی ٹھان لی تھی اور جاسم کے پلان کے عین مطابق ملک شہاب نے اپنی طرف سے جاسم کو وکیل کے طور پر ہائر کیا تھا۔ جاسم ان سے بس ہزار ایڈوانس بھی لے آیا تھا۔ ملک شہاب بہت بھولے قسم کے شریف انسان تھے۔ اس لیے نہ فیس کا پتا تھا اور نہ ہی عدالت کے دیگر معاملات کا۔ اسی لیے وہ آسانی سے جاسم جیسے انسان کے جال میں پھنس گئے تھے۔

سب کچھ ایک ہی دن میں اتنی جلدی ہوگیا تھا کہ ان تینوں بھائیوں کو یقین ہی نہیں آرہا تھا۔

"یہ تو کمال ہوگیا۔" قاسم نوٹ گنتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"مانتے ہو پھر اپنے بھائی کو۔" جاسم نے ہمیشہ کی طرح شیخی بگھاڑی تھی۔

"وکیل ہونے کا یہی تو فائدہ ہے۔" عاصم نے بھنا کر کہا۔

"تو بیٹا تُو بھی لاء پڑھ لے۔" جاسم نے ناک سے مکھی اڑائی تھی۔

"اس گھر میں ایک ہی وکیل کافی ہے باپ کا سر جھکانے کے لیے۔" ماسٹر حبیب کی کمرے میں آمد سے وہ تینوں بے خبر رہے تھے۔

"ابا آپ....." قاسم ان کی اس وقت آمد سے ہڑبڑا سا گیا تھا مگر پھر فوراً سنبھل گیا۔

"دیکھیں ابا! آج آپ کے بیٹے کو اپنے پہلے کیس کی ایڈوانس فیس ملی ہے۔" جاسم خوشی سے ان کے گلے جا لگا تھا مگر ماسٹر حبیب نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے ایک تھپڑ اس کے چہرے پر رسید دیا تھا۔

"شرم آنی چاہیے تمہیں جاسم! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میری اولاد اس حد تک گر جائے گی کہ میں محلے والوں کے سامنے سر بھی نہیں اٹھا سکوں گا۔" جاسم دائیں گال پر ہاتھ رکھے اپنے باپ کی طرف دیکھ رہا تھا جن کی رندھی ہوئی آواز ان کے دل کی کیفیت بتا رہی تھی۔

"ہوا کیا ہے ابا؟" قاسم کچھ سمجھ نہیں پایا تھا۔ اور یہی حال جاسم اور عاصم کا بھی تھا جو دونوں بت بنے اس وقت اپنے باپ کو دیکھ رہے تھے۔

"ملک وہاب نے مجھے سب بتا دیا ہے کہ کل کیسے تم اور عاصم اس کے پاس گئے تھے کہ وہ اپنے بڑے بھائی پر حویلی کے بٹوارے کے سلسلے میں کیس کروا دے۔" چہرے پر شرمندگی کے تاثرات لیے وہ بمشکل کہہ رہے تھے۔ وہ تینوں ان کی حالت سے اندازہ لگا سکتے تھے کہ ابا کو بیٹھک میں معتبر لوگوں کی موجودگی میں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

"ابا! مجھے....." اس سے پہلے کہ جاسم کچھ کہتا، ماسٹر حبیب اللہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید کچھ کہنے سے روک دیا۔

"آج کے بعد دوبارہ مجھے "ابا" مت کہنا۔ مر گیا تمہارا باپ۔"

"ابا! یہ پلان میرا تھا۔" قاسم نے الزام اپنے سر لینا چاہا تھا۔

"نہیں، یہ پلان میرا تھا۔" عاصم بھی میدان میں کود تھا۔

"میں اچھے سے جانتا ہوں کہ یہ پلان کس کا تھا۔" انگارہ برساتی آنکھیں سر جھکائے کھڑے جاسم پر جا ٹکی تھیں۔ جاسم باپ کی نظروں میں اپنے لیے نفرت محسوس کر سکتا تھا۔

"ہمیں معاف کردیں ابا......" وہ دونوں ایک [illegible] وقت بولے۔

"معافی کی توقع اب مجھ سے کبھی نہ رکھنا۔" غصے سے کہتے وہ کمرے سے چلے گئے۔

"پلان چوپٹ ہوگیا تمہارا میاں۔" ابا کے کمرے سے جانے کے بعد عاصم نے جاسم پر یلغار کی تھی۔

"افسوس......" قاسم سر افسوس سے ہلاتا کمرے میں موجود اکلوتی کرسی پر ڈھے گیا جبکہ جاسم بنا ان سے کچھ کہے اپنا موبائل اٹھا کر گھر سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

گھر کا ماحول تناؤ کا شکار ہوگیا تھا۔ وہ گھر جس میں ہر وقت نوک جھوک اور ماسٹر حبیب اللہ کی صلواتوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں، اب وہاں خاموشی کا سانپ کنڈلی مار کر بیٹھا نظر آتا تھا۔ گھر کی خاموشی دیکھ کر یوں لگتا کہ جیسے کوئی بھٹکتا ہوا عفریت اس گھر میں آ نکلا ہو اور آتے ہی اس گھر پر اپنا راج قائم کرلیا ہو۔

جاسم اب صبح ہی صبح کچہری کے لیے نکل جاتا تھا۔ اس میں اب اپنے باپ کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ جبکہ قاسم نوکری کی تلاش میں سارا سارا دن باہر ہی رہتا۔ بچا عاصم تو وہ دن کا کچھ حصہ اپنے کمرے میں گزارتا اور کچھ باہر چھوٹے بڑے مشاعروں میں۔

گھر میں گونجتے قہقہوں کو سناٹوں کے اژدھے نگل گئے تھے۔ خوشی گھر کا رستہ بھول چکی تھی شاید اسی لیے اس گھر میں کوئی دل سے خوش نہیں ہو پایا تھا۔

مگر جہاں غم ہوتا ہے، وہاں خوشی بھی رستہ ڈھونڈ کر آ ہی نکلتی ہے۔

کچھ مہینوں بعد خوشی قاسم کی نوکری کا روپ دھارے ماسٹر حبیب اللہ کے گھر چلی آئی تھی۔ بیٹے کے نوکری پر لگنے کی خوشی میں ماسٹر حبیب کی آنکھیں [illegible] بھیگ گئی تھیں۔ احساسِ تشکر ہر چیز پر غالب آ گیا تھا۔

گھر میں لائی گئی مٹھائی محلے بھر میں بانٹی گئی اور پہلی تنخواہ پر کئی دیگیں غربا اور مساکین میں تقسیم کی گئیں۔

ثریا پھپھو کے اصرار پر ماسٹر حبیب قاسم کا گھر بسانے کا فیصلہ کر چکے تھے اور یوں ایک دن اپنے فیصلے کو عملی شکل دینے کے لیے ست رنگی مٹھائی، پھلوں اور چھوٹے بیٹے عاصم کے ہمراہ ثریا پھپھو کے گھر تشریف لے گئے۔ بڑوں نے مل کر فیصلہ کیا اور یوں رابعہ کو قاسم کے نام کی انگوٹھی پہنا دی گئی۔

رابعہ کے لیے یہ سب اتنا اچانک تھا کہ وہ انکار ہی نہ کرسکی۔ انکار تو دور کی بات، وہ تو احتجاجاً یہ بھی نہ کہہ سکی کہ اماں اتنی جلدی کس بات کی ہے۔

انگوٹھی پہنانے کے بعد شادی کی تاریخ بھی رکھ دی گئی۔

مبارک ہو، مبارک ہو کی صداؤں کے بیچ سر پر بے بسی کا دوپٹا اوڑھے وہ سر جھکائے اس بات کا فیصلہ کرنے لگی کہ وہ اپنے ماموں کے گھر بہو بن کر جانے کی خوشی منائے یا پھر جاسم کی بجائے قاسم کے نام سے منسوب ہونے کا ماتم۔ وہ مشرقی لڑکی نہ ہوتی تو شاید سر سے دوپٹا اٹھا کر پرے پھینک دیتی اور انگلی میں پہنائی گئی انگوٹھی اپنے ماموں کی ہتھیلی پر رکھ دیتی اور ان کے دوبارہ جاسم کے ساتھ لوٹ آنے کا انتظار کرتی۔ مگر وہ ایسا نہ کرسکی۔ قسمت جو کھیائی سی ہو کر اس کے سر پر منڈلا رہی تھی، اس کی ہتھیلی پر تڑپنے کی لکیر کھینچ کر دبے پاؤں سے وہاں چلی گئی تھی۔

شاید اب کی بار وہ جاسم کے ہاتھ پر ہجر کی ان دیکھی لکیر کھینچ چلی آئی تھی۔

وہ گھر لوٹا تو سامنے عاصم اور قاسم مٹھائی کا ڈبا کھولے مٹھائی کھانے میں مصروف تھے۔ اس کے صحن میں داخل ہوتے ہی وہ دونوں اس کی جانب لپکے۔

"تو بھی منہ میٹھا کرلے میرے بھائی۔" عاصم

www.pklibrary.com

نے ہاتھ میں پکڑا گلاب جامن اس کے منہ میں ٹھونس دیا تھا۔

"کس بات کی؟" گلاب جامن بمشکل نگلتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"قاسم کی منگنی ہوگئی ہے اور اگلے مہینے کی دس تاریخ کو موصوف کی شادی بھی ہے۔" عاصم نے شرارت بھری نظروں سے قاسم کی طرف دیکھا تھا جس کے چہرے پر خوشی کی دمک فاصلے سے بھی دکھائی دے رہی تھی۔

"ارے واہ..... بہت مبارک ہو جناب۔" جاسم نے خوشی سے اسے گلے لگا کر مبارکباد دی۔

"اس خوشی پر تو دو تین اور گلاب جامن بنتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ صحن میں بچھے تخت پر رکھے مٹھائی کے ڈبے کی طرف چلا آیا اور گلاب جامن منہ میں رکھتے ہوئے اسے چھیڑنے لگا۔

"کس کی قسمت پھوٹی ہے؟"

"ثریا پھپھو کی بیٹی رابعہ کی۔" عاصم نے ایک بم اس کی سماعتوں کے قریب پھوڑا تھا یوں کہ جاسم کو لمحہ بھر کے لیے کچھ بھی سنائی نہیں دیا تھا۔

"کیا کہا تم نے؟" اسے سننے میں شاید غلطی ہوئی تھی اس لیے اس نے تصدیق کرنے کے لیے دوبارہ پوچھا۔

"موصوف کی شادی ثریا پھپھو کی بیٹی رابعہ سے طے پا چکی ہے۔" اب کی بار عاصم نے ذرا چلا کر کہا تھا کہ جاسم اچھی طرح سن لے اور جاسم نے اچھی طرح سن بھی لیا تھا۔

اس کے سینے کے بائیں جانب موجود دل کو جیسے کسی نے اپنی مٹھی میں بھینچ لیا تھا۔ دھک دھک کی آواز کہیں دور سے آتی سنائی دینے لگی تھی۔ منہ میں رکھا گلاب جامن نگلنا مشکل ہو رہا تھا یوں جیسے کسی نے کڑوا زہر ملا دیا ہو اس میں۔

اور یہ کڑوا زہر ملانے والی قسمت تھی، جس نے جاسم کا ہاتھ پکڑا اور اس میں رابعہ کے ہجر کی لکیر کھینچ دی۔ درد ہوا تھا اور جاسم نے اپنی مٹھی بند کر لی تھی۔

عاصم اب قاسم کو چھیڑنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ جاسم جس کھائی میں گر گیا تھا، وہاں سے زندہ دوبارہ لوٹ کر آنا مشکل تھا۔

☆☆☆

خاموشی کا سانپ اب اژدھے کا روپ دھار گیا تھا اور اس اژدھے نے صرف و صرف جاسم کو نگلا تھا جبکہ گھر میں تو خوشی سے شادیانے بجائے جا رہے تھے۔

گھر میں اتنے سالوں بعد آنے والی اس بڑی خوشی پر جاسم نے قسمت کے آگے سر جھکا لیا تھا۔ وہ اپنے باپ کو پہلے ہی بہت دکھ دے چکا تھا۔ اب اور دکھ نہیں دینا چاہتا تھا۔ اسی لیے وہ اپنا حق نہیں مانگ سکا تھا۔

دوسری طرف رابعہ کا بھی یہی حال تھا۔ ماں باپ کی خوشی کے سامنے اس نے اپنا سر سعادت مندی سے جھکا لیا تھا۔ اچھی بیٹیاں جانتی ہیں کہ اگر وہ سر اٹھائیں گی تو ان کے ماں باپ کے سر جھک جائیں گے۔ اس لیے سر اٹھانے کے بجائے وہ اپنا سر کٹانے کو ترجیح دیتی ہیں۔

جب جاسم ہی پیچھے ہٹ گیا تھا تو وہ کیسے اپنے قدم آگے بڑھا سکتی تھی۔

☆☆☆

وقت سرک رہا تھا۔ پہلے دن گزر رہے تھے اور پھر ہفتے گزرنے لگے۔ تیسرا ہفتہ ختم ہوا تو وہ دن آن پہنچا جس کا سب کو بے صبری سے انتظار تھا۔

بارات گلی کے ایک کونے سے نکل کر دوسرے کونے میں جا کھڑی ہوئی۔ محلے کی عورتیں اور بچے تنگ گلی میں بنے تین چار منزلہ مکانوں کی چھتوں اور کھڑکیوں سے جھانک رہے تھے۔ بینڈ باجے والے ایک دوسرے پر چڑھے خوشی کے ساز بجاتے گلی کے کونے میں کھڑے تھے۔ گلی کے کونے کے ساتھ ہی ایک کھلی جگہ تھی جہاں پر باراتیوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔

www.pklibrary.com

ان تینوں بھائیوں نے شرارت کے طور پر ایک ہی طرح کی شیروانیاں پہن رکھی تھیں تاکہ لڑکی کے گھر آئے مہمانوں کو حیرت میں ڈال سکیں۔ مہمان حیران ہوئے تھے اور عورتیں منہ میں انگلیاں دابے اصل دلہے کا اندازہ لگانے لگی تھیں۔

"یہ جاسم نظر نہیں آرہا۔" ماسٹر حبیب نے نکاح کی رسم شروع کرنے سے پہلے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پاس بیٹھے قاسم سے پوچھا تھا۔

"ابھی تو ادھر ہی تھا۔" قاسم نے بھی چاروں طرف نظریں گھمائی تھیں مگر وہ اسے کہیں بھی نظر نہیں آیا۔

"عاصم.....! عاصم بیٹا۔" اسٹیج کے سامنے سے گزرتے ہوئے عاصم کو آواز دے کر ماسٹر حبیب نے اپنے پاس بلایا تھا۔

"جی ابا۔" عاصم ایک اسٹیپ اوپر چڑھ آیا تھا۔

"جاسم کو بلا کر لاؤ جلدی۔"

"جی ٹھیک ہے ابا....." وہ پنڈال میں موجود ہجوم کو چیرتے ہوئے باہر نکل گیا۔

"ماسٹر صاحب! نکاح شروع کریں؟ دراصل مجھے کہیں اور بھی جانا ہے۔" ہمیشہ کی طرح مولوی صاحب نے بے صبری دکھائی تھی۔

"ارے مولوی صاحب! اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ جاسم کو تو آلینے دیں۔"

"جلدی بلالیں اسے۔"

"لیں وہ آگیا....." قاسم نے باہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو اسٹیج پر بیٹھے سب افراد کی نظریں جاسم کی جانب گھوم گئیں۔ جو سر جھکائے، آنکھوں کی سرخی چھپائے وہاں چلا آیا تھا۔

"آپ نے بلایا تھا ابا؟" ان سے نظریں ملائے بغیر اس نے سوال کیا تھا۔

"تو بیٹا نکاح کا کوئی ارادہ نہیں ہے کیا؟" ماسٹر حبیب نے ڈپٹتے ہوئے پوچھا تھا۔

"اگر قاسم کی بھتنی میرے بغیر ہو سکتی ہے تو پھر یہ نکاح بھی ہو سکتا ہے۔" چاہنے کے باوجود وہ لہجے کی خفگی چھپا نہیں پایا تھا۔

"بھتنی تو ہو جاتی ہے بیٹا جی، مگر نکاح لڑکے کے بغیر نہیں ہوتا۔" منیر انکل (ثریا پھپھو کے شوہر) بھی ان کے پاس چلے آئے تھے۔

"میں سمجھا نہیں۔" اس نے ناسمجھی سے ان دونوں کی طرف دیکھا تھا۔

"ماسٹر صاحب! اسے گھر سے سمجھا کر لانا تھا ناں۔ میرا کیوں وقت ضائع کر رہے ہیں؟" مولوی صاحب کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔

"آپ خود ہی سمجھا دیں مولوی جی۔" منیر انکل نے غصیلے مگر دھیمے انداز میں مولوی صاحب کو مشورہ دیا تو وہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگے۔

"ارے وکیل صاحب! آج اس کٹہرے میں ہتھ کڑی آپ کو لگنے جا رہی ہے اور آپ کو ابھی تک پتا ہی نہیں چلا۔" قاسم اسے بازو سے کھینچ کر اس صوفے پر لے آیا جو دولہا کے لیے سرخ و سفید پھولوں سے سجایا گیا تھا۔

"پہیلیاں نہ بجھواؤ۔ سیدھی طرح بتاؤ۔" مولوی صاحب کی طرح جاسم کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو گیا تھا بلکہ آدھا صبر تو باہر ہی چھلک پڑا تھا۔

"مولوی صاحب! نکاح پڑھانا شروع کریں۔" ماسٹر حبیب بھی جاسم کے ساتھ بیٹھ گئے تھے۔

مولوی صاحب نے نکاح پڑھنا شروع کیا تو جاسم اپنا نام سن کر سکتے کی سی حالت میں چلا گیا ہو جیسے۔ وہ تو باہر خود کو سمجھا کر آیا تھا کہ وہ رابعہ کے بغیر جینا سیکھ لے گا۔ بلکہ وہ اس سے دور کہیں چلا جائے گا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ لیکن یہ کیا۔ قسمت اس کا ہاتھ پکڑے اس کی رابعہ کے پاس خود چلی آئی تھی۔

اس نے آنکھوں میں بے یقینی لیے ماسٹر حبیب کی طرف دیکھا تھا جو مسکراتی آنکھیں لیے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

www.pklibrary.com

"میں تجھ سے بدگمان ہو گیا تھا مگر یہ بدگمانی اتنی بھی زیادہ نہیں تھی کہ میں تمہیں تمہاری منزل سے دور کرتا۔ تمہاری خاموشی تمہارے حق میں سب سے بڑی دلیل تھی اور تمہاری محبت کا سب سے بڑا ثبوت بھی۔ اس لیے ایک عدالت تمہارے ابا نے بھی لگائی تھی جس میں تمہارے لیے یہی سزا تجویز کی گئی تھی کہ نکاح سے پہلے تمہیں یہ بات ہرگز نہ بتائی جائے کہ قاسم کے بجائے رابعہ سے تمہارا نکاح کیا جائے گا۔" ماسٹر حبیب سرگوشی کے سے انداز میں اسے اپنی ساری کارروائی بتا رہے تھے۔

"بیٹا! چاہے جتنا بڑا مرضی وکیل بن جائے مگر ایسے معاملات میں باپ کو ہرانا مشکل ہوتا ہے بھائی۔" ماسٹر حبیب کے انداز میں شرارت تھی۔

"بیٹا ہوں میں آپ کا ابا۔" جاسم نے خفگی بھرے انداز میں کہا تو وہاں سب کے قہقہے بلند ہو گئے۔

"جانتا ہوں..... اور اب شرافت سے قبول ہے کہہ دے ورنہ یہیں پر جوتا اتار لوں گا۔" انہوں نے اسے دھمکی دی تھی اور جاسم نے محبت کے اقرار نامے پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ فرطِ جذبات میں آ کر وہ اپنے باپ سے لپٹ گیا تھا۔

"مجھے معاف کر دیں ابا۔" وہ جو یہ بات پچھلے کئی مہینوں سے نہیں کہہ پایا تھا اب سب کے سامنے کہہ رہا تھا۔

"خوش رہو۔" آنکھیں پونچھتے ہوئے انہوں نے جاسم کو خود سے جدا کیا تھا۔

"تم تو بڑے چھپے رستم نکلے۔" عاصم نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

"وکیل ہے نا، اس لیے گھر والوں کو بھی گھما کر رکھا تھا اس نے۔" قاسم نے بھی عاصم کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔

"اللہ کا واسطہ ہے، آج تو میری وکالت کی ڈگری کو معاف کر دو۔" اس نے باقاعدہ ان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

"جا تجھے معاف کیا ہمیں چکر دینے والے۔" عاصم نے شاہانہ سا انداز اپناتے ہوئے کہا تو وہ سب کھلکھلا کر ہنس دیے۔

قسمت خوشیوں کا ہار اس کے گلے میں پہنا کر چلی گئی تھی اور وہ قسمت کی اس مہربانی پر حد سے زیادہ مشکور نظر آنے لگا تھا۔

☆☆☆

خاموشی کا سانپ دبے پاؤں اس گھر سے چلا گیا تھا اور وہی رونقیں اب دوبارہ اس گھر میں لوٹ آئی تھیں جو کبھی اس گھر کا خاصا ہوا کرتی تھیں۔

"ماموں! وہ جاسم نہیں اٹھ رہے۔" رابعہ چہرے پر تھکن کے اثرات لیے کچن میں چلی آئی جہاں ماسٹر حبیب اللہ چائے بنا رہے تھے۔

"وہ موصوف ایسے نہیں اٹھتے بیٹی۔ اس کے لیے ایک خاص قسم کا ہتھیار استعمال کرنا پڑتا ہے۔" اسے حیرت میں چھوڑ کر وہ کچن سے جاسم کے کمرے میں چلے گئے اور تھوڑی ہی دیر بعد جاسم صحن میں بھاگتا پھرتا نظر آ رہا تھا۔

رابعہ جان چکی تھی کہ ان تینوں کو جگانے کا اصل ہتھیار صرف و صرف ماموں حبیب کے پاس ہی تھا۔

وہ مسکرا کر ناشتا تیار کرنے لگی۔

کچھ ہی دیر میں وہ سب صحن میں بیٹھ کر ناشتا کر رہے تھے۔

"پتا نہیں کون کہتا تھا کہ شادی کے بعد اولاد سدھر جاتی ہے۔"

جاسم کی اپنے بھائیوں سے کی جانے والی حرکتیں دیکھ کر ماسٹر حبیب نام لیے بغیر اپنی بہن ثریا کو یاد کر رہے تھے۔

"ہم نہیں سدھریں گے ابا جی۔" وہ تینوں بیک وقت بولے تو ماسٹر حبیب اپنا غصہ چائے میں ڈال کر پیتے ہوئے وہاں سے چلے گئے کہ وہ تینوں واقعی نہیں سدھرنے والے تھے۔

☆☆

www.pklibrary.com

نفیسہ سعید

پہلا قدم

pklibrary.com

www.pklibrary.com

بظاہر بات بہت معمولی تھی لیکن جس نے بھی سنا اپنی حیرت کا اظہار کیے بنا نہ رہ سکا، جب کہ سائرہ بیگم کو تو یہ سراسر کشمالہ کے دماغ کا فتور دکھائی دے رہا تھا اور وہ مسلسل بڑبڑاتے ہوئے اس بات کا قصوروار کشمالہ کی تعلیم کو ٹھہرا رہی تھیں ان کا خیال تھا کہ زیادہ تعلیم نے کشمالہ کو بے حیا کر دیا ہے جو وہ ایسا مطالبہ کر رہی ہے اور یہ ہی بات وہ پچھلے ایک گھنٹہ سے بڑی اماں کو سمجھا رہی تھیں۔

"دیکھ لیں اماں، میری تینوں بیٹیوں نے میری پسند سے شادی کی مجال ہے جو کسی نے منہ سے کوئی ایک لفظ نکالا ہو۔"

بڑی اماں نے ایک نظر فخر سے بولتی اپنی بڑی بہو پر ڈالی جو بلا تکان اپنی اور اپنی اولاد کی تعریف میں قلابے ملا رہی تھیں ایسے جیسے پٹرول سے بھری گاڑی روڈ پر فراٹے بھر رہی ہو۔

جس کھونٹے سے ماں باپ نے باندھ دیا۔

"اے بہو بس کر جاؤ کیوں انسان کو جانور سمجھنے پر تلی بیٹھی ہو۔" آخر کار بڑی اماں کا صبر جواب دے گیا اور وہ سائرہ کو ٹوکے بنا نہ رہ سکیں۔ "تم نے بیٹیاں نہ پڑھائیں وہ تمھاری مرضی اور اگر فرح نے اپنی قابل بیٹی کو ڈاکٹر بنا دیا تو وہ اس کی خوشی، جس پر کسی کو اعتراض کرنے کا بالکل حق نہیں ہے بلکہ وہ بچی ہمارے خاندان کا فخر ہے۔"

"لو ہم کون ہوتے ہیں اعتراض کرنے والے۔" سائرہ ایک دم ہی جل بھن گئی۔

"آپ کی لاڈلی پوتی بھلا کیسے غلط ہو سکتی ہے غلط تو ہم ہی ہیں۔"

بڑبڑاتے ہوئے سائرہ پاؤں پٹختے ہوئے کمرہ سے واک آؤٹ کر گئیں، جنہیں جاتا دیکھ کر بڑی اماں نے اطمینان بھرا سانس لیتے ہوئے تکیہ کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

☆☆☆

کشمالہ اسپتال سے گھر آئی تھی کہ فرح کی آواز اس کے کان سے ٹکرائی۔

"کشمالہ بیٹا، تمھاری پھوپھو کا فون آیا تھا وہ پوچھ رہی ہیں رسم کے لیے کب آئیں۔ میں نے کہا کشمالہ سے پوچھ کر بتاتی ہوں۔ بیٹا، اب تم بتاؤ کب تک اسپتال سے چھٹیاں مل سکتی ہیں، اسی حساب سے میں تمہاری پھوپھو کو ٹائم دوں۔"

فرح کی بات سنتی کشمالہ ایک دم چونک گئی اور حیرت سے ماں کی جانب دیکھا جو بڑے اطمینان سے اس کے سامنے کھڑی اپنے سوال کا جواب چاہ رہی تھی۔

"مما! آپ نے ابھی تک پھوپھو کو منع کیوں نہیں کیا؟ بتایا نہیں کہ میں منان سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

نہ چاہتے ہوئے بھی ہلکی سی ناگواری کشمالہ کے لہجہ میں عود آئی جسے فرح نے محسوس ضرور کیا مگر یکسر نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

"دراصل بیٹا! آفاق کا تعلق غیر برادری سے ہے اور تم جانتی ہو ہمارے ہاں رشتہ برادری سے باہر نہیں دیا جاتا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اس رشتہ پر خاندان کا کوئی فرد راضی نہیں ہوگا۔ سب باتیں بنائیں گے کہ بیٹی غیروں میں بیاہ دی اور پھر تمہاری تعلیم پر سوال کھڑا ہوگا۔"

فرح کا لہجہ تھکا ہوا تھا، ایک طرف بیٹی کی محبت اور اس کی پسند اور دوسری طرف ذات برادری کا چکر، ایسے میں اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس کا ساتھ دے حالانکہ اسے خود بھی اپنی بیٹی کی خوشی عزیز تھی مگر وہ خاندانی روایات کے ہاتھوں مجبور دکھائی دے رہی تھی جب کشمالہ کی طنزیہ آواز اس کے کان سے ٹکرائی۔

"کیوں اماں! کیا ہمارا مذہب برادری سے باہر رشتہ کی اجازت نہیں دیتا؟"

کشمالہ کے اس سوال کا فرح کے پاس کوئی جواب نہ تھا جب کہ کشمالہ غصہ میں مسلسل بول رہی تھی۔

"بتائیں امی! مجھے قرآن سے حوالہ دیں، اس

www.pklibrary.com

سلسلے میں کوئی آیت یا حدیث بتائیں۔ چلیں کوئی ایسا واقعہ ہی سنا دیں جو غیر برادری میں رشتہ کو غلط ثابت کرتا ہو۔ کیا ایسا کچھ ہے آپ کے پاس، اگر ایسا کچھ نہیں ہے تو پھر یاد رکھیں میں آفاق سے ہی شادی کروں گی اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ آفاق نہیں تو کوئی نہیں، اس لیے بہتر ہے کہ آپ پھوپھو کو منع کردیں ورنہ میں خود فون کر کے انہیں ساری بات بتا دوں گی۔"

"اللہ کا واسطہ لڑکی ایسا غضب نہ کرنا۔"

بیٹی کی بات کے اختتامی جملے نے فرح کو بوکھلا دیا اور وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بیٹی کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔

"تم جانتی ہو تمہاری تعلیم کے لیے میں نے کس طرح اس خاندان کا مقابلہ کیا ہے۔ جہاں کوئی لڑکا دس جماعت سے زیادہ نہ پڑھ سکا، وہاں ایک لڑکی کو ڈاکٹر بنانا میری ہی ہمت تھی ورنہ تمہارا باپ تک تمہاری تعلیم کے حق میں نہ تھا۔ اب تم چاہتی ہو کہ تمہاری خودسری اس خاندان کی دوسری لڑکیوں پر ایک بار پھر سے تعلیم کے دروازے بند کردے؟"

فرح نے سوالیہ انداز سے بیٹی کی جانب دیکھا جس کے سوال کو قطعی نظر انداز کرتی کشمالہ نے ماں کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس لیے آپ چاہتی ہیں کہ میں ایک دس جماعت پاس لڑکے سے صرف اس لیے شادی کرلوں کہ ہم برادری سے باہر رشتہ نہیں کرتے۔ اگر ایسا ہی تھا تو آپ سے کس نے کہا تھا کہ مجھے اعلا تعلیم دلائیں؟ کیوں مجھے میٹرک کے بعد بیاہ نہیں دیا؟ اور اب بہتر ہوگا کہ اس خاندان کی مزید کوئی لڑکی تعلیم حاصل نہ ہی کرے تو اچھا ہے تاکہ انہیں شعور نہ آئے اور آپ کا برادری سسٹم اپنی ان بان شان کے ساتھ برقرار رہے۔"

نہ چاہتے ہوئے بھی کشمالا کی آواز بلند ہوگئی جب اسی وقت لاؤنج کا دروازہ کھول کر پاپا کمرے میں داخل ہوئے جن پر نظر پڑتے ہی اسے اپنی ماں کے چہرہ کا رنگ اڑتا ہوا دکھائی دیا، جب کہ ایک پل کو کشمالہ بھی گھبرا گئی کیونکہ پاپا کے چہرہ کے تاثرات بتا رہے تھے، انہوں نے سب باتیں سن لی ہیں۔ اب کشمالہ کی سمجھ میں نہیں آیا وہ کیا کرے اس لیے خاموشی سے لاؤنج کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی کہ اس وقت وہ مزید بحث کے موڈ میں نہ تھی۔

☆☆☆

اس بات کو کئی دن گزر گئے تھے جس کے بعد گھر کی فضا میں ایک سکوت سا طاری تھا۔ اب کوئی بھی کشمالہ اور منان کے رشتہ کی بات کرتا دکھائی نہ دیتا یہاں تک کہ بڑی اماں بھی اسے کسی گہری سوچ میں ڈوبی نظر آتیں۔ جہاں تک پاپا کی بات تھی تو کشمالہ ان کے سامنے خود ہی نہ جاتی تھی مبادا وہ اس دن کی گفتگو کے متعلق کوئی سوال نہ کردیں۔ فرح کو تو دیکھ کر صاف لگتا کہ وہ بیٹی سے مکمل طور پر ناراض ہے لیکن کشمالہ کو اس وقت کسی کی کوئی پروا نہ تھی کیونکہ وہ فیصلہ کرچکی تھی کہ اسے اپنی زندگی دوسروں کے لیے قربان نہیں کرنی۔ اچھی زندگی کے لیے ضروری تھا اسے اپنے من پسند ساتھی کا ساتھ میسر ہو ورنہ بہتر تھا کہ تاعمر کنواری رہ کر انسانیت کی خدمت کرلیتی جو اسے منان سے شادی کی قربانی سے زیادہ بہتر فیصلہ لگا۔

☆☆☆

کچھ مزید دن آگے کو سرکے کہ ایک دن اچانک پھوپھو اپنے لختِ جگر کے ہمراہ ان کے گھر آن دھمکی جن کی اچانک آمد کی خبر نے کشمالہ کو بے چین کردیا اور آس نے فوری طور پر آفاق کا نمبر ملایا جو اس وقت اسپتال کی ایمرجنسی میں تھا اس لیے کشمالہ کو انتظار کا کہہ کر اس نے فون بند کردیا۔ اب کشمالہ کے لیے ایک ایک پل صدی کے برابر ہوگیا۔ پھوپھو کی غیر متوقع آمد کی اطلاع ملتے ہی تائی سائرہ بھی صبح سے نیچے والے پورشن میں موجود تھیں پھر سب نے مل کر نیچے ہی لنچ کیا جس کے فوراً بعد گھر کے بزرگ بڑے کمرے میں جمع ہوگئے تو کشمالہ کی بے چینی میں اضافہ ہوگیا اسے یہ بتانے والا کوئی نہ تھا

www.pklibrary.com

کہ بند کمرے میں ہونے والی میٹنگ کا ایجنڈا کیا تھا لیکن پھر بھی وہ جانتی تھی کہ اس ہنگامی اجلاس کے پس پردہ آفاق کا آنے والا رشتہ تھا وہ اسی الجھن اور پریشانی میں تھی کہ آفاق کا فون آ گیا جو کشمالہ کی روہانسی آواز سنتے ہی ڈر گیا اور جلدی سے بولا۔

"کیا ہوا کشمالہ! سب خیریت تو ہے نا؟"

جواباً کشمالہ نے اسے پھوپھو کی اچانک آمد اور کمرہ میں ہونے والی خفیہ میٹنگ کے متعلق بتایا تو جسے سن کر آفاق اسے تسلی دیتا ہوا بولا۔

"گھبراؤ مت یار! میں کل شام ہی امی کو دوبارہ تمہارے گھر بھیجتا ہوں۔"

"کل نہیں آج ہی کیونکہ میں اب جلد ہی کوئی فیصلہ چاہتی ہوں۔"

کشمالہ کا لہجہ اٹل تھا۔

"ریلیکس یار۔" آفاق سمجھاتے ہوئے بولا۔

"جلدی کا کام شیطان کا ہوتا ہے اس لیے تھوڑا صبر کرو۔ دیکھو اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے پھر کچھ فیصلہ کرتے ہیں اور یاد رکھنا، میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں، اس لیے گھبرانا مت۔"

آفاق نے کشمالہ کو اچھی طرح تسلی دے کر فون بند ہی کیا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا۔ اس نے دیکھا بڑی اماں ہاتھ میں تسبیح تھامے دروازے کے عین وسط میں کھڑی اسے بڑی محبت سے دیکھ رہی تھیں۔ پیچھے ہی پاپا بھی کھڑے تھے۔ کشمالہ انہیں دیکھتے ہی جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی، ساتھ ہی اپنے اس روز کی گفتگو یاد کر کے وہ دل ہی دل میں شرمندہ بھی ہوئی۔ جب آہستہ آہستہ چلتے ہوئے بڑی اماں اس کے قریب آئیں اور پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

"بیٹا! ڈاکٹر آفاق سے کہو، اپنے والدین کو رشتہ کے لیے بھیجے، ہمیں اس رشتہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

بڑی اماں کے الفاظ تھے یا کوئی دھماکا جسے سن کر کمرہ میں موجود کشمالہ اپنی جگہ ہکا بکا کھڑی رہ گئی، اسے اپنے کانوں پر یقین ہی نہ آیا وہ منہ کھولے بڑی اماں کی شکل دیکھے گئی جب امتیاز صاحب کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"ہاں بیٹا! اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ تم آفاق تک ہمارا پیغام پہنچا دو، ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ جس بات کی اجازت ہمارا دین دیتا ہے اس پر حجت کرنے والے ہم کون ہوتے ہیں۔ جب ہمارے مذہب میں خاندان، برادری کی کوئی حیثیت نہیں ہے تو پھر ہم کیوں اسے بنیاد بنا کر اپنے بچوں کی خوشیاں برباد کریں۔"

پاپا کے الفاظ سن کر خاموش کھڑی کشمالہ کی آنکھیں بھیگ گئیں اس نے سنا پاپا کہہ رہے تھے۔

"رشتہ کے لیے اصل اہمیت ایک اچھا مسلمان ہونے کے علاوہ بچوں کی رضامندی کا ہونا ضروری ہے وہ شادی جس میں بچے ہی خوش نہ ہوں کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور اگر شادی میں دونوں فریقین کی رضا شامل ہو تو یہ کوئی گناہ نہیں۔"

اپنے باپ کے الفاظ سن کر کشمالہ کو یقین کرنا مشکل ہو گیا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی ہے اس کی کوشش نے اس خاندان کی تاریخ بدل دی تھی۔ پہلے اعلا تعلیم اور اب برادری سے باہر رشتہ یعنی کوئی بھی مثبت اور مسلسل کوشش حالات بدل سکتی ہے، کوشش کے ساتھ اللہ پر یقین نے اسے پہلے قدم پر کامیابی۔ دی اسے خوشی تھی کہ آفاق سے شادی کے فیصلے میں منان بھی اس کے ساتھ تھا جس نے اپنی ماں کو کشمالہ کی حمایت پر راضی کیا جس کے بعد اسے یقین تھا کہ یقیناً اس کے اٹھائے گئے اس پہلے قدم نے پیچھے والوں کے لیے راستہ کھول دیا ہے جس پر یقین کی مہر منان نے ثبت کرتے ہوئے اپنی چھوٹی بہن کا داخلہ مقامی یونی ورسٹی میں کروا دیا تھا۔ اب اسے امید تھی کہ اس خاندان کی لڑکیوں پر تعلیم کا راستہ کھل گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ ذات برادری کی بوسیدہ روایات کو بھی کس قدر توڑ چکی تھی اور یہ ہی اس کی اصل کامیابی تھی کہ اس کی آئندہ نسل ان رسم و رواج کی بھینٹ نہ چڑھے۔

☆☆

www.pklibrary.com

مینال ہادی

بھیا راجا

شازیہ بیگم کے ہاں دولت کی ریل پیل تو نہ تھی۔ ہاں مگر اپنی تین بیٹیوں اور ایک بیٹے کی پڑھائی لکھائی اور ہر ضرورت کو بخوبی پورا کر رہی تھیں۔ توقیر صاحب کی وفات کے بعد حالات تھوڑے خستہ تو ہوئے تھے مگر سلائی، کڑھائی کر کے اور کچھ دکان کے کرائے سے گزارا ہو رہا تھا۔

سب سے بڑی بیٹی منزہ پھر بھائی عمیر پھر ارم اور چھوٹی مریم تھی۔ ارم اور مریم چھوٹی تھیں مگر بھائی کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا اپنا فرض سمجھتی تھیں۔ بڑی منزہ تو بھائی کے ساتھ ہی کھانا کھاتی تھی۔ ماں اپنے بچوں کی محبت پر قربان جاتی نہ تھکتی تھیں۔ بھائی عمیر بھی بہنوں کے خوب ناز نخرے اٹھاتا۔ یوں ہی گزر رہی تھی اور منزہ شادی کے قابل ہوگئی۔ بی۔ اے کے بعد پاس کے اسکول میں پڑھاتی اور پھر ٹیوشن۔ ارم بارھویں میں تھی اور مریم ابھی میٹرک کر رہی تھی۔ ادھر عمیر بھی پڑھائی مکمل کرنے والا تھا۔

"اماں! بھیا راجا جلدی سے پڑھائی مکمل کریں پھر نوکری کریں گے۔ پھر ہم اپنے لیے ایک خوب صورت سی بھابھی لائیں گے۔ سچی اماں! کتنا مزا آئے گا بھابھی کے ساتھ۔" اماں کے ساتھ پالک بنواتی ہوئی ارم نے پرجوش ہو کر کہا تو مریم منزہ بھی اپنا اپنا کام چھوڑ کر اس کی طرف مسکرا کر دیکھنے لگیں۔

اتنے میں عمیر اپنے دوست شاہ زیب کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ شاہ زیب نے اماں کو جھک کر سلام کیا اور دونوں وہیں صحن میں رکھے تخت پر بیٹھ گئے۔ ارم پالک بنانے میں لگی رہی اور منزہ چائے بنانے چلی گئی۔ شاہ زیب کا ان کے گھر پر بچپن کا آنا جانا تھا۔

"اور سناؤ بیٹا! کیا حال ہے..... باجی اور بھائی جان کیسے ہیں؟" شازیہ بیگم نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک ہیں خالہ! بلکہ امی نے ہی بھیجا ہے آج۔ کل میلاد شریف ہے اور امی حضور نے سب کو بلایا ہے۔"

"سب" کہہ کر اس نے پرشوق نظروں سے ارم کو دیکھا۔

ارم بھی اپنے چہرے پر اس کی نظریں محسوس کرتی ہوئی "میں چائے کے ساتھ کباب لاتی ہوں" کہہ کر اندر چلی گئی۔

شاہ زیب نے ابھی اقرار محبت تو نہیں کیا تھا مگر چاہت کے جگنو ضرور اڑا دیے تھے جو صرف ارم پر جا کر بیٹھتے تھے۔ اس نے سوچ رکھا تھا، نوکری تلاش

www.pklibrary.com

کرتے ہی وہ اپنی محبت کا اقرار کرے گا اور پھر والدین کو اپنی پسند بتائے گا۔

☆☆☆

وہ دن بھی آ گیا کہ عمیر نوکری پر لگ گیا، سب کی خوشی دیدنی تھی۔

''بھیا راجا! آج آپ کو تنخواہ ملی ہے وہ بھی پہلی۔ کیا ہم باہر سیلیبریٹ نہیں کر سکتے۔'' ارم نے بڑے لاڈ سے کہا مگر شازیہ بیگم گھورنے لگیں کہ رات کو باہر نہیں جانا۔ ماں کی نظروں کا مطلب سمجھتے ہوئے ارم التجائی نظروں سے بھائی کو دیکھنے لگی۔ عمیر بھی ماں کو منانے لگ گیا۔

''امی! پلیز انہیں باہر میرے ساتھ جانے دیں۔ کون سا ہم روز جاتے ہیں اور پہلی مرتبہ تو میری لاڈلی نے کوئی فرمائش کی ہے۔ پلیز امی!'' شازیہ بیگم بیٹے کی منت کرنے پر بے بس ہوگئیں اور اجازت دے دی اور اس رات چاروں بہن بھائی نے باہر بہت انجوائے کیا تھا۔

عمیر کی نوکری لگتے ہی شازیہ کو منزہ کی شادی کی فکر لگ گئی تھی۔

پھر ایک دن بڑی خالہ آئیں اور بڑے پیار سے منزہ کو مانگ کر اپنے بیٹے آیان کے نام لگا دیا۔

''شازیہ! مجھے پتا ہے، تم منزہ کے لیے فکرمند تھیں مگر میں نے آنے میں تھوڑی دیر کی ہے۔ میں نے سوچا پہلے آیان کو باہر بھیج دوں۔ ذرا سیٹ ہو جائے پھر ہی بات کروں گی۔'' خالہ نے چائے کا گھونٹ بھر کے کہا۔ شازیہ بیگم مسکرانے لگیں اور دونوں چائے پینے لگیں۔

☆☆☆

سب کچھ اچھا چل رہا تھا۔ اگر ایک دن روشنی ان کی زندگی میں نہ آئی ہوتی تو.....

روشنی عمیر کے آفس میں اس کے ساتھ کام کرتی تھی۔ بے حد فیشن کرنے والی اور کچھ زیادہ ہی سانولے رنگ کی لڑکی تھی۔ ایک مہینے کے اندر اندر اس نے عمیر کی سوچ کی کایا ہی پلٹ دی تھی۔ چار مہینوں تک عمیر ان کے گھر آنے جانے لگا اور ایسا ہو گیا تھا جیسے سالوں کی جان پہچان تھی۔ عمیر روشنی کو ماں اور بہنوں سے ملوانے گھر لے آیا۔ پورے گھر میں سناٹے اور مایوسی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ عمیر تو جلد از جلد شادی پر زور دے رہا تھا۔ ماں تو پہلے دونوں بڑی بیٹیوں کی شادی کرنا چاہتی تھی یا کم از کم منزہ کی شادی تو کرنا ہی چاہتی تھیں۔ شازیہ بیگم نے روشنی کے لیے عمیر کو کوئی جواب بھی نہ دیا تھا۔ عمیر ماں سے ناراض، ناراض رہنے لگا تھا۔ پتا نہیں کون سا سحر پھونکا تھا روشنی نے اس پر۔

''بھائی! کھانا کھالیں۔'' عمیر کے کمرے میں آ کر ارم نے لائٹ جلائی اور پکارنے لگی۔

عمیر آنکھوں پر بازو رکھے لیٹا رہا۔

''بھائی! اٹھ کر کھانا کھالیں پلیز۔'' اس مرتبہ ذرا زور دے کر کہا۔

عمیر آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر اٹھ بیٹھا تھا۔ ارم اسے اٹھ کر بیٹھتا دیکھ کر پلٹنے ہی لگی تھی کہ عمیر نے پکارا۔

''ارم!''

''جی بھائی!''

''یہاں بیٹھو۔'' عمیر نے اپنے پاس بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گئی۔

''ارم!'' ذرا خاموشی چھائی۔ پھر بولنا شروع کیا۔ ''ارم! کیا میرا فرض صرف یہی ہے کہ میں کما کما کر اپنی بہنوں کی شادی کروں۔ اگر میں پہلے اپنی شادی کرنا چاہتا ہوں تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔'' ارم کو تھوڑی دیر دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میں جانتا ہوں، امی تم تینوں کی بات مانیں گی۔ بس کسی طرح امی کو مناؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں اپنی بہنوں کی شادی بڑی دھوم دھام سے کروں گا۔''

اب کی مرتبہ ارم کے ہاتھ پکڑ کر التجا کرنے لگا تھا۔ ارم یک ٹک بھائی کو دیکھنے لگی۔

''ٹھیک ہے بھائی! ہم کوشش کریں گے امی کو منانے کی۔'' ارم کہہ کر رکی نہیں۔ بھائی سے ہاتھ چھڑا

www.pklibrary.com

کر بھاگ کر باہر نکل گئی۔

خیر..... جیسے تیسے دونوں بہنوں نے ماں کو منالیا تھا۔ شازیہ بیگم سخت مایوس اور پریشانی کے عالم میں تھیں۔ عمیر کا مایوں کا دن تھا۔ رسم سے فارغ ہو کر عمیر باہر دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا اور چاروں ماں بیٹیاں بڑی خالہ اور شاہ زیب کی اماں، شازیہ بیگم کے کمرے میں بیٹھی تھیں۔

"آپا! کم سے کم میں روشنی جیسی لڑکی کو تو اپنے گھر کی بہو نہیں بنانا چاہتی تھی۔ مگر کیا کروں میرے بیٹے نے تو....." بات پوری بھی نہ ہوئی اور شازیہ بیگم کے آنسو ٹپ ٹپ گر کر دوپٹے میں جذب ہو گئے۔ باقی لوگ بھی افسردہ سی صورتیں لیے کھڑے تھے۔ بڑی خالہ بہن کی صورت دیکھ رہی تھیں بس۔

"آپا! میں پہلے دونوں بیٹیاں بیاہنا چاہتی تھی۔" وہ پھر رونے لگیں۔

"شازیہ آپا! اس جادوگرنی کا جادو ہے عمیر کے سر پر، جو آپ کو بھی پریشان کر رہا ہے۔" شاہ زیب کی ماں شازیہ بیگم سے بڑی تھیں، مگر پھر بھی آپا ہی کہہ کر بات کرتی تھیں۔

"شازیہ آپا! میرے پاس ایک نسخہ ہے، آپ کی طبیعت فریش کرنے کا۔" سب شاہ زیب کی اماں کو تکنے لگے۔ پھر انہوں نے مسکرا کر ارم کا ہاتھ پکڑا اور اسے شاہ زیب کے لیے مانگ لیا۔ بس پھر کیا تھا ماحول واقعی خوش گوار ہو گیا تھا اور ارم کو تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ شاہ زیب کے ساتھ بندھن میں بندھ چکی ہے۔

☆☆☆

روشنی اس گھر میں دلہن بن کر آ گئی تھی۔ ساس اور تینوں نندوں کو خوب آگے لگا لیا تھا۔ عمیر کے تو پاؤں ہی زمین پر نہ پڑتے، اسے تو پر لگ گئے تھے۔ روشنی مختصر سی قمیص پہنتی، جس پر بازو بھی برائے نام ہوتے۔ چاروں ماں بیٹیاں ہر کسی کے سامنے شرمندہ ہوتیں۔

روشنی اور عمیر کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی تھی۔ اماں نے منزہ اور ارم کی شادی اکٹھی ہی کر دی تھی۔ مریم ڈاکٹر بن رہی تھی سو وہ ابھی شادی کا سوچ بھی نہ سکتی تھی۔

ارم اور منزہ باری باری ماں کا حال پوچھنے چلی آتی تھیں۔ ورنہ عمیر کے رحم کرم پر چھوڑنا تو محال ہو چکا تھا۔ روز ہی عمیر کے سسرال سے کوئی نہ کوئی آیا ہوتا۔ خاص طور پر روشنی کا بھائی..... عجیب گندی سی نظروں سے مریم کو دیکھتا تھا۔ وہ سمجھ دار تھی جب روشنی کا بھائی آتا وہ کمرے سے ہی نہ نکلتی۔ ماں بے چاری بے بس..... ہر وقت دعا گو رہتی تھیں۔

چھ سال گزر گئے۔ مریم بھی بیاہ کر سعودی عرب چلی گئی تھی۔ اس کا رشتہ بڑی آپا نے ہی کروایا تھا۔ لڑکا آیان کا دوست تھا اور ڈاکٹر بھی تھا۔ شازیہ بیگم مریم کی طرف سے بے حد مطمئن تھیں۔ عمیر کی دو بیٹیاں ہو گئی تھیں۔ منزہ اور ارم کے بھی دو دو بچے تھے۔ منزہ کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا اور ارم کے دو بیٹے تھے۔

ارم تین دن سے ماں کے گھر آئی ہوئی تھی۔ شازیہ بیگم کی طبیعت ٹھیک نہ تھی۔ اس دوران اس نے عمیر کو خوب نوٹ کیا تھا۔ بہت تھکا تھکا سا لگتا تھا۔

شازیہ بیگم صحت یاب ہوئیں تو ارم بھی گھر چلی گئی۔ ایک دن عمیر کو فون کر کے کہنے لگی۔

"بھیا راجا! آج آفس سے آتے وقت میری طرف آنا، ہم چائے اکٹھے پئیں گے۔" غیر متوقع طور پر عمر مان بھی گیا ورنہ تو بہانا کر دیتا تھا کہ نہیں آ سکتا، کام ہے۔

عمیر اندر آیا ہی تھا کہ ارم کے دونوں بیٹے احد اور احمد "ماموں ماموں" کہتے لپٹ گئے۔ ارم ڈرائنگ روم میں چائے لے آئی تھی۔ بچے کارٹون دیکھنے میں مگن ہو گئے۔

"بھیا راجا!" ارم نے بڑے لگاؤ سے پکارا تھا۔ عمیر چائے کے کپ کو دیکھ رہا تھا یا شاید کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔ ارم کے پکارنے پر اس نے سر اٹھایا۔

"بھیا راجا! میں محسوس کر سکتی ہوں کہ آپ کو کوئی پریشانی ہے۔ کوئی بات ہے جو آپ کو پریشان

www.pklibrary.com

کر رہی ہے۔"

عمیر کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی اتری تھی لیکن یک ٹک بہن کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا بھائی!" ارم نے عمیر کو ایسے تکتا دیکھ کر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پوچھا تھا۔

عمیر نے سر جھکایا اور پھر بولنا شروع کیا۔

"روشنی بہت جھگڑا کرتی ہے مجھ سے۔ گھر کا ماحول روشنی کے گھر والوں کی وجہ سے بہت خراب ہوگیا ہے۔ تمہیں امی نے شاید بتایا ہی ہوگا۔ مگر امی کو کچھ باتیں نہیں پتا۔ زیادہ تر اپنے کمرے میں جور ہتی ہیں۔ کائنات (روشنی کی چھوٹی بہن) نے میری دو بیٹیوں کو بگاڑ دیا ہے۔ میک اپ کی ہر چیز کا انہیں پتا ہے۔ اکثر ماں کی طرح، ہر کسی سے بدتمیزی بھی کرتی ہیں۔ اپنی ماں اور خالہ جیسا لباس پہننے کی مانگ کرتی ہیں۔ کبھی کسی سہیلی کے گھر جانا ہے تو کبھی کہیں جانے کی ضد۔ بڑی مومنہ تو ہر وقت لپ اسٹک لگانے کی ضد کرتی ہے۔ میری بیٹیاں ہٹ دھرم بنتی جارہی ہیں ارم! میں ایک اچھا بھائی، ایک اچھا بیٹا نہ بن سکا شاید یہ اسی کی سزا ہے۔" کہتے کہتے عمیر کی آواز رندھ گئی تھی۔

ارم کی آنکھوں میں بھی نمی تیر رہی تھی۔ تھوڑی دیر خاموشی چھائی پھر ارم ہی بولی تھی۔

"بھائی! مومنہ اور نازیہ کی آپ فکر نہ کریں۔ اب سے وہ اسکول سے میرے گھر آئیں گی اور میں خود انہیں ٹیوشن پڑھاؤں گی۔ پھر آپ انہیں روزانہ یہاں سے لے جایا کرنا۔ شاید یہاں روزانہ آکر ان کا ذہن جلدی ٹھیک ہوجائے۔ روشنی بھابی بھی ہنگامہ تو کریں گی، پر اب سب ٹھیک کرنے کی شروعات تو کرنی ہی ہوگی ناں۔"

پھر دونوں بہن بھائی آنسوؤں کے ساتھ دل کا بوجھ ہلکا کرتے رہے اور اپنے اپنے دل کے غبار دھوتے رہے۔ جاتے جاتے عمیر نے رک کر ارم سے پوچھا۔

"ارم! تمہارا بھیا راجا بہت برا ہے ناں۔"

ارم دوڑ کر بھائی کے سینے سے جا لگی۔

"میرا بھیا راجا سب سے اچھا ہے۔ میری جان ہے میرا بھیا راجا۔" ارم روتی رہی۔ عمیر نے اس کے سر پر پیار دیا اور نم آنکھوں سے باہر کی طرف چلا گیا۔

☆☆☆

مریم سعودیہ سے آئی تھی۔ کافی عرصے بعد گھر میں رونق لگی تھی۔ سب اپنی اماں کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ اماں تینوں کو بے حد خوش دیکھ کر نہال ہو رہی تھیں۔ ارم نے کچھ بولا اور تینوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

"میں بھیا کی بڑی بیٹی مومنہ کو اپنے بڑے بیٹے کے لیے مانگ لوں گی۔" ارم نے اچانک بم پھوڑا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ ارم آپی!" مریم بولی۔

ارم نے آہستہ آہستہ سب کچھ بتایا جو عمیر نے باتیں بتائی تھیں۔ اماں کیا کہتیں وہ تو چپ ہی ہوگئیں۔ منزہ اور مریم مسلسل ارم کو منع کر رہی تھیں۔ ارم ماں کے گلے لگ کر رونے لگی اور بولی۔

"میں اپنے بھیا راجا کو ایک مرتبہ گنوا چکی ہوں۔ دوبارہ نہیں گنوانا چاہتی۔ اس رشتے میں انہیں باندھ کر میں ہمیشہ انہیں اپنے پاس رکھوں گی اماں! وہ ہمیشہ میرے گھر آئیں گے۔ میرے لیے نہ سہی اپنی بیٹی کے لیے ہی سہی اور اس مرتبہ میں اپنے بھیا راجا کو کہیں نہیں جانے دوں گی۔ کہیں بھی نہیں اماں!"

ارم روئے جارہی تھی اور بولے جارہی تھی۔ منزہ اور مریم کے آنسو بھی ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔

اماں نے بیٹی کے سر پر بوسہ دیا اور اسے مزید اپنے ساتھ لگا کر پیار کرنے لگیں۔ باہر کھڑا عمیر بھی اپنی آنکھوں میں آئے آنسو ہاتھ کی پشت سے صاف کر کے اندر داخل ہوگیا تھا۔ اندر جاتے ہی تینوں کو ان کا بھیا راجا واپس مل گیا تھا۔

☆☆

www.pklibrary.com

عیسیٰ) ہوں۔

راہب نے جواب دیا: اگر آپ مسیح ہیں تو میں کیا کروں؟ کیا آپ نے ہمیں عبادت میں کوشش کرنے کا حکم نہیں دیا اور کیا آپ نے ہم سے قیامت کے دن ملنے کا وعدہ نہیں کیا؟ آج اگر آپ ہمارے پاس کوئی اور چیز لے کر آئے ہیں (جو پہلی باتوں کے خلاف اور ظاہر شریعت کے معارض ہو) تو ہم آپ کی بات ہرگز نہیں مانیں گے۔

بالآخر شیطان نے کہا: میں شیطان ہوں اور تجھے گمراہ کرنے آیا تھا، مگر نہ کر سکا۔" اس کے بعد شیطان نے راہب سے کہا تم مجھ سے جس چیز کے متعلق چاہو سوال کر سکتے ہو۔"

راہب نے کہا: میں تجھ سے کچھ نہیں پوچھنا چاہتا۔

جب شیطان منہ پھیر کر جانے لگا تو راہب نے اس سے پوچھا: مجھے انسان کی اس عادت کے بارے میں بتا جو اس کے خلاف تیری مدد گار ہے۔

شیطان بولا: وہ غصہ ہے، آدمی جب غصہ میں ہوتا ہے تو میں اس سے اس طرح الٹ پلٹ کرتا ہوں جیسے بچے گیند کو الٹ پلٹ کرتے ہیں۔ (احیاالعلوم۔ جلد ۳)

ہانیہ تبسم ہانی بھٹی..... گنجیانہ شیخوپورہ

اقوال یوسفی

☆ ہر آدمی اتنا برا نہیں ہوتا جتنا اس کی بیوی اس کو سمجھتی ہے اور اتنا اچھا بھی نہیں ہوتا جتنا اس کی ماں اس کو سمجھتی ہے۔

☆ اگر سلاد کھانے سے وزن کم ہوتا تو ایک بھی بھینس موٹی نہ ہوتی۔

☆ ہم پاکستانی واحد قوم ہیں جو کہتے ہیں بھائی ایک ٹھنڈی "کولڈ ڈرنک" دینا۔

☆ جو بیوی اپنے شوہر کی ساری غلطیاں معاف کر دیتی ہے وہ بیوی صرف ڈرامے کی آخری قسط میں دکھائی جاتی ہے۔

☆ آج کل چھوٹے بچوں کو کوئی بھی کام کہو تو آگے سے کہتے ہیں "پھر موبائل دو گے نا؟"

ہانیہ عمران..... گجرات

افضل کون

۶۵۶ میں ہلاکو خان نے بغداد فتح کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مسلمان اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے انتہائی ذلت و پستی کی حالت کو پہنچ چکے تھے اور خدا کی زمین پر بار بار حملے کر رہے تھے۔ ہلاکو خان نے فتح حاصل کرنے کے بعد حکم دیا کہ علماء سے اس امر کی نسبت فتویٰ لیا جائے کہ "کافر عادل بادشاہ افضل ہے یا مومن مگر ظالم؟"

اس نے علماء کو عجیب مشکل میں ڈال دیا۔ کیونکہ وہ بھی اسی زمانہ و حالت سے تعلق رکھتے تھے جن کو قدرت کی طرف سے بدلنے کا سامان کیا گیا تھا۔

اسی فتویٰ کو جواب دینے کے لیے تمام علماء مدرسہ مستنصریہ میں جمع ہوئے کافی غور و خوض ہوا مگر جواب لکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

حسن اتفاق سے اس مجلس میں رضی الدین بن طاؤس بھی موجود تھے۔ انہوں نے علماء کی یہ جھجک دیکھی تو فتویٰ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس پر یہ لکھ کر رکھ دیا کہ.....

"مسلمان ظالم سے کافر عادل بادشاہ افضل ہے۔"

گو کہ بظاہر یہ فتویٰ اپنے خلاف دیا گیا۔ مگر یہ منشاء قرآن کے عین مطابق تھا۔ جو دنیا سے ظلم و فساد مٹانے اور امن و انصاف قائم کرنے کی تعلیم دینے کے لیے نازل ہوا۔ اس غرض کے لیے شرط "مسلمان" کی نہیں بلکہ یہی کام بارہا قدرت نے غیر مسلموں سے بھی لیا۔

امام ابن تیمیہ اپنی کتاب الحسبۃ فی الاسلام میں لکھتے ہیں:

"روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل سلطان کی مدد فرماتا ہے اگرچہ وہ کافر ہو۔ ظالم مسلمان کی مدد

www.pklibrary.com

نہیں فرماتا اگرچہ وہ مومن ہو۔"

فوزیہ شربٹ..... گجرات

// اخبار، عوام کی نظر میں //

☆ ٹائم پاس کرنے کا اخبار سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ (سرکاری افسر)

☆ موڈ ہو تو کسی بھی ایک اسٹال سے اٹھا کر پڑھ لیتے ہیں۔ (پولیس اہلکار)

☆ پچھلے کئی سالوں سے نوکری کے اشتہار پڑھ رہا ہوں مگر فائدہ نہیں ہوا۔ (بے روزگار)

☆ تمام اخبارات پڑھتا ہوں کیونکہ مفت ملتے ہیں۔ (صحافی)

☆ اخبار پڑھنا نہیں آتا، صرف تصویریں دیکھتے ہیں۔ (نان فروش)

☆ اخبار کے صفحات کی تعداد بڑھائی جائے۔ (ریٹائرڈ افسر)

☆ اخبار کے بغیر مجھے کوئی نہیں جانتا۔ (سیاسی لیڈر)

☆ ایک ٹکٹ میں دو مزے..... یہاں لوگ اخبار خریدنے کی بجائے شیو کراتے ہیں اور اخبار مفت میں پڑھتے ہیں۔ (حجام)

☆ اخبار میں روزانہ "یہ ہفتہ کیسا رہے گا" ہونا چاہیے۔ (اسٹوڈنٹ)

قاضی صبا ایوب..... اٹک

// پریشانی کا حل //

ایک دانا سے کسی نے پوچھا: "میں بہت پریشان رہتا ہوں کوئی حل بتا دیجیے۔"

دانا نے کہا۔ "مصیبت پر پریشان ہو جانا انسان کے انسان ہونے کی دلیل ہے مگر پریشان رہنا اللہ پر توکل نہ ہونے کی دلیل ہے۔ اس لیے پریشانی کو روگ مت بناؤ ہمیشہ کامیاب رہو گے۔"

افضل خان انجی..... چونیاں

کامیاب مشاعرہ

مسوری کے مشاعرے سے واپسی پر جگن ناتھ آزاد، ہری چند اختر، بسمل سعیدی ٹونکی کچھ اور شاعروں کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ہری چند اختر نے بات چیت کے دوران کہا۔

"مسوری کا مشاعرہ بے کار رہا ہے۔"

آزاد صاحب اظہار حیرت کرتے ہوئے بولے۔ "اختر صاحب، مشاعرہ تو بہت کامیاب تھا۔"

اس پر اختر صاحب بولے۔

"نہ شعراء کی آپس میں لڑائی ہوئی نہ گالی گلوچ ہوئی، نہ معاوضہ کی کمی بیشی کا جھگڑا ہوا اور نہ ہی ہوٹل والوں کی کوئی چیز گم ہوئی کیا خاک کامیاب مشاعرہ؟"

انمول علی..... کراچی

یہ قوم

بند دکان کے تھڑے پر بیٹھے دو بوڑھے آپس میں باتیں کرتے ہوئے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے کہ ایک متجسس راہ گیر نے ان سے اتنا خوش ہونے کی وجہ پوچھی۔

ایک بوڑھے نے اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے بتایا:

"ہم نے ملک کے مسائل حل کرنے کے لیے ایک شاندار منصوبہ ڈھونڈ لیا ہے اور وہ منصوبہ یہ ہے کہ ساری قوم کو جیل میں ڈال دیا جائے۔"

راہ گیر نے حیرت سے دونوں کو دیکھا اور پوچھا: "وہ تو ٹھیک ہے مگر ساتھ گدھے کو کیوں قید کیا جائے؟"

دونوں بوڑھوں نے فلک شگاف قہقہہ لگاتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا اور بوڑھے نے دوسرے سے کہا۔

"دیکھا رحیمے: آ گیا یقین تجھے میری بات پر، میں نہیں کہتا تھا کہ یہ قوم اپنے بارے میں کبھی پریشان نہیں ہوگی۔ سب کو بس گدھے کی ہی فکر ہوگی۔"

زرتاشہ نعمان..... ملتان

☆☆

www.pklibrary.com

بشریٰ محمود

یادوں کے دریچے سے

فوزیہ ثمر بٹ، ارم ہانیہ، کی ڈائری میں تحریر

اتباف ابرک کی غزل

شب تاریک میں کچھ دیپ جلائے ہوتے
کاش ہم نے بھی کوئی فرض نبھائے ہوتے

کتنا آسان ہے یوں لوگوں سے شکایت رکھنا
اپنے کاندھوں پہ کبھی بوجھ اٹھائے ہوتے

اپنے انجام پہ ہم کو بھی فخر ہونا تھا
دل گمانوں کی اگر زد میں نہ آئے ہوتے

جب تھا معلوم جہاں توڑ کے رکھ دیتا ہے
اپنے کچھ خواب زمانے سے بچائے ہوتے

ایسی بے رنگ نہ ہوتی کبھی محفل اپنی
روٹھے کچھ لوگ اگر خود ہی منائے ہوتے

جان لے لیتے اسے شہر بدر کر دیتے
سب ستم خود نہ اگر خود پہ یہ ڈھائے ہوتے

آج دنیا ہے مری پھر بھی یوں لگتا ہے
ہم وہ مہمان ہیں جو بے وقت ہیں آئے ہوتے

حمیرا گل، کی ڈائری میں تحریر

نصیر الدین نصیر کی غزل

غم ہجراں کی ترے پاس دوا ہے کہ نہیں
جاں بلب ہے ترا بیمار، سنا ہے کہ نہیں

وہ جو آیا تھا تو دل لے کے گیا ہے کہ نہیں
جھانک لے سینے میں کم بخت، ذرا ہے کہ نہیں

مخمصے میں تری آہٹ نے مجھے ڈال دیا
یہ مرے دل کے دھڑکنے کی صدا ہے کہ نہیں

سامنے آنا، گزر جانا، تغافل کرنا
کیا یہ دنیا میں قیامت کی سزا ہے کہ نہیں

اہل دل نے اسے ڈھونڈا، اسے محسوس کیا
سوچتے رہتے ہیں کچھ لوگ، خدا ہے کہ نہیں

تم تو ناحق مری باتوں کا برا مان گئے
میں نے جو کچھ بھی کہا تم سے، بجا ہے کہ نہیں

آبرو جائے نہ اشکوں کی روانی سے نصیر
سوچتا ہوں، یہ محبت میں روا ہے کہ نہیں

نادیہ یاسر، کی ڈائری میں تحریر

اقبال عظیم کی غزل

مجھے اپنے ضبط پہ ناز تھا سر بزم رات یہ کیا ہوا
مری آنکھ کیسے چھلک گئی، مجھے رنج ہے یہ برا ہوا

مری زندگی کے چراغ کا یہ مزاج کوئی نیا نہیں
ابھی روشنی ابھی تیرگی نہ جلا ہوا نہ بجھا ہوا

مجھے جو بھی دشمن جاں ملا، وہی پختہ کار جفا ملا
نہ کوئی ضرب غلط پڑی نہ کسی کا تیر خطا ہوا

www.pklibrary.com

مجھے آپ کیوں نہ سمجھ سکے یہ خود اپنے دل سے پوچھیے
مری داستانِ حیات کا تو ورق ورق ہے کھلا ہوا

جو نظر بچا کے گزر گئے مرے سامنے سے ابھی ابھی
یہ مرے شہر کے لوگ تھے مرے گھر سے گھر ملا نہیں

مجھے ہمسفر بھی ملا کوئی تو شکستہ حال مری طرح
کئی منزلوں کا تھکا ہوا کہیں راستوں میں لٹا ہوا

ہمیں اپنے گھر سے چلے ہوئے سرِ راہ عمر گزر گئی
کوئی جستجو کا صلہ ملا نہ سفر کا حق ہی ادا ہوا

حریم سلمان، کی ڈائری میں تحریر

جون ایلیا کی غزل

مجھ کو تو گر کے مرنا ہے
باقی کو کیا کرنا ہے

شہر ہے چہروں کی تمثیل
سب کا رنگ اُترنا ہے

وقت ہے وہ ناٹک جس میں
سب کو ڈرا کر ڈرنا ہے

میرے نقش ثانی کو
مجھ میں ہی اُبھرنا ہے

کیسی تلافی کیا تدبیر
کرنا ہے اور بھرنا ہے

جو نہیں گزرا ہے اب تک
وہ لمحہ تو گزرنا ہے

اپنے گمان کا رنگ تھا میں
اب یہ رنگ بکھرنا ہے

ہم دو پلڑے ہیں سو ہمیں
میزن پہ جا کر چڑھنا ہے

چاہے ہم کچھ بھی کر لیں
ہم ایسوں کو سدھرنا ہے

ہم تم ہیں ایک لمحے کے
پھر بھی وعدہ کرنا ہے

ثمرہ، اقرا، کی ڈائری میں تحریر

وسیم بریلوی کی غزل

دکھ اپنا اگر ہم کو بتانا نہیں آتا
تم کو بھی تو اندازہ لگانا نہیں آتا

پہنچا ہے بزرگوں کے بیانوں سے جو ہم تک
کیا بات ہوئی کیوں وہ زمانہ نہیں آتا

میں بھی اسے کھونے کا ہنر سیکھ نہ پایا
اس کو بھی مجھے چھوڑ کے جانا نہیں آتا

اس چھوٹے زمانے کے بڑے کیسے ہوں گے
لوگوں کو جب آپس میں لڑنا نہیں آتا

ڈھونڈے ہے تو پلکوں پہ چمکنے کے بہانے
آنسو کو مری آنکھ میں آنا نہیں آتا

تاریخ کی آنکھ میں دھواں ہو گئے خود ہی
تم کو تو کوئی گھر بھی جلانا نہیں آتا

www.pklibrary.com

کچھ موتی چنے ہیں.....ادارہ

آج کا مہینوال

محبت میں انا نہیں ہوتی ہے لیکن خودداری ضروری ہوتی ہے۔ میرے اور اس کے درمیان سات سمندر ہیں میں وہ ''سوہنی'' ہوں جس کا گھڑا کچا نہیں بلکہ ٹوٹا ہوا ہے اور وہ ''مہینوال'' ہے جو مجھے بچانے کے لیے خود کو پانی میں نہیں ڈبوئے گا۔ ہمارا پیار بس اتنا ہی ہے جو کبھی داستان نہیں بن سکے گا۔

(عمیرہ احمد.....الف)

زوبیہ مظہر.....کوٹلی فیاض

// نیک چلنی کا سائن بورڈ //

اشتہار میں مولوی سید محمد مظفر، نے کہ یہی اسکول کے بانی، منتظم، مہتمم، سرپرست اور خازن وخائن کا نام تھا نے مطلع کیا تھا کہ امیدواروں کو تحریری درخواست دینے کی ضرورت نہیں۔ اپنی ڈگری اور نیک چلنی کے دستاویزی ثبوت کے ساتھ صبح آٹھ بجے اصالتاً پیش ہوں۔ بشارت کی سمجھ میں نہ آیا کہ نیک چلنی کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ بدچلنی کا البتہ ہوسکتا ہے۔ مثلاً چالان، چلکہ، وارنٹ گرفتاری، مصدقہ نقل حکم سزایابی ''بستہ الف'' جس میں نامی بدمعاشوں کا اندراج ہوتا ہے۔ پانچ منٹ میں آدمی بدچلنی تو کرسکتا ہے۔ نیک چلنی کا ثبوت فراہم نہیں کرسکتا۔ مگر ان کا تردد بے جا تھا۔ اس لیے کہ جو حلیہ انہوں نے بنا رکھا تھا۔ یعنی منڈا ہوا سر، آنکھوں میں سرمے کی کی تحریر اٹنگا پاجامہ، سر پر مخمل کی سیاہ رام پوری ٹوپی، گھر، مسجد اور محلے میں پیر پر کھڑاؤں۔ اس حلیے کے ساتھ وہ چاہتے بھی تو نیکی چلنی کے سوا اور کچھ ممکن نہ تھا۔ نیک چلنی ان کی مجبوری تھی۔ اختیاری وصف نہیں۔ اور ان کا حلیہ اس کا ثبوت نہیں سائن بورڈ تھا۔

افشاں سمیع.....کراچی

انسانیت

بڑا انسان وہی ہوتا ہے جو دوسروں کے سارے تضاد، ان کی طبیعتوں کا فرق، حالات، خیالات سارے رنگوں کو خوش دلی سے قبول کرے۔ مسلک مختلف ہو تو اپنا مسلک چھوڑے بنا دوسرے کے اعتقادات کی تعظیم کرتا ہے۔ کلچر مختلف ہو تو اعتراضات کے بغیر دوسرے کے کلچر کو بھی اچھا سمجھتا ہے۔ نسل، طبقاتی اونچ نیچ، لباس، زبان غرض کہ زیادہ سے زیادہ تضاد اور فرق کو زندگی کا حصہ اور انسان کو انسان سے تمیز کرنے کی سہولت سمجھ لے۔ ان امتیازات کی وجہ سے نفرت کا شکار نہ ہو۔

(بانو قدسیہ.....کتنے سو سال)

قاضی صبا ایوب.....اٹک

// پھول اور شاخیں //

لڑکے درخت کی شاخیں اور لڑکیاں پھول ہوتی ہیں۔ شاخوں پر نئی نئی کونپلیں پھوٹتی ہیں مگر پھول شاخوں سے ٹوٹ جانے کے لیے ہوتے ہیں۔ ٹوٹ جائیں تو پھر جڑتے نہیں۔ شادی ایک ایسا ہی موڑ ہے۔ جہاں پھول شاخوں سے ٹوٹ جاتے ہیں۔

(عنیزہ سید.....ڈوبے ہوئے تاروں کا)

انجھل خان انجی.....چونیاں

نظام

یہ لوگ جو اپنے گھروں میں نظام درست نہیں کرسکتے۔ یہ لوگ جن کا کریکٹر بے حد پست ہوتا ہے۔ سیاست کے میدان میں اپنے وطن کا نظام ٹھیک کرنے اور لوگوں کو اخلاقیات کا سبق دینے کے لیے نکلتے ہیں..... کس قدر مضحکہ خیز چیز ہے۔

(سعادت حسن منٹو)

زرینہ خانم لغاری.....مظفر گڑھ

○ اٹل اور دوامی ○

ہم سمجھتے تھے کہ وقت آتا ہے جاتا ہے۔ پتا چلا کہ نہ آتا ہے نہ جاتا ہے۔ وقت ایک اٹل اور دوامی چیز ہے۔ ماضی، حال، مستقبل اس کے تین روپ ہیں جو ہمارے شعور نے ایجاد کر رکھے ہیں۔ آئن اسٹائن کے چلے اب حال کے سوا کسی روپ کو تسلیم نہیں کرتے۔ یہی بات صوفی کہا کرتے تھے اور ہم ان پر ہنسا کرتے تھے۔

(ممتاز مفتی)

سحر وقاص.....لاہور

www.pklibrary.com

نامے میرے نام

سحر وقاص راجپوت......لاہور

سب سے پہلے "میرے نفس میرے ہم نوا" پر تبصرہ ہو جائے۔ صد شکر کہ ارسلہ کو رائٹر صاحبہ نے مارا نہیں ورنہ تو بقول فوزیہ ثمر کے اس چڑیل کے بغیر لکھ مزا نہیں آنا تھا۔ سکندر تم اریبہ سے وفا ہی کرنا ہمیں یہی اچھا لگے گا۔ آب بس تم دو کشتیوں میں سوار ہو اور دو کشتیوں کے سوار کی نیا ڈوبتی ہے پار نہیں لگتی۔ نادیہ، سچے اور مخلص لوگ ہر کسی کو نصیب میں نہیں ملتے لہٰذا تم حمزہ کے معاملے میں پہل کر لو خوش رہو گی۔ "دامن سحاب" کی اس بار کی قسط کچھ خاص مزا نہ دے سکی۔ بہت سست روی کا شکار ہے۔ نازیہ کنول نازی کی "جنہیں راستے میں خبر ہوئی" بھی زبردست جا رہی ہے مسز ساحرہ کا کردار پسندیدہ ہے ابھی تک یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ انجشا اور سوزان میں کیا غلط فہمی ہوئی جو انجشا سوزان سے اتنی بدگمان ہے وہ بھی ہادیہ ضمیر کو لے کر جو کہ اس کی دوست بھی رہ چکی ہے۔ پھپھو کون سا جال بچھا رہی ہے یہ جاننے کے لیے اگلی قسط کا انتظار رہے گا۔ "دو نمکین پانیوں کا سفر" یمی اور شمائلہ کی نوک جھوک خوب انجوائے کی۔ ثانیہ بلاشبہ اچھی لڑکی ہے اور شہریز کے ساتھ جچے گی بھی یہ حاکم تو کچھ زیادہ ہی حاکمیت پسند نکلا اور شکی مزاج بھی۔ تاجور تم مجھے اچھی لگتی ہو خدا تمہاری ازدواجی زندگی میں آسانیاں پیدا کرے اور خوشیاں عطا کرے۔ رات کے اندھیرے میں چھپ کر نکلنے والی لڑکیاں یمی اور اس کی کوئی سہیلی ہو سکتی ہے اب یہ تو میرا اندازہ ہے باقی آگے جا کر ہی پتا چلے گا۔

صدام کے ساتھ بالکل ٹھیک ہوا جیسا منہ ویسی چپیڑ مزا آ گیا۔ "برانڈڈ عیدی" بھئی شکر ہے ہمیں یہ آن لائن خریداری کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے صحیح کہتے ہیں جس تن لاگے وہی تن جانے۔ مگر اچھا سبق دیا اور جو نعیم نے اپنی بیوی کے لیے کیا۔ قسم سے دل باغ باغ ہو گیا۔ "بھابھی بھیا اور باجی" دلہن بی بی کا کردار اچھا تھا مگر اس بار گل ارباب کہانی سے متاثر نہ کر سکیں۔ "تو نصیب ہے کہ نصاب ہے" شبانہ شوکت جی ہر دفعہ اچھی اور سبق آموز کہانی لے کر آتی ہیں سپنس اور رومانس کی ہلکی پھلکی کہانی اچھی لگی۔ ہم بھی کبھی جوائنٹ فیملی کا حصہ تھے اپنی وہ زندگی یاد آ گئی اور یہ راشدہ فعت کہاں ہیں کچھ لکھ نہیں رہیں ان کو بھی دریافت کریں۔ افسانوں میں اس بار ماورا طلحہ کا افسانہ "اگلا گھر" زبردست تھا۔ عینی کی بات سے میں بھی سو فیصد متفق ہوں ہم "اگلے گھر" کے بارے میں اپنی بیٹیوں کو جتنا ڈراتے ہیں اسے زیادہ اگر ان کی حوصلہ افزائی کریں اور خود اعتمادی سے تمام مسائل حل کرنے کی امید پیدا کریں تو لڑکیاں بنا ڈر کے اپنی آنے والی زندگی کے بارے میں خوش فہم رہیں "میٹھی کھیر" بڑوں کو کم ظرف نہیں اعلیٰ ظرف ہونا چاہیے اعلیٰ ظرفی سے ہی بلند مقام ملتا ہے ورنہ سسرال میں کتنے ہی جتن کر لو مقام نہیں ملتا۔ "ففٹی پرسنٹ ڈسکاؤنٹ" حوریہ بتول یہ آپ نے بالکل درست کہا برانڈڈ چیزیں برے وقت میں کام نہیں آتیں اچھے وقت میں بچائے جانے والی رقم ہی کام آتی ہے۔ "حضرت انسان" حضرت انسان کسی بھی حالت میں خوش نہیں رہتا ہر کسی کو دوسرے کی زندگی آسائشات سے پر اور خوش باش نظر آتی ہے۔ آہ...... حضرت انسان۔ "احساس" بات واقعی بس احساس کی ہے۔ "روشن عید" رشتوں میں توازن رکھنے سے ہی ان کی خوب صورتی برقرار رہتی ہے۔ نوری نے عمر خان کو اچھی طرح سے سبق سکھایا۔ اس بار شہرین اسلم کے مقابل تھا آئینہ۔ شہرین آپ سے مل کر اچھا لگا۔ جیتی رہیں خوش رہیں اور خوش رکھیں۔ "کرن کرن خوشبو" صفیہ مہر نے باادب بانصیب کی خوشبو سے معطر کیا۔ ابجشل خان انجی کا انتخاب بھی اچھا تھا "کچھ موتی چنے ہیں" زرینہ خانم لغاری کا موتی اتار کر سنبھال لیا۔ مسکان نور تمہاری دوستی کی آفر مجھے قبول ہے۔ اقصیٰ شہرزاد کا خط پڑھ کر رونا آ گیا اللہ آپ کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین "کرن کتاب" ہمیشہ کی طرح لاجواب بس رسالہ عید کے بعد ملا نہیں تو کرن کتاب سے ضرور مستفید ہوتے اقصیٰ امان کا کچن اچھا لگا۔ آخر میں صبا بخاری درفشاں سلیم کا انٹرویو کرنے کی گزارش ہے۔

☆ سحر وقاص: سمیرا حمید کا اقتباس کرن میں پہلے لگ چکا تھا۔ اس لیے دوبارہ نہیں لگایا۔ ہم نے بہت کوشش کی تھی کہ عید سے پہلے ہی آ جائے لیکن دوسرے شہروں میں پہنچتے پہنچتے دیر ہو جاتی ہے۔

www.pklibrary.com

فوزیہ ثمر بٹ ہانیہ عمران آمنہ رئیس، حریم فاطمہ، گجرات

ٹائٹل پہلی نظر میں ہی اچھا لگا۔ ہر چیز پرفیکٹ عید کے حوالے سے تھی۔ ماڈل گرل گینگ اسٹائل اے ون لگا۔ اداریہ کی باتیں پسند آئیں حسب روایت مگر اس برس کی عید دکھوں سے بھری رہی۔

"روشنی کہ خوشبو" خوب صورت پیراگراف میں فریدہ اشفاق نے اپنا دکھ بیان کیا۔ اللہ پاک محمود ریاض اور فریدہ اشفاق کی بہن کی مغفرت و بخشش فرمائے۔ (آمین) اس دعا کے ساتھ کہ ہمارے جانے کے بعد کوئی ہو جو دلی وابستگی سے ہماری بھی بخشش و مغفرت کرنے والا ہو۔ "کچھ خاص دن" مجھے بہت ہی خاص لگا۔ ہر ایک نے بہت اچھا لکھا سیما مناف، نفیسہ سعید، شگفتہ فرحت سب سے پہلے تو آپ سب کو پیارا ابھرا اسلام بہت خوشی ہوتی ہیں جب کسی رائٹر کی ڈائجسٹ میں تصویر لگتی ہیں۔ کاش حقیقت میں کسی رائٹر کو دیکھنا نصیب ہو۔ اللہ پاک سب کو خوش و آباد رکھے۔ آمین "میری بھی سنیے" گڈ پر پرسنلٹی ہر ڈرامے میں انٹری ہوتی ہے میکال صاحب کی طرح نہ شاہین صاحبہ کھٹکتی ہیں۔ نہ دونوں موصوفہ بیزار ہوتی ہیں۔ حمزہ عباسی کا انٹرویو لگائیں بمع فیملی کے۔ "مقابل ہے آئینہ" شہرین اسلم خوب مقابل کیا۔ ادارے کے سوالوں کا۔ اس بار عید والے دن آمنہ بتول کے گھر گئی بازار بند تھا۔ آمنہ بتول کی گلی میں ہر دکان کے تھڑے پر کتے صاحب آرام فرما رہے تھے۔ میں نے بھی سوچ دیا کہ گزرتے ہوئے ایک کی بھی آنکھ کھل گئی تو میری ایک بھی ہڈی پسلی سلامت نہیں رہنے کی۔ سوچا عید آخری نہ ہو۔ شارٹ کٹ چھوڑ دوسرے راستے پر چلی گئی۔ مقابل کا ہے سوال بے ثابت بے مقصد نہیں تھا۔ آخری جواب میرے لیے فائدہ مند تھا سچ کہا کہ محفل یونہی رہے گی ہم ناں ہوں گے کوئی ہم سا تو ہوگا ناں۔

کرن کے مستقل ناول "دامن سحاب" کو پڑھا۔ خاندانی سیاست چل رہی ہیں۔ خلیل صاحب کی بہن کا فیصلہ نوکری کا اچھا ہے۔ صد شکر بھابھی ہم مزاج ہیں پھر بھی کب ماتھے پر آنکھیں سجالیں کب پتا چلتا ہے۔ یہ تو جب دل بے حسی اور لہجوں میں بے مروتی سمو جائے تب خون کے رشتے بھی خونی و جنونی ہو جاتے ہیں۔ "میرے ہم نفس میرے ہم نوا" ارسلہ دی گریٹ قربان جاواں تیری ہٹ دھرمی پر ممتا کے رتبے پر فائز ہوتے ہوتے رہ گئیں تو مگر بے غیرتی میں کمی نہیں آئی۔ اماں ابا تو خیر سے شریف النفس ہیں۔ معذرت کے ساتھ نسلی بے غیرتی کے ریکارڈ توڑ رہی ہو۔ مجھے لگتا ہے مہوش گیلانی اب نادیہ شاہ کو قبول کرلیں گی۔ جھگڑالو بیوی ناکردہ گناہوں کا خمیازہ ہوتی ہے۔ جو شریف انسان کا جونک کی طرح خون چوستی شہر خموشاں پہنچا آتی ہے۔ "نمکین پانیوں کا سفر" ویل ڈن۔ منعم ملک بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کردار بہت زیادہ ہیں۔ شائلہ بہادر خان خضر حیات ماضی ہیں یا تاجور اور حاکم حاکم تو کوئی وکھری ٹائپ کا بندہ ہے بس اپنے دل کی سننے والا۔ یا سنانے والا چاہے دوسرا اسے سنتے سنتے خاک کی ڈھیری ہو جائے۔ تاجور کے بابا شاندار پرسنیلٹی۔ نیک اولاد نیک اعمالوں کا اجر ہوتی ہے۔ اور یہ اجر نیک روحیں ہی وصول کرتی ہیں۔ اور محشر کس نے دیکھا ہے یہاں تو اب روز کے روز اعمالوں کے حساب کتاب چل رہے ہیں۔ کہنا یہ تھا۔ صدام شکیلہ کے لائق نہیں۔ چلو تاجور نے تو ل دل کی کھیتی میں صبر کا بوٹا لگا لیا۔ اب دوسری کو ضروری نہیں صدام بے عمل کے پلے باندھا جائے۔ میرا ووٹ دستگیر کے لیے ہے بے شک اس حاکم کو زہر لگتا ہے۔ حاکم تو منکر نکیر سے بھی کڑے سوال کرتا ہے۔ "عید پر سعید" شائلہ دلعباد نے دل شاد کیا۔ کیا تحریر لکھ ڈالی ہے موضوع تو وہی پرانا ہے۔ نند بھاوج سسرال، کون ظالم کون مظلوم ہے۔ یہ تو جس گھر پر فلم چل رہی ہوتی ہے۔ اسے پتا ہوتا ہے۔ رائٹر نے ایک ایک سطر سچ لکھا ہے پڑھتے پڑھتے کہیں مزاح کا ٹچ مسکراہٹ بکھیر تا رہا۔ صرف ایک بد فطرت وجہ سے ساری زندگیوں کی مٹھاس ختم ہو جاتی ہے۔ ناولٹ 'جنہیں راستے میں خبر ہوئی' سوزان کو انجشا ملی بھی تو شک کا ٹوکرا اٹھائے ہوئی تھی۔ کیا وہ سوزان کو نہیں جانتی تھی کہ وہ کیسا ہے دیکھتے ہیں اگلی قسط میں۔ "بھابھی، بھیا، اور باجی" بھئی اس تحریر کے کمنٹس بھی وہی ہیں عید پر سعید کے لیے تھے۔ میں کہتی ہوں گل ارباب آپ میرے سامنے ہوتی تو دیکھتیں دل کیسے روتا ہے کہ جب خود ہاتھوں کی پالی اولاد آپ کو دھکے دے۔ جب دونوں فریق ایک جیسے ہوں تب کچھ فرق نہیں

www.pklibrary.com

پڑتا ہے مگر جب بدفطرتی ضد بازی حسد میں دوسرے کا بے بڑا غرق کر دیا جاتے تب آہ کو نہیں بھولنا چاہیے۔ کہ جسے لگ جائے تخت سے تختہ پر آجاتا ہے۔ افسانوں کی بات ہو جائے ''میٹھی کھیر'' پسند آیا۔ لوگ حسد میں خود کو کتنا گرا لیتے ہیں سمجھ میں نہیں آتا۔ ''ففٹی پرسنٹ ڈسکاؤنٹ' کورونا نے تو اچھے اچھوں چھکے چھڑا دیے ہیں۔ فائزہ نے بھی توبہ کرلی۔ ناشکری رزق کو دور کرتی ہے اور رزاق کو ناراض۔ اس لیے اعتدال میں رہنا چاہیے۔ ''حضرت انسان'' بھی اچھا تھا کہ رب کی تقسیم بڑی او کھی اور نرالی ہے نہ کسی کو رزق ایک جیسا ملا ہے نہ زندگی کے دکھ۔ ''روشن عید'' بھی اچھا تھا۔ ہے تو سچ کہ مرد اکیلا کماتا ہے اور دس افراد کھانے والے ہوتے ہیں۔ جیسے گھر کا سربراہ نہ ہو مشین ہو مشین بھی دن رات چلے تو آخر میں ناکارہ ہو جاتی ہے۔ ''کرن کرن خوشبو'' میں مجھے سحر وقاص کی کہاوت پسند آئی ہے کتنا ہو یا گھر کا مرد جب وہ دوسرے گھر کا ذائقہ چکھتا ہے تب اسے گھر کا قورمہ بھی زہر لگتا ہے اور پھر وہ کتے والا عمل کرتا ہے۔ ''یادوں کے دریچے'' صفیہ مہر کی ڈائری پسند آئی۔ اور اقصیٰ امان کی غزل شاید آپ کو بھی یاد ہو کوئی ستر بار شائع کے لیے بھی بھیجی تھی۔ بڑا کریز تھا اس غزل کا مجھے بھی۔ ''کچھ موتی چنے ہیں'' فہمیدہ جاوید کی شکر گزاری پسند آئی۔

''کرن کتاب'' اچھی تھی۔ اف اس بار تو عید سرپرائزنگ رہی۔ مہندی کے ڈیزائن خود ہاتھ میں ٹرائی کیے۔ مہندی میں خود لگاتی ہوں اور رج رج کے ہاتھ بازوؤں تک بھرتی ہوں۔ فرنچ ٹوسٹ سے زیادہ ہیر ڈائی پسند آئی تھی۔ گرمیوں کے تحفے خربوزہ کے فائدے پڑھے۔ مگر ہمارے گھر میں خربوزے سے زیادہ تربوز کھایا جاتا ہے۔ ہادی حسین ودیا بای پھوپھو جانی دیوانے ہیں تربوز کے ''کچن اور آپ'' اقصیٰ امان روایتی جوابات اچھے تھے۔ کیا سوالوں میں کوئی نئی ورائٹی نہیں ہونی چاہیے میرے خیال میں۔ ''کرن کا دستر خوان'' بیف قورمہ عید پر میں نے بنایا تھا۔ سب نے بہت پسند کیا۔ اور وہ پکا بھی لذیذ تھا جناب۔ کبھی کبھی ساڈے کولوڈی شاہد آفریدی کی طرح چھکا لگ ہی جاتا ہے اور میٹھے میں آڑو کا شیک خود ہی کھایا اور خود کو ہی داد دی۔ واہ فوزیہ ثمر بٹ تیریاں کیا ہی شاناں ہاں نے۔ ''پرکشش سا چہرہ ہے'' مجھے تو خود نمکین سا حسن سا بہت پسند ہے۔ میرے پاس پارلر میں دو لڑکیاں آتی تھیں۔ شازیہ اور شمائلہ شازیہ تھی بلیکی پر غضب لیلیٰ تھی۔ اور پھر اس کی نقاب میں جھالروالی پلکیں۔ وہ لڑکی میں آج تک نہیں بھولی۔

☆ فوزیہ: حمزہ عباسی سے انٹرویو کی آپ کی فرمائش پوری کرنے کی کوشش کریں گے۔ اصل میں کچھ اداکار انٹرویو کے لیے ٹائم نہیں دیتے۔ آپ کے ساتھ کوئی کتنا بھی برا کرے آپ کو خود اچھا رہنا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ لوگ آپ کی تعریف کریں۔

زرتاشیہ نعمان......ملتان

تمام لکھاری بہنوں، مدیرہ کرن اور میری پیاری، سہیلیوں کو گزشتہ عید کی ڈھیروں مبارک باد۔ پچھلی بار تبصرہ نہیں پائی، غیر حاضری کی معذرت...... رسالہ پورا پڑھ نہیں پائی تھی۔ وجہ رمضان کی مصروفیت......اب مجھے سچ، سچ بتائیں کس، کس نے مجھے مس کیا؟ (ہی، ہی، ہی، ہی) ڈیر مدیرہ جی! یہ میرا سوال آپ سے بھی ہے۔ اف! پھر لاک ڈاؤن لگ گیا تھا اور مجھے یہ خدشہ ہولانے لگا کہ آیا اس ماہ ''کرن'' آئے گا کہ نہیں؟ لیکن صد شکر کہ سترہ تاریخ کو کرن میرے ہاتھوں میں جگمگا رہا تھا۔ اب آتی ہوں اس ماہ کے تبصرے کی طرف...... افسانے......سب ہی اچھے لگے۔ ہر ایک میں اچھا مثبت پیغام ملا۔ ''صدف ریحان گیلانی'' کی برانڈڈ عیدی'' نہایت شان دار تحریر تھی...... بے جاء اور بے وجہ خواہشات اور فرمائشوں کو انہوں نے بہت خوش اسلوبی سے کوزہ میں بند کیا...... پھر یہ آن لائن شاپنگ کا نکتہ بھی خوب اٹھایا صدف جی نے......ایک واقعہ تو اسی رمضان ہمارے ساتھ بھی ہوا...... میری چھوٹی بٹی نے بابا سے لاڈ کر کے آن لائن ایک ڈول ہاؤس منگوایا...... قیمت بھی مناسب ہی تھی۔ مگر جو چیز ہاتھ میں آئی وہ...... نہایت گھٹیا کوالٹی...... کھلونا دکھائی گئی تصویر سے بالکل میل نہیں کھا رہا تھا۔ اب کیا کرتے؟ سو خاموشی سے رکھ لیا۔ اپریل میں ''منعم ملک'' کا نیا ناول شروع ہوا۔ ''نمکین پانیوں کا سفر'' پیاری منعم! پڑھ نہیں پائی، اب دونوں اقساط اکٹھی پڑھ کے جون میں اپنی رائے بتاؤں گی تمہیں۔ ویسے آپ سے پوچھنا تھا۔ اساں کلے تمیں خراب'' کا تیسرا پارٹ کب لا رہی ہیں؟ ''گل ارباب'' کی ''بھابھی بھیا اور رباحی'' دل کو چھو لینے والی تحریر...... یہ سچ

www.pklibrary.com

ہے صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے۔ شمو خالہ نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا چپ چاپ ظلم وزیادتیاں برداشت کیں جس کا صلہ اتنے اچھے جیون ساتھی کی صورت میں ملا۔

''شبانہ شوکت'' کا ناولٹ ''تو نصیب ہے یا نصاب ہے'' گھریلو سیاست کو ہائی لائٹ کرتی ہلکی، پھلکی سی تحریر تھی ویسے شبانہ جی آپس کی بات ہے اگر آپ ناولٹ کے ہیرو نعمان کی ہیروئن کا نام...... ''عائشہ'' کے بجائے ''زرتاشیہ'' رکھ دیتیں تو قسم سے اس ناولٹ کو چار نہیں آٹھ چاند لگ جاتے پتا ہے کیوں؟ میرے ہسبنڈ کا نام نعمان ہے...... وہ ڈاکٹر ہیں...... نبض والے نہیں پی ایچ ڈی ڈاکٹر اور کہانی میں نعمان کے ساتھ لکھا'' بھائی'' ہائے یقین جانیں اسکپ کر کر کے پڑھا میں نے (ہاہاہاہا) ''جنہیں راستے میں خبر ہوئی'' خوش اسلوبی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اسٹوری دلچسپ ہوتی جارہی ہے۔ اب تک کی اقساط کافی شان دار رہیں ویلڈن نازیہ کنول نازی۔ ''نامے میرے نام'' میں بہت سے نام غائب تھے...... بشریٰ یامین ملک، آمنہ یامین ملک، فہمیدہ جی۔ عائشہ کیانی گڑیا راجپوت، عاصمہ یامین ملک، سب کہاں ہیں؟ اللہ آپ سب کو اپنی امان میں رکھے (آمین) جلدی خط لکھیں اور اپنی خیریت سے آگاہ کریں ''فائزہ بھٹی'' آپ کو شادی کے بعد پہلی عید بہت بہت مبارک...... اللہ پاک آپ کو ڈھیروں خوشیاں دے (آمین) انجشل! آپ نے میری عمر پوچھی تھی۔ تو پیاری لڑکی آپ مجھے آنٹی، آپی یا باجی کچھ بھی بلا لو...... دوستی میں عمر کہاں دیکھی جاتی ہے۔ اب اجازت چاہوں گی۔

☆ زرتاشیہ! ہم اپنی تمام قاری بہنوں کی غیر حاضری کو محسوس کرتے ہیں کیونکہ آپ سب کی رائے ہمارے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ آپ کی کمی بھی محسوس ہوئی۔ منعم ملک کی کہانی کا تیسرا پارٹ یقیناً ان کا مکمل ناول کے ختم ہونے کے بعد ہی آئے گا۔

مسکان نور...... لاڑکانہ

ٹائٹل اچھا تھا مگر صرف چہرہ دیا کریں۔ اداریہ پڑھا پھر ''روشنی کہ خوشبو'' پڑھی فریدہ آپی کی بہن بہت اچھی تھیں۔ ''کچھ خاص دن'' سروے بھی اچھا لگا۔ ''میری بھی سنیے'' نہیں بھئی اب ہم صرف رائٹرز کی سنیں گے پر پھر بھی انٹرویو پسند آیا۔ ''مقابل ہے آئینہ'' شہرین کا پسند آیا۔ دامن سحاب اچھی جارہی ہے۔ ''میرے ہم نفس میرے ہم نوا'' پڑھی خواہش اور لالچ ایسی بھی ہوتی ہے جو انسان کو بالکل بے حس کردیتی ہے۔ ''جنہیں راستے میں خبر ہوئی'' نازیہ آپی آپ بہت پیاری ہیں اور اب لکھتی بھی بہت پیارا ہے۔ اللہ پاک آپ کی ہر مشکل دور کریں اور آپ کے دل کو سکون دے۔ آمین۔ مدیرہ آپی نازیہ کا بھی انٹرویو کرنا مت بھولیے گا۔ انٹرویو سے یاد آیا کب شروع کررہی ہے رائٹرز کے انٹرویو کا سلسلہ ''نمکین پانیوں کا سفر'' بہت خوب صورت کہانی ویری گڈ منعم اسی طرح اچھا لکھتی رہو۔ ''بھابھی بھیا اور باجی'' شروعات سے لے کر اینڈ تک کہانی زبردست لگی۔ دل خوش کردیا گل آپی نے تو اتنی پیاری کہانی لکھ کر ''احساس'' ام ہانی نے بھی پیارا لکھا۔ ''ففٹی پرسنٹ ڈاکاؤنٹ'' پسند آئی۔ ''یادوں کے دریچے'' صفیہ مہر، ماریہ نذیر کی غزل پسند آئی۔ اقصیٰ امان تمہاری غزل پڑھ کر میں اور میری بہن بہت ہنسی تھیں غزل تھی یا بددعا ہاہاہا پھر بھی پسند آئی پیاری خوش رہو۔ ''کچھ موتی چنے'' ہر ماہ اتنے خوب صورت موتی ہوتے ہیں کہ میں فوراً چن لیتی ہوں۔ ''نامے میرے نام'' بس اتنے چیج اور تو اور میری دوستیں صائمہ بشریٰ آمنہ زرتاشی نعمان گڑیا بھی شامل نہیں۔ فوزیہ ثمر دعاؤں کی پوٹلی کے لیے شکریہ۔ ڈیئر بس آپ سب کی دعائیں لگ گئیں مجھے۔ بس اب یہ دعا کریں کہ اللہ پاک اپنا گھر اور مدینہ دکھادیں مجھے امید ہے آپ سب کی یہ دعا بھی قبول ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ سحر وقاص آپ کی آمد اچھی لگی ماریہ تم ہنستی ہی اچھی لگتی ہو پیاری زرینہ خانم، تعریف کرنے کے لیے بہت شکریہ بس مجھے بھی ایک بار گڑیا کہہ دیں۔ ہاہاہا۔ اپنا خط دیکھ کر میرے چہرے پر رونق سی آگئی تھی۔ بہت شکریہ آپی انجشل خان تمہارا تبصرہ پسند آیا پر دہی بڑے میں نہیں میری بڑی بہن بناتی ہے مگر تمہاری خاطر میں بنالوں گی اور چائے بھی پلاؤں گی جو میں بہت اچھی بناتی ہوں۔

☆ مسکان! آپ لوگوں کی تعریفیں ہی ہمارے حوصلے کو بلند کرتی ہیں، کرن کو پسند کرنے کا بہت شکریہ۔

صائمہ ریاض...... فیصل آباد

عرض ہے میں تقریباً پندرہ سال سے خواتین اور

www.pklibrary.com

کرن ڈائجسٹ کی خاموش قاری ہوں دس سال پہلے خط وکتابت کا سلسلہ شروع کیا تھا لیکن پھر شادی ہوگئی اور زندگی، گھر اور بچوں نے ایسا مصروف کیا پر دل اس سلسلے میں رشتے کو کو توڑ کبھی نہیں پایا جہاں کہیں بھی موقع ملا بس کرن کو زندگی کا نگہبان بنایا۔ اس نے زندگی کے نشیب وفراز میں کافی مدد کی۔ کرن کی اور خواتین کی رائٹرز معاشرے میں بکھری پریشانیوں اور مسائل پر گہری نظر اور مشاہدہ رکھتی ہیں۔ میں بھی رائٹر بننا چاہتی ہوں۔ کرن نے زندگی کو کنٹرول کرنا سکھایا۔ خیر آج کل پھر سے میری اور اس کی دوستی گہری ہو چکی ہے دنیا کے کام دھندوں سے فراغت پا کر میں نے بھی پھر دوبارہ کرن کو اپنا مستقل اور ریگولر فرینڈ بنالیا ہے فروری کا ماہنامہ کرن مارچ کے اینڈ پر میاں صاحب کے توسط سے مجھے ملا۔ تمام افسانے خوب لگے خاص کر "ذرا سی روشنی زندگی ہے" "من شرالوسواس الخناس" "میرے ہم نفس میرے ہمنوا" مائی موسٹ فیورٹ آسیہ جی کافی عرصے بعد پڑھنا نصیب ہوا آپ کو۔ خوب لکھا آپ نے انعم خان کا ناولٹ بھی خوب ہے۔ "مجھے تیری ضرورت" ہے باقی سب سلسلے بھی پڑھے میں "مقابل ہے آئینہ" میں حصہ لینا چاہتی ہوں کیسے لوں بتا دیجیے۔

☆ صائمہ ریاض! ایک طویل عرصے بعد آپ اس محفل میں شریک ہوئی ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اب ہمارا اور آپ کا ساتھ رہے گا یہ سلسلہ ٹوٹے گا نہیں۔ "مقابل ہے آئینہ" کے سوالوں کے جوابات لکھ کر ہمیں ارسال کردیں اسی ایڈریس پر جس پر آپ نے یہ خط بھیجا ہے۔

ہانیہ تبسم ہانی...... گجیانہ شیخوپورہ

میں نے خواتین شعاع اور کرن جولائی 2017 سے پڑھنا شروع کیا ہے۔ کرن کی کہانیاں میں بڑے شوق سے پڑھتی ہوں۔ خاص کر "کچن اور آپ" اس دفعہ کرن 15 کو ملا۔ ماڈل بہت پیاری تھی ماشاءاللہ "حمد" اور نعت پسند آئی۔ "میرے ہم نفس میرے ہم نوا" اللہ ارسلہ بد دماغ نہ ہو تو چڑیل۔ اب پتا نہیں کیا ہوگا؟ "جنہیں راستے میں خبر ہوئی" شکر ہے انجشا سوزان کو مل گئی۔ انجشاء کی والدہ کا دکھ ہوا۔ انجشاء اور میری امی میں کوئی فرق نہیں (بچی)۔ اس دفعہ افسانے زیادہ تھے بہت پسند آئے۔ "راج کماری" نائس جی۔ صفیہ مہر آپ کو رخصتی مبارک۔

☆ ہانیہ: آپ نے بہت مختصر خط لکھا ہے۔ امید ہے آئندہ آپ تمام کہانیوں پر اپنی رائے سے آگاہ کریں گی۔

الفت زہرہ ہراج، اقصیٰ ماہ نور ہراج۔ داؤد والا تلمبہ

سب سے پہلے ماڈل انمول کو بغور دیکھا اور پھر "حمد ونعت" سے دل کو منور کیا اور انٹرویو میں جنید خان کے بارے میں جانا ویسے یہ ہیرو بہت نائس سا ہے اس کے تقریباً سارے ڈرامے دیکھ چکی ہوں اس کے بعد سروے پہ صرف جھلک ماری کیونکہ یہ آگے رسالہ پڑھنے کی جلدی تھی۔ "مقابل ہے آئینہ" میں شیریں اسلم سے مل کر اچھا لگا سارے جوابات اچھے تھے اور خاص کر اپنی تعریف سن کر شرمندگی والی بات پر بہت ہنسی آئی میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے کوئی تعریف کرے تو شرمندہ ہونے لگتی ہوں اس کے بعد دوڑ لگائی اپنے فیورٹ ناول "نمکین پانیوں کا سفر" منعم ملک اس ناول کی بدولت دل میں گھر کر چکی ہیں۔ سو فیصد حقیقت پر مبنی ناول حاکم جیسے مردوں سے معاشرہ بھرا ہوا ہے عورت سے فرشتوں جیسی امید رکھنا جانچنا اور ذرہ بھر غلطی کو سزا بنا دینا اپنی انا کے اندر یہ قید مرد خود تو جو مرضی کریں لیکن عورت کی ذرا سی کوتاہی پہ بکھر جاتے ہیں لیکن تاجور جیسی عورتیں ٹھیک ناک پہ لڑتی

سانحہ ارتحال

ہماری ساتھی شاہین رشید کے بھائی محمد ریاض اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے۔

اِنا للہ وانا الیہِ رَاجعون۔

شاہین رشید کے لیے یہ بہت بڑا صدمہ ہے۔ ہم ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں جنت میں اعلا مقام عطا فرمائے اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

pklibrary.com

www.pklibrary.com

ہیں جیسے ملاقات کے لیے مولوی کو ساتھ لے گئی واہ بھئی مزا آ گیا۔ دوست نے ٹھیک باتیں سنائی اس کے بعد آسیہ مرزا کا نام پڑھا۔ ارسلہ یہ کیا کردیا کم عقل لڑکی اپنے ساتھ بہن کا گھر تباہ کرنے چلی ہو پاگل بے وقوف۔ "برانڈڈ عیدی" یہ توقیر کا صاحب کا واویلا مزا دے گیا اور ساتھ سبق بھی دے گیا کہ آن لائن شاپنگ کرنے سے ہمارا بھی یہ ہی حال ہوگا (ہاہا) اس کے بعد "دامن سحاب" مہوش افتخار کا ناول ارے یہ تو لڑائی ہوگئی۔ منیرہ کا رونا تکلیف دے گیا اور طیبہ نے جاب کا فیصلہ ٹھیک کیا ہے ویلڈن پیاری طیبہ۔ مکمل ناول شائلہ دلعباد شاندار تھا ویسے اتنا ظرف ہوتا نہیں ہے صارم یہ مامی نے اتنا ظلم کیا اور وہ فرشتہ صفت بن گیا خیر کہانی اچھی تھی۔ باقی کرن کتاب یہ ماڈل سنبل اقبال عائشہ میری بہن کی فیورٹ ماڈل ہے تو وہ بہت خوش ہوئی۔ کچن اور آپ میں اقصیٰ امان کے جوابات پسند آئے خطوط میں اس دفعہ تقریباً ساری ہی قاری بہنیں تھی اقصیٰ شہزادو کے بھائی کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا یقیناً بچھڑے ہوئے لوگ جو اتنے پیارے ہوں وہ ضرور یاد آتے ہیں۔ مسکان نور کا خط بہت پسند آیا اور باقی بہنوں کے خط اچھے لگے سب نے اپنی آراء کا اظہار کیا تھا۔ فہمیدہ جاوید صاحبہ ام انعام ثنا شہزادو کو سلام اور دعائیں اقصیٰ ماہ نور پیاری کو میری طرف سے نیک تمنائیں اور طیبہ عائشہ کی طرف سے پسندیدگی کے ٹوکرے وصول کریں کیونکہ خود تو یہ دونوں خط لکھتی نہیں اور اقصیٰ اور مجھ سے زبردستی خط میں نام لکھواتی ہیں (ہاہا)۔

ج: الفت اقصیٰ! آپ نے کافی عرصے بعد اس محفل میں شرکت کی۔ آپ کی کمی محسوس ہوئی۔ امید ہے کہ آئندہ باقاعدہ شامل ہوں گی۔

اقصیٰ امان ..... کوٹلہ جام بھکر

"دامن سحاب" کی کمی شدت سے محسوس کی "پکار کا موسم" بہت زبردست رہی۔ ہر پیراگراف پڑھ کر ہنسی روکنا مشکل تھا، بھرپور انداز میں لکھا ہوا مزاح تھا۔ قرۃ العین ہمیشہ خوش رہیں۔ "میرے ہم نفس میرے ہم نوا" کی قسط بھی اچھی تھی ارسلہ کو تو اپنے کیے کی سزا ضرور ملنی چاہیے۔ "گنجائش" زبردست اضافہ تھا اس کے علاوہ نازیہ کنول نازی ہمیشہ کی طرح زبردست لکھ رہی ہیں سوزان اور انجشاء آخر مل ہی گئے۔ منعم ملک مشکل الفاظ کے ساتھ بھی دل میں اترنے کی صلاحیت آپ کی اور فرزانہ کھرل کی ہے۔ تبصرے سب کے شاندار تھے فائزہ بھٹی شادی کی مبارک باد قبول کریں اللہ پاک آپ کو کامل خوشیاں عطا فرمائے آمین۔ اس مرتبہ کچن میں بشریٰ کی آمد اچھی لگی بشریٰ اپنے ہاتھ کے بنے نوڈلز ہمیں بھی کھلانا یار۔ چلیں سب سے پہلے "دامن سحاب" پڑھی زبردست نازیہ کنول نازی پلیز انجشاء اور سوزان کے درمیان سے غلط فہمیاں دور کردیں۔ "نمکین پانیوں کا سفر" اس مرتبہ بھی شاندار تھی صدام کے ساتھ بالکل اچھا ہوا ہے۔ شبانہ شوکت نے کیا کمال کی تحریر لکھی ہے سنان کے کردار نے کہانی کی رونق کو بڑھایا ہے۔ ارے اس ارسلہ نے تو کبھی نہیں سدھرنا آبص بے چارہ برا پھنسا ہے۔ صبا راجپوت آپ کو کیوں لگتا ہے کہ لوگ صبا کو چالاک سمجھتے ہیں ارے بھائی میری دو کلاس فیلوز تھیں، دونوں ہی بہت اچھی تھیں اور آپ خود بھی بہت اچھی ہیں آپ کی کوئی دوست نہیں یہ کیا بات ہوئی آپ میرے ساتھ دوستی کریں میں دل سے دوستی کرنا چاہتی ہوں حریم فاطمہ آپ کو سالگرہ مبارک ہو۔ ماریہ نذیر کا تبصرہ شاندار تھا ماریہ آپی میرے ساتھ فرینڈشپ کریں گی ویسے آپ میری سسٹر بن جائیں کیونکہ میں اکلوتی ہوں اقصیٰ شہزادو آپ کا اور ماریہ آپی کا دکھ بہت بڑا ہے اللہ پاک آپ کو صبر دے آمین۔ "کچن اور آپ" میں اپنا نام دیکھ کر حیران اور خوش بھی کہ اتنے جلدی شائع ہونے کی امید نہیں تھی۔ عید تو گزر گئی ہے خیر کزن کے نکاح پر یہ مہندی لگائیں گے، شہرین اسلم کا انٹرویو اچھا لگا۔ ثانیہ بلال آپ کی اللہ پاک خواہشات پوری کرے۔ زرتاشیہ بجو میں آپ سے ناراض ہوں آپ نے میری دوستی کی درخواست قبول ہی نہیں کی بشریٰ اور عاصمہ کی کمی شدت سے محسوس کی مسکان نور آپ سے اور اقصیٰ شہزادو سے دوستی کی درخواست ہے۔ اگر کسی کو کوئی بات بری لگی ہو تو معذرت اور دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

ج: کرن کو پسند کرنے کا شکریہ۔

☆☆

www.pklibrary.com

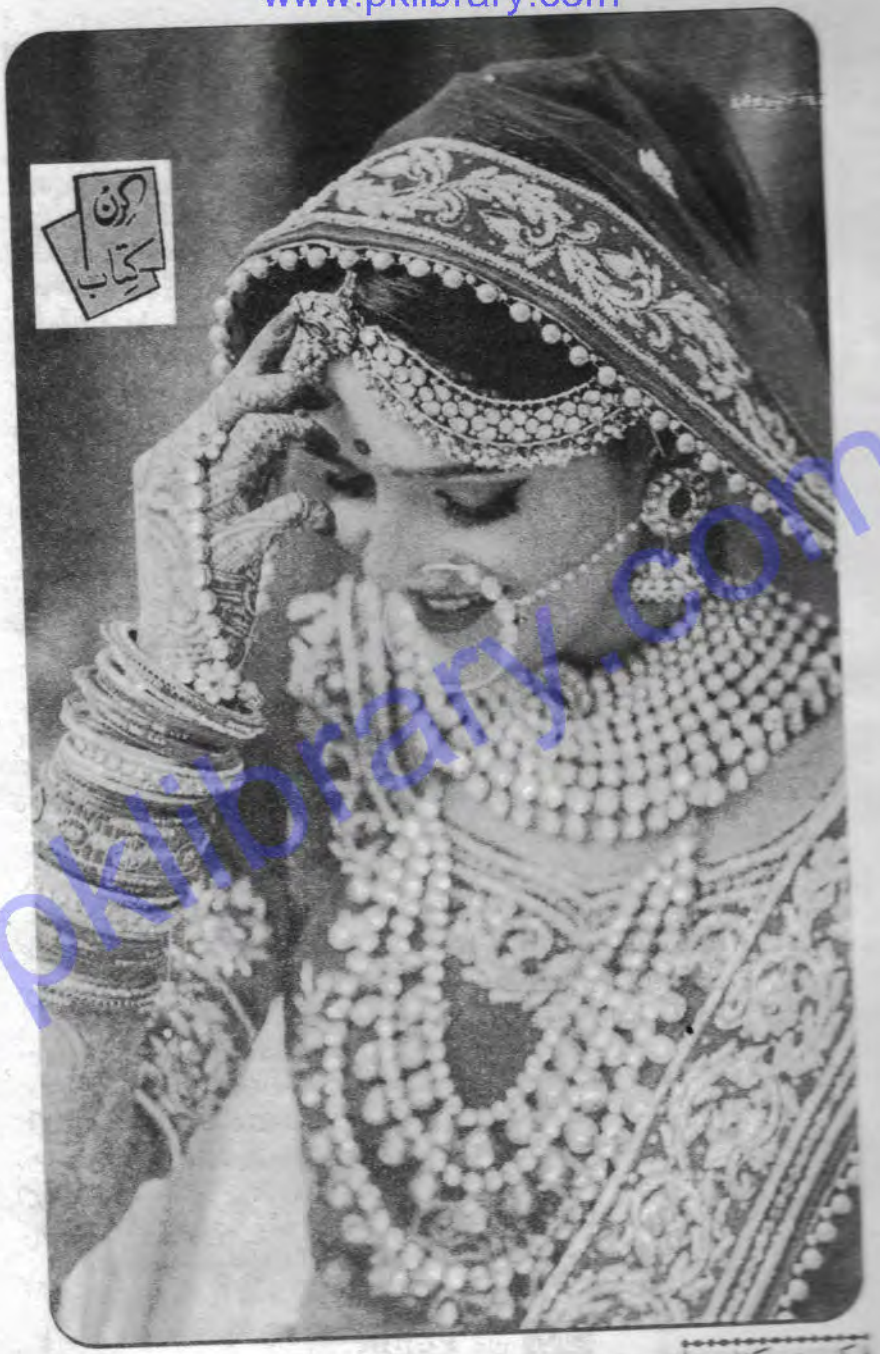

pklibrary.com

www.pklibrary.com

کورین خواتین کا بیوٹی کٹ

کورین خواتین چونکہ اپنی خوب صورتی کے معاملے میں لاپروائی برتنے کی عادی نہیں، لہٰذا انہوں نے اسکن کیئر کو اپنے روزمرہ کے لائف اسٹائل میں شامل کرلیا ہے۔ اس طرح وہ سہولت اور آسانی کے ساتھ اپنے حسن کی حفاظت خود انجام دیتی ہیں اور بار بار ڈرماٹولوجسٹ یا بیوٹیشن کی طرف دوڑنے کے بجائے اپنی بیوٹی کٹ میں بہت کچھ جمع رکھتی ہیں۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ کورین بیوٹی فرنٹ پر آپ کے لیے کون کون سی ترکیبیں موجود ہیں۔

اسکن سپلیمنٹ: جلد کی حفاظت کے لیے ہر ہل اسکن سپلی منٹس ان دنوں انتہائی اہم خیال کیے جاتے ہیں۔ جس طرح اومیگا تھری فیٹی ایسڈز بالوں، ناخنوں اور جلد کی صحت اور خوب صورتی کے لیے مفید تصور کیے جاتے ہیں۔

ماڈلنگ ماسک: اس طریقے پر لیزر ٹریٹمنٹ کے بعد عمل کیا جاتا ہے لیکن کورین خواتین اس کے بغیر بھی ماسک استعمال کرتی ہیں۔ اسے استعمال کرنا شیٹ ماسک کے مقابلے میں قدرے دشوار ہوتا ہے کیونکہ اسے لگانے کے نتیجے میں ذرا گندگی پھیل جاتی ہے تاہم کورین خواتین کے لیے ماڈلنگ ماسک ان کی زندگی میں گویا لازم وملازم کی سی حیثیت اختیار کرگیا ہے۔ شیٹ ماسک جہاں خشک جلد کی حامل خواتین کے لیے بہت مفید ثابت ہوتا ہے، وہیں ماڈلنگ ماسک روغنی جلد کی مالک خواتین کے لیے ایک نعمت سے کم نہیں۔ اس کے استعمال سے جلد کے کھلے مسامات سکڑ جاتے ہیں اور جلد پر پیدا ہونے والی اضافی چکنائی اس ماسک میں شامل اجزا پاؤڈر کی شکل میں ہوتے ہیں اور جلد پر نرمی سے اثر کرتے ہیں۔

فٹ شیٹ ماسک: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کورین خواتین اپنے حسن کا بے حد خیال رکھتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ سر سے لے کر پاؤں تک حسین دکھائی دیں، تاہم یہ جان کر شاید آپ کو حیرت ہو کہ وہ ماسک کی اس قدر شیدائی ہیں کہ پیروں پر بھی اس کا استعمال کرتی ہیں لیکن اگر آپ یہ سوچ رہی ہیں کہ یہ ان کا جنون ہے یا فیشن کے تحت وہ ایسا کرتی ہیں تو آپ غلطی پر ہیں کیونکہ جو ماسک وہ استعمال کرتی ہیں، وہ ایسے اجزاء سے تیار کیے جاتے ہیں جو ان کے پیروں کو بچوں کے پیروں کی مانند نرم و ملائم بنادیتے ہیں۔ جبکہ اس مقصد کے لیے وہ نہ تو پیروں کو اسکرب کرتی ہیں اور نہ ہی رگڑتی ہیں۔ پھر ایسا فٹ ماسک کون پسند نہیں کرے گا جو آپ کے پیروں کو تمام تر مردہ کھال اور خشکی سے نجات دلا کر انہیں نرم و چمک دار بنادے۔

سن اسٹک: اگر آپ اپنی سن کریم یا سن بلاک لوشن کو سنبھالتے سنبھالتے عاجز آچکی ہیں کہ یہ اکثر آپ کے بیگ کو گندا کردیتی ہے تو اس کا ایک بہت اچھا متبادل سن اسٹک کی صورت میں آپ کے لیے موجود ہے۔ اسے نہ صرف اپنے پاس رکھنا بلکہ استعمال کرنا بھی بے حد آسان ہے۔ یہ ایک ٹھوس بار کی صورت میں ہوتی ہے جسے آپ آسانی سے گھما کر اپنی جلد پر لگا سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوریا کی خواتین اسے اپنے بیگ میں ضرور رکھتی ہیں۔

روایتی طریقہ: جنسنگ کا استعمال کوریا میں انتہائی مقبول ہے۔ یہ ایک ایسی جڑی بوٹی ہے جسے بطور دوا استعمال کیا جاتا ہے۔ اسے استعمال کرنے سے نہ صرف مجموعی صحت پر اچھا اثر پڑتا ہے بلکہ یہ جلد کو چمک دار رکھنے میں بھی مدد دیتی ہے اور اینٹی ایجنگ مانی جاتی ہے۔

جنسنگ کے استعمال سے آنکھوں کی سوجن اور سیاہ حلقے بھی ختم ہوجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی کورین کمپنیاں اسے اپنے سیرم اور کریم وغیرہ میں شامل کرتی ہیں۔ کورین خواتین کے لیے یہ ایک ایسی روایتی چیز ہے جسے وہ اپنے پاس ضرور رکھتی ہیں۔

www.pklibrary.com

سن گلاسز کا زمانہ کبھی ہوگا نہ پرانا

شاعروں نے حسن کی تعریف میں ہمیشہ آنکھوں کو سب سے زیادہ اعزاز بخشا ہے، غزال کی آنکھیں ہوں یا نیم باز۔ گلابی ہوں یا جھیل سی۔ ان پر ہزاروں اشعار اور جاں نثار ہونے کے واقعات بھرے پڑے ہیں تاہم جب سے چشمہ ایجاد ہوا ہے۔ انسان نے اسے صرف اپنی آنکھوں کی حفاظت کے لیے ہی استعمال نہیں کیا بلکہ اس کو اپنے اسٹائل کو نت نئے رخ دینے کے لیے پہننا شروع کیا اور اپنے انداز اور شخصیت کا ایسا حصہ بنایا کہ آج گلاسز یا چشموں کی فیشن انڈسٹری بلین ڈالرز تک پہنچ چکی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ سن گلاسز ہر کوئی پہنتا ہے، چاہے وہ ٹین ایجر ہو یا بڑی عمر کے افراد۔

سن گلاسز کا استعمال فیشن کے ساتھ ساتھ شوق بھی ہے۔ سن گلاسز لگانے سے چہرے کی دلکشی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ جھلسا دینے والی گرمیوں میں سن گلاسز کا استعمال موزوں رہتا ہے۔ اس میں سبز، نیلے اور براؤن کلر کے گلاس کا فیشن ان ہے، ہلکی دھوپ میں ہلکے کلر کے گلاس استعمال کیے جانے چاہئیں۔

جب بھی گلاسز خریدیں، معیاری کمپنی سے خریدیں۔ سڑکوں اور شاہراہوں پر فروخت ہونے والے سن گلاسز کا استعمال قطعی نہ کریں۔ یہ آنکھوں کی صحت کے لیے مناسب نہیں رہیں گے۔ اپنے چہرے اور ہیئر اسٹائل کو مدنظر رکھتے ہوئے گلاسز کا انتخاب کریں۔ اس سیزن میں انتہائی خوب صورت فریم اور رنگا رنگ گلاسز بازار میں دستیاب ہیں۔

اس سال کے لیے کولسٹ سن گلاسز آپ کے لیے منتخب کیے ہیں۔

سن گلاسز میں رے بن کا کوئی ثانی نہیں۔ کیٹ آئی فریمز کے قدرے نوکیلے اور وی شیپ فریمز لگانے سے چہرہ چوڑا دکھائی دیتا ہے۔ اگر آپ کا چہرہ پتلا اور ٹھوڑی نوکیلی ہے تو اس قسم کے فریمز آپ کے چہرے پر یقیناً سجیں گے لیکن اگر آپ کا چہرہ گول یا چوڑا ہے تو یہ آپ کے لیے نہیں۔

ریکٹ اینگل یعنی مستطیل شکل والے فریمز گول اور بیضوی چہروں کے لیے موزوں ترین ہوتے ہیں۔ چھوڑے فریمز میں یہ سب سے زیادہ اسٹائلش ڈیزائن مانا جاتا ہے۔

اسکوائر سن گلاسز یہ عموماً گول اور بیضوی چہروں کے لیے ہوتے ہیں۔

اوول فریمز کے سن گلاسز چوکور اور نوکیلے چہروں پر زیادہ اچھے لگتے ہیں تاہم ان کے انتخاب میں بھی احتیاط کی ضرورت ہے کہ کون سا ڈیزائن آپ پر سوٹ کرتا ہے۔ زیادہ بہتر یہی ہے کہ گہرے شیشے والے نازک فریم خریدیں، ان میں آپ زیادہ فیشن ایبل اور اسٹائلش دکھائی دیں گی۔

اگرچہ مربع یا اسکوائر کے ساتھ راؤنڈ فریمز آج کل پسند کیے اور پہنے جارہے ہیں۔ راؤنڈ بلیک سن گلاسز تو جیسے وقت کی قید سے آزاد ہیں۔ روزمرہ کے پہناوے کے حساب سے آپ کلاسک فریم بھی پسند کرسکتی ہیں یا پھر میٹل فریم کو ترجیح دے سکتی ہیں۔ فی زمانہ گولڈن کلر کے فریم کا چلن زیادہ ہے۔

www.pklibrary.com

اس ماہ کا مضمون

ٹھہریے..... کیا آپ سیل سے خریداری کرتی ہیں؟

یہ سچ ہے کہ خواتین کو خریداری کا بے حد شوق ہوتا ہے اور اس شوق کو پورا کرنے کے لیے وہ کسی اصول اور پابندی کی پروا نہیں کرتیں۔ اور آج کا زمانہ تو ہے ہی سیل کا..... سال بھر سیل اور ڈسکاؤنٹ کا چرچا رہتا ہے اور ایسے میں یہ کیسے ممکن ہے کہ سیل سے بچ کر بچت کی جائے؟

یوں تو اس بات میں شک نہیں کہ پچاس سے اسّی فیصد ڈسکاؤنٹ پر خریدا گیا سامان آپ کو یہ احساس دلاتا ہے کہ آپ نے بہت پیسے بچا لیے، لیکن کیا واقعی سیل سے سامان خریدنے سے بچت ہوتی ہے؟

یقیناً سیل کے دوران کم پیسوں میں زیادہ سامان خریدا جاسکتا ہے لیکن ہم اکثر سیل سے متاثر ہو کر اس قدر پیسے خرچ کر بیٹھتے ہیں جو شاپنگ بجٹ سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

سیل پر ہم بہت سا غیر ضروری سامان خرید لیتے ہیں، ایسا سامان جس کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔

یقیناً آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ اکثر جلد بازی میں آپ سیل کے دوران ایسے رنگ منتخب کر لیتی ہیں جو آپ عام طور پر پسند بھی نہیں کرتیں۔ اکثر ایسے ملبوسات منتخب کر لیے جاتے ہیں جن کا سائز درست نہیں ہوتا۔ جو چیز آپ کے لیے یا آپ کے گھر کے لیے مناسب نہیں، اس پر پیسے کیوں خرچ کیے جائیں؟

یہ خیال بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ پچھلے سال کا پرانا سامان، آؤٹ آف فیشن ملبوسات، زیورات، جوتے، چپل اور کم قیمت پر فروخت کی جانے والی دوسری اشیاء ہیں، اکثر غیر معیاری ہوتی ہیں یا دراصل اس قیمت کی ہوتی ہیں جتنی سیل پر ان کی قیمت ظاہر کی جارہی ہوتی ہے۔

لمبی قطار میں کھڑے ہو کر اسٹور میں داخل ہونا اور پھر سامان کی قیمت ادا کرنے کے لیے بھی لمبی قطار کا انتظار اور سستی اشیاء خریدنے کی کوشش اور اس سے حاصل ہونے والی کامیابی کا احساس ہماری نفسیات پر کچھ ایسے اثرات مرتب کرتا ہے کہ ہم بنا سوچے سمجھے سامان خرید لیتے ہیں اور بعد میں یہی سامان پیسے اور وقت کا ضیاع ثابت ہوتا ہے۔

جب تک خریداری کے حوالے سے آپ کے پاس درست تکنیک اور بہترین منصوبہ نہ ہو، سیل آپ کے لیے فائدہ مند ثابت نہیں ہوسکتی۔ سیل پر خریداری کرنے سے پہلے بہتر ہے کہ آپ ایسی فہرست تیار کرلیں جس میں ضروری سامان کی تفصیل درج ہو۔ جس چیز کی جتنی ضرورت ہو اسی مقدار میں خریدنا بہتر ہے۔ سیل کی خبر سن کر اپنے جذبات قابو میں رکھنے کی کوشش کریں اور عہد کرلیں کہ آپ صرف وہ چیزیں خریدیں گی، جو آپ کی فہرست کے مطابق نہ ضروری ہوں گی، اضافی سامان بھلے کتنی ہی کم قیمت پر دستیاب ہو، نہ خریدیں۔

اچھی طرح تحقیق کرلیں سیل سے پہلے کسی چیز کی قیمت کیا تھی، کیا یہ اسٹاک میں تو نہیں تھی۔

سیل ایک اچھا موقع ہے، اگر سمجھ داری سے استعمال کیا جائے۔

www.pklibrary.com

کیا واقعی آپ کو اپنے دل کا خیال ہے؟

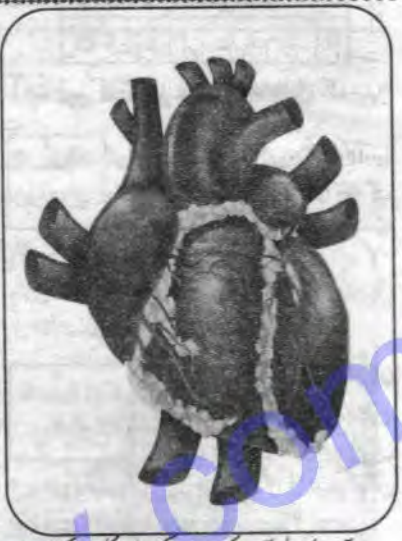

آپ کا دل آپ کو زندہ رکھنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے اور آپ کی ہر نقل و حرکت میں اس کی قوت کار فرما ہوتی ہے لیکن اس کی ان تمام تر خوبیوں کے باوجود اسے نقصان پہنچنے کا احتمال بھی زیادہ ہوتا ہے اور اسے صحت مند رکھنے کے لیے آپ کی توجہ اور کاوشیں درکار ہوتی ہیں۔ یہ بات سمجھنا بے انتہا اہمیت کا حامل ہے کہ آپ روزمرہ کے آسان طور طریقوں پر عمل کر کے اپنے دل کی بہت اچھی طرح دیکھ بھال کر سکتے ہیں جس کے دوررس اثرات اس کی صحت پر پڑیں گی۔

بڑھاپے کی منزل میں تو سب ہی کو قدم رکھنا ہوتا ہے لیکن کامیابی یہ ہے کہ زندگی کے اس مرحلے میں صحت آپ کا ساتھ نہ چھوڑے اور اس کے لیے سب سے ضروری چیز ہے اپنے دل کی صحت کا خیال رکھنا۔ سائنس نے اب اتنی ترقی کر لی ہے کہ آپ اپنے دل کی عمر بھی جان سکتے ہیں تو پھر کیا خیال ہے؟ کیا ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ آپ کا دل آپ کی اصل عمر سے زیادہ جوان ہے یا زیادہ عمر رسیدہ.....؟ درج ذیل سوالوں کے جواب دے کر اور نمبر اسکور کر کے آپ کو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے دل کی صحت کا کس حد تک خیال رکھتے یا رکھتی ہیں۔

1۔ آپ کی عمر کیا ہے؟

25 سال سے کم	0
25 سے 35 سال	1
36 سے 45 سال	2
46 سے 55 سال	3
56 سے 65 سال	4
66 سال سے زیادہ	5

2۔ کیا آپ سگریٹ نوشی کرتے/کرتی ہیں؟

ہاں	4
نہیں (لیکن ماضی میں کی تھی)	2
نہیں	0

3۔ کیا آپ کو ذیابطیس ہے؟

ہاں	3
نہیں	0

4۔ کیا آپ کی والدہ یا والد کو کبھی دل کی کوئی بیماری ہوئی (دل کا دورہ، فالج کا حملہ یا ڈاکٹروں نے کبھی اس کے بارے میں انہیں بتایا؟)

ہاں	3
نہیں	0

5۔ آپ ہفتے میں کتنی مرتبہ کم از کم پندرہ منٹ کی تیز قدمی، جوگنگ، دوڑ، سائیکل چلانے، تیراکی کرنے یا کسی اور ورزش میں حصہ لیتے ہیں؟

ہفتے میں صفر سے ایک مرتبہ	2
ہفتے میں ایک سے چار مرتبہ	1
ہفتے میں پانچ یا اس سے زیادہ مرتبہ	0

6۔ کیا آپ کا کولیسٹرول زیادہ ہے؟

ہاں	4

www.pklibrary.com

نہیں	0

7۔ کیا آپ کا بلڈ پریشر بڑھا ہوا رہتا ہے؟

ہاں	4
نہیں	0

8۔ آپ کی روزمرہ زندگی کتنی مستعد اور چاق و چوبند گزرتی ہے؟ (گھر اور کام کی جگہ دونوں مقامات پر)

زیادہ تر بیٹھنے کی حالت میں	3
کھڑے رہ کر اوزار استعمال کرتے ہوئے	2
سامان اٹھاتے ہوئے	0
بہت زیادہ گرم	0

9۔ آپ دن بھر میں کتنی مرتبہ کم از کم پانچ یا اس سے زیادہ بار پھل اور سبزیاں استعمال کر لیتے ہیں؟

کبھی نہیں	2
کبھی کبھار	1
ہمیشہ	0

10۔ آپ کتنی بار شعوری طور پر ایسی غذائیں منتخب کرتے ہیں جن میں جمنے والی یا مصنوعی چکنائی کم ہوتی ہے؟

کبھی نہیں	2
کبھی کبھار	1
ہمیشہ	0

11۔ آپ کتنی مرتبہ ایسی غذائیں پسند کرتے ہیں جن میں نمک کم ہو؟

ہفتے میں صفر سے ایک مرتبہ	2
ہفتے میں ایک سے چار مرتبہ	1
ہفتے میں پانچ یا اس سے زیادہ مرتبہ	0

آپ نے کتنے نمبر حاصل کیے؟

0 سے 8 بہت اچھے!

یہ بہت واضح طور پر محسوس ہوتا ہے کہ آپ بہت اچھی طرح اپنا خیال رکھ رہے ہیں اور آپ دل کو صحت مند رکھنے کے لیے بالکل صحیح سمت میں کاوشیں کر رہے ہیں۔ یہ اچھا کام جاری رکھیں اور ہاں، یاد رہے کہ صحت بخش توازن کامیابی کی ضمانت ہے۔

9 سے 18 اتنا برا بھی نہیں

صحت کو بہتر رکھنے کے لیے جو کاوشیں آپ کر رہے ہیں، ان کا دائرہ مزید بڑھائیں اور جو نقصان دہ چیزیں ہیں، ان کو ترک کر دیں۔ بلاشبہ بہتری کی بہت گنجائش موجود ہے، اس لیے اپنے دل کی فکر سے غافل نہ ہوں۔

19 اور اس سے زیادہ بات تشویش کی ہے

آپ کو اپنی موجودہ طرز زندگی پر اچھی طرح غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اسے یقینی طور پر بہتر بنایا جا سکتا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ اسے بہتر کرنا آسان بھی بہت ہے۔ تو پھر دیر کاہے کی ہے۔ آج ہی سے عمل شروع کر دیں۔ اپنی غذا اور زندگی گزارنے کے طور طریقوں میں آسان تبدیلیاں لا کر آپ ڈھیروں فوائد سمیٹ سکتے ہیں۔

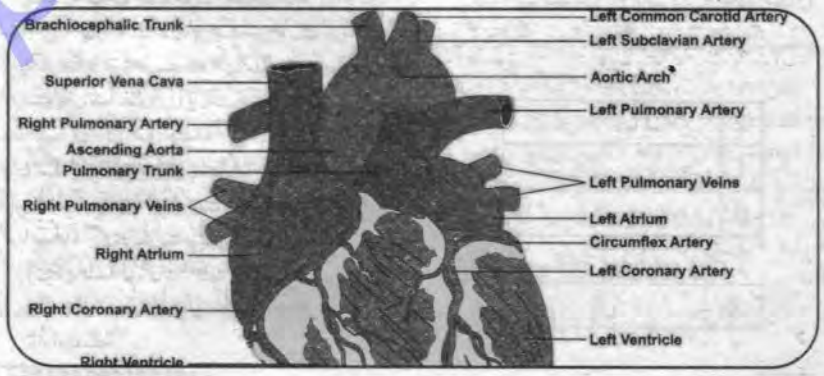

www.pklibrary.com

گل ریحان

س: "آپ کیا سمجھتی ہیں کھانے کے لیے جیا جاتا ہے یا جینے کے لیے کھایا جاتا ہے؟"

ج: "ارے بھئی، ہم ٹھہرے مفت خورے۔ ہمیں جو چیز مفت میں ملے، ہمیں تو وہ دنیا کی انمول نعمت لگتی ہے۔ کھانا ہو مزے کا اور پھر ہمیں ملے مفت، واللہ مزا آجاتا ہے۔ اس لیے ہم نے کھا کھا کر اپنا وزن جاپانی پہلوان کی طرف کرلیا ہے۔ اب تو اٹھنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی۔"

س: "گھر کے کام کاج خصوصاً کچن میں آپ کی دل چسپی کس حد تک ہے یا پڑھنے کا شوق آپ کو ان بکھیڑوں سے دور رکھتا ہے؟"

ج: "گھر کے کام کاج میں ہماری دل چسپی اتنی ہی ہے، جتنی ہمارے ملک کے سیاست دانوں کو عوام کے مسائل حل کرنے سے ہے یعنی صرف اپنے مفاد کے لیے ہی حصہ لیتے ہیں۔ وہ بھی صرف کھانے میں، باقی پکانے کی ذمہ داری امی اور چھوٹی بہن کی ہے اور ماشاء اللہ پرائیویٹ پڑھائی کا بہانہ بنا کر خود کو الحمدللہ ان بکھیڑوں سے دور رکھا ہوا ہے۔"

س: "ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا کہ کھانا مزے دار ہی پکے، کبھی کبھی نتائج برعکس بھی ہوتے ہیں۔ ایسے میں کھانے والوں کے کیا تبصرے ہوتے ہیں؟

ج: "کیا یاد کرادیا ظالم لوگوں۔ تبصرے کرنے میں تو ہمارے پورے خاندان نے پی ایچ ڈی کر رکھی ہے، ایسے ایسے تبصرے کرتے ہیں کہ بالٹی میں ڈوب کر خودکشی کرنے کو دل چاہتا ہے۔ چھوٹی بہن کی عادت ہے کہ وہ جو کچھ پکاتی ہے اس میں مرچیں بہت زیادہ ڈال دیتی ہے اور اس کی وجہ سے چھوٹے بھائی کو ہمیشہ مرچی لگتی ہے اور وہ لڑ جھگڑ کر بغیر کچھ کھائے کھانے سے اٹھ جاتا ہے اور باقی لوگ بھی غصے میں آجاتے ہیں۔ ویسے کھانا ہمیشہ اچھا ہی پکاتی ہیں میری امی اور چھوٹی بہن۔"

س: "عام طور پر کہا جاتا ہے کہ "ان" کے دل میں اترنے کا راستہ معدے سے ہو کر گزرتا ہے۔ آپ اس خیال سے کہاں تک اتفاق کرتی ہیں؟"

ج: "ان کے معدے کا تو مجھے پتا نہیں مگر میرے دل میں اگر کسی کو اترنا ہے تو مجھے اچھا سا کھانا ہی کھلانا پڑے گا۔ ویسے میٹرک میں کہیں پڑھا تھا کہ دل پہلے آتا ہے اور معدہ بعد میں۔ اب کھانا ہضم ہونے سے پہلے کس طرح دل میں اتر سکتے ہیں۔ ہاں شاید کھانے کی شکل اور ذائقہ دیکھ کر دل میں اتر سکیں۔"

س: "پہلی ڈش کیا بنائی تھی اور گھر والوں کے کیا تاثرات تھے؟"

ج: "اجی کیا وقت آگیا۔ میں رہتی تھی خالہ کے پاس، ان کی بیٹی کی شادی ہوگئی تو خالہ اکیلی رہ گئیں۔ خالہ نے مجھے کہا کہ اب گھر کی ذمہ داری تم پر ہے، لہٰذا صبح تم اٹھوگی، اس وقت میں نویں میں پڑھتی تھی۔ خالہ کے ڈر سے صبح اٹھ گئی اور روٹی پکائی۔ کچھ روٹیاں کچی تھیں تو زیادہ تر جلی ہوئی۔ خالہ کے بیٹوں نے کافی مذاق اڑایا مگر خالہ نے کہا کہ پہلی دفعہ ہے، کوئی بات نہیں۔"

س: "سسرال میں پہلی ڈش کون سی بنائی تھی؟"

ج: "سسرال میں تو ابھی گئی نہیں ہوں لیکن گھر میں پہلی دفعہ روٹی پکائی تھی۔ وہ بہت پیاری اور گول بنی تھی لہٰذا امی بہت خوش ہوئی تھیں۔"

س: "لوگ آپ سے زیادہ تر کس چیز کی فرمائش کرتے ہیں؟"

ج: "میرے بھائی مجھ سے زیادہ تر بریانی کی فرمائش کرتے ہیں۔"

س: "ایسے کون سے رشتہ دار یا شوہر کے دوست، احباب ہیں جن کی خاطر تواضع کے لیے کچن میں جانا ناگوار لگتا ہے؟"

ج: "شکر اللہ پاک کا کہ رشتہ داروں کی آمد سے ہمیشہ خوشی ملتی ہے، زیادہ تر رشتے دار دکانوں کے ہی مال پر ٹرخائے جاتے ہیں، اگر کوئی رہنے پر بضد ہوا تو اس کی خاطر مدارت کے لیے مرغیاں زندہ باد۔ بیس پچیس منٹ میں بن جاتی ہیں۔"

س: "گھر والوں کی پسند کی کوئی ایسی ڈش جو آپ کو بنانا ناگوار محسوس ہوتی ہے؟"

ج: "اخروٹ کے تیل اور آٹے سے ہماری روایتی ایک ڈش بنتی ہے۔ وہ ناگوار تو نہیں مگر مشکل ضرور لگتی ہے۔ اسے بنانے میں پورا دن گزر جاتا ہے۔"

س: "کون سی ڈش دیکھ کر والد، بھائی یا شوہر کو غصہ آجاتا ہے؟"

ج: "والد تو درویش صفت انسان ہیں، جو کچھ ملتا ہے کھا لیتے ہیں مگر بھائی مرچ والے کھانے دیکھ کر غصہ میں آجاتے ہیں اور پھر وہ کھانے سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔"

س: "کون سی رائٹر کو پڑھتے وقت کھانا دھواں ہوا؟"

ج: "کرن اور شعاع کی تمام رائٹروں کو پڑھتے وقت کھانے کا ہوش نہیں رہتا تو کھانا دھواں کہاں سے ہوگا۔ اس دن تو بھوک ہڑتال ہوتی ہے، جب تک ڈائجسٹ ختم نہیں ہوتا میں اپنی جگہ سے ہلتی تک نہیں ہوں۔ ہاں ایک دفعہ "عشق آتش" نام کا ناول پڑھتے ہوئے میں رو رہی تھی اور میری بہن مجھے ایک گھنٹے سے کھانے کے لیے بلا رہی تھی مگر میں کہانی میں مگن ہو کر دنیا سے بے خبر بس رو رہی تھی۔ میری بہن نے سر پر آ کر مجھے ڈانٹا تو میں ہوش کی دنیا میں واپس آگئی۔"

www.pklibrary.com

خالدہ جیلانی

ملائی دار بھنا گوشت ◆ چکن کالی مرچ

اجزاء:۔

گوشت	آدھا کلو
نمک	حسب ذائقہ
چلی ساس	دو کھانے کے چمچے
لہسن پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
ادرک پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
دہی	آدھا کپ
کریم	آدھا کپ
زیرہ (کٹا ہوا)	ایک چائے کا چمچہ
ثابت دھنیا (کٹا ہوا)	آدھا چائے کا چمچہ
پسی سفید مرچ	آدھا چائے کا چمچہ
تیل	ایک چوتھائی کپ
پیاز (چوپ کرلیں)	ایک عدد بڑی
ہرا دھنیا (چوپ کرلیں)	حسب ضرورت
ہری مرچیں (چوپ کرلیں)	حسب ضرورت

ترکیب:۔

پیالے میں گوشت، نمک، چلی ساس، لہسن پاؤڈر، ادرک پاؤڈر، دہی، زیرہ، دھنیا اور پسی سفید مرچ ڈال کر اچھی طرح مکس کرکے ایک سے دو گھنٹے میرینیٹ کریں۔ سوس پین میں تیل گرم کرکے پیاز ڈال کر فرائی کریں۔ سنہری ہوجائے تو میرینیٹ کیا ہوا گوشت ڈال کر بھونیں، مناسب پانی ڈال کر گوشت گلنے تک درمیانی آنچ پر ڈھک کر پکائیں۔ پانی خشک ہوجائے تو بھون لیں۔ تیل الگ ہونے پر کریم، ہرا دھنیا اور ہری مرچیں ڈال کر مکس کرکے چولہے سے اتار لیں۔

اجزاء:۔

چکن (بون لیس)	تین سو گرام
کالی مرچ (بھنی کٹی)	دو چائے کے چمچے
پیاز	ایک عدد بڑی
لہسن	دس سے بارہ جوے
ادرک	ایک بڑا ٹکڑا
نمک	حسب ضرورت
دہی (کھٹا نہ ہو)	دو سو گرام
مکھن	ایک بڑا ٹکڑا
لونگ	تین عدد
تیز پات	ایک عدد
چھوٹی الائچی	تین عدد
بڑی الائچی	ایک عدد
ہری مرچ	تین عدد
کاجو	بارہ عدد (بھگو دیں)
تیل	چار کھانے کے چمچے
کریم	ایک کھانے کا چمچہ

ترکیب:۔

چکن میں دہی، ایک چائے کا چمچہ کالی مرچ اور تھوڑا نمک ڈال کر میرینیٹ کرلیں۔ ایک پین میں دو کھانے کے چمچے تیل ڈالیں اور جب تھوڑا گرم ہوجائے تو اس میں تیز پات، بڑی الائچی، چھوٹی الائچی ڈال کر ایک منٹ تک بھونیں۔ پھر اس میں پیاز، ادرک، ہری مرچ، لہسن تھوڑی دیر تک پکائیں پھر اس میں کاجو ملائیں اور مزید کچھ دیر بھونیں اور ایک کپ پانی ڈال کر دس منٹ پکائیں اور چولہے سے اتار لیں۔ اس میں سے تیز پات، لونگ، بڑی الائچی نکال کر گرائنڈر میں پیس لیں، پانی تھوڑا ملائیں۔

پھر ایک پین میں تین بڑے چمچے آئل اور مکھن لیں اور گرائنڈر کیے ہوئے مکسچر کو اس میں پکائیں، جب اچھی طرح پک جائے تو اس میں میرینیٹ کی ہوئی چکن ڈال کر چکن گلنے تک ہلکی آنچ پر پکائیں۔ پھر اس میں ایک چائے کا چمچہ کالی مرچ ملا دیں۔ اچھی طرح مکس کرکے ایک چمچہ کریم ملا دیں اور گرم گرم سرو کریں۔